اضافہ شدہ ایڈیشن
نام نہاد عاملوں کاہنوں جادوگروں
اور ایذاء دینے والے
جنات کا پوسٹ مارٹم
قرآن و سنت
کی روشنی میں
مؤلف
حافظ مبشر حسین حفظہ اللہ

اضافہ شدہ ایڈیشن

وَمَا هُم بِضَارِّينَ بِهِ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ (البقرة ۱۰۲)

نام نہاد عاملوں کاہنوں جادوگروں

اور ایذاء دینے والے

جنات کا پوسٹمارٹم

قرآن و سنت کی روشنی میں

مؤلف

حافظ مبشر حسین حفظہ اللہ

قرآن حدیث اور فکر سلف کی ترجمان

مبشر اکیڈیمی لاہور پاکستان

نام کتاب ------- عاملوں، جادوگروں اور جنات کا پوسٹمارٹم

مؤلف ------- حافظ مبشر حسین حفظہ اللہ

اشاعت ------- 2008ء

قیمت ------- روپے

www.KitaboSunnat.com

ہمارے ڈسٹری بیوٹرز:

☆......مکتبہ قدوسیہ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور، برائے رابطہ: 042-7351124

☆......کتاب سرائے، الحمد مارکیٹ، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور: 042-7320318

☆......فضلی بک سپر مارکیٹ، اردو بازار، کراچی۔ برائے رابطہ: 021-2212318

☆......نعمانی کتب خانہ، حق سٹریٹ اردو بازار لاہور۔ برائے رابطہ: 042-7321865

ناشر:

مبشر اکیڈمی لاہور پاکستان

0300-4602878

آئینۂ کتاب

حصہ اول؛ اسلام اور ماورائی علوم

حصہ دوم: اسلام اور جادو جنات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

بعض لوگوں کو مستقبل بینی اور قسمت شناسی کا تجسس ہوتا ہے کہ کسی نہ کسی طرح یہ معلوم ہو جائے کہ میری قسمت کیسی ہے؟ جب کہ تصویر کا دوسرا رخ یہ ہے کہ کاہن، نجومی، عامل، جادوگر، دست شناس وغیرہ بھی ہمارے معاشرے میں پائے جاتے ہیں جو لوگوں کی مستقبل شناسی کی نفسیات سے فائدہ اٹھانے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں۔

ان عاملوں نے باقاعدہ کاروبار بنا رکھا ہے اور جاہل عوام کو لوٹنے کے لیے، یہ طرح طرح کے حربے اختیار کرتے ہیں حتیٰ کہ بعض ان میں سے اتنے چالاک اور ہوشیار ہوتے ہیں کہ سمجھدار اور پڑھے لکھے لوگوں پر بھی وہ ہاتھ صاف کر جاتے ہیں۔ اور بعض اپنے اس دھندے کو پھیلانے اور مضبوط بنانے کے لیے قرآن وسنت کے نصوص (متون) میں تحریف کرنے، قرآنی آیات کو الٹ پلٹ کر لکھنے اور ان کی بے حرمتی کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے......[نعوذ باللہ من ذلک!]

اب یہی کام پڑھے لکھے طریقے سے کیا جانے لگا ہے۔ اس کے مختلف پہلوؤں کو مختلف علوم کے نام دے دیئے گئے ہیں۔ بڑے بڑے ادارے بنا کر وہاں یہ کورسز کرائے جا رہے ہیں۔ بعض انہیں سائنٹیفک علوم ثابت کرنے کی کوششیں کر رہے ہیں۔ بعض لوگ اسے روحانیت اور ماورائی علوم سے تعبیر کر رہے ہیں۔ بعض لوگ قرآن وسنت سے اس کے قلابے ملا رہے ہیں۔

راقم الحروف نے زیر نظر کتاب کے پہلے حصہ میں ان نام نہاد عاملوں، نجومیوں، کاہنوں اور جادوگروں کا قرآن وسنت کی روشنی میں پوری دیانت داری کے ساتھ تجزیہ کیا

ہے اور ان کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں سے پردہ اٹھانے کی پورے خلوص کے ساتھ کوشش کی ہے۔ اس سلسلہ میں اس موضوع پر دستیاب لٹریچر کے علاوہ کئی ایک نجومیوں، عاملوں، جادوگروں اور خودساختہ اور شیطانی ماورائی علوم کے دعوے داروں سے براہِ راست تبادلہ خیال بھی کیا گیا، ان کے طریق واردات کو سمجھنے کی کوشش بھی کی گئی، تاکہ اس سلسلہ میں جو لوگ غلط فہمیوں کا شکار ہو گئے ہیں، ان کی غلط فہمیاں دور کرنے کی صحیح کوشش کی جا سکے۔ اور جن لوگوں کے اسلامی عقائد ونظریات میں ان ماورائی یا شیطانی علوم کی وجہ سے خرابیاں در آئی ہیں، اس کوشش کے ساتھ ان کی اصلاح ہو سکے۔

کتاب کے دوسرے حصہ میں جادو اور جنات کی حقیقت، قرآن وسنت کی روشنی میں ان کا توڑ، آسیب زدہ شخص اور جگہ (مکان وغیرہ) سے جنات بھگانے کا طریقہ اور اس جیسی دیگر چیزوں پر بھی سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ نظر بد، جنون، زہر، پھوڑے پھنسیوں، بخار اور مختلف جسمانی دردوں اور بیماریوں کا روحانی علاج معالجہ بھی قرآن وسنت کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔ اور اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ اس کے ذریعے اگر کوئی شخص خود روحانی معالج بننا چاہے تو وہ اس سے مستفید ہو سکے۔ ان شاء اللہ!

زیر نظر کتاب ۲۰۰۳ء میں پہلی بار شائع ہوئی، اس میں املاء اور کتابت کی غلطیاں رہ گئی تھیں مگر اس کی قبولیت کی وجہ سے نہ چاہتے ہوئے بھی جوں کا توں اسے دوبارہ شائع کرنا پڑا۔ اب ایک عرصہ سے یہ کتاب ختم تھی، مگر اس کی تصحیح اور نظر ثانی کے لیے فرصت نہیں مل رہی تھی، اللہ کی توفیق سے جب فرصت ملی تو نہ صرف یہ کہ اس کی کتابت کی تصحیح کی طرف توجہ دے لی گئی بلکہ اس میں موضوع سے متعلقہ بہت سے مفید اضافے بھی کر دیئے گئے ہیں۔ امید ہے قارئین کے لیے اب یہ پہلے سے زیادہ مفید ثابت ہوگی، ان شاء اللہ۔

اللہ تعالیٰ اس کاوش کو قبول فرمائے اور اسے لوگوں کی اصلاح کا ذریعہ بنائے۔ آمین!

حافظ مبشر حسین
بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی
اسلام آباد- 03004602878

حصہ اول: اسلام اور ماورائی علوم

چند تمہیدی باتیں

اس بات میں کسی مسلمان کو کوئی شک نہیں ہونا چاہیے کہ 'غیب' کا علم صرف اور صرف اللہ کی ذات کے پاس ہے۔ یہ حقیقت قرآن مجید میں کئی ایک مقامات پر دوٹوک الفاظ کے ساتھ بیان کردی گئی ہے تاکہ سمجھنے اور عمل کرنے والوں کے لیے کسی قسم کا کوئی ابہام باقی نہ رہے۔ اس سلسلہ کی ایک آیت ملاحظہ ہو، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ﴾[سورة النمل: ٦٥]

''(اے نبیؐ!) کہہ دو کہ جو مخلوق آسمانوں اور زمین میں ہے، ان میں سے کوئی بھی غیب کا علم نہیں رکھتا، سوائے اللہ تعالیٰ کے۔''

پردۂ غیب (ماورائی) اور مستقبل کی باتیں جاننے کے ذرائع

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ مخلوقات میں سے کوئی بھی غیب کا علم نہیں رکھتا۔ البتہ اللہ تعالیٰ چاہیں تو کسی خاص مقصد کے لیے اپنی مخلوق میں سے بعض کو غیب کی کچھ باتیں بتا بھی دیتے ہیں یا غیبی امور تک رسائی کی کوئی صورت کسی کے لیے ممکن بھی بنا دیتے ہیں۔ جن ذرائع سے ایسا ممکن ہوتا ہے، ان کی بالعموم پانچ صورتیں بن سکتی ہیں، یعنی:

(۱) وحیِ الٰہی۔ (۲) وحیِ شیطانی۔ (۳) خواب۔ (۴) اِلہام۔ (۵) قرائن وآثار۔

ان کے علاوہ باقی صورتیں کسی نہ کسی پہلو سے یا تو انہی کے ذیل میں داخل ہیں یا پھر ان کی کوئی حقیقت نہیں۔

زیرِ نظر کتاب کے ابتدائی ابواب میں انہی پانچ صورتوں کی تفصیلات قرآن وسنت کے مستند دلائل کی روشنی میں مہیا کی گئی ہیں اور اس سلسلہ میں جہاں جہاں حقائق کو مزید واضح کرنے اور غلط فہمیوں کو رفع کرنے کی ضرورت تھی، وہاں اسے ضرور مدنظر رکھا گیا ہے۔ جب کہ باقی ابواب میں موضوع سے متعلقہ دیگر مباحث پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ اس ضمن میں بہت سے ماورائی علوم بھی زیر بحث لائے گئے ہیں۔

یہاں ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ غیبی و ماورائی اُمور سے متعلقہ پانچ ذرائع کا خلاصہ چند سطروں میں پیش کر دیں۔

۱)......وحیِ الٰہی

قرآن وحدیث کے مطالعے سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے مواقع پر اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی اپنے نبیوں کو غیب کی باتیں بتائی ہیں اور یہ صورت انبیاء ورسل کے لیے خاص ہے، کسی اور کے بارے میں یہ دعویٰ نہیں کیا جاسکتا کہ اس کے پاس اللہ کی طرف سے وحی آتی ہے۔

ہماری اس کتاب کا بنیادی موضوع چونکہ غیبی امور تک رسائی سے متعلقہ ماورائی علوم کے گرد گردش کرتا ہے، اس لیے ہم نے پہلے باب میں وحیِ الٰہی کے حوالے سے ایک مختصر بحث پیش کی ہے تا کہ ایک طرف وحیِ الٰہی کی قطعیت واضح کی جاسکے اور دوسری طرف وحیِ الٰہی کی روشنی میں دیگر کالے پیلے اور ماورائی علوم کا تجزیہ وتقابل کر کے ان کی حقیقت واَصلیت اور حدودِ کار کا تعین کیا جاسکے۔

۲)......وحیِ شیطانی

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں انسانوں اور فرشتوں کے علاوہ ایک اور مخلوق یعنی شیاطین و جنات کو بھی پیدا کیا ہے اور انہیں بہت سے اختیارات بھی دیئے ہیں، حتی کہ انہیں اتنی طاقت بھی دی گئی ہے کہ یہ آسمانوں پر جا سکیں اور وہاں اللہ تعالیٰ کی مجلس میں ہونے والی باتیں اور فیصلے چوری چھپے سن سکیں۔ پھر جنات و شیاطین یہ باتیں کاہنوں اور جادوگروں وغیرہ کو منتقل کرتے ہیں۔

یاد رہے کہ جنات و شیاطین یہ باتیں چرا کر ہر انسان کو نہیں بتاتے بلکہ بعض مخصوص عاملوں، کاہنوں اور جادوگروں کو بتاتے ہیں لیکن انہیں بھی بالعموم تب ہی بتاتے ہیں جب ان سے کفر و شرک کا ارتکاب کروا لیں، یا آئندہ ارتکاب کروانا چاہتے ہوں۔ شیاطین و جنات جن مخصوص طریقوں سے اپنے دوستوں اور پیروکاروں کو خدائی فیصلوں سے آگاہ کرتے ہیں، اسے 'وحیِ شیطانی' کہا جاتا ہے۔ اس کی تفصیل کتاب ہٰذا کے دوسرے باب میں پیش کی گئی ہے۔

۳)......خواب

بنیادی طور پر خواب کی تین قسمیں ہیں: سچا خواب، نفسیاتی خواب اور شیطانی خواب۔

۱۔ سچا خواب)...... یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔ اس میں عام طور پر انسان کو اشارے کنائے سے مستقبل کی کسی غیبی بات سے باخبر کیا جاتا ہے۔ یہ بات انسان کے فائدے کی بھی ہو سکتی ہے اور نقصان کی بھی۔

۲۔ نفسیاتی خواب)...... اس سے مراد وہ خواب ہے، جس میں انسان کو وہی چیزیں نیند میں دکھائی دیتی ہیں جن سے حالتِ بیداری میں اس کا واسطہ رہتا ہے مثلاً کوئی شخص مخصوص کاروبار کرتا ہے تو اسے خواب میں بھی اس کاروبار سے متعلقہ چیزیں نظر آتی

ہیں یا کوئی شخص بیمار ہو تو اسے بیماری سے متعلقہ چیزیں دکھائی دیتی ہیں یا کسی شخص کے ذہن میں کوئی خاص تصور بیٹھ گیا ہے تو خواب میں بھی وہی تصوراتی چیز اسے دکھائی دیتی رہتی ہے۔ اس طرح کے خواب کا غیب اور مستقبل کی باتوں سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

۳)......**شیطانی خواب**)...... اس سے مراد وہ ڈراؤنے اور غمزدہ یا خوف طاری کر دینے والے خواب ہیں، جن میں خوفناک شکلیں اور عجیب وغریب صورتیں دکھائی دیتی ہیں اور انسان ان سے وحشت کھا کر اٹھ بیٹھتا ہے یا چیخ و پکار شروع کر دیتا ہے۔ ایسے خواب شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں۔ سوتے وقت آیۃ الکرسی اور دیگر اذکار و وظائف کر لئے جائیں تو ایسے خواب نہیں آتے۔ اور اگر ایسا کوئی خواب آئے اور تین مرتبہ اعوذ باللہ پڑھ کر بائیں جانب تھوک دیا جائے تو حدیثِ نبویؐ کے مطابق ایسے خواب سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔

کتاب ہٰذا کے تیسرے باب میں خواب سے متعلقہ تفصیلات پیش کی گئی ہیں۔

۴)...... اِلہام

اِلہام کی بنیادی طور پر دو صورتیں ہیں: ایک صورت تو وہ ہے جس میں ہر انسان کے دل میں خیر و شر پہچاننے کی صلاحیت ودیعت کی گئی ہے اور یہی صلاحیت و استعداد بعض اہل علم کے نزدیک 'فطرت' کہلاتی ہے جبکہ اس کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ودیعت کیا جانا اِلہام کہلاتا ہے۔ اور اس کی دوسری صورت یہ ہے کہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی نیک صالح مسلمان کے دل میں حالتِ بیداری میں کوئی اچھی بات ڈال دی جاتی ہے، جس کا تعلق مستقبل کی کسی غیبی بات سے ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے پیشگی دل میں ڈال دیا جاتا ہے۔ اگر یہ الہام انبیاء کی طرف کیا جائے تو یہ بمنزلہ وحی شمار ہوتا ہے مگر غیر انبیاء کا الہام وحی نہیں ہوتا بلکہ خواب کے مشابہ ہوتا ہے یعنی جس طرح سچے خواب کے

ذریعے کسی غیبی امر سے مطلع کر دیا جاتا ہے، اسی طرح بعض اَوقات بذریعہ اِلہام کوئی بات دل میں ڈال دی جاتی ہے اور پھر وہ اس طرح پیش آتی ہے جس طرح اس کے بارے میں خیال (یعنی اِلہام) پیدا ہوا تھا۔

یہ بات بھی یاد رہے کہ جس طرح بعض خواب جھوٹے اور شیطانی ہوتے ہیں، اسی طرح بعض اِلہام بھی محض شیطانی وسواس یا نفسیاتی خیالات ہی ہوتے ہیں۔

بعض لوگوں نے 'کشف' کو اور بعض نے 'فراست' کو بھی اِلہام کے ساتھ ملانے کی کوشش کی ہے۔ نیز اِلہام، فراست اور کشف کے سلسلہ میں لوگوں میں بعض عجیب وغریب باتیں مشہور ہیں۔ ان سب کی تفصیل اور حقیقت کتاب ہٰذا کے چوتھے باب میں آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔

۵)......استخارہ

اسی طرح ایک چیز 'استخارہ' بھی ہے۔ استخارہ بذات خود غیب اور مستقبل کے کسی معاملے کو جاننے کا کوئی مستند ذریعہ نہیں بلکہ یہ دعا کی ایک قسم ہے اور ایسی قسم کہ جس کے بعد یا تو خواب کے ذریعے انسان کو کچھ حاصل ہو جاتا ہے یا الہام کے ذریعے۔ یا پھر یہ دونوں صورتیں پیش نہیں آتیں، بلکہ جس کام کے لیے استخارہ کیا گیا ہوتا ہے اس کے کرنے یا نہ کرنے میں سے کسی ایک پہلو پر اطمینانِ قلب حاصل ہو جاتا ہے۔

عملیات کی دنیا میں استخارہ کے سلسلہ میں بھی عجیب وغریب باتیں دیکھنے سننے کو ملتی ہیں جو مضحکہ خیز بھی ہیں اور قابلِ افسوس بھی۔ کتاب ہٰذا کے پانچویں باب میں استخارہ اور اس سے متعلقہ چیزوں کا قرآن وسنت کی روشنی میں جائزہ لیا گیا ہے۔

۶)......آثار وقرائن

بعض اوقات کوئی صاحبِ فہم وبصیرت، مختلف آثار وقرائن اور علامات کی روشنی میں

کسی غیبی ومخفی امر تک رسائی حاصل کر لیتا ہے اور اس بنیاد پر وہ جو کچھ کہتا ہے، وہ عام طور پر سچ ثابت ہوتا ہے مثلاً کسی مریض کی شدتِ مرض سے اس کے فوت ہونے کا اندازہ لگا کر ڈاکٹر پیشگی یہ کہہ دیتا ہے کہ اب اس مریض کے بچنے کی کوئی امید نہیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ اس ڈاکٹر یا حکیم کی یہ بات سچ ثابت ہوتی ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ ڈاکٹر یا حکیم 'غیب دان' یا 'پہنچی ہوئی سرکار' ہے اور نہ ہی اس بنیاد پر عقل مند آدمی ایسے ڈاکٹر کے بارے میں یہ رائے قائم کرتا ہے۔ بلکہ یہی سمجھا جاتا ہے کہ ڈاکٹر نے ظاہری حالات اور قرائن سے اندازہ لگایا ہے اور قرائن وعلامات سے لگایا جانے والا اندازہ بہت مرتبہ ٹھیک نکلتا ہے اور بعض اوقات وہ بالکل الٹ بھی ثابت ہوتا ہے۔

قرائن وآثار بنیادی طور پر دو طرح کے ہوتے ہیں: قطعی اور ظنی۔

ایک اور لحاظ سے انہیں تین قسموں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے یعنی: حسابی، مشاہداتی، اور نفسیاتی۔

آثار وقرائن کی روشنی میں کسی مخفی امر تک رسائی یا اندازہ لگانا، شرعاً ممنوع نہیں ہے، بلکہ بہت سے مواقع پر یہ مفید اور کارآمد بھی ثابت ہوتا ہے۔

وحیِ الٰہی، خواب اور الہام یہ تینوں خدا داد عطیہ ہیں جبکہ آثار وقرائن میں کوئی بھی صاحب بصیرت آثار وقرائن کی مدد سے متعلقہ معاملہ میں ایک مخفی امر تک رسائی حاصل کر لیتا ہے۔ گویا یہ کسبی چیز ہے، وہبی نہیں ہے۔

اس کی تفصیل کتاب ہٰذا کے چھٹے باب میں پیش کی گئی ہے۔

حاصلِ بحث اور جدید ماورائی اور روحانی علوم

حصہ اول کے جملہ مباحث کا خلاصہ یہ ہے کہ غیب اور مستقبل کی معلومات کے حصول کے بنیادی ذرائع صرف پانچ ہیں یعنی: (۱) وحیِ الٰہی۔ (۲) وحیِ شیطانی۔ (۳) خواب۔ (۴) الہام۔ (۵) قرائن وآثار۔

ان میں سے وحیِ الٰہی (یعنی پہلا ذریعہ) انبیاء کے لئے خاص تھا اور ہمارے لیے قرآن وسنت میں وہ تمام چیزیں قیامت تک کے لیے محفوظ کر دی گئی ہیں جو وحی کی صورت میں خاتم النبین حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوتی رہیں۔ جب کہ دوسرا ذریعہ (یعنی وحیِ شیطانی) سراسر ضلالت وشیطانیت پر مبنی اور کفر وشرک کی طرف لے جانے والا ہے اور ایک مسلمان کے لیے اس سے اجتناب بہر صورت ضروری ہے۔ تیسرا اور چوتھا ذریعہ (یعنی خواب اور الہام) اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ ایسی چیزیں ہیں جن کا تعلق اکثر وبیشتر کسی مستقبل کے معاملے سے ہوتا ہے۔ خواب کا معاملہ تو مسلم وغیر مسلم سب کے ساتھ یکساں ہے لیکن اِلہام صرف نیک لوگوں ہی کو ہوتا ہے۔ پھر جس طرح بعض خواب شیطانی ہوتے ہیں، اسی طرح بعض الہام بھی شیطانی ہو سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں یہ دونوں ذرائع وحی کے مقابلے میں انتہائی کمزور ہیں۔ پانچواں ذریعہ (یعنی آثار وقرائن) عام طور پر پہلے پانچ کے مقابلے میں کمزور اور زیادہ تر 'کسبی' ہوتا ہے، تاہم اس کی بعض صورتیں جو بالعموم حسابی فارمولوں پر مبنی ہوتی ہیں، بڑی حتمی ہیں۔

یہاں یہ بات بھی واضح رہنی چاہیے کہ اگر کسی موقع پر خواب، اِلہام، یا قرائنی دلائل وغیرہ وحیِ الٰہی سے متصادم ہوں تو وہاں وحیِ الٰہی، جو قرآن وحدیث کی صورت میں ہمارے پاس محفوظ حالت میں موجود ہے، ہی کو بہر صورت ترجیح دی جائے گی کیونکہ اسلامی نقطۂ نظر سے خواب اور اِلہام سمیت ہر چیز کو پرکھنے کے لئے واحد اور حتمی کسوٹی 'وحیِ الٰہی' (یعنی قرآن وحدیث) ہی ہے۔

مذکورہ بالا پانچ ذرائع کے علاوہ دیگر تمام ایسے ذرائع جن کے ذریعے انسانوں یا معاشروں کے حوالے سے پیش گوئی، مستقبل شناسی اور غیب دانیوں کا دعویٰ کیا جاتا ہے، وہ بالعموم جھوٹ، فریب اور دھوکا دہی پر مبنی ہوتے ہیں۔ خواہ ان کا تعلق ستاروں یعنی نجوم و

جوتش کی دنیا سے ہو یا جفرو اعداد سے۔ رمل اور مراقبہ سے ہو، یا دست شناسی اور چہرہ شناسی سے۔ ٹیلی پیتھی، ہپناٹزم، ریکی وغیرہ سے ہو، یا کسی اور نام نہاد روحانی یا ماورائی علم سے۔ بعض جاہل اور مفاد پرست خواہ مخواہ انہیں سائنٹیفک علوم ثابت کرنے پر بضد ہیں۔ زیر نظر کتاب میں ان ماورائی علوم کا جائزہ لیتے ہوئے اس کے حامیوں کے دلائل کی کمزوری پوری طرح واضح کر دی گئی ہے۔

کتاب کے پہلے حصہ میں انہی چیزوں کی تفصیلات دی گئی ہیں جب کہ دوسرا حصہ جادو جنات کے توڑ اور امراض کے روحانی علاج معالجہ سے متعلق ہے۔ جس نیک نیتی کے ساتھ یہ کتاب لکھی گئی ہے اس کے لیے ہم اللہ کے حضور یہی دعا کرتے ہیں اللہ اسے قبول فرمائے اور لوگوں کی اصلاح کا ذریعہ بنائے، آمین یا رب العالمین!

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْم

......☆......

باب ا

وحیِ الٰہی

وحی کیا ہے؟

ابن منظور افریقی لفظ 'وحی' کی لغوی حقیقت واضح کرتے ہوئے اپنی شہرہ آفاق کتاب 'لسان العرب' میں رقم طراز ہیں:

"الوحی: الاشارة و الکتابة والرسالة والالهام والکلام الخفی و کل......"[1]

"وحی کا معنی ہے: اشارہ کرنا، لکھنا، پیغام بھیجنا، دل میں بات ڈالنا، مخفی طور پر بات کرنا، اسی طرح ہر وہ چیز جو آپ دوسرے تک پہنچاتے ہیں.......... لغت میں لفظ وحی کا اصل معنی ہے: پوشیدہ طور پر کسی بات سے مطلع کر دینا۔ اسی بنیاد پر اِلہام کو وحی کہہ دیا جاتا ہے۔ اَزہری فرماتے ہیں: اشارہ کرنے اور لکھنے کے عمل کو بھی اسی لیے وحی کہا جاتا ہے اور قرآن مجید کی اس آیت: ﴿مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا ......﴾ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی طرف ایسے وحی کرتے ہیں جسے وہ جان لیتا ہے جس طرح کہ ایک انسان جان لیتا ہے کہ اسے کوئی خبر یا علم دیا گیا ہے، یا تو یہ الہام کے ذریعے معلوم کروایا جاتا ہے، یا خواب کے ذریعے یا کتاب نازل کر کے جس طرح کہ حضرت موسیٰؑ پر کتاب نازل کی گئی یا قرآن نازل کر کے جس طرح آنحضرت ﷺ پر قرآن نازل کیا گیا جس کی تلاوت کی جاتی ہے۔ یہ تمام معلومات کی صورتیں ہیں، اگرچہ ان میں ذرائع ایک دوسرے سے مختلف ہیں"۔

اسی طرح ابن منظور افریقی نے وحی کے مفہوم میں سرعت اور جلدی سے اطلاع دینے کا مفہوم بھی بیان کیا ہے۔ دیگر اہلِ لغت کے ہاں بھی 'وحی' کے مفہوم میں "جلدی سے کوئی اشارہ کر دینا" شامل ہے یعنی ایسا اشارہ جس سے چپکے سے کوئی بات معلوم ہو جائے۔ اور

(۱) لسان العرب، از: ابن منظور افریقی، بذیل مادہ: 'وحی'۔

یہ اشارہ خواہ حرکت کے ذریعے ہو، یا رمز اور کنایہ (Password / Codeword) کے ذریعے، یا بظاہر بے معنی آواز کے ذریعے۔ (۱)

اصطلاحی طور پر 'وحی' کا مطلب ہے، وہ کلام جو اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں میں سے کسی نبی پر نازل کرتے ہیں، خواہ یہ دل میں ڈالا گیا ہو، خواب کے ذریعے بتایا گیا ہو، فرشتہ بھیج کر پہنچایا گیا ہو یا براہِ راست سنایا گیا ہو۔

قرآن میں لفظ وحی کا استعمال لغوی و اصطلاحی دونوں طرح ہوا ہے۔ اصطلاحی استعمال کی تفصیل تو اپنی جگہ آ رہی ہے، تاہم لغوی مفہوم کے سلسلہ میں درج ذیل مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔

ا۔ دل میں بات ڈالنا۔ درج ذیل آیات میں لفظ وحی اسی مفہوم میں استعمال ہوا ہے:

﴿ وَأَوْحَىٰ رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ أَنِ اتَّخِذِي مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا ﴾ [سورة النحل:٦٨]

''آپ کے رب نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ پہاڑوں میں درختوں میں اپنے گھر بنا''۔

﴿ وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّ مُوسَىٰ أَنْ أَرْضِعِيهِ ﴾ [سورة القصص:٧]

''ہم نے موسیٰ کی ماں کو وحی کی (یعنی انکے دل میں بات ڈالی) کہ اسے دودھ پلاتی رہ''۔

۲۔ اشارہ کرنا۔ قرآن مجید میں حضرت زکریاؑ کے واقعہ میں یہ اس طرح استعمال ہوا ہے:

﴿ فَخَرَجَ عَلَىٰ قَوْمِهِ مِنَ الْمِحْرَابِ فَأَوْحَىٰ إِلَيْهِمْ أَنْ سَبِّحُوا بُكْرَةً وَعَشِيًّا ﴾

''پس زکریاؑ اپنے حجرے سے نکل کر اپنی قوم کے پاس آ کر انہیں اشارہ کرتے ہیں کہ تم صبح و شام اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرو''۔ [سورۃ مریم:۱۱]

وحی کا اصطلاحی مفہوم، جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے، یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی نبی کو کسی ذریعے سے اپنا پیغام پہنچا دے۔ اس کی تفصیل کے لیے ہم دیکھتے ہیں کہ انبیاءِ کرامؑ پر وحی کس طرح بھیجی جاتی تھی، اور اس بارے قرآن وسنت میں کیا تفصیلات ملتی ہیں؟

قرآن وسنت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء پر وحی کا نزول کسی ایک مخصوص طریقے

(۱) تاج العروس، مفردات القرآن از راغب اصفہانی، بذیل مادہ: 'وحی'۔

...ے نہیں بلکہ کئی طریقوں سے ہوتا تھا، جیسا کہ خود نبی کریم ﷺ سے جب ایک صحابی حضرت ...رث بن ہشام رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ اللہ کے رسول! آپؐ پر وحی کا نزول کیسے ہوتا ہے؟ تو ...پ ﷺ نے جواب دیا:

((يَأْتِيْنِي أَحْيَانًا مِثْلَ صَلْصَلَةِ الْجَرَسِ وَهُوَ أَشَدُّ عَلَيَّ فَيُفْصَمُ عَنِّي وَقَدْ وَعَيْتُ مَا قَالَ وَأَحْيَانًا يَتَمَثَّلُ لِيَ الْمَلَكُ رَجُلًا))(۱)

''یعنی کبھی تو وحی اس طرح میرے پاس آتی ہے جس طرح گھنٹی کی جھنکار ہو، اور یہ ...صورت میرے لیے سب سے زیادہ سخت ہوتی ہے، پھر جب یہ سلسلہ منقطع ہوتا ہے تو ...جو کچھ کہا گیا ہوتا، وہ مجھے یاد ہو چکا ہوتا ہے اور کبھی (وحی کی صورت یہ ہوتی ہے کہ) ...فرشتہ میرے سامنے ایک مرد کی شکل میں آ جاتا ہے''۔

...ک شبہ کا ازالہ

...اس روایت میں وحی کی آمد کی ایک صورت کو گھنٹی کی جھنکار سے مماثلت دی گئی ہے اور اس ...اثلت سے یہ ہرگز لازم نہیں آتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فی الواقع گھنٹی کی آواز ...ئی دیتی تھی، بلکہ یہاں آپؐ نے سائل کو وہ کیفیت سمجھانے کی کوشش کی ہے جو وحی کے ...ت بعض اوقات آپ پر طاری ہوا کرتی تھی اور اس کیفیت کی اصل حقیقت تو آپؐ کے ...وہ کسی کو معلوم نہیں اور نہ اسے الفاظ میں بیان کیا جا سکتا تھا چنانچہ آپؐ نے اس کے قریب ...یب جو دنیوی مثال سائل اور سامع کے سامنے ہو سکتی تھی، اس کے ساتھ اس کیفیت کی ...ثیل بیان کر دی اور تمثیل تمثیل ہی رہتی ہے، حقیقت نہیں بن جاتی۔

...ور بعض شارحینِ حدیث کے بقول یہ آواز حضرت جبریل علیہ السلام کے پروں یا پاؤں کی ...تی تھی۔ اور یہ آواز اس لیے پیدا ہوتی تھی تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیاوی شور و غل ...ے بے نیاز ہو کر وحی کی طرف متوجہ ہو جائیں۔(۲)

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب بدء الوحی، ح۲۔

(۲) فتح الباری شرح صحیح البخاری، جلد اول، کتاب بدء الوحی۔

وحی کی اہم صورتیں

آئندہ سطور میں وحی کی اہم صورتوں کو بالاختصار بیان کیا جاتا ہے۔

۱)......وحی بذریعہ کلام الٰہی

وحی کی ایک صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ براہِ راست اپنے نبی سے ہم کلام ہو جیسا کہ حضرت موسیٰؑ کے حوالے سے یہ بات معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ براہ راست کلام کیا ہے، اسی لیے انہیں کلیم اللہ کہا جاتا ہے، چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

﴿وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا﴾ [سورة النساء:١٦٣]

''اور موسیٰؑ سے اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر کلام کیا''۔

اسی طرح معراج کے موقع پر آنحضرت ﷺ کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی ہم کلامی کا شرف بخشا ہے۔[1]

۲)......وحی بذریعہ اِلہام (یعنی قلبی وحی)

آئندہ صفحات میں 'اِلہام' کی تفصیلات میں ہم یہ بتائیں گے کہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ کی طرف سے دل میں کوئی بات ڈال دی جاتی ہے، اسے اِلہام کہا جاتا ہے۔ اگر یہ صورت انبیاء کے ساتھ ہو تو اہل علم کا اتفاق ہے کہ ان کا اِلہام بمنزلہ وحی ہوتا ہے۔

۳)......وحی بذریعہ خواب

انبیاء کی وحی کی ایک صورت یہ بھی ہوتی تھی کہ خواب میں انہیں اللہ کی طرف سے کوئی پیغام پہنچا دیا جاتا تھا جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

((أَوَّلُ مَا بُدِئَ بِهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنَ الْوَحْيِ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ فِي النَّوْمِ فَكَانَ لَا يَرٰى رُؤْيَا إِلَّا جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ))[2]

(۱) دیکھیے: صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائکة، ح۳۲۰۷۔

(۲) [illegible] بدء الخلق، ح۳[illegible]

''وحی کے سلسلہ میں اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ سب سے پہلے جو چیز شروع ہوئی وہ سچے خواب تھے۔ آپؐ جو خواب بھی دیکھتے وہ سپیدۂ سحر کی طرح رونما ہو جاتا''۔

۴)......وحی بذریعہ فرشتہ

انبیاء کے لیے وحی الٰہی کا ایک ذریعہ فرشتے بھی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے سردار حضرت جبریل علیہ السلام کو اپنے انبیاء ورسل کے پاس وحی پہنچانے پر مامور کر رکھا تھا اور آپ علیہ السلام ہر نبی پر اللہ کی طرف سے وحی (پیغام) لے کر آیا کرتے تھے، حضور نبی کریم ﷺ پر وحی پہنچانے کی ذمہ داری بھی آپ ہی نے انجام دی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴾ [سورۃ الشعراء: ۱۹۲، ۱۹۴]

''اور بے شک یہ (قرآن) رب العالمین کا نازل فرمایا ہوا ہے۔ اسے امانت دار فرشتہ لے کر آیا ہے، آپؐ کے دل پر (یہ) اترا ہے تا کہ آپ آگاہ کر دینے والوں میں سے بن جائیں''۔

اس آیت میں امانت دار فرشتے سے مراد حضرت جبریل ہی ہیں۔ بعض اَحادیث میں بھی صراحت کے ساتھ حضرت جبریل علیہ السلام کی یہ ذمہ داری بیان کی گئی ہے مثلاً ایک روایت میں ہے کہ کچھ یہودی آپ ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے:

''ہر نبی کے پاس فرشتوں میں سے ایک فرشتہ اللہ کی طرف سے پیغام اور وحی لے کر آیا کرتا ہے، آپؐ کے پاس کون سا فرشتہ آتا ہے تا کہ ہم آپ کی اتباع (کے بارے میں فیصلہ) کر سکیں؟'' آپؐ نے فرمایا کہ میرے پاس جبریل علیہ السلام آتا ہے۔ انہوں نے کہا یہ تو وہی ہے جو (ہمارے بارے میں) جہاد و قتال کا حکم لے کر آتا ہے، لہٰذا یہ تو ہمارا دشمن ہے! اگر آپؐ میکائیل علیہ السلام کا نام لیتے جو بارش اور رحمت لے کر آتا ہے تو پھر ہم آپ کی ضرور اتباع کرتے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿ قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلٰى قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللّٰهِ ﴾
"(اے نبیؐ) آپ کہہ دیجیے کہ جو کوئی جبریل علیہ السلام کا دشمن ہو (تو اللہ تعالیٰ بھی اس کا دشمن ہے) بلاشک اس (جبریل علیہ السلام) نے تو اس (قرآن اور خدا کے پیغام) کو آپؐ کے دل پر اتارا ہے۔[سورۃ البقرۃ:۹۷]"(۱)

ایک روایت میں ہے کہ ان یہودیوں نے کہا:
"جبریل علیہ السلام تو وہ فرشتہ ہے جو جہاد و قتال کا اور عذاب کا حکم لے کر آتا ہے، لہٰذا یہ تو ہمارا دشمن ہے، البتہ اگر آپ میکائیل علیہ السلام کا نام لیتے جو رحمت، نباتات اور بارش لے کر آتا ہے تو پھر ٹھیک تھا۔"(۲)

ایک اور روایت میں ہے کہ یہودیوں نے کہا:
"آپ بتایئے کہ فرشتوں میں سے کون سا فرشتہ آپ کا دوست ہے؟ پس اسی جواب پر یا تو ہم آپ کی معیت اختیار کرلیں گے یا آپ سے دور ہٹ جائیں گے۔ آپؐ نے فرمایا: ((وَلِیِّیَ جِبْرِیْلُ وَلَمْ یَبْعَثِ اللّٰهُ نَبِیًّا قَطُّ اِلَّا وَهُوَ وَلِیُّهٗ)) "میرا دوست جبریل علیہ السلام ہے اور اللہ تعالیٰ نے جتنے انبیاء مبعوث فرمائے، ان سب کا دوست اسے ہی مقرر فرمایا" اس پر یہودی کہنے لگے کہ پھر تو ہم آپ سے دور ہٹ جائیں گے اور اگر آپ کا دوست کوئی اور فرشتہ ہوتا تو ہم ضرور آپ کی تابعداری اختیار کرلیتے اور آپؐ کی تصدیق کرتے۔ آپؐ نے ان سے پوچھا: فَمَا یَمْنَعُكُمْ اَنْ تُصَدِّقُوْهُ؟ تمہیں جبریل علیہ السلام کی تصدیق کرنے میں کیا امر مانع ہے؟ انہوں نے کہا: یہ تو ہمارا دشمن ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔"(۳)

(۱) تفسیر قرطبی، ج ٤ ص ۳۷۔ السنن الکبریٰ، للنسائی، ح ۹۰۷۲۔ احمد، ۱۰۸/۳، ۲۱۱۔
(۲) مسند احمد، ج ۱، ص ۲۷٤.
(۳) تفسیر فتح القدیر، ۱/ ۱۷۱۔

فرشتے کے ذریعے وحی کی مختلف صورتیں ہوتی تھیں مثلاً:

۱۔ فرشتے کا اصلی شکل میں آنا

بعض اوقات فرشتہ اپنی اصل شکل میں وحی لے کر آیا کرتا تھا۔ فرشتے کو اس کی اصل شکل میں نبی کریم ﷺ نے دو مرتبہ دیکھا جیسا کہ درج ذیل روایات سے ثابت ہے:

۱)...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ (جبریلؑ کے بارے میں) اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّمَا هُوَ جِبْرِيلُ لَمْ أَرَهُ عَلَى صُورَتِهِ الَّتِي خُلِقَ عَلَيْهَا غَيْرَ هَاتَيْنِ الْمَرَّتَيْنِ رَأَيْتُهُ مُنْهَبِطًا مِنَ السَّمَاءِ سَادًّا عِظَمُ خَلْقِهِ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ))

''وہ جبریل علیہ السلام ہی تھے، میں نے انہیں ان کی اصلی پیدائشی صورت میں صرف اِنہی دو مرتبہ دیکھا ہے۔ میں نے انہیں آسمان سے جب اترتے دیکھا تو ان کا وجود آسمان سے لے کر زمین تک پھیلا ہوا تھا۔'' [بعض روایات کے مطابق:] ''ان کے وجود نے سارا اُفق ہی گھیر رکھا تھا، اور ان کے چھ سو پر تھے۔''(۱)

۲)...... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے جبریل علیہ السلام کو جب ان کی اصلی شکل میں دیکھا تو ان کے چھ سو پر تھے اور ہر پر نے اُفق کو گھیر رکھا تھا۔ ان کے پروں سے مختلف رنگ اور قیمتی موتی بکھر رہے تھے۔(۲)

۲۔ فرشتے کا انسانی شکل میں آنا

حضرت جبریل علیہ السلام بعض اوقات انسانی شکل میں آکر وحی پہنچایا کرتے تھے، کبھی حضرت

(۱) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب معنی قول اللہ ''ولقد راہ نزلة اخرٰی''، ح۱۷۷۔ نیز دیکھئے: صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب اذا قال احدکم امین والملائکة فی...... ح۳۲۳۲تا۳۲۳۵۔

(۲) البدایة والنہایة، ۴۷/۱۔ حافظ ابن کثیرؒ نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ بحوالہ: ''عالم الملائکة الابرار'' از قلم: دکتور عمر سلیمان الاشقر، ص ۱۳۔

دحیہ کلبی صحابی کی شکل میں اور کبھی کسی اجنبی کی شکل میں۔اسی طرح کا ایک واقعہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

''ایک دن ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ اچانک ایک آدمی آیا جس کے کپڑے انتہائی سفید اور بال انتہائی سیاہ تھے۔نہ تو اس پر سفر کے آثار دکھائی دیتے تھے اور نہ ہی ہم میں سے کوئی اسے جانتا تھا۔ وہ آکر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ گیا اور اپنے گھٹنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنوں سے ملا لیے اور اپنے ہاتھ رانوں پر رکھ کر کہا: اے محمدؐ! مجھے بتایئے کہ اسلام کیا ہے؟ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بتایا کہ اسلام یہ ہے کہ تم یہ گواہی دو کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرو، زکاۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو اور اگر حج کی استطاعت ہو تو حج کرو۔اس آدمی نے (یہ جواب سن کر) کہا کہ آپ واقعی سچ کہتے ہیں۔

(راویِ حدیث) حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں اس بندے پر تعجب ہوا کہ وہ آپؐ سے سوال بھی پوچھ رہا ہے پھر (خود ہی) اس کی تصدیق بھی کر رہا ہے!

پھر اس نے کہا کہ مجھے بتایئے کہ ایمان کیا ہے؟ آپؐ نے کہا کہ (ایمان یہ ہے کہ) تم اللہ تعالیٰ پر، اس کے فرشتوں پر، کتابوں، رسولوں، آخرت کے دن پر اور تقدیر کے اچھا یا برا ہونے پر ایمان لاؤ (یعنی ان چھ چیزوں کو تسلیم کرو) اس نے کہا، آپ سچ کہتے ہیں

پھر اس نے کہا کہ مجھے بتایئے احسان کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ (احسان یہ ہے کہ) تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس تصور سے کرو کہ تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو اور اگر تم اللہ کو نہیں دیکھ رہے تو (یاد رکھو کہ) وہ تو تمہیں دیکھ رہا ہے۔

پھر وہ چلا گیا، میں ابھی آپؐ کے پاس ہی بیٹھا تھا کہ آپؐ نے مجھے مخاطب کیا: اے عمر! جانتے ہو یہ سائل کون تھا؟ (حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ) میں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔آپؐ نے فرمایا کہ یہ جبریل علیہ السلام تھے اور تمہیں تمہارا دین سکھانے کے لیے تشریف لائے تھے''۔ (۱)

(۱) مسلم، کتاب الایمان، باب ۱، ح ۸۔نیز بخاری، کتاب الایمان، باب سؤال جبریل... ح ۵۰۔

۳۔ بغیر دکھائی دیے فرشتے کا دل میں کوئی بات ڈال دینا

فرشتے کے ذریعے وحی کی ایک صورت یہ بھی ہوتی تھی کہ فرشتہ سامنے آئے یا دکھائی دیئے بغیر نبی اور رسول کے دل میں کوئی بات ڈال دیتا مگر ایک نبی یا رسول کے لیے اس چیز کو سمجھنا چنداں مشکل نہ ہوتا تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ بھی ایسا کئی مرتبہ ہوا، جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں:

''روح القدس نے میرے دل میں یہ بات ڈالی ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک فوت نہیں ہوگا جب تک کہ اپنا رزق پورا نہ لے لے''۔ (۱)

یہ روایت مختلف محدثین مثلاً عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ، بیہقی، حاکم وغیرہ نے اختلاف الفاظ کے ساتھ اپنی کتُب میں نقل کی ہے۔ بعض روایات میں روح القدس کے لفظ ہیں اور بعض میں جبریل کے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ روح القدس سے مراد یہاں جبریلؑ ہی ہیں۔

وحی متلو (جلی) اور غیر متلو (خفی)

تلاوت کے اعتبار سے اہل علم نے وحی الٰہی کو دو قسموں میں تقسیم کیا ہے؛ وحی متلو اور وحی غیر متلو۔

وحی متلو سے مراد وحی کا وہ حصہ ہے جس کی دوران نماز تلاوت کی جاتی ہے یعنی قرآن مجید۔ اسے وحیِ جلی بھی کہا جاتا ہے۔ اور وحی غیر متلو سے مراد وحی کا وہ حصہ ہے جس کی قرآن کی طرح دوران نماز تلاوت نہیں کی جاتی۔ اسے وحی خفی بھی کہا جاتا ہے۔ اس میں وہ احادیث شامل ہیں جن میں اللہ کے رسول ﷺ نے شریعت کے مسائل بیان کیے ہیں اور وہ مسائل قرآن مجید کا حصہ نہیں بلکہ ان سے اضافی ہیں۔ یا تو قرآن مجید میں مذکور بعض مجمل احکام کی تشریح و تفصیل سے متعلقہ ہیں یا الگ سے مستقل احکام کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس وقت یہ ہمارا موضوع نہیں، اس لیے اس کی تفصیلات سے اجتناب کیا جاتا ہے۔

(۱) مشکوٰۃ، کتاب الرقاق، باب التوکل۔ الصحیحۃ، ۲۸۶۶، ۳۸۴۸۔ صحیح الجامع، ۲۰۸۵۔

وحی کی ضرورت واہمیت

گزشتہ تفصیلات کے بعد اب یہاں ہم یہ حقیقت واضح کرنا چاہتے ہیں کہ وحی کی آخر ضرورت کیا ہے۔

انسان کو اللہ تعالیٰ نے امتحان کے لیے پیدا کیا ہے اور دنیا اس کے لیے امتحان گاہ بنائی ہے۔ اس امتحان گاہ سے اسے کس طرح گزرنا ہے، یہ وہ اپنی عقل یا حواس سے پوری اور ٹھیک طرح سے معلوم نہیں کرسکتا۔ کیونکہ اس کے حواس بھی ایک دائرے میں محدود ہیں اور عقل بھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس مقصد کے لیے یہ صورت اختیار کی کہ لوگوں ہی میں سے کچھ ہستیوں کا اپنے کرم سے انتخاب فرما لیا کہ ان پر میں اپنا پیغام بھیجوں گا اور پھر ان کے ذریعے وہ پیغام دوسرے انسانوں تک پہنچانے کا بندوبست کروں گا۔ ان پاکباز اور بلند مرتبہ ہستیوں کو انبیاء و رسل کہا جاتا ہے اور اس پیغامِ الٰہی کو وحیِ الٰہی کہا جاتا ہے۔

انبیاء و رسل کا سلسلہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم فرما دیا اور ان پر نازل کی جانے والی وحی کو آفاقی و اَبدی حیثیت دے کر قیامت تک کے لیے اسے قرآن و حدیث کی شکل میں محفوظ فرما دیا۔

یہاں یہ بات بھی سمجھ آ جاتی ہے کہ وحی جو صرف انبیاء و رسل کے لیے خاص تھی، عام انسانوں پر نازل نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ اول تو جس مقصد کے لیے وحی کا نزول ہوتا تھا (یعنی لوگوں تک خدائی پیغام رسانی) آخری پیغمبر اور آخری واَبدی شریعت بھیج کر وہ مقصد ہی اللہ تعالیٰ نے ختم کر دیا۔ اور دوم اس لیے بھی کہ یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا نہیں تھا کہ ہر انسان کو وحی کے ذریعے اپنا پیغام پہنچائے اور نہ ہی ہر انسان اس کا اہل ہوسکتا تھا۔ لہٰذا اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ اس کے پاس فرشتے وحی لے کر آتے ہیں یا (معاذ اللہ) یہ کہ اللہ تعالیٰ اس سے ہم کلام ہوتے ہیں تو سمجھ لیجیے کہ وہ جھوٹا اور مکار ہے۔ البتہ شیطانی وحی کی صورت میں یہ ممکن ہے کہ شیاطین و جنات اسے کوئی بات بتاتے ہوں۔ اس کی تفصیل اگلے باب میں آ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور وحی الٰہی

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر آنحضرت ﷺ کی نبوت کے بعد وحی کا دروازہ بند ہو گیا ہے تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی کیوں نازل ہوگی؟

یہ بات درست ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنا پیغام بھیجیں گے کیونکہ صحیح احادیث میں اس بات کا صاف ثبوت ملتا ہے، لہٰذا یہ ایک استثنائی صورت ہے بالکل اسی طرح جس طرح ان کا زندہ آسمان پر اٹھالیا جانا اور قیامت کے قریب اللہ کے حکم سے دوبارہ نازل ہونا استثنائی صورت ہے۔اس پر قیاس کر کے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ نبوت کا دروازہ بھی کھلا ہے اور وحی کا دروازہ بھی۔اس لیے کہ استثنائی صورت پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

اور دوسری طرف اس قیاس فاسد کے مقابلہ میں قرآن وسنت کے صریح نصوص موجود ہیں کہ حضرت محمد ﷺ آخری پیغمبر ہیں اور آپ کے بعد کوئی پیغمبر نہیں آئے گا۔جب کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قربِ قیامت کے وقت نازل ہونا پیغمبر کی حیثیت سے نہیں ہوگا، اس لیے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دورِ نبوت حضرت محمد ﷺ سے پہلے گزر چکا ہے۔اب وہ آپ ﷺ کے امتی کی حیثیت سے آئیں گے اور استثنائی دلائل کی وجہ سے آپ ہی وہ واحد امتی ہیں جن پر وحی نازل ہوگی۔

یہاں یہ بھی واضح رہے کہ اس وحی کا مقصد نئی شریعت یا محمدی شریعت میں تبدیلیِ احکام کی اتھارٹی دیئے جانا نہیں ہوگا بلکہ یہ تو فتن و ملاحم کے خوفناک زمانے میں صرف خداوندی رہنمائی کی ایک صورت ہوگی کہ لحہ بہ لحہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو رہنمائی دی جارہی ہوگی کہ وہ اپنے ساتھیوں کو لے کر کیا کریں، کہاں جائیں، کہاں پڑاؤ کریں، دجال کا مقابلہ کس طرح کریں، یاجوج وماجوج کی آمد کے وقت کیا کریں، وغیرہ وغیرہ۔

مزید تفصیل کے شائقین ہماری کتاب: 'قیامت کی نشانیاں' اور دوسری کتاب: 'پیش گوئیوں کی حقیقت' کا مطالعہ فرمائیں۔

باب۲

وحیِ شیطانی اور کہانت وعرافت

اللہ تعالیٰ آسمانوں پر ایسے فیصلے اور حکم جاری کرتے ہیں جن کا تعلق ہماری اس مادی کائنات اور اس کے مکینوں سے ہوتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کوئی فیصلہ یا حکم جاری فرماتے ہیں تو فرشتے اس حکم کو سننے کی تاب نہ لاتے ہوئے بے ہوش ہو جاتے ہیں۔ سب سے پہلے حضرت جبریل علیہ السلام سر اٹھاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی طرف وحی کر کے اپنا فیصلہ سناتے ہیں۔ پھر حضرت جبریلؑ پہلے آسمان کے فرشتوں کو اس فیصلے یا حکم سے آگاہ کرتے ہیں، پھر وہ فرشتے اپنے سے نیچے دوسرے آسمان کے فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کے اس فیصلے، حکم یا خبر سے آگاہ کرتے ہیں۔ پھر وہ فرشتے اپنے سے نیچے آسمان کے فرشتوں کو، اور وہ آگے اپنے سے نیچے والوں کو...... اس طرح آخری آسمان (جسے دنیوی آسمان کہا جاتا ہے) کے فرشتوں تک وہ فیصلہ یا خبر پہنچ جاتی ہے۔

اس طرح ایک طرف آسمانِ دنیا کے فرشتوں میں اللہ تعالیٰ کا وہ فیصلہ اور حکم (جو اس کائنات سے تعلق رکھتا ہے) گردش کر رہا ہوتا ہے جبکہ دوسری طرف سے شیاطین وجنات اس خدائی فیصلے اور حکم کو چوری چھپے سننے کے لیے زمین سے ایک قطار بنا کر آسمان دنیا تک پہنچے ہوتے ہیں اور وہاں چھپ کر یہ سننے کی کوشش کرتے ہیں کہ فرشتے آپس میں کون سی باتیں کر رہے ہیں۔ جب ان جنوں اور شیطانوں کی قطار میں شامل سب سے اوپر والا شیطان کوئی بات سننے میں کامیاب ہو جاتا ہے تو وہ فوراً اپنے سے نیچے والے شیطان کو اس سے آگاہ کر دیتا ہے اور وہ آگے اپنے سے نیچے والے شیطان کو وہ بات بتاتا ہے اور اس طرح سب سے نیچے زمین پر موجود جن وشیطان تک وہ بات پہنچ جاتی ہے جس کا تعلق اس کائنات کے کسی پیش آمدہ مسئلہ سے ہوتا ہے۔ پھر یہ شیاطین وجنات بعض انسانوں کو اس

خدائی فیصلے سے آگاہ کر دیتے ہیں جو آئندہ کسی بھی وقت رونما ہونے والا ہوتا ہے۔[1]

شیاطین و جنات جن مخصوص طریقوں سے اپنے متبعین کو خدائی فیصلوں سے آگاہ کرتے ہیں، انہیں 'وحیِ شیطانی' کہا جا سکتا ہے۔ قرآن مجید میں اس وحی شیطانی کا ذکر کچھ اس انداز میں کیا گیا ہے:

﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ إِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا﴾ [سورة الانعام: ۱۱۲]

''اسی طرح ہم نے شیطان صفت انسانوں اور جنوں کو ہر نبی کا دشمن بنایا جو دھوکا دینے کی غرض سے کچھ خوش آئند باتیں ایک دوسرے کے کانوں میں پھونکتے رہتے ہیں۔''

آنحضرت ﷺ کی بعثت سے پہلے جنات وشیاطین آسمانوں کا رخ کرکے ایسی بے شمار باتیں چرانے میں باآسانی کامیاب ہو جاتے تھے مگر جب آنحضرتؐ مبعوث کیے گئے تو پھر ان کے خلاف اللہ تعالیٰ نے رکاوٹیں اور دفاع کا سلسلہ بھی جاری کر دیا اور وہ اس طرح کہ جب شیطان قطار بنا کر آسمانوں کا رخ کرتے تو ان پر آگ کے شعلے گرائے جاتے اور جونہی سب سے اوپر والا شیطان کسی بات کے چرانے میں کامیاب ہوتا تو اسے فوراً دہکتا ہوا آگ کا شعلہ آ لگتا اور وہ نیچے والے شیطان کو چرائی ہوئی بات سے آگاہ کرنے سے پہلے ہی جل کر راکھ ہو جاتا لیکن بعض اوقات اوپر والا شیطان ہلاک ہونے سے پہلے نیچے والے شیطان کو بات منتقل کرنے میں کامیاب ہو جاتا اور وہ بات آگے سلسلہ در سلسلہ زمین تک جا پہنچتی۔

اسی طرح شیطانوں اور جنوں کا یہ سلسلہ آج تک جاری ہے مگر اب انہیں زیادہ تر ناکامی اور ہلاکت ہی کا سامنا کرنا پڑتا ہے، تاہم اس کے باوجود شیطان اللہ تعالیٰ کی باتیں چوری کرنے سے اس لیے باز نہیں آتے کہ اس کے ذریعے وہ کاہنوں اور عاملوں کو کفر و شرک کا مرتکب بنا کر اپنے مقصد کی تکمیل کرتے ہیں اور پھر وہ کاہن اور عامل حضرات مزید آگے لوگوں کے

---

(۱) دیکھیے: بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله: الامن استرق السمع فاتبعه ...... ابوداؤد، ح ۳۹۸۹۔ ترمذی، ح ۳۲۲۳۔ ابن ماجه، ح ۱۹۴۔ ابن حبان، ح ۳۶۔ حمیدی، ح ۱۱۵۱۔

ایمان برباد کرتے ہیں اور لوگوں کو گمراہی کی راہ پر لگانا اور جہنم کا ایندھن بنانا ہی ان شیطانوں کا سب سے بڑا مشن ہے جس کے لیے وہ جان جوکھوں میں ڈال کر آسمانوں سے خبریں چرا کر لاتے ہیں اور پھر ان عاملوں جادوگروں وغیرہ کی طرف ان خبروں کو وحی کرتے ہیں۔

شیاطین و جنات انسانوں کو اصلی شکل میں دکھائی نہیں دیتے جبکہ یہ بھی اسی کائنات میں بستے ہیں جس میں انسان بستے ہیں۔ بعض اوقات اس طرح ہوتا ہے کہ کوئی جادوگر کفریہ وشرکیہ عملیات کے ذریعے کسی جن سے دوستی پیدا کر لیتا ہے، پھر وہ اس شیطان جن کے ذریعے کسی بستی یا علاقے کے لوگوں کو تنگ کرواتا ہے مثلاً کسی کے گھر میں خون پھینک دیا، کہیں آگ لگوادی، کہیں کسی جانور کی سری یا کوئی اور ایسی ہی عجیب وغریب چیز پھینک دی۔ نتیجتاً اس جن سے تنگ ہونے والے لوگ مجبوراً اس جادوگر عامل کے پاس جا کر اپنی اس مشکل کا ذکر کرتے ہیں اور اسے منہ مانگا معاوضہ دے کر اس بات پر راضی کر لیتے ہیں کہ وہ ان کی مدد کرے۔ چنانچہ وہ عامل اپنے اس جن کو کچھ عرصہ تک ان لوگوں کو تنگ کرنے سے روک دیتا ہے پھر جب اس کی نیت میں فتور آتا ہے تو وہ دوبارہ اپنے اس جن کو وہاں بھیج کر ان لوگوں کو تنگ کروانا شروع کر دیتا ہے اور اس طرح سے عاملوں، کاہنوں اور جادوگروں کا کاروبار چلتا رہتا ہے۔

بعض اوقات اس طرح بھی ہوتا ہے کہ جب کوئی شخص اس عامل کے پاس اپنی ضرورت کے لیے آتا ہے تو وہ عامل اپنے جن کے ذریعے پیشگی معلوم کر لیتا ہے کہ یہ 'گاہک' کس جگہ سے آیا ہے......، اس کا کاروبار کیا ہے......، اس کے بہن بھائی کتنے ہیں......، اس کے گھر میں کتنے کمرے اور دروازے ہیں......وغیرہ وغیرہ اور پھر وہ عامل بڑی فن کاری اور رُعب کے ساتھ آنے والے شخص کو پوچھے بغیر یہ ساری چیزیں کافی حد تک صحیح صحیح بتانے لگتا ہے اور آنے والا شخص اس عامل سے متاثر ہو جاتا ہے کہ یہ تو بڑا کمال ہے کہ اس نے پہلے ہی اتنا کچھ بتا دیا، حالانکہ یہ ساری معلومات اس جن کے ذریعے اس عامل نے حاصل کی تھیں۔

جنات وشیاطین سے اس طرح کی معلومات حاصل کرنا بھی 'شیطانی وحی' میں شامل ہے۔

کہانت وعرافت

شیاطین کے ذریعے حاصل ہونے والی معلومات کو اہل عرب نے 'کہانت' کا نام دے رکھا تھا اور ہر اس شخص کو 'کاہن' کہا جاتا جو شیاطین کے ذریعے غیبی معلومات حاصل کرتا تھا۔ بعض لوگ 'کہانت' کی جگہ 'عرافت' اور 'کاہن' کی جگہ 'عرّاف' کے الفاظ بھی استعمال کرتے تھے۔

کہانت وعرافت کیا ہے؟

'کہانت' عربی زبان کا لفظ ہے، یہ 'کہن' (ک ھ ن) سے بنا ہے جس کا لغوی معنی ہے: 'غیب کی باتیں بتانا'۔ مشہور لغوی ابن منظور رحمۃ اللہ علیہ 'کاہن' کے بارے میں فرماتے ہیں کہ

"الکاهن الذی یتعاطی الخبر عن الکائنات فی مستقبل الزمان و یدعی معرفة الاسرار"

''یعنی کَاهِنُ وہ شخص ہے جو مستقبل کی خبریں بتانے کے درپے ہو اور غیب دانی کا دعویٰ کرنے والا ہو''۔(۱)

اور عَرَّافُ کے بارے میں امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

"والعراف قد قیل انه اسم عام للکاهن والمنجم والرمال ونحوهم ممن یتکلم فی تقدم المعرفة بهذه الطرق"

''کہا جاتا ہے کہ عراف ایک عام اصطلاح ہے جو کاہن، نجومی اور علم رمل جاننے والے سبھی کے لیے بولی جاتی ہے، اسی طرح ہر وہ شخص بھی عراف کہلاتا ہے جو اندازوں اور تخمینوں کے ساتھ غیب دانی کا دعوی کرتا ہے''۔(۲)

'لغات الحدیث' کی ایک معروف کتاب ''النھایہ'' کے مصنف 'ابن اثیر' فرماتے ہیں:

''کاہن وہ شخص ہے جو مستقبل کے حوالے سے کائنات میں رونما ہونے والے حوادث سے باخبر کرے اور مخفی باتوں کو جاننے کا دعوی کرے۔ عرب میں کئی کاہن تھے مثلاً شق سطیح وغیرہ۔ بعض کاہنوں کا دعوی تھا کہ جن ان کے تابع ہے جو انہیں خبریں پہنچاتا

---

(۱) لسان العرب، ج۱۳ص ۳۲۲۔

(۲) مجموع الفتاوی، لابن تیمیہ، ج۳۵ص ۱۰۲۔

ہے اور بعض کاہن یہ کہا کرتے تھے کہ وہ سائل کے بیان، عمل اور صورتحال وغیرہ سے اندازہ لگا کر غیبی امور کی نشاندہی کرسکتے ہیں۔ انہیں بالخصوص عراف کہا جاتا ہے جو مسروقہ وگمشدہ اشیاء وغیرہ کے بارے میں بتانے کا دعوٰی کرتے ہیں اور وہ حدیث جس میں کاہنوں کے پاس جانے والے کی سخت مذمت کی گئی ہے، اس کا اطلاق کاہن، عراف اور نجومی وغیرہ سبھی پر ہوتا ہے......اہل عرب ہر اس شخص کو کاہن کہہ دیا کرتے تھے جو نہایت پیچیدہ علم کے درپے ہوتا اور بعض اہل عرب نجومی اور طبیب کو بھی کاہن کہہ دیتے تھے"۔[1]

صحیح بخاری کی شہرہ آفاق شرح 'فتح الباری' کے مصنف 'ابن حجر' اس سلسلہ میں فرماتے ہیں:
"غیب دانی کا دعویٰ کرنا 'کہانت' کہلاتا ہے جس طرح کسی ذریعہ یا سبب سے استدلال کرتے ہوئے زمین پر ہونے والے کسی واقعہ کی پیشگی اطلاع دینا اور اس کی بنیاد یہ ہے کہ جن، فرشتوں کی بات چرا کر کاہن کے کان میں ڈال دیتا ہے۔ لفظ کاہن کا اطلاق 'عراف' پر بھی ہوتا ہے اور جو کنکر پھینک کر غیبی باتیں معلوم کرے یا نجومی بنے یا کسی اور شعبدے کے ذریعے لوگوں کی مشکل کشائی کا دعویٰ کرے، ان سب کو 'کاہن' کہا جاتا ہے۔ اَلمُحکم (نامی کتاب) میں ہے کہ جو غیب دانی سے فیصلہ کرے، وہ کاہن ہے اور الجامع (نامی کتاب) میں ہے کہ ہر وہ شخص کاہن ہے جو کسی چیز کے وقوع سے پہلے ہی اس کی خبر دے۔ امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کاہن ایسے لوگ ہوتے ہیں جن کے دماغ نہایت تیز، نفس نہایت شریر اور طبیعتیں ناری قسم کی ہوتی ہیں چونکہ یہ چیزیں شیطانوں میں بھی پائی جاتی ہیں، اس لیے وہ ان سے مانوس ہو جاتے ہیں اور حتی المقدور ان کاہنوں کی مدد کرتے ہیں۔"[2]

کہانت وعرافت اور مشرکین عرب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے عرب میں کاہنوں کا پیشہ عروج پر تھا۔ یہ لوگوں کو غیب

(۱) النہایۃ [illegible] غریب الحدیث، بذیل مادہ: 'کہن'۔ نیز دیکھیے: لسان العرب، ج۱۳ ص۳۶۳۔

(۲) [illegible]ح الباری، ج۱۰ ص۲۱۷۔

کی باتیں بتلاتے، مختلف حوادث سے پیشگی مطلع کرتے، چوروں، ڈاکوؤں اور مجرموں وغیرہ کا سراغ لگانے میں مدد کرتے اور ایسے ہی بیسیوں رازوں اور مخفی چیزوں سے پردہ اٹھانے کی کوشش کرتے۔ نجومیوں وغیرہ کی باتیں تو محض اٹکل پچوؤں اور تخمینوں پر مبنی ہوتی تھیں جبکہ ان کاہنوں اور عرافوں کی بے شمار باتیں درست اور صحیح ثابت ہو جاتی تھیں جس کی وجہ سے یہ عوام وخواص کا مرجع بنے رہتے۔

یہاں قابل توجہ بات یہ ہے کہ آخر ان کاہنوں کی اکثر و بیشتر خبریں صحیح کیسے نکلتی تھیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ان کاہنوں کا شیاطین وجنات سے رابطہ ہوتا تھا، جس کی وجہ سے جن اور شیطان ان کاہنوں کو وہ باتیں بتلا دیا کرتے تھے جنہیں وہ آسمان پر جا کر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کی مجلس سے چرایا کرتے تھے۔ اور جب ان جنوں سے غیبی اور چرائی ہوئی باتیں کاہنوں کو معلوم ہو جاتیں تو وہ لوگوں کو ان سے مطلع کرتے اور اس طرح ان کاہنوں کی اہمیت بڑھ جاتی اور ان کے پاس لوگوں کا تانتا بندھا رہتا۔

ایک عرصہ تک جنات وشیاطین کو ملاءِ اعلیٰ [یعنی آسمان پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں] کی مجلس سے باتیں چرانے میں مہلت ملی رہی لیکن جب آنحضرت ﷺ کی بعثت کا وقت آیا تو جنوں اور شیطانوں کی اس مہلت کو بہت حد تک ختم کر دیا گیا تا کہ یہ آنحضرت ﷺ کی طرف آنے والی وحی میں آمیزش و اختلاط پیدا نہ کر سکیں۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ پر نازل ہونے والی وحی اور پیغام خداوندی کی حفاظت کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ جیسے ہی کوئی جن ملاءِ اعلیٰ کی مجلس تک پہنچنے کی کوشش کرتا، اسے شعلہ نما ستاروں کا نشانہ بنا کر مار گرایا جاتا۔ اگرچہ اس کے باوجود یہ جن کبھی کبھار شعلہ لگنے سے پہلے اپنی چوری کی ہوئی بات نچلے جنوں کی مدد سے زمین پر موجود کاہنوں تک پہنچانے میں کامیاب بھی ہو جاتے تھے لیکن اکثر و بیشتر اب یہ ناکام ہی ہونے لگے۔

کاہنوں اور جنوں کے اس تعلق کے سلسلہ میں ذیل میں چند دلائل ملاحظہ فرمائیں:

(۱) : جب جنات وشیاطین کے لیے آسمان سے خبریں چوری کرنے کے سلسلہ میں

رکاوٹیں بڑھ گئیں تو وہ حیران ہوئے کہ یہ ہمارے ساتھ کیا ہوا۔ چنانچہ سورۃ الجن میں خود جنوں کا یہ اعتراف موجود ہے کہ انہوں نے کہا:

﴿وَأَنَّا لَمَسْنَا السَّمَاءَ فَوَجَدْنَاهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيدًا وَشُهُبًا وَأَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ فَمَنْ يَسْتَمِعِ الْآنَ يَجِدْ لَهُ شِهَابًا رَصَدًا وَأَنَّا لَا نَدْرِي أَشَرٌّ أُرِيدَ بِمَنْ فِي الْأَرْضِ أَمْ أَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا﴾ [سورة الجن :۸تا۱۰]

''ہم نے آسمان کو ٹٹول کر دیکھا تو اسے سخت چوکیداروں سے بھرا ہوا پایا، اس سے پہلے ہم باتیں سننے کے لیے آسمان میں جگہ جگہ بیٹھ جایا کرتے تھے۔ اب جو بھی کان لگاتا ہے وہ ایک شعلے کو اپنی تاک میں پاتا ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ زمین والوں کے ساتھ کسی برائی کا ارادہ کیا گیا ہے یا ان کے رب کا ارادہ ان کے ساتھ بھلائی کا ہے۔''

(۲) : اس آیت میں جس چیز کا بیان ہے، درج ذیل آیات میں بھی اسی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے:

﴿إِنَّا زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِزِينَةٍ الْكَوَاكِبِ وَحِفْظًا مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ مَارِدٍ لَا يَسَّمَّعُونَ إِلَى الْمَلَإِ الْأَعْلَى وَيُقْذَفُونَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ دُحُورًا وَلَهُمْ عَذَابٌ وَاصِبٌ إِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَأَتْبَعَهُ شِهَابٌ ثَاقِبٌ﴾ [سورة الصافات ٦ تا ١٠]

''ہم نے آسمان دنیا کو ستاروں کی زینت سے آراستہ کیا اور حفاظت کی سرکش شیطان سے۔ عالم بالا کے فرشتوں (کی باتوں) کو سننے کے لئے وہ کان بھی نہیں لگا سکتے۔ بلکہ ہر طرف سے وہ مارے جاتے ہیں بھگانے کے لیے اور ان کے لیے دائمی عذاب ہے۔ مگر جو کوئی ایک آدھی بات اچک کرلے بھاگے تو (فوراً) اس کے پیچھے دہکتا ہوا شعلہ لگ جاتا ہے''۔

(۳): ﴿وَحَفِظْنَاهَا مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ رَجِيمٍ إِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَأَتْبَعَهُ شِهَابٌ مُبِينٌ﴾
''اور اسے ہر مردود شیطان سے محفوظ رکھا گیا ہے جو چوری چھپے سننے کی کوشش کرے اس کے پیچھے دہکتا ہوا (کھلا شعلہ) لگتا ہے''۔ [سورۃ الحجر: ۱۷تا۱۸]

گذشتہ آیات میں جو بیان ہوا ہے، درج ذیل احادیث سے اسکی مزید وضاحت ہوتی ہے:

(۱) : ((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ انْطَلَقَ النَّبِیُّ ﷺ فِیْ طَائِفَةٍ مِّنْ أَصْحَابِہٖ عَامِدِیْنَ إِلٰی سُوْقِ عُكَاظٍ وَقَدْ حِیْلَ بَیْنَ الشَّیَاطِیْنِ وَبَیْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ وَأُرْسِلَتْ عَلَیْهِمُ الشُّهُبُ فَرَجَعَتِ الشَّیَاطِیْنُ إِلٰی قَوْمِهِمْ فَقَالُوْا: مَا لَكُمْ؟ فَقَالُوْا: حِیْلَ بَیْنَنَا وَبَیْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ وَأُرْسِلَتْ عَلَیْنَا الشُّهُبُ قَالُوْا: مَا حَالَ بَیْنَكُمْ وَ بَیْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ إِلَّا شَیْءٌ حَدَثَ فَاضْرِبُوْا مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا فَانْظُرُوْا مَا هٰذَا الَّذِیْ حَالَ بَیْنَكُمْ وَ بَیْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ فَانْصَرَفَ أُولٰئِكَ الَّذِیْنَ تَوَجَّهُوْا نَحْوَ تِهَامَةَ إِلَی النَّبِیِّ ﷺ أَوْ هُوَ بِنَخْلَةَ عَامِدِیْنَ إِلٰی سُوْقِ عُكَاظٍ وَهُوَ یُصَلِّیْ بِأَصْحَابِہٖ صَلَاةَ الْفَجْرِ فَلَمَّا سَمِعُوا الْقُرْآنَ اسْتَمِعُوْا لَهٗ فَقَالُوْا : هٰذَا وَاللّٰهِ الَّذِیْ حَالَ بَیْنَكُمْ وَ بَیْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ فَهُنَالِكَ حِیْنَ رَجَعُوْا إِلٰی قَوْمِهِمْ فَقَالُوْا: ﴿ یَا قَوْمَنَا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا یَهْدِیْ إِلَی الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهٖ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَا أَحَدًا ﴾ [سورة الجن: ۱] فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰی نَبِیِّهٖ ﷺ : ﴿ قُلْ أُوْحِیَ إِلَیَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ ﴾ وَإِنَّمَا أُوْحِیَ إِلَیْهِ قَوْلَ الْجِنِّ "(۱)

"حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے صحابہ کے ساتھ عکاظ کی منڈی کا رخ کیا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب ابھی شیاطین کے لیے آسمان کی خبروں کو چرا لینے میں رکاوٹ پیدا کی گئی تھی اور ان پر آسمان سے آگ کے انگارے برسائے جاتے تھے۔ جب وہ جن اپنی قوم کے پاس لوٹ کر گئے تو ان کی قوم نے ان سے پوچھا کہ کیا بات ہوئی؟ انہوں نے بتایا کہ آسمان کی خبروں اور ہمارے درمیان رکاوٹ کردی گئی ہے اور ہم پر آسمان سے آگ کے انگارے برسائے گئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ آسمان کی خبروں اور تمہارے درمیان

(۱) صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب الجهر بقراءة صلاة الصبح، ح۷۷۳۔ مسلم، ح۴۴۹۔ ترمذی، ح۳۳۲۳۔ نسائی، ح۶۴۴

رکاوٹ ڈالے جانے کی کوئی وجہ ہے،ضرور کوئی خاص بات پیش آئی ہے۔اس لیے زمین کے مشرق و مغرب میں پھیل جاؤ اور تلاش کرو کہ کون سی بات پیش آ گئی ہے۔ چنانچہ شیاطین مشرق و مغرب میں پھیل گئے تاکہ اس بات کا پتہ لگائیں کہ آسمان کی خبروں تک رسائی میں یہ رکاوٹ کیوں پیدا کی گئی ہے۔ چنانچہ کھوج لگانے والے ان شیاطین کا ایک گروہ وادیِ تہامہ کی طرف بھی آ نکلا جہاں رسول اکرمؐ منڈی عکاظ کی طرف جاتے ہوئے کھجوروں کے ایک باغ کے پاس ٹھہرے ہوئے تھے اور اس وقت آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فجر کی نماز پڑھا رہے تھے۔ جب شیاطین نے قرآن پاک سنا تو غور سے اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ پھر انہوں نے کہا کہ یہی وہ چیز ہے جس کی وجہ سے تمہارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان رکاوٹ پیدا کی گئی ہے۔ اس کے بعد وہ شیاطین اپنی قوم کی طرف لوٹ آئے اور ان سے کہا کہ 'ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے جو نیکی کی راہ دکھلاتا ہے'ہٰذا ہم تو اس پر ایمان لے آئے ہیں اور ہم اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناتے'۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ سورت (یعنی سورۃ الجن) نازل فرمائی کہ 'آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجئے کہ میرے پاس وحی آئی ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے قرآن مجید سنا'...... جنوں کے بارے میں یہی وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تھی''۔

(۲) : '' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ شیاطین آسمانوں پر گھات لگا کر بیٹھتے تاکہ وحی سن سکیں اور جب وہ کسی بات کو سننے میں کامیاب ہو جاتے تو اس میں نو باتیں اپنی طرف سے زیادہ کر لیتے۔ اس لیے وہ ایک بات تو یقیناً سچی ہے البتہ باقی نو جھوٹی ہیں۔ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا گیا تو شیطانوں کو آسمان پر گھات لگا کر بیٹھنے سے روکا جانے لگا۔ شیطانوں نے ابلیس (یعنی جنات وشیاطین کے سب سے بڑے سردار) سے اس کا ذکر کیا جبکہ آنحضرت کی بعثت سے پہلے شیطانوں پر شعلے نہیں برسائے جاتے تھے (اور اب انہیں شعلوں سے مارا جانے لگا)۔ ابلیس نے

کہا کہ یقینی طور پر زمین پر کوئی نیا واقعہ رونما ہوا ہے۔اس نے اپنے لشکر روانہ کیے،تو انہوں نے اللہ کے رسول کو دیکھا کہ آپؐ مکہ میں دو پہاڑوں کے درمیان نماز ادا کررہے ہیں۔وہ ابلیس کے پاس واپس گئے اور اسے یہ بات بتائی تو ابلیس کہنے لگا کہ زمین پر جو بڑا حادثہ رونما ہوا ہے، وہ یہی (یعنی آنحضرتؐ کا نبی بنایا جانا) ہے''۔(۱)

(۳) : حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک انصاری صحابی نے فرمایا:

((بَيْنَمَا هُمْ جُلُوسٌ لَيْلَةً مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ رُمِيَ بِنَجْمٍ فَاسْتَنَارَ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا ذَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ إِذَا رُمِيَ بِمِثْلِ هٰذَا؟ قَالُوا اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ كُنَّا نَقُوْلُ : وُلِدَ اللَّيْلَةَ رَجُلٌ عَظِيْمٌ وَمَاتَ رَجُلٌ عَظِيْمٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَإِنَّهَا لَا يُرْمٰى بِهَا لِمَوْتِ اَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ وَلٰكِنَّ رَبَّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اسْمُهُ إِذَا قَضٰى اَمْرًا سَبَّحَ حَمَلَةُ الْعَرْشِ ثُمَّ يُسَبِّحُ اَهْلُ السَّمَآءِ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ التَّسْبِيْحُ اَهْلَ هٰذِهِ السَّمَاءِ الدُّنْيَا ثُمَّ قَالَ الَّذِيْنَ يَلُوْنَ حَمَلَةَ الْعَرْشِ لِحَمَلَةِ الْعَرْشِ مَا ذَا قَالَ رَبُّكُمْ فَيُخْبِرُوْنَهُمْ مَا ذَا قَالَ، قَالَ : فَيَسْتَخْبِرُ بَعْضُ اَهْلِ السَّمَاوَاتِ بَعْضًا حَتّٰى يَبْلُغَ الْخَبَرُ هٰذِهِ السَّمَآءَ الدُّنْيَا فَيَخْطَفُ الْجِنُّ السَّمْعَ فَيَقْذِفُوْنَ إِلٰى اَوْلِيَائِهِمْ وَيَرْمَوْنَ بِهِ فَمَا جَاؤُوْا بِهِ عَلٰى وَجْهِهِ فَهُوَ حَقٌّ وَلٰكِنَّهُمْ يَقْرِفُوْنَ فِيْهِ وَيَزِيْدُوْنَ))(۲)

''ایک شب ہم آنحضرت ﷺ کے ساتھ بیٹھے تھے کہ اچانک ایک ستارہ ٹوٹا اور خوب روشن ہوا۔آپؐ نے فرمایا کہ جب جاہلیت میں اس طرح کا واقعہ ہوتا تو تم کیا کہا کرتے تھے؟لوگوں نے کہا کہ اصل بات تو اللہ اور اس کا رسول ہی جانتا ہے،البتہ ہم یہ کہا کرتے تھے کہ آج کی رات کوئی بڑا شخص پیدا ہوا یا فوت ہوا ہے۔اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ یہ ستارہ کسی کی موت یا حیات پر نہیں ٹوٹتا بلکہ جب پروردگارِ عالم کوئی

(۱) احمد، ج۱ ص ۲۷٤۔ ابن کثیر، ج٤ ص ۷۔ترمذی ، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة الجن، ح ۳۳۲٤۔

(۲) مسلم، کتاب السلام، باب تحریم الکھانة، ح ۲۲۲۹۔تفسیر قرطبی، ج۱۹، ص ۱۵۔

حکم ارشاد فرماتا ہے تو عرش کے اٹھانے والے فرشتے اللہ کی تسبیح وتحمید کرتے ہیں پھر ان کی آواز سن کر ان کے پاس والے فرشتے بھی تسبیح بیان کرتے ہیں حتی کہ اس طرح یہ تسبیح کی آواز آسمان دنیا تک پہنچ جاتی ہے جہاں سے جن اسے چوری کر کے اپنے دوستوں کو بتا دیتے ہیں حالانکہ ان جنوں کو ان ستاروں سے مارا بھی جاتا ہے (لیکن کبھی کبھار وہ کامیاب بھی ہو جاتے ہیں)، اس لیے جن جو چیز چرا لائیں وہ بالکل سچ ہے، لیکن وہ اس میں جھوٹ کی آمیزش کر دیتے ہیں''۔

(۴): ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ آسمان پر کوئی فیصلہ فرماتے ہیں تو فرشتے عاجزی سے اپنے پر مارنے لگتے ہیں تو اس سے اس طرح آواز پیدا ہوتی ہے جیسے کسی صاف چکنے پتھر (چٹان) پر زنجیر کے مارنے سے پیدا ہوتی ہے --- علی بن مدینی راوی فرماتے ہیں کہ سفیان راوی کے سوا دیگر راویوں نے یُنفِذُهُمْ ذٰلِکَ (جس سے ان فرشتوں پر دہشت طاری ہوتی ہے) کے الفاظ بھی بیان کیے ہیں--- جب ان فرشتوں کے دلوں سے ڈر اور دہشت دور ہو جاتی ہے تو دوسرے فرشتے نزدیک والے فرشتوں سے دریافت کرتے ہیں کہ پروردگار نے کیا حکم صادر فرمایا ہے؟ نزدیک والے فرشتے جواب دیتے ہیں کہ بجا ارشاد فرمایا ہے اور وہ بڑا عالی شان اور عظمت والا ہے۔ ادھر فرشتوں سے وہ باتیں (یعنی اللہ تعالیٰ کے فیصلے) چوری کرنے والے شیاطین ایک دوسرے کے اوپر اس طرح ہوتے ہیں --- سفیان راوی نے اپنے دائیں ہاتھ کی انگلیاں کھول کر ایک دوسرے کے اوپر نیچے کرتے ہوئے بتلایا کہ اس طرح شیاطین ایک دوسرے کے اوپر قطاریں بنا کر آسمان پر جاتے ہیں ---، پھر کبھی یہ ہوتا ہے کہ اوپر والا شیطان ابھی نیچے والے کو وہ چرائی ہوئی بات بیان نہیں کرتا کہ آگ کا شعلہ اسے مار گراتا ہے اور کبھی وہ شعلہ لگنے سے پہلے آگے بیان کر دیتا ہے۔ حتی کہ وہ ایک دوسرے سے ہوتے ہوئے زمین پر موجود جادوگر یا کاہن تک جا پہنچتی ہے اور وہ اس میں سو (۱۰۰) جھوٹ ملا دیتا ہے پھر اس کی آسمان سے چرائی ہوئی بات سچ نکلتی ہے تو لوگ اس کاہن کی

تصدیق کرتے ہیں کہ دیکھو اس نے فلاں فلاں کہا تھا اور وہی ہوا!'' (اور اس کی جھوٹی باتوں پر توجہ نہیں کرتے)۔[1]

دورِ جاہلیت میں کہانت کی مختلف صورتیں

دور جاہلیت میں کہانت و عرافت کی مختلف شکلیں رائج تھیں۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ صحیح مسلم کی شرح میں قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے رقم طراز ہیں کہ

''عرب میں کہانت کی تین صورتیں تھیں:

۱۔ ایک تو یہ کہ کسی آدمی کا کوئی جن دوست ہوتا، جو اسے آسمان سے چرائی ہوئی باتیں بیان کرتا اور یہ صورت اس وقت سے باطل ہو کر رہ گئی ہے جب سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرما دیا ہے۔

۲۔ دوسری قسم یہ تھی کہ جن وغیرہ کسی انسان کو کسی ایسے مخفی معاملے اور واقعہ سے باخبر کر دیتا جو زمین کے کسی حصہ پر رونما ہو رہا ہو، خواہ کہیں قریب ہو یا دور۔ اس قسم کی کہانت کا وجود بھی ناممکن نہیں جبکہ معتزلہ اور کچھ دیگر متکلمین نے ان دونوں قسموں کی کہانت کی نفی کی ہے اور وہ انہیں ناممکن سمجھتے ہیں حالانکہ یہ ناممکن الوجود نہیں ہیں۔ البتہ ان کاہنوں کی باتوں کی تصدیق بھی ہوتی ہے اور تکذیب بھی اور نبی کریمؐ نے ان کی تصدیق کرنے اور ان کی باتیں سننے سے مطلق طور پر منع فرما دیا ہے۔

۳۔ کہانت کی تیسری قسم نجومیوں سے متعلقہ ہے اور یہ ایسی قسم ہے جس میں اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو کسی قدر قوت عطا کر دیتے ہیں لیکن اس قسم میں بھی جھوٹ ہی غالب رہتا ہے۔''[2]

اس کے بعد امام نووی رحمۃ اللہ علیہ عرافت، بدفالی، بدشگونی اور علم نجوم وغیرہ کا ذکر کرتے ہوئے

---

(۱) بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله الامن استرق السمع فاتبعه شهاب مبين ۔ ابو داؤد، ح۳۹۸۹۔ ترمذی، ح۳۲۲۳۔ ابن ماجه، ح۱۹٤۔ ابن حبان، ح۳٦۔

(۲) شرح مسلم، للنووی، ج۱٤ ص۴٤۳۔

رقم طراز ہیں کہ

”وهذه الاضراب كلها تسمى كهانة وقد أكذبهم كلهم الشرع ونهى عن تصديقهم واتيانهم“

”یہ تمام قسمیں ’کہانت‘ کہلاتی ہیں اور شریعت نے ان تمام چیزوں کی تردید فرمائی ہے اور ان کاہن لوگوں کی تصدیق کرنے یا ان کے پاس جانے سے بھی منع فرمایا ہے“۔[1]

کہانت دورِ حاضر میں

دور حاضر میں بھی کہانت کا پیشہ بڑا مشہور اور جاہل عوام میں بڑا مقبول ہے، اگر چہ کاہن نام سے کم ہی کوئی آدمی آپ کو دکھائی دے گا، لیکن کہانت سے متعلقہ تمام چیزیں آپ کو اپنے معاشرے میں ضرور ملیں گی۔ اس لیے کہ کہانت کا پیشہ کرنے والے اپنے آپ کو کاہن کہلانے کی بجائے پروفیسر، عامل، باوا، بابا...... وغیرہ جیسے ناموں اور القابوں سے متعارف کروانا پسند کرتے ہیں لیکن کسی چیز کا نام بدل لینے سے اس کی حقیقت و اصلیت نہیں بدلی جاسکتی!

جس طرح نجومی، دست شناس یا جادوگر وغیرہ کا اگر چہ ایک خاص شعبہ ہے لیکن وہ کاروبار بڑھانے کے لیے کاہنوں اور طبیبوں وغیرہ سے متعلقہ شعبوں میں بھی دخل اندازی کرتے ہیں، اسی طرح کاہنوں کا ایک خاص شعبہ اور دائرہ کار ہے لیکن لوگوں سے مال بٹورنے کے لیے یہ حضرات بھی ہر طرح کا کیس پکڑنے کے لیے ہر دم تیار رہتے ہیں۔

کہانت کا عمومی تعلق حادثات و واقعات سے ہوتا ہے یعنی چوری، ڈکیتی، قتل و غارت گری اور ایسے دیگر جرائم و حادثات میں اصل مجرموں کی نشاندہی کرنے کے لیے جو لوگ اپنی خدمات پیش کرتے ہیں، انہیں ہی دراصل کاہن کہا جاتا ہے۔ اسی طرح دنیا کے اہم واقعات کی پیشگی اطلاع دینے، مخفی وغیبی باتوں سے آگاہ کرنے اور دوسروں کے رازوں اور بھیدوں کو آشکارا کرنے کے بھی یہ دعویدار ہوتے ہیں۔

---

(۱) فتح الباری، ج ۱۰ ص ۲۱۷۔

دور حاضر میں کہانت کی بنیاد چار چیزوں پر ہے

دور حاضر میں کاہنوں (عاملوں پروفیسروں باووں وغیرہ) کا پیشہ چار بنیادوں پر گردش کرتا ہے:

۱)......غیب دانی

اکثر و بیشتر کاہن غیب دانی کے دعویدار ہوتے ہیں لیکن قرآن وسنت سے ہمیں یہ راہنمائی ملتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی غیب دان نہیں ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللّٰهُ وَمَا يَشْعُرُوْنَ أَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ﴾

''کہہ دیجیے کہ آسمان والوں اور زمین والوں میں سے سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی غیب نہیں جانتا، اور یہ تو یہ بھی نہیں جانتے کہ کب اٹھائے جائیں گے''۔[سورۃ النمل :۶۵]

۲)......اٹکل پچو

کاہن حضرات اپنے اندازوں، تخمینوں اور فضول قیاس آرائیوں (اٹکل پچوؤں) سے کام لیتے ہیں اور ان میں جو عامل و کاہن جتنا ہوشیار و چالاک ہوگا، اتنا ہی لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے میں کامیاب رہے گا۔ لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ اسلام ایسے اٹکل پچوؤں کی مذمت کرتا ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ﴾ [سورۃ النجم :۲۸]

''اور جس چیز کا تمہیں علم ہی نہ ہو اس کے پیچھے نہ پڑو''۔

یعنی بغیر علم کے بے تکی باتیں نہ کرو۔

۳)......نفسیاتی حربے

بعض کاہن حضرات علم نفسیات میں مہارت حاصل کر کے لوگوں کی مشکلیں حل کرنے کا

کاروبار کررہے ہیں۔ یہ اپنے مریضوں، گاہکوں اور سائلوں کو نفسیاتی طور پر گمراہ اور بے وقوف بناتے ہیں حالانکہ علم نفسیات کہانت ونجوم سے الگ ایک مستقل علم ہے جس کی اکثر وبیشتر صورتیں شرعی طور پر جائز ہی نہیں بلکہ مستحب بھی ہیں لیکن اس علم کی بنیاد پر غیب دانی کا دعویٰ کرنا یا مشکل کشائی اور تقدیریں سنورانے کا پروپیگنڈہ کرنا محض حماقت ہی نہیں بلکہ کفر و شرک بھی ہے اور ایسا شخص شاید یہ سمجھتا ہے کہ اس نے عوام کو بے وقوف بنا رکھا ہے جبکہ وہ اس حقیقت سے خود بھی بے خبر ہے کہ دراصل شیطان نے خود اسے بے وقوف بنا رکھا ہے۔

۴)...... جنات وشیاطین کی مدد

کہانت کی پچھلی تین صورتیں فضولیات سے بڑھ کر کچھ نہیں، البتہ یہ چوتھی صورت جس میں کاہنوں نے جنات سے تعلقات پیدا کر رکھے ہوتے ہیں، سب سے اہم اور خطرناک ہے اور یہی ان کاہنوں کی شہرت اور عوام کی حماقت کا سب سے بڑا سبب بھی ہے، اسی لیے آنحضرت ﷺ نے بڑی سختی سے ایسے لوگوں کے پاس جانے سے روک دیا۔ آنحضرت ﷺ کے دور میں کہانت کا دھندہ کرنے والے کافر ومشرک تھے مگر پھر بھی مسلمانوں کو ایسے کاہنوں کے پاس جانے سے آنحضرتؐ نے منع فرما دیا، چنانچہ آپ کا ارشادگرامی ہے کہ

((مَنْ أَتٰی کَاهِنًا فَصَدَّقَهُ بِمَا قَالَ فَقَدْ کَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ ﷺ))

''جو شخص کسی کاہن کے پاس جائے اور اس کی تصدیق کرے، تو اس نے اس (دین) کا کفر کیا جو محمد ﷺ پر نازل ہوا ہے''۔[1]

اس حدیث کی روشنی میں سوچیے کہ ایسے علم کا سیکھنا اور کہانت کا پیشہ اختیار کرنا کیسے جائز ہوسکتا ہے؟ لیکن افسوس اب تو بہت سے نام نہاد مسلمان اسے اپنی روزی کا ذریعہ بنائے بیٹھے ہیں حالانکہ ایسی روزی بھی حرام ہے اور ایسا پیشہ اختیار کرنا یا کہانت کا علم حاصل کرنا بھی غلط ہے۔

---

(۱) المعجم الکبیر، للطبرانی، ج۱۸، ص۳۵۵۔ مسند بزار، ح۳۰۴۳۔ ح۳۰۴۴۔ مجمع الزوائد، ج۵، ص۱۱۷۔ امام ہیثمیؒ نے اس کی سند کے راویوں کو ثقہ قرار دیا ہے''۔

کہانت کی اس شکل پر ایک عقلی تبصرہ

کہانت کی کامیاب شکل اگر کوئی ہوسکتی ہے تو وہ یہی ہے کہ کاہن کے پاس کوئی جن ہو اور فی الواقع وہ جن آسمان سے خبر چوری کر لانے میں کامیاب بھی ہوتا ہو۔لیکن اول تو اکثر و بیشتر جنات خبریں چوری کرتے ہوئے آسمان پر شعلوں کا شکار ہو کر ہلاک ہو جاتے ہیں اور اگر فرض کریں کہ کسی کاہن کا جن کامیاب ہو کر واپس لوٹ آتا ہے تو ایسا ہزاروں لاکھوں میں سے خال خال ہی کوئی ہوسکتا ہے اور کسی کاہن کے چہرے پر تو نہیں لکھا کہ اس کا جن کامیاب ہو کر لوٹا ہے۔مزید برآں یہ کامیاب ہونے والا بھی ایک بات میں سو جھوٹ ملا دیتا ہے۔اب ایسے کاہن کے پاس جانے والے سو آدمیوں میں سے کوئی ایک ہی ایسا خوش قسمت ہوسکتا ہے جو بات حاصل کرتا ہے اور باقی ننانوے لوگوں کو جھوٹی باتیں ہی بتائی جاتی ہیں اور ایسا کرنا جہاں ان کاہنوں کی مجبوری ہے، وہاں ان لوگوں کی بے وقوفی بھی ہے جو ہزاروں روپے فیس ادا کر کے ایسا خطرہ مول لیتے ہیں۔

ان عاملوں کاہنوں کی تردید اس حقیقت سے بھی ہوتی ہے کہ اگر ان کاہنوں اور عاملوں وغیرہ کے لوٹا گھمانے، پرچی نکالنے، بچوں کے ناخنوں یا کاغذ یا کپڑے وغیرہ پر منتر شنتر کر کے فی الواقع اصلی چور، قاتل یا مجرم وغیرہ تک پہنچنے میں مدد ملتی ہوتی تو حکومتوں کو پھر کیا مصیبت پڑی ہے کہ لاکھوں کروڑوں روپے ضائع کر کے ہر شہر اور علاقے میں بڑے بڑے پولیس اسٹیشن اور تفتیشی سنٹر قائم کر کے ان کے مصارف برداشت کرے۔اور پھر لاکھوں کروڑوں کا بجٹ ان کے لیے مختص کرے؟ پھر تو حکومت کو چاہئے کہ چند ایک کاہنوں، عاملوں، پروفیسروں اور ایسے 'باووں' کی خدمت حاصل کر کے اتنا بھاری بجٹ تھانوں اور تفتیشی سنٹروں کی نذر کرنے کی بجائے اسے دیگر تعمیراتی منصوبہ جات میں صرف کر کے ملک کی ترقی میں اہم کردار ادا کرے۔ یا تو حکومتیں بے وقوف ہیں کہ آج تک کسی ملک کی حکومت نے ان 'بابوں' اور 'باووں' سے ایسا کام نہیں لیا یا پھر یہ کاہن ہی جھوٹے اور نا قابل اعتماد ہیں اور فی الواقع ایسا ہی ہے کہ یہ نام نہاد عامل، کاہن، پروفیسر، نجومی، جادوگر وغیرہ

اس قابل ہی نہیں کہ ان پر اعتماد کیا جائے......!!

کہانت حرام ہے

اب ہم آنحضرت ﷺ کے وہ واضح فرمودات و ارشادات نقل کئے دیتے ہیں جن میں کہانت کے پیشہ کو حرام اور اس میں دلچسپی لینے کو کفریہ عمل قرار دیا گیا ہے:

(۱) : ((عَنْ صَفِيَّةَ عَنْ بَعْضِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : مَنْ اَتٰى عَرَّافًا فَسَأَلَهُ عَنْ شَيْءٍ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةٌ اَرْبَعِينَ لَيْلَةً)) (۱)

"حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی کسی زوجہ مطہرہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی عراف (کاہن) کے پاس آیا اور اس سے کسی (غیبی) چیز کے متعلق سوال کیا تو اس کی چالیس روز کی نماز قبول نہیں ہوتی"۔

(۲) : ((عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِي ﷺ قَالَ: مَنْ اَتٰى كَاهِناً اَوْ عَرَّافًا فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُوْلُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا اُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ)) (۲)

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی کاہن یا عراف کے پاس آیا اور اس کی بات کی تصدیق کی تو گویا اس نے اس چیز (دین) کا کفر کیا جو محمد ﷺ پر نازل کی گئی"۔

(۳) : ((عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَنْ أَتٰى حَائِضًا أَوِ امْرَأَةً فِيْ دُبُرِهَا أَوْ كَاهِنًا فَصَدَّقَهُ فَقَدْ بَرِئَ مِمَّا اُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ ﷺ)) (۳)

" حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اپنی بیوی سے حالت حیض میں، یا دبر میں جماع کیا، یا کاہن کے پاس جا کر اس کی

---

(۱) مسلم، کتاب السلام، باب تحریم الکھانۃ واتیان الکھان، ح ۲۲۳۰۔ احمد، ج ٤ ص ٦٨۔

(۲) احمد، ج ۲ ص ٤٢٩۔ حاکم، ج ۱ ص ۸۔ ارواء الغلیل، ج ٥ ص ٦٩۔ وصححہ الالبانی۔

(۳) احمد، ج ۲ ص ٤٠٨۔ دارمی، ح ١١٣٦۔ التاریخ الکبیر، ج ۳، ص ١٦۔ ابوداؤد، ح ۳۹۰٤۔ ابن ابی شیبہ، ج ٤ ص ٦٥٢۔ اسکی سند میں کلام ہے مگر دیگر روایات اسکی شاہد موجود ہیں۔

تصدیق کی تو وہ اس دین سے باہر ہو گیا جو محمد ﷺ پر نازل ہوا''۔

(٤) : ((عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: مَنْ اَتٰی حَائِضًا اَوِ امْرَاَةً فِیْ دُبُرِهَا اَوْ كَاهِنًا فَقَدْ كَفَرَ بِمَا اُنْزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ ﷺ)) (١)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے اپنی بیوی سے حالت حیض یا دبر میں وطی کی یا کاہن کے پاس گیا تو بلاشبہ اس نے اس چیز کے ساتھ کفر کیا جو محمد ﷺ پر نازل کی گئی ہے''۔

(٥) : ((عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ الانصارِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰی عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَمَهْرِ الْبَغِیِّ وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ)) (٢)

''حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے کتوں کے (کاروبار)، زانیہ کی کمائی اور کاہن کی شیرینی (کمائی) سے منع فرمایا ہے''۔

(٦) : ((عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : لَیْسَ مِنَّا مَنْ تَطَیَّرَ اَوْ تُطُیِّرَ لَهٗ اَوْ تَكَهَّنَ اَوْ تُكُهِّنَ لَهٗ اَوْ سَحَرَ اَوْ سُحِرَ لَهٗ وَمَنْ عَقَدَ عُقْدَةً وَمَنْ اَتٰی كَاهِنًا فَصَدَّقَهٗ بِمَا قَالَ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا اُنْزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ ﷺ)) (٣)

''حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: جو بدفالی لے یا اس کے لیے بدفالی کا عمل کیا جائے یا جو شخص کاہن بنے یا اس کے لیے

---

(١) ترمذی، کتاب الطهارة، باب ماجاء فی کراهية اتيان الحائض، ح ١٣٥۔ مسند احمد، ج ٢ ص ٤٧٦۔ ابن ماجه، ح ٦٣٩۔ شواہد کی بنا پر قابل اعتبار ہے۔

(٢) صحیح مسلم، کتاب المساقاة، باب تحریم ثمن الکلب وحلوان الکاهن ومهر البغی...، ح ١٥٦٧۔ نیز دیکھیے: بخاری، کتاب الطب، ح ٥٧٦١۔

(٣) المعجم الکبیر للطبرانی، ج ١٨ ص ٣٥٥۔ مسند بزار، ح ٣٠٤٣۔ ح ٣٠٤٤۔ مجمع الزوائد، ج ٥ ص ١١٧۔ امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں: "رواه البزار ورجاله رجال الصحيح خلا اسحاق بن ربيع وهو ثقة" اسے بزار نے روایت کیا اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں سوائے اسحاق بن ربیع کے البتہ وہ بھی ثقہ راوی ہے''۔

کہانت کا عمل کیا جائے یا جو جادو کرے یا جادو کروائے یا گرہ لگائے ایسے لوگوں کا ہم سے کوئی تعلق نہیں اور جو شخص کاہن کے پاس جائے اور اس کی باتوں کی تصدیق کرے تو گویا اس نے اس چیز کا انکار کیا جو محمد ﷺ پر نازل کی گئی ہے''۔

(۷) : ((عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت سأل رسول الله ﷺ ناس عن الكهان فقال: ليس بشيء فقالوا: يا رسول الله! انهم يحدثوننا أحيانا بشيء فيكون حقا. فقال رسول الله ﷺ تلك الكلمة من الحق يخطفها الجني فيقرها في أذن وليه فيخلطون معها مائة كذبة))(۱)

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ کچھ لوگوں نے اللہ کے رسول ﷺ سے کاہنوں کے بارے میں دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تو کچھ بھی نہیں! لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! یہ لوگ ہمیں جو باتیں بتاتے ہیں وہ کبھی کبھار بالکل سچ ثابت ہوتی ہیں، تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ ان کی جو بات سچ ثابت ہوتی ہے وہ صرف وہی بات ہے جو جن آسمان سے چرا کر اپنے کاہن دوست کے کان میں ڈال دیتا ہے اور وہ کاہن (عامل) اس میں سینکڑوں جھوٹوں کی آمیزش کر ڈالتے ہیں''۔

(۸) : ((عن معاوية رضی اللہ عنہ بن الحكم السلمي قال قلت يا رسول الله! أمورا كنا نصنعه في الجاهلية، كنا نأتي الكهان . قال رسول الله ﷺ: فلا تأتوا الكهان، قال قلت : كنا نتطير، قال: ذاك شيء يجده أحدكم في نفسه فلا يصدنكم))

''حضرت معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! دور جاہلیت میں ہم کئی کام کیا کرتے تھے (جن میں سے ایک یہ تھا) ہم کاہنوں کے پاس جایا کرتے تھے؟ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: کاہنوں کے پاس نہ جایا کرو۔ یہی صحابی فرماتے ہیں کہ میں نے کہا: ہم بدفالی بھی لیا کرتے تھے، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ ایک ایسی چیز ہے جو تم میں سے کسی شخص کے دل میں پیدا ہوتی ہے (اور اس

---

(۱) بخاری، کتاب الطب، باب الكهانة ...، ح۵۷۶۲۔ مسلم، کتاب السلام، ح۲۲۲۸۔ احمد، ج۶ ص۸۷۔

سے بڑھ کر اس کا کوئی کام نہیں)لہٰذا یہ (بدفالی و بدشگونی)تمہارے کاموں میں رکاوٹ نہ بنے۔(یعنی اسے کوئی اہمیت نہ دو)''۔[1]

(۹) : ((عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍؓ قَالَ: مَنْ أَتٰی عَرَّافًا أَوْ سَاحِرًا أَوْ كَاهِنًا فَسَأَلَهُ فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُولُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ ﷺ))[2]

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی عراف، جادوگر یا کاہن کے پاس گیا اور اس کی تصدیق کی تو اس نے اس چیز کا انکار کیا جو محمد ﷺ پر نازل کی گئی''۔

(۱۰) : امام طبرانی نے اپنی المعجم الاوسط میں یہ روایت اس طرح نقل کی ہے:

((مَنْ أَتٰی كَاهِنًا فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُولُ فَقَدْ بَرِئَ مِمَّا أَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰی مُحَمَّدٍ ﷺ وَمَنْ أَتَاهُ غَيْرَ مُصَدِّقِهِ لَهُ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةٌ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً))[3]

''جو شخص کسی کاہن کے پاس آیا اور اس کی باتوں کی تصدیق کی تو یہ اس چیز سے بری (باہر) ہو گیا جو اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ پر نازل کی ہے اور جو کاہن کے پاس گیا مگر اس کی تصدیق نہیں کی تو اس کی بھی چالیس دنوں کی نماز قبول نہیں ہو گی''۔

البتہ یہ بات یاد رہے کہ اس وعید میں وہ شخص شامل نہیں جو ان کاہنوں، نجومیوں، اور عاملوں وغیرہ کو توبہ تائب ہونے اور راہ راست پر چلنے کی دعوت دینے کی غرض سے جانے والا ہو یا ان کے کرتوت کا مشاہدہ کر کے لوگوں کو ان کے فریب اور دھوکوں سے باخبر کرنے کی نیت رکھتا ہو۔البتہ جو انہیں سچا سمجھتے ہوئے یا محض دل لگی وغیرہ کے لیے جائے وہ اس وعید میں شامل ہے۔

......☆......

(۱) المعجم الکبیر، للطبرانی، ج۱۰ ح۱۰۰۰۵۔مسند ابی یعلیٰ، ج۹ ح۵۴۰۸۔مسند بزار، ح۳۰۴۵۔مجمع الزوائد، ج۵ ص۱۱۸۔وقال رجال الکبیر و البزار ثقات۔

(۲) المعجم الاوسط، للطبرانی، ح۱۴۷۶۔

(۳) المغنی، لابن قدامہ، ج۱۲ ص۳۰۵۔

باب ۳

خوابوں کا بیان

قرآن وحدیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سچے اور نیک خوابوں کے ذریعے انسان کو مستقبل سے متعلق کسی مخفی کام کے بارے میں اشارے کنائے یا بعض اوقات قدرے صراحت کے ساتھ کوئی چیز بتادی جاتی ہے۔اس میں بندے کا کوئی کمال نہیں، نہ ہی یہ کوئی کسبی چیز ہے کہ انسان کسی خاص علم، تجربہ، یا محنت سے اسے حاصل کر لے اور جب چاہے خواب دیکھ کر تقدیر اور مستقبل سے متعلقہ باتیں معلوم کر لے، بلکہ یہ وہبی چیز ہے، اللہ چاہے تو کسی کو خواب کے ذریعے کچھ بتادے، نہ چاہے تو کچھ نہ بتائے۔

آئندہ سطور میں خوابوں کی تفصیلات سے پہلے اس سے متعلقہ چند صحیح ومستند احادیث ذکر کی جارہی ہیں، پھر ان احادیث کی روشنی میں اس موضوع سے متعلقہ اہم نکات پر روشنی ڈالی جائے گی۔

خوابوں سے متعلقہ چند صحیح احادیث

(۱) : ((عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ: اَلرُّؤْيَا الْحَسَنَةُ مِنَ الرَّجُلِ الصَّالِحِ جُزْءٌ مِّنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِينَ جُزْءًا مِّنَ النُّبُوَّةِ))(۱)

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نیک آدمی اچھا خواب دیکھے تو یہ نبوت کے چھیالیس (۴۶) اجزاء میں سے ایک جزء ہے''۔

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ نبوت کا سلسلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ختم کر دیا گیا، اس لیے یہاں یہ شبہ پیدا نہیں ہونا چاہیے کہ شاید نبوت کا کوئی دروازہ ہمیشہ کے لیے کھلا رکھا گیا ہے، بلکہ اصل بات یہ ہے کہ خواب کو نبوت کے ساتھ مشابہت صرف ایک پہلو سے دی گئی ہے اور وہ پہلو یہ ہے کہ نبوت میں جس طرح وحیِ الٰہی کے ذریعے غیب اور مستقبل کی بعض

(۱) صحیح البخاری، کتاب التعبیر، باب رؤیا الصالحین، ح ۶۹۸۳۔

باتیں بتائی جاتی تھیں، اسی طرح غیب اور مستقبل کی کوئی بات سچے خواب کے ذریعے بھی بتائی جاسکتی ہے۔

اسی طرح الہام کے ذریعے بھی بعض اوقات مستقبل کی مخفی بات دل میں ڈال دی جاتی ہے مگر احادیث میں خواب کی طرح اسے نبوت کے ساتھ کوئی نسبت نہیں دی گئی، شاید اس لیے کہ یہ خواب کی بہ نسبت بہت کمزور ذریعہ ہے اور اس میں شیطان کی مداخلت بھی زیادہ ہوتی ہے۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ خواب کو نبوت کے چھیالیس اجزا میں سے ایک جز قرار دینے کا کیا مطلب ہے؟ تو اس سلسلہ میں اہل علم نے مختلف توجیہات و توضیحات پیش کی ہیں۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اسی حدیث کے تحت اس سلسلہ میں پیش کی گئی بے شمار توجیہات یکجا کر دی ہیں مگر وہ سب مختلف اہل علم کی اپنی اپنی آراء ہیں اور کسی ایک رائے پر سب اہل علم کا اتفاق نہیں ہے۔ اس لیے اس سلسلہ میں کسی ایک رائے کو حتمی قرار دینا مشکل ہے۔ پھر یہ مشکل اس وقت مزید بڑھ جاتی ہے جب دیگر روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان میں چھیالیس کی بجائے ستر، یا چھبیس، یا کوئی اور عدد بیان ہوا ہے۔ شائقین اس سلسلہ میں فتح الباری اور دیگر کتبِ فقہ و شروحِ حدیث ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ جہاں تک اس سلسلہ میں مجھے سمجھ آئی ہے وہ یہ ہے کہ خواب کو وحیِ الٰہی کے ساتھ وقوع کے حوالے سے نسبت دی گئی ہے یعنی وحیِ الٰہی تو سو فیصد درست ذریعہ ہے اور اس کے غلط ہونے میں ایک فیصد بھی امکان نہیں مگر اس کے مقابلہ میں خواب چونکہ سچا بھی ہوسکتا ہے اور جھوٹا بھی، اس لیے اس کی صحت و عدم صحت تقریباً پچاس فیصد ہے، اسے آپ بخاری کی مذکورہ روایت کے مطابق عین چھیالیس فیصد (1 اور 46 کی نسبت) کہہ لیں یا دیگر روایات کے حساب سے اس سے کچھ کم و بیش۔

(۲) : ((إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: لَمْ يَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ إِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ، قَالُوا وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ؟ قَالَ: الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ))

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے سنا، آپ ﷺ

نے فرمایا: مُبَشِّـــرَاتُ کے علاوہ نبوت سے کچھ باقی نہیں رہا۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کی: مُبَشَّرَاتُ کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نیک خواب"۔ (۱)

(۳) : ((عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ: اَلرُّؤْیَا الصَّادِقَةُ مِنَ اللّٰهِ ، وَالْحُلْمُ مِنَ الشَّیْطَانِ)) (۲)

"حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سچا خواب اللہ کی طرف سے ہوتا ہے اور 'حلم' (یعنی غیر سچا / ناپسندیدہ / ڈراونا خواب) شیطان کی طرف سے"۔

(٤) : ((عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِیَّ ﷺ یَقُوْلُ: اِذَا رَاٰی اَحَدُكُمْ رُؤْیَا یُحِبُّهَا فَاِنَّمَا هِیَ مِنَ اللّٰهِ فَلْیَحْمَدِ اللّٰهَ عَلَیْهَا وَلْیُحَدِّثْ بِهَا وَاِذَا رَاٰی غَیْرَ ذٰلِكَ مِمَّا یَكْرَهُ فَاِنَّمَا هِیَ مِنَ الشَّیْطَانِ فَلْیَسْتَعِذْ مِنْ شَرِّهَا وَلَا یَذْكُرْهَا لِاَحَدٍ فَاِنَّهَا لَا تَضُرُّهٗ)) (۳)

"حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص پسندیدہ خواب دیکھے تو وہ اللہ کی طرف سے ہے، لہٰذا اسے چاہیے کہ وہ اس پر اللہ کا شکر ادا کرے اور اسے (اپنے اَحباب و اَقرباء وغیرہ) سے بیان کرے اور اگر وہ اس کے برعکس کوئی ناپسندیدہ خواب دیکھے تو وہ شیطان کی طرف سے ہے، لہٰذا اسے چاہیے کہ اس (ناپسندیدہ خواب) کے شر سے بچنے کے لیے اللہ سے پناہ طلب کرے اور اس کا ذکر کسی سے نہ کرے کیونکہ یہ خواب اسے کوئی تکلیف نہیں دے گا"۔

(٥) : ((عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ عَنِ النَّبِیِّ قَالَ: اَلرُّؤْیَا الصَّالِحَةُ مِنَ اللّٰهِ وَالْحُلْمُ مِنَ الشَّیْطَانِ. فَاِذَا حَلَمَ اَحَدُكُمْ فَلْیَتَعَوَّذْ مِنْهُ وَلْیَبْصُقْ عَنْ شِمَالِهٖ فَاِنَّهَا لَا تَضُرُّهٗ)) (٤)

"حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: نیک خواب اللہ کی طرف

(۱) ایضاً، باب المبشرات، ح ٦٩٩٠۔ (۲) ایضاً، باب الرؤیا من اللہ ح ٦٩٨٤۔
(۳) ایضاً، ح ٨٥۔
(٤) ایضاً، باب الرؤیا الصالحة جزء من ستة واربعين جزءا من النبوة، ح ٦٩٨٦۔

سے ہوتا ہے اور 'حُلم' (یعنی غیر سچا/ناپسندیدہ/خوفناک خواب) شیطان کی طرف سے۔ لہٰذا جب تم میں سے کوئی برا خواب دیکھے تو وہ اس سے اللہ کی پناہ مانگے اور اپنے بائیں جانب تھوکے۔ پس یہ خواب اس کے لیے نقصان دہ نہیں ہوگا"۔

(٦) : ((عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ : اَلرُّؤْیَا الصَّالِحَةُ مِنَ اللّٰهِ وَالْحُلْمُ مِنَ الشَّیْطَانِ فَمَنْ رَاٰی شَیْئًا یَکْرَهُهُ فَلْیَنْفُثْ عَنْ شِمَالِهٖ ثَلَاثًا وَلْیَتَعَوَّذْ مِنَ الشَّیْطَانِ فَاِنَّهَا لَا تَضُرُّهُ)) [1]

"حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: نیک خواب اللہ کی طرف سے ہوتا ہے اور 'حُلم' شیطان کی طرف سے۔ پس جو شخص ناپسندیدہ خواب دیکھے، اسے چاہیے کہ اپنے بائیں جانب تین مرتبہ تھوکے اور شیطان سے بچنے کے لیے تعوذ پڑھے، تو یہ ناپسندیدہ خواب اسے کوئی نقصان نہیں دے گا"۔

(٧) : ((عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِذَا اقْتَرَبَ الزَّمَانُ لَمْ تَکَدْ تَکْذِبُ رُؤْیَا الْمُؤْمِنِ وَرُؤْیَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِّنْ سِتَّةٍ وَّاَرْبَعِیْنَ جُزْءًا مِّنَ النُّبُوَّةِ ...... اَلرُّؤْیَا ثَلَاثٌ: حَدِیْثُ النَّفْسِ، وَتَخْوِیْفُ الشَّیْطَانِ، وَبُشْرٰی مِنَ اللّٰهِ، فَمَنْ رَاٰی شَیْئًا یَکْرَهُهُ فَلَا یَقُصَّهُ عَلٰی اَحَدٍ وَلْیَقُمْ فَلْیُصَلِّ)) [2]

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب (قیامت کا) زمانہ قریب آ جائے گا تو مؤمن کا کوئی خواب جھوٹا نہیں ہوگا۔ اور مؤمن کا خواب نبوت کے چھیالیس (٤٦) اجزاء میں سے ایک جز ہے۔...... اور خواب تین طرح کے ہوتے ہیں: (١) نفسیاتی خواب۔ (٢) شیطان کی طرف سے غمزدہ کرنے والے خواب۔ (٣) نیک خواب جو اللہ کی طرف سے خوشخبری اور بشارت ہیں۔

---

(١) ایضاً، باب من رأی النبی فی المنام، ح ٦٩٩٥۔

(٢) بخاری، کتاب التعبیر، باب القید فی المنام، ح ٧٠١٧۔ مسلم، کتاب الرؤیا، ح ٢٢٦٣۔ احمد، ج ٢ ص ٦٧٢۔ ترمذی، ح ٢٢٧٠۔ ابن ماجة، ح ٣٩٦٣۔ دارمی، ح ٢١٤٤۔ ابو داؤد، ح ٥٠١٩۔ حاکم، ج ٤ ص ٤٣٢۔ شرح السنة، ج ٦ ص ٢٩٦۔

جو شخص ان میں سے ایسا خواب دیکھے جسے وہ ناپسند کرتا ہے تو اسے چاہیے کہ ایسا خواب کسی کو بیان نہ کرے اور (خواب کے بعد) اٹھے اور (نفل) نماز پڑھے"۔

(۸) : ((عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ ؓ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: اَلرُّؤْيَا ثَلَاثٌ فَبُشْرٰى مِنَ اللّٰهِ ، وَحَدِيْثُ النَّفْسِ، وَتَخْوِيْفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ))

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خواب تین طرح کے ہوتے ہیں: اللہ کی طرف سے بشارت دینے والے (یعنی سچے خواب)، نفسیاتی خواب اور شیطان کی طرف سے ڈرانے والے خواب"۔ (۱)

(۹) : ((عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: اِنَّ الرُّؤْيَا ثَلَاثٌ مِنْهَا اَهَاوِيْلُ مِنَ الشَّيْطَانِ لِيُحْزِنَ بِهَا ابْنَ آدَمَ وَمِنْهَا مَا يَهُمُّ بِهِ الرَّجُلُ فِيْ يَقْظَتِهٖ فَيَرَاهُ فِيْ مَنَامِهٖ وَمِنْهَا جُزْءٌ مِّنْ سِتَّةٍ وَّاَرْبَعِيْنَ جُزْءًا مِّنَ النُّبُوَّةِ)) (۲)

"حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خواب تین طرح کے ہوتے ہیں: ایک تو وہ ہیں جو شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں تاکہ وہ ابن آدم کو ڈرائے اور خوف زدہ کرے۔ دوسرے وہ (نفسیاتی خواب) ہیں کہ جن میں انسان حالتِ نیند میں بھی وہی کچھ دیکھتا ہے جو وہ حالتِ بیداری میں دیکھتا ہے اور تیسرے وہ ہیں جو نبوت کے چھیالیس اجزا میں سے ایک جز ہیں"۔ [یعنی سچے خواب]

(۱۰) : ((عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ قَالَ كُنْتُ اَرَى الرُّؤْيَا اُعْرٰى مِنْهَا غَيْرَ اَنِّيْ لَا اُزَمَّلُ حَتّٰى لَقِيْتُ اَبَا قَتَادَةَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: اَلرُّؤْيَا مِنَ اللّٰهِ وَالْحُلْمُ مِنَ الشَّيْطَانِ فَاِذَا حَلَمَ اَحَدُكُمْ حُلْمًا يَكْرَهُهٗ فَلْيَنْفُثْ عَنْ يَسَارِهٖ ثَلَاثًا وَلْيَتَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّهَا فَاِنَّهَا لَنْ تَضُرَّهٗ)) (۳)

"حضرت ابو سلمہ ؒ بیان کرتے ہیں کہ میں ایسے خواب دیکھا کرتا کہ ان سے میں بیمار ہو

---

(۱) سنن ابن ماجہ، کتاب تعبیر الرؤیا، باب الرؤیا ثلاث، ح ۳۹۰۶۔

(۲) ایضاً، ح ۳۹۰۷۔

(۳) مسلم، کتاب الرؤیا، باب فی کون الرؤیا من اللہ......، ح ۲۲۶۱، ۵۸۹۷۔

جاتا، البتہ مجھ پر (بیماروں کی طرح) چادر نہیں ڈالی جاتی تھی [یعنی اتنا بیمار نہیں ہو جاتا تھا کہ بستر ہی پر پڑا رہوں]، حتی کہ میں ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے ملا اور ان سے اپنی اس حالت کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سچا خواب اللہ کی طرف سے ہوتا ہے اور حُلم (یعنی غیر سچا روحشت ناک خواب) شیطان کی طرف سے، پس جب تم میں سے کوئی شیطانی اور ناپسندیدہ خواب دیکھے تو اسے چاہیے کہ وہ اپنے بائیں جانب تین مرتبہ تھوکے اور اس برے خواب کے شر سے بچنے کے لیے اللہ سے پناہ مانگے (یعنی تعوذ پڑھے) تو وہ شیطانی خواب اسے کوئی تکلیف نہیں دے گا"۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((وَلْيَتَحَوَّلْ عَنْ جَنْبِهِ الَّذِىْ كَانَ عَلَيْهِ))

"اس (برا خواب دیکھنے والے شخص) کو چاہیے کہ وہ پہلو بدل لے"۔[1]

ایک روایت میں ہے کہ ابوسلمہ فرماتے ہیں:

((اِنْ كُنْتُ لَأَرَى الرُّؤْيَا أَثْقَلَ عَلَيَّ مِنْ جَبَلٍ فَمَا هُوَ اِلَّا اَنْ سَمِعْتُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ فَمَا أُبَالِيْهَا))[2]

"میں ایسے خواب دیکھتا جو پہاڑ سے بڑھ کر میرے لیے سخت ہوتے، جب سے میں نے یہ حدیث سنی ہے تب سے مجھے ان خوابوں کی کوئی پروا نہ رہی"۔ [یعنی خوف ختم ہو گیا]

ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اگر کوئی شخص اچھا خواب دیکھے تو اسے خوش ہونا چاہیے اور ایسا خواب وہ صرف اسے سنائے جس سے وہ محبت رکھتا ہے" [یعنی دوست اور قابل اعتماد شخص کو بتائے][3]

خواب کی بنیادی طور پر تین قسمیں ہیں

گزشتہ احادیث سے معلوم ہوا کہ بنیادی طور پر خواب کی تین ہی قسمیں ہو سکتی ہیں یعنی:

(۱) ایضاً۔ (۲) ایضاً، ح ۵۹۰۰۔

(۳) ایضاً، ح ۵۹۰۲۔ ح ۲۲۶۱۔

۱۔اچھے، نیک اور سچے خواب۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتے ہیں۔
۲۔نفسیاتی خواب۔ یہ انسان کی سوچوں اور وسوسوں وغیرہ پر مشتمل ہوتے ہیں۔
۳۔شیطانی خواب۔ یہ بالعموم وحشت ناک اور خوفناک ہوتے ہیں۔
آئندہ سطور میں ان تینوں طرح کے خوابوں کی کچھ ضروری تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

۱)......نفسیاتی خواب

نفسیاتی خواب سے مراد وہ خواب ہیں، جن میں انسان کو وہی چیزیں نیند میں دکھائی دیتی ہیں جن سے حالتِ بیداری میں اس کا عام طور پر واسطہ رہتا ہے مثلاً کوئی شخص مخصوص کاروبار کرتا ہے تو اسے خواب میں بھی اس کاروبار سے متعلقہ چیزیں نظر آتی ہیں یا کوئی شخص بیمار ہو تو اسے بیماری سے متعلقہ چیزیں دکھائی دیتی ہیں یا کسی شخص کے ذہن میں کوئی خاص تصور بیٹھ گیا ہے تو خواب میں بھی وہی تصور اور خیال اسے دکھائی دیتا رہتا ہے۔

اسی طرح انسان بیٹھے بیٹھے سو جائے تو اس صورت میں جب اسے نیند کا جھٹکا لگتا ہے تو اسے ایسے محسوس ہوتا ہے جیسے وہ کسی اونچی جگہ سے گرنے لگا ہے۔اسی طرح سوتے میں سینے پر لحاف یا ہاتھ کا دباؤ پڑ جائے تو محسوس ہوتا ہے جیسے کوئی سینہ یا گلا دبا رہا ہے۔

یاد رہے کہ اس طرح کے خواب کا عملی زندگی پر کوئی اثر نہیں ہوتا یعنی ان میں کوئی سچائی یا مستقبل کا کوئی اشارہ وغیرہ کچھ نہیں ہوتا۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی۔ یہ بس اسی طرح وسوسے اور خیال ہوتے ہیں جس طرح انسان سخت پریشانی میں عجیب وغریب وسوسوں اور سوچوں میں گم ہو جاتا ہے۔ اس لیے ماہر نفسیات نے اس طرح کے خوابوں کی مختلف نفسیاتی توجیہات بھی پیش کی ہیں لیکن بعض ماہر نفسیات ایسے بھی ہیں جو ہر خواب کو نفسیاتی خواب کے ضمن میں ڈال دیتے ہیں اور سچے خوابوں کی حقیقت تسلیم نہیں کرتے۔ ظاہر ہے حقائق اس کے برعکس ہیں۔ قرآن مجید میں سورۂ یوسف میں جن مختلف خوابوں کا ذکر ملتا ہے، اسی کا مطالعہ کر لیا جائے تو ایسے لوگوں کی رائے کی کمزوری واضح ہو جاتی ہے اور ثابت ہو جاتا ہے کہ یہ نفسیاتی خواب نہیں تھے بلکہ سچے خواب تھے اور ان تمام

کا تعلق مستقبل کے ساتھ تھا۔اس لیے خوابوں کے بارے میں اسلامی نقطہ نظر یہی ہے کہ ان میں بعض خواب اگر نفسیاتی یا شیطانی ہیں، تو بعض سچے اور من جانب اللہ بھی ہوتے ہیں جن میں مستقبل کی کسی بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہوتا ہے۔

۲)......شیطانی خواب

شیطانی خواب سے مراد وہ ڈراؤنے اور غم زدہ یا خوف زدہ کر دینے والے خواب ہیں جن میں خوفناک شکلیں اور عجیب وغریب صورتیں دکھائی دیتی ہیں اور انسان ان سے وحشت کھا کر اٹھ بیٹھتا ہے یا چیخ و پکار شروع کر دیتا ہے۔ایسے خواب شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں۔سوتے وقت آیۃ الکرسی اور دیگر اذکار کر لئے جائیں اور اگر ایسا کوئی خواب نظر آئے تو تین مرتبہ اعوذ باللہ پڑھ کر بائیں جانب تین مرتبہ تھوک دیا جائے تو نبی کریم ﷺ کے فرامین کے مطابق ایسے خوابوں سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔اس کی مزید تفصیل خواب کے آداب میں آرہی ہے۔

۳)......سچے اور نیک خواب

ایسی قسم کے خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتے ہیں، ان میں انسان کو کسی بات سے پیشگی مطلع کر دیا جاتا ہے۔اسی لیے انہیں سچا یا نیک خواب کہا جاتا ہے۔بنیادی طور پر اس خواب کی دو صورتیں ہوتی ہیں:ایک کا تعلق نیک اور اچھے خواب سے ہے،جن کے لیے احادیث میں اَلرُّؤيَا الصَّالِحَة یا اَلرُّؤيَا الْحَسَنَة کے الفاظ ملتے ہیں،جب کہ دوسری صورت کا تعلق سچے خواب سے ہے جس کے لیے احادیث میں اَلرُّؤيَا الصَّادِقَة کے الفاظ مذکور ہیں۔

ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ سچا خواب انسان کے لیے نیک اور اچھا بھی ہو سکتا ہے اور برا اور نقصان دہ بھی۔یعنی سچے خواب میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیشگی اطلاع دے دی جاتی ہے، وہ اطلاع انسان کے لیے اچھی اور فائدہ مند چیز کا اشارہ بھی ثابت ہو سکتی ہے اور اس کے برعکس اس میں کسی نقصان اور پریشانی کی علامت بھی ہو سکتی ہے جبکہ ایسے خواب کا واقع

ہونا یقینی ہوتا ہے۔ البتہ اَلرُّؤیَاالصَّالِحَة یااَلرُّؤیَا الْحَسَنَة سے مراد صرف وہی خواب ہوتا ہے جس میں نقصان کی بجائے کسی اچھی اور فائدہ مند چیز ہی کی اطلاع ہوتی ہے۔

خواب کے آداب

گزشتہ صفحات میں جو روایات بیان کی گئی ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو جب اچھا اور نیک خواب آئے تو اسے درج ذیل چیزوں کا اہتمام کرنا چاہیے:

۱)......اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

۲)......اس پر خوش ہونا چاہیے۔

۳)......دوست اور قابل اعتماد لوگوں کو بتانا چاہیے۔

۴)......اگر اسے اس کی تعبیر سمجھ میں نہ آئے تو کسی ماہر تعبیر سے رجوع کرنا چاہیے۔[اس کی مزید تفصیل آگے آ رہی ہے]

اگر شیطانی اور ڈراؤنا خواب آئے تو پھر درج ذیل چیزوں کا اہتمام کرنا چاہیے:

۱)......شیطان سے بچنے کے لیے اللہ کی پناہ مانگنی چاہیے یعنی اعوذ باللہ پڑھنا چاہیے۔

۲)......اس کے بعد اپنے بائیں جانب تین مرتبہ تھوتھو کر دینا چاہیے۔

۳)......خواب میں اگر کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھی ہے تو اس سے بچاؤ کے لیے اللہ سے پناہ مانگنی چاہیے اور بہتری کی دعا کرنی چاہیے۔

۴)......برا اور ناپسندیدہ خواب کسی کو بتانا نہیں چاہیے۔

۵)......دوبارہ سونے کے لیے پہلو بدل لینا چاہیے۔

۶)......ہو سکے تو وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھ لینی چاہیے۔

۷)......آیۃ الکرسی اور دیگر مسنون وظائف پڑھ لینے چاہییں کیونکہ ان کے اثر سے اللہ تعالیٰ شیطان سے انسان کی حفاظت فرما دیتے ہیں۔

سچے خواب کن لوگوں کو آتے ہیں

انبیاء کے خواب سچے ہی ہوتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اہل علم کے بقول انبیاء کے خواب

وحی ہی کی ایک قسم شمار ہوتے ہیں۔ انبیاء ورسل کے بعد نیک، متقی اور نمازی پرہیزی لوگوں کے خواب بالعموم سچے ہوتے ہیں مگر کبھی کبھار انہیں بھی نفسیاتی اور شیطانی خوابوں سے واسطہ پڑ سکتا ہے۔ فاسق وفاجر مسلمان کے زیادہ تر خواب جھوٹے ہوتے ہیں جب کہ ان کے سچے خواب کم ہوتے ہیں۔

اسی طرح غیر مسلموں کے خواب بالعموم جھوٹے ہوتے ہیں مگر کبھی انہیں بھی سچے خواب آ جاتے ہیں جیسے سورۂ یوسف میں اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ ان کے دور میں دو کافروں کو سچا خواب آیا جن کی حضرت یوسف علیہ السلام نے تعبیر کی جو سچ واقع ہوئی۔ اس کے بعد ان کے کافر بادشاہ کو خواب آیا اور اس کی بھی حضرت یوسف علیہ السلام نے جو تعبیر کی وہی واقع ہوئی۔

قربِ قیامت کے وقت سچے خواب

﴿ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ لَا تَكَادُ رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ تَكْذِبُ وَأَصْدَقُهُمْ رُؤْيَا أَصْدَقُهُمْ حَدِيْثًا ...... ﴾

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آخری زمانے میں مؤمن کا خواب جھوٹا ثابت نہیں ہوگا اور سب سے سچا خواب اسی کا ہوگا جو گفتگو میں بھی سب سے سچا ہوگا"۔ (۱)

سچے خواب کی تعبیر کا مسئلہ

خوابوں کی تعبیر کے سلسلہ میں درج ذیل اہم نکات یاد رکھیں:

۱)...... بعض اوقات خواب ایسا واضح ہوتا ہے کہ اس کی تعبیر کی ضرورت ہی نہیں ہوتی، کیونکہ خواب میں انسان نے جو کچھ دیکھا ہوتا ہے، وہ اتنا واضح ہوتا ہے کہ وہ خود ہی اس کی تعبیر سمجھ جاتا ہے مثلاً ایک آدمی دیکھتا ہے کہ میں بیت اللہ میں مناسکِ حج ادا کر رہا ہوں تو وہ سمجھ لیتا ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ حج کی سعادت عطا فرمائیں گے۔

---

(۱) احمد، ج۲ ص ۳۵۵، ۶۷۲۔ بخاری، کتاب التعبیر، ح ۷۰۱۷۔ مسلم، ح ۲۲۶۳۔ حاکم، ج۴ ص ۴۳۲۔

۲)......لیکن اکثر خواب ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی تعبیر کی ضرورت ہوتی ہے، خواہ وہ خواب کسی نبی کو آئے یا غیر نبی کو۔ مثلاً حضرت یوسف علیہ السلام کو خواب آیا کہ سورج، چاند اور گیارہ ستارے انہیں سجدہ کر رہے ہیں تو آخر میں اس کی تعبیر یہ نکلی کہ ان کے والدین اور گیارہ بھائی ان کے لیے سجدہ بجا لاتے ہیں۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مختلف خواب دکھائے گئے اور آپ نے ان کی تعبیر کر کے بتایا کہ ان میں کیا بتایا گیا ہے۔ ایسا ہی ایک خواب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ظاہر ہونے والے جھوٹے نبیوں کے بارے میں تھا، اس خواب سے متعلقہ روایات میں سے ایک روایت یہ ہے:

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے ہاتھوں میں سونے کے دو کنگن ہیں جنہیں دیکھ کر مجھے بڑی پریشانی لاحق ہوئی تو مجھے کہا گیا کہ ان میں پھونکیں۔ میں نے پھونکا تو وہ غائب ہو گئے۔ چنانچہ میں نے اس (خواب) کی یہ تعبیر کی ہے کہ دو جھوٹے ظاہر ہوں گے۔ ایک تو مسیلمہ کذاب ہے اور دوسرا (اسود) عنسی کذاب ہے۔''(۱)

۳)......خواب کی تعبیر ایک علم ہے، لہٰذا خواب کے تعبیر کے لیے کسی ماہر تعبیر کے پاس جانا چاہیے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں لوگ عام طور پر نمازِ فجر کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے خوابوں کی تعبیر کے بارے میں دریافت کیا کرتے تھے۔

۴)......خواب کی صحیح تعبیر عام طور پر ایک ہی ہوتی ہے، جو صحیح تعبیر کرے وہی واقع ہوتی ہے، غلط تعبیر واقع نہیں ہوتی۔ بعض روایات میں ہے کہ جو پہلے تعبیر کر دے وہی واقع ہو جاتی ہے لیکن اول تو ان روایات کی صحت واستناد میں کلام ہے اور دوم یہ کہ ان کا معنی ومفہوم بعض اہل علم نے یہ بیان کیا ہے کہ جب پہلا تعبیر کرنے والا صحیح تعبیر کر دے تو وہی واقع ہو جاتی ہے اور اگر وہ صحیح تعبیر نہ کر پائے تو پھر اس کی تعبیر واقع نہیں ہوتی۔

---

(۱) بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوة، ح٤٣٧٤، ح٣٦٢١۔ مسلم، ح٢٢٧٤۔ احمد، ج٢ص ٤٤٦، ٤٥٣۔ ترمذی، ح٢٢٩٢۔ ابن ماجة، ح٣٩٦٩۔

اس لیے خواب کی وہی تعبیر واقع ہوتی ہے جو صحیح ہو، خواہ پہلے کتنے ہی لوگوں نے اس کی غلط تعبیریں کیوں نہ کر دی ہوں۔ صحیح بخاری میں ایک روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے اپنا خواب سنایا کہ اس کی تعبیر فرما دیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: اللہ کے رسول! اگر اجازت ہو تو میں اس کی تعبیر کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں کرو۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس کے خواب کی تعبیر کی اور آپ ﷺ سے پوچھا کہ میں نے تعبیر صحیح کی ہے یا نہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((أَصَبْتَ بَعْضًا وَأَخْطَأْتَ بَعْضًا))

''تم نے کچھ تعبیر درست کی اور کچھ میں غلطی کی''۔ تو حضرت ابوبکرؓ کہنے لگے:

((فَوَ اللّٰهِ لَتُحَدِّثُنِّي بِالَّذِي أَخْطَأْتُ قَالَ لَا تُقْسِمْ))[1]

''قسم ہے آپ مجھے ضرور بتائیں کہ میں نے کہاں غلطی کی ہے۔ تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: قسم نہ ڈالو''۔

اس حدیث پر امام بخاری نے یہ عنوان قائم کیا ہے: **باب من لم یر الرؤیا لأول عابر اذا لم یصب** یعنی ''اس چیز کا بیان کہ جو اس بات کا قائل ہے کہ جب پہلا تعبیر کرنے والا صحیح تعبیر نہ کر پائے تو اس کی تعبیر واقع نہیں ہوتی''۔ پھر اس باب میں انہوں نے مذکورہ حدیث نقل کی، کیونکہ اس حدیث سے یہی معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی نے سب سے پہلے تعبیر کی اور پھر اس خواب کے کچھ حصہ کی تعبیر وہ درست نہ کر پائے۔ اگر پہلے معبر کی تعبیر ہی ہر حال میں درست ہوتی تو نبی کریم ﷺ انہیں یہ نہ کہتے کہ ''تم نے کچھ تعبیر درست کی اور کچھ میں غلطی کی''۔

خواب میں حضور علیہ السلام کی زیارت کا مسئلہ

اس بات میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہیں خواب میں اپنے پیغمبر ﷺ کا دیدار کروا

(۱) بخاری، کتاب التعبیر، باب من لم یر الرؤیا لأول عابر اذا لم یصب، ح۷۰۴۶۔

دیں اور یہ دیدار کرنے والے کے لیے بڑے نصیب کی بات ہے مگر شیطان نے لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے یہ موقع بھی خالی نہیں جانے دیا۔ بہت سے لوگوں کے بارے ہم نے سنا اور دیکھا ہے کہ وہ حضورؐ کے دیدار کروانے کے نام پر خود بھی گمراہانہ کام کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی گمراہی میں دھکیل رہے ہیں۔ یہ لوگ جادوئی عملیات کے سہارے، جنات وشیاطین کی مدد لے کر، یا نفسیاتی طور پر ہپناٹائز کر کے لوگوں کو یہ باور کرواتے ہیں کہ انہیں نہ صرف خواب میں بلکہ جیتے جاگتے بھی اللہ کے رسول کا دیدار کروایا جاسکتا ہے۔اس مقصد کے لیے آنے والے سے بعض اوقات کفریہ وشرکیہ عمل بھی کروائے جاتے ہیں اور لمبے لمبے مراقبے بھی۔ان مراقبوں کے دوران کئی نمازیں بھی ضائع کی جاتی ہیں۔خود ہی یہ فیصلہ کر لیجیے کہ زیارتِ مصطفیٰ کے نام پر ایسا طریقہ اختیار کرنا جس سے کفر وشرک کی بو بھی آئے اور فرض نمازیں بھی ضائع ہوں، درست ہوسکتا ہے؟

پھر یہ بھی یاد رہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ہرگز کوئی ایسا وظیفہ نہیں بتایا کہ جسے پڑھ کر آپ جب چاہیں، حضورؐ کا دیدار فرمالیں۔اگر کوئی اس بات کا دعویٰ کرے تو اس سے صرف اتنا پوچھ لیجیے کہ اس دعوے کی تصدیق قرآن کی کس آیت یا اللہ کے رسول کی کس حدیث سے ہوتی ہے؟اس کے پاس اس کا کوئی جواب نہ ہوگا......!

اسی طرح یہ بھی یاد رکھیں کہ جسے خواب میں اللہ کے رسولؐ کا دیدار نہ ہو، یہ اس کے ایمان کی خرابی کی علامت نہیں ہے اور نہ ہی قرآن یا کسی صحیح حدیث میں اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ زندگی میں ایک آدھ مرتبہ اللہ کے رسول کا دیدار لازمی ہونا چاہیے۔اگر ایسا ہے تو پھر تابعین سے لے کر آج تک ان ہزاروں، لاکھوں پختہ ایمان والوں کے بارے کیا کہا جائے گا جنہوں نے اللہ کے رسولؐ کے دیدار کے لیے نہ تو چلے کاٹے اور نہ کوئی خاص وظیفے کیے اور نہ ہی انہوں نے حضورؐ کے دیدار کا دعویٰ کیا بلکہ آپؐ کے دیدار اور زیارت سے محرومی کی حالت ہی میں فوت ہوگئے......!!

خواب میں نبی کریمؐ کی زیارت کے حوالے سے امام قرافی کی رائے

خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت کے حوالے سے بعض روایات میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ رَآنِیْ فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِیْ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ لَا یَتَمَثَّلُ بِیْ))(1)

''جس نے مجھے خواب میں دیکھا، اس نے واقعی مجھے دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کر سکتا''۔

اس حدیث کے پیش نظر بعض اہل علم نے نبی کریمؐ کی زیارت کے حوالے سے کچھ مفید اور اہم نکات بیان کیے ہیں، انہی میں ایک مالکی فقیہ امام قرافی بھی ہیں، امام قرافی اپنی کتاب اَلْفُرُوق میں فرماتے ہیں کہ

''حضور نبی کریم ﷺ کی زیارت دو طرح کے لوگوں کے لیے ممکن ہے: ایک تو صحابہ میں سے کسی کے لیے، اس لیے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو حالتِ بیداری میں دیکھا تھا اور ان کے لیے حالتِ خواب میں بھی آپ ﷺ کی زیارت ممکن ہے کیونکہ شیطان اس معاملہ میں انہیں دھوکا نہیں دے سکتا۔ اور دوسرے اس شخص کے لیے یہ ممکن ہے جس نے کتبِ احادیث وسیرت میں آپ ﷺ کے بارے میں اس حد تک پڑھ رکھا ہو کہ وہ اگر خواب میں آپ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوتا ہے تو اسے معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ واقعی حضور ﷺ ہیں یا شیطانی دھوکا۔ کیونکہ اس کے لیے بھی [سیرت وشمائل کے مطالعہ کے بعد] اب صورتِ حال اس طرح ہو چکی ہے جس طرح آپ ﷺ کو حالت بیداری میں دیکھنے والے صحابہ کے لیے تھی۔ ان دو طرح کے لوگوں کے علاوہ باقی لوگوں میں سے اگر کوئی خواب میں حضور ﷺ کے حوالے سے کچھ دیکھتا ہے تو ممکن ہے کہ واقعی اس نے جو دیکھا، صحیح دیکھا۔ اور یہ بھی امکان ہے کہ اس نے جو دیکھا وہ شیطانی

(1) صحیح البخاری، کتاب التعبیر، باب من رأی النبی ﷺ فی المنام، ح ٦٩٩٤۔

خیال تھا۔اوراس سلسلہ میں یہ بات دلیلِ صحت نہیں بن سکتی کہ خواب میں آنے والی شخصیت نے اسے کہا ہو کہ میں رسول اللہ ہوں۔یا خواب میں دو شخصیتیں ہوں اور ایک دوسری کی طرف اشارہ کر کے اس کے لیے کہے کہ یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔کیونکہ شیطان کے لیے یہ سب ممکن ہے کہ وہ خود اپنے آپ کے لیے جھوٹ بول کر ایسا کرے یا کسی کی طرف جھوٹ کی نسبت کر کے ایسا کہے۔لہٰذا ایسی کسی صورت کو حتمی قرار نہیں دیا جا سکتا"۔(۱)

خواب میں اگر حضور علیہ السلام کوئی حکم دیں

اگر کوئی شخص خواب میں فی الواقع اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے شرفِ زیارت سے مشرف ہو، اور خواب میں دیکھے کہ حضور علیہ السلام نے کوئی بات کہی ہے یا کوئی عمل کیا ہے یا اسے کوئی حکم دیا ہے، تو کیا یہ سب چیزیں حجت ہوں گی اور کیا ان پر عمل کرنا از روئے شریعت درست ہوگا یا نہیں؟اس مسئلہ میں امام شوکانی نے اہل علم کے حوالے سے تین طرح کے اقوال نقل کیے ہیں:

۱۔ایک قول ان لوگوں کا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اس حکم پر عمل کرنا بھی شریعت کا حصہ اور قابل حجت ہے۔

۲۔دوسرا قول یہ ہے کہ یہ حجت نہیں اور نہ ہی اس پر عمل لازم ہے۔اگرچہ فی الواقع کسی شخص نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو خواب میں دیکھا ہو۔اس لیے کہ حالتِ نیند میں دیکھی گئی چیز کے حوالے سے انسان اس قابل ہی نہیں ہوتا کہ وہ اس کی صحیح روایت کر سکے۔

۳۔ایک قول یہ ہے کہ اگر حالتِ خواب میں شرع کے مخالف کوئی بات نہ ہو تو پھر اس پر عمل واجب و حجت ہے۔اس کے بعد امام شوکانی فرماتے ہیں کہ

"یہ بات مخفی نہ رہنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی شریعت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی

(۱) الموسوعة الفقهية ، بذيل ماده: الرؤيا، وزارت الاوقاف، كويت۔

میں مکمل فرمادی تھی جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ ...... ﴾ [سورة المائدة : ٣]

''آج کے دن میں نے تمہارے لیے اپنا دین کامل کر دیا ہے''۔

اور اس شریعت میں ایسی کوئی بات نہیں کہ جس سے یہ ثابت ہو کہ حضور ﷺ کی رحلت کے بعد بھی خواب میں آپ ﷺ کا قول و فعل حجت ہو گا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اسی وقت اپنے پاس بلایا جب آپ ﷺ کی زبان مبارک سے اس شریعت کا اتمام کروا دیا اور امت کے لیے شریعت کے حوالے سے کوئی احتیاج و ضرورت باقی نہ رہنے دی۔ اسی طرح تبلیغ شریعت کے لیے بعثت و رسالت کا سلسلہ منقطع کر دیا گیا ہے۔ اس لیے اگر خواب دیکھنے والا آنحضرت ﷺ کے قول و فعل کو یاد بھی رکھنے والا ہو تب بھی وہ قول و فعل اب دین کا حصہ اور حجت قرار نہیں دیا جائے گا، نہ خود اس خواب دیکھنے والے کے لیے اور نہ ہی باقی امت کے لیے''۔ (۱)

اسی طرح امام قرافی ؒ نے بھی یہ بحث کی ہے کہ خواب میں نبی کریم ﷺ کے کسی قول و فعل کو دیکھنے سے اس پر عمل کرنا لازم نہیں کیونکہ اس سے شریعت ثابت نہیں ہوتی۔ علاوہ ازیں جو چیز حالتِ بیداری میں امت کو آپ ﷺ دے گئے ہیں، اس کے مقابلے میں امتی کے خواب کی کسی بات کو حجت نہیں بنایا جا سکتا۔ اسی طرح کی بات عزالدین بن عبدالسلام سے بھی منقول ہے کہ ان سے ایک آدمی نے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ فلاں جگہ جاؤ اور وہاں ایک خزانہ مدفون ہے، وہ نکال لو اور اس میں سے خمس (پانچواں حصہ) حکومت / بیت المال کو دینے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس آدمی نے کہا کہ میں گیا اور وہ خزانہ نکال لیا، پھر اس نے علماء سے اس مسئلہ کے بارے میں فتویٰ پوچھا تو عزالدین بن عبدالسلام نے کہا: خمس نکالو! اس لیے کہ اس مال سے خمس نکالنے کا حکم

(۱) الموسوعة الفقهية ، بذيل مادة: الرؤيا۔ (۲) ایضاً۔

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تواتر کے درجہ میں ثابت ہے اور تیری بات مان بھی لیں تو وہ زیادہ سے زیادہ خبر واحد کے درجہ میں ہے جو تواتر کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ (۲)

خواب میں بزرگوں کا آنا اور وظیفے دیے جانا

دین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر مکمل کر دیا گیا ہے، اس لیے دین یا روحانیت کے نام پر کسی ایسے وظیفے، چلے اور قول و فعل کو حجت قرار نہیں دیا جا سکتا جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہ ہو۔ بعض لوگ روحانیت کے نام پر مختلف وظیفے، اَوراد اور عملیات پیش کرتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ فلاں بزرگ نے ہمیں یہ سکھائے ہیں۔ یہ چیزیں گمراہی کا باعث بن سکتی ہیں کیونکہ اگر ان وظائف میں کوئی شرکیہ و کفریہ بات نہ بھی ہو تو پھر بھی اس بات کا اندیشہ ہے کہ لوگ مسنون اعمال کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کے پیچھے چل پڑیں گے اور ہم نے اپنی آنکھوں سے بعض لوگوں کو اس حد تک پہنچتا دیکھا ہے کہ مسنون وظائف کو وہ اپنے لیے ناکافی سمجھتے ہیں۔

اسی طرح بعض لوگ کسی مخصوص بزرگ کے نام پر لوگوں کو دھوکا دینے کے لیے کہتے ہیں کہ ہمیں یہ وظیفہ اور ورد انہوں نے خواب میں آ کر سکھایا ہے۔ حالانکہ عین ممکن ہے کہ ایسے کسی آدمی کو گمراہ کرنے کے لیے یہ حرکت کسی شیطان نے کی ہو۔ لیکن اگر یہ تسلیم نہ کیا جائے تو پھر بھی اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ کسی بزرگ کا خواب میں آ کر کسی عبادت وغیرہ کا طریقہ سکھانا دین میں حجت نہیں ہو سکتا۔

یہ کچھ باریک باتیں ہیں اور ہو سکتا ہے کسی کو ان کی پوری طرح سمجھ نہ آئے اور وہ اس سلسلہ میں شک و شبہ میں رہے۔ ایسے قارئین سے میں درخواست کروں گا کہ وہ ایسی مشکوک چیزوں سے دور ہی رہیں اور قرآن و حدیث کی عام فہم اور سادہ تعلیمات تک اپنے آپ کو محدود رکھیں۔ جو وظائف و اذکار قرآن و سنت میں بتا دیئے گئے ہیں، انہیں پر اکتفا کریں۔

......☆......

باب ۴

اِلہام، کشف اور فراست کا بیان

'اِلہام' کیا ہے؟

امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں کہ اِلہام کے معنی ہیں:

''کسی شخص کے دل میں کوئی بات القا کر دینا لیکن یہ لفظ ایسی بات کے القا کے ساتھ مخصوص ہو چکا ہے جو اللہ تعالیٰ یا ملاءِ اعلیٰ کی جانب سے کسی شخص کے دل میں ڈال دی جاتی ہے۔''[1]

اِلہام کی بنیادی طور پر دو صورتیں ہیں: ایک صورت تو وہ ہے جس میں ہر انسان کے دل میں خیر وشر کو پہچاننے کی صلاحیت ودیعت کی گئی ہے اور یہی صلاحیت و استعداد بعض اہل علم کے بقول 'فطرت' کہلاتی ہے جبکہ اس کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ودیعت کیا جانا 'اِلہام' کہلاتا ہے، قرآن مجید میں اس اِلہام کی طرف اس طرح اشارہ کیا گیا ہے:

﴿وَنَفْسٍ وَمَا سَوّٰهَا فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوٰهَا﴾ [سورۃ الشمس: ٦ تا ٨]

''قسم ہے نفس کی اور اسے درست کرنے کی، پھر اللہ تعالیٰ نے اس نفس کو برائی سے بچنے اور پرہیز گاری اختیار کرنے کی سمجھ عطا فرمائی۔''

اِلہام کی دوسری صورت یہ ہے کہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی نیک صالح مسلمان کے دل میں حالتِ بیداری میں کوئی اچھی بات ڈال دی جاتی ہے، جس کا تعلق مستقبل کی کسی غیبی بات سے ہوتا ہے۔ اگر یہ الہام انبیاء کی طرف کیا جائے تو یہ بمنزلہ وحی شمار ہوتا ہے جیسا کہ باب اول میں 'وحی الٰہی' کے تحت بیان کیا گیا ہے مگر غیر انبیا کا اِلہام وحی

---

(١) مفردات القرآن بذیل مادہ 'لھم'۔

نہیں کہلا سکتا بلکہ یہ وحی کے مقابلہ میں انتہائی کمزور اور خواب کے مشابہ ہوتا ہے یعنی جس طرح حالتِ نیند میں سچے خواب کے ذریعے کسی غیبی امر سے مطلع کر دیا جاتا ہے، اسی طرح حالتِ بیداری میں بعض اوقات بذریعہ اِلہام کوئی بات دل میں ڈال دی جاتی ہے اور پھر وہ اسی طرح پیش آتی ہے جس طرح اس کے بارے میں خیال (یا دوسرے لفظوں میں اِلہام) پیدا ہوا تھا۔

اِلہام اور وسوسہ

اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے ساتھ ایک فرشتہ اور ایک شیطان مقرر کر رکھا ہے۔ شیطان انسان کے دل میں وسوسے اور برے خیالات جب کہ فرشتہ اچھے خیالات پیدا کرتا رہتا ہے۔ جب کسی شخص کے دل میں اچھا خیال آئے تو اسے سمجھ لینا چاہیے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ اسے ہی الہام بھی کہا جاتا ہے اور اگر کوئی برا خیال آئے تو پھر وہ شیطان کی طرف سے پیدا کردہ وسوسہ ہوتا ہے۔ انسان کے دل میں وسوسہ یا اِلہام پیدا کرنے میں فرشتے اور شیطان کی یہ کشمکش مسلسل جاری رہتی ہے۔ ذیل میں اس حوالے سے چند اَحادیث پیش کی جارہی ہیں:

۱۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا وَقَدْ وَكَّلَ اللّٰهُ بِهٖ قَرِيْنَهٗ مِنَ الْجِنِّ وَقَرِيْنَهٗ مِنَ الْمَلَائِكَةِ قَالُوْا وَاِيَّاكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ؟ قَالَ : وَاِيَّایَ، اِلَّا اَنَّ اللّٰهَ اَعَانَنِیْ عَلَيْهِ فَاَسْلَمَ فَلَا يَاْمُرُنِیْ اِلَّا بِخَيْرٍ))(۱)

''تم میں سے ہر شخص کے ساتھ ایک جن (شیطان) اور ایک فرشتہ ساتھی (ہمزاد) بنا کر مقرر کر دیا گیا ہے۔ لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسولؐ! آپ کے ساتھ بھی؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں میرے ساتھ بھی مگر اللہ تعالیٰ نے اس شیطان کے خلاف میری مدد فرمائی ہے

(۱) صحیح مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب تحریش الشیطان ....، ح۲۸۱٤۔

اور میرا شیطان مسلمان ہو گیا ہے، اس لیے وہ مجھے خیر ہی کا حکم دیتا ہے۔"

۲۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ لِلشَّيْطَانِ لَمَّةً بِابْنِ آدَمَ وَلِلْمَلَكِ لَمَّةً فَأَمَّا لَمَّةُ الشَّيْطَانِ فَإِيعَادٌ بِالشَّرِّ وَتَكْذِيبٌ بِالْحَقِّ وَأَمَّا لَمَّةُ الْمَلَكِ فَإِيعَادٌ بِالْخَيْرِ وَتَصْدِيقٌ بِالْحَقِّ فَمَنْ وَجَدَ ذٰلِكَ فَلْيَعْلَمْ أَنَّهُ مِنَ اللّٰهِ فَلْيَحْمَدِ اللّٰهَ وَمَنْ وَجَدَ الْأُخْرٰى فَلْيَتَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ثُمَّ قَرَأَ: اَلشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَاءِ...... الآية)) (۱)

"ابن آدم پر شیطان بھی اثر انداز ہوتا ہے اور فرشتہ بھی۔ شیطان اس طرح اثر انداز ہوتا ہے کہ وہ انسان کے دل میں برائی اور حق کی تکذیب ڈالتا ہے اور فرشتہ اس طرح اثر انداز ہوتا ہے کہ وہ انسان کے دل میں اچھائی اور حق کی تصدیق ڈالتا ہے۔ لہٰذا جس کے ساتھ یہ (فرشتے والا معاملہ) ہو تو وہ اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور جس کے ساتھ دوسرا (یعنی شیطان والا) معاملہ ہو تو وہ اللہ تعالیٰ سے شیطان مردود کی پناہ مانگے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت آخر تک تلاوت فرمائی: "شیطان تمہیں فقیری سے دھمکاتا ہے اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ تم سے اپنی بخشش اور فضل کا وعدہ کرتا ہے۔"

۳۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جب انسان اپنے بستر پر آتا ہے تو ایک فرشتہ اور ایک شیطان اس کی طرف لپکتا ہے۔ فرشتہ کہتا ہے کہ میں خیر کی مہر لگاؤں گا (مراد یہ کہ آج اس کا آخری کام خیر و بھلائی والا ہو گا) جب کہ شیطان کہتا ہے کہ میں برائی کی مہر لگاؤں گا (یعنی اس سے آخری کام شر اور گناہ والا کرواؤں گا) جب وہ بندہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوئے سوتا ہے تو فرشتہ اس شیطان کو بھگا دیتا ہے اور رات بھر اس کی حفاظت کرتا ہے پھر جب وہ بیدار ہوتا ہے تو

(۱) جامع ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة البقرة، ح۲۹۸۸۔ امام ترمذیؒ نے اس روایت کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔ علاوہ ازیں فرشتوں اور شیطان کی انسان کے راستے میں خیر و شر کی کشمکش دیگر روایات سے بھی ثابت ہے۔

ایک فرشتہ اور ایک شیطان اس کے پاس جلدی سے آتے ہیں ۔فرشتہ کہتا ہے کہ میں خیر کے ساتھ ابتدا کروں گا،شیطان کہتا ہے کہ میں شر کے ساتھ ابتدا کروں گا۔اگر بندہ یہ کہے کہ ''تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے میرے نفس کو موت کے بعد حیات بخشی اور نیند میں موت کا فیصلہ نہیں کیا،تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جو ان لوگوں کی روح روک لیتا ہے جن کی موت کا اس نے فیصلہ کردیا ہوتا ہے اور باقیوں کو ایک مقرر وقت تک کے لیے چھوڑ دیتا ہے ۔تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جو آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے کہ کہیں یہ ٹل نہ جائیں اور اگر یہ ٹل جائیں تو پھر اللہ کے سوا اور کوئی انہیں تھام نہیں سکتا۔تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے آسمان کو زمین پر گرنے سے اپنی حدِ مرضی تک روک رکھا ہے''۔تو فرشتہ شیطان کو بھگا دیتا ہے اور اس آدمی کو اپنی حفاظت میں لے لیتا ہے۔''(۲)

اِلہام،فراست اور کشف

اِلہام کے بارے میں بات کافی حدتک واضح ہوچکی ہے،اب یہاں اس سے ملتی جلتی دو چیزوں یعنی فراست اور کشف کی حقیقت کے بارے میں بھی تھوڑا سا مطالعہ فرمالیجیے۔

بنیادی طور پر'فراست' سے مراد بصیرت و دانائی ہے۔ یہ دانائی مشاہدات و تجربات سے بھی حاصل ہوسکتی ہے اور تعلیم و تدریس سے بھی۔ علاوہ اَزیں بعض لوگوں کو اللہ کی طرف سے یہ دانائی وہبی طور پر بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ اس لحاظ سے اس مؤخر الذکر دانائی (فراست) کو کرامت بھی کہا جاتا ہے اور یہ چیز بعض اَوقات حالتِ بیداری میں اور بعض اوقات خواب کے ذریعے ودیعت ہوتی ہے۔

---

(۱) ابـن حبـان ،ح۲۳۶۲۔حـاکـم ،۱/۵٤۸۔ حاکمؒ اور ذہبیؒ نے اسے صحیح کہااور امام ہیثمیؒ نے مجمع الزوائد (ج۱۰ ص ۱۲۰) میں کہا ہے کہ''اسے ابویعلیٰ نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح کے راوی (یعنی ثقہ) ہیں سوائے ابراہیم شامی کے،تاہم وہ بھی قابل اعتماد (ثقہ) ہے''

بحوالہ عالم الملائکۃ الابرار،ص۴۹۔

فراست بذریعہ کرامت

اس قسم میں لوگ افراط وتفریط کا شکار ہیں۔ بعض حضرات تو اس صورت کا مطلق انکار کرتے ہیں کہ ایسا ممکن ہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی شخص کے دل میں کوئی دانائی کی بات القا کریں۔ اسے محال سمجھنے کی وجہ یہ ذکر کی جاتی ہے کہ یہ تو وحی کی صورت ہے اور وحی انبیاء و رسل کے لئے خاص ہے۔ جب کہ بعض لوگ اسے اس طرح پیش کرتے ہیں کہ صاحبِ فراست کو غیب دان اور بہت پہنچی ہوئی شخصیت ثابت کر سکیں۔

فراست بذریعہ مشاہدہ

فراست کی یہ قسم مسلم اور غیر مسلم کا فرق کیے بغیر کسی بھی ذہین و فطین کو حاصل ہوسکتی ہے کیونکہ یہ وہبی نہیں بلکہ کسبی ہے اور اس میں ظاہری اَحوال دیکھ کر کوئی بھی دانا شخص اپنے تجربہ کی بناء پر کوئی درست بات بیان کرسکتا ہے۔ اس لئے اہل علم نے اس کی تعریف اس طرح کی ہے کہ

''یہ ایسا علم ہے جس کے ذریعے انسان کے ظاہری احوال مثلاً رنگ، شکل وصورت، اعضاء و جوارح اور چال ڈھال سے اس کا اَخلاق و کردار وغیرہ معلوم کرلیا جاتا ہے یعنی ظاہری کیفیت سے اندازہ لگا کر باطنی کیفیت معلوم کر لی جاتی ہے''۔ (۱)

گویا یہ غیب دانی نہیں، بلکہ ظاہری حالات اور قرائن وغیرہ سے اندازہ لگا کر کسی مخفی بات سے پردہ اٹھانے کی ایک کوشش ہے ۔اور یہ کوشش کامیاب بھی ہوسکتی ہے اور ناکام بھی۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا درج ذیل بیان بھی اسی نوعیت کا ہے، آپؓ فرماتے ہیں:

''جب کوئی شخص مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں اس کے سوال سے اندازہ لگا لیتا ہوں کہ یہ فقیہ ہے یا غیر فقیہ!''۔ (۲)

---

(۱) مفتاح دارالسعادۃ، ج۱ ص ۳۰۹۔لسان العرب، ج۶ ص ۱۶۰۔ قرطبی، ج۱۰ ص ۴۱۔

(۲) قرطبی، ایضاً۔

اسی طرح بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت انسؓ، عثمان بن عفانؓ کے پاس تشریف لائے اور جب وہ راستہ سے گزر کر آ رہے تھے تو ان کی نظر کسی عورت پر جا پڑی تھی۔ عثمانؓ نے انہیں دیکھتے ہی فرمایا کہ میرے پاس ایسا شخص آیا ہے جس کی آنکھوں میں زنا کا نشان ہے، تو انسؓ حیرانی سے بولے کیا اللہ کے رسول کی وفات کے بعد بھی وحی آتی ہے؟ (یعنی یہ تو غیبی معاملہ ہے آپ کو کیسے معلوم ہوا؟) تو حضرت عثمانؓ نے جواب دیا:

''وحی تو نہیں آتی لیکن میں نے اپنے فہم وفراست سے یہ اندازہ لگایا ہے''۔ (۱)

فراست بمعنی کشف

بعض لوگ بالخصوص صوفیاء میں سے بعض حضرات نے فراست کا دائرہ اس قدر بڑھا لیا کہ بعض جگہ تو وہ نعوذ باللہ شریعت کی ظاہری حدود سے بھی متعارض ہوتے دکھائی دیتے ہیں مثلاً یہاں تک کہا جاتا ہے کہ چلہ کشی، خلوت نشینی اور عبادت و ریاضت کے ذریعے فراست بڑھائی جا سکتی ہے اور باطنی طور پر اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا جا سکتا ہے۔ یہ بات کئی صوفیاء کے ہاں ملتی ہے، بالخصوص ابن عربی صوفی صاحب کی تحریروں میں ایسی کئی چیزیں ملتی ہیں۔ ان کے بقول انسان کی روح مجاہدوں اور ریاضتوں کے ذریعے فرشتوں کے ساتھ جا ملتی ہے اور جب یہ صورتحال پیدا ہو جاتی ہے تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ حقیقی علوم کے دروازے کھول دیتا ہے۔ (۲)

اور بعض صوفیاء تو یہاں تک کہہ گئے ہیں کہ

''جس شخص کے اندر یہ 'نورِ فراست' جس قدر زیادہ ہوگا اس کا یہ مشاہدۂ حق اتنا ہی قوی ہوگا۔'' (۳)

ان صوفیا کے بقول مجاہدوں، ریاضتوں، مخصوص قسم کے وِردوں اور چلہ کشیوں سے یہ

---

(۱) ایضاً۔

(۲) اردو دائرۃ المعارف، بذیل مادہ 'الھام'۔

(۳) دیکھیے: الرسالۃ القشیریۃ، ص ۶۳۹۔

صلاحیت حاصل جاسکتی ہے۔لیکن سوال یہ ہے کہ اگر ایسا فی الواقع ممکن ہے تو پھر حضورؐ نے نبوت ورسالت کے بعد ایسا کوئی عمل کیوں نہ کیا؟ اسی طرح آپؐ کے صحابہؓ نے اس طرح کی ریاضتیں، مجاہدے اور چلے کیوں نہیں کاٹے؟

اگر یہ کہا جائے کہ انہیں ضرورت ہی نہ تھی تو پھر انہوں نے اپنے بعد آنے والوں کی اس کی تلقین کیوں نہ کی؟ بلکہ بڑا ضروری تھا کہ خود قرآن مجید میں ایسا کوئی حکم دے دیا جاتا کہ کشف کے لیے یہ یہ عملیات کیے جائیں اور رہتی دنیا تک اسے مستند حیثیت حاصل ہو جاتی، مگر پورا قرآن پڑھ جایئے آپ کو اس سلسلہ میں کوئی ایک بھی آیت نہیں ملے گی۔اسی طرح ذخیرۂ اَحادیث میں سے ایک بھی صحیح حدیث اس کی حمایت میں نہ ملے گی۔

کیا کشف کے ذریعے اللہ کا دیدار ممکن ہے؟

بعض لوگ کشف کے سلسلہ میں عجیب وغریب دعوے کرتے ہیں حتیٰ کہ یہاں تک دعویٰ کر جاتے ہیں کہ ہم کشف کے ذریعے نہ صرف یہ کہ خود اللہ کا دیدار کر لیتے ہیں بلکہ دوسروں کو بھی دیدار خداوندی کروانے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ حالانکہ یہ صاف جھوٹ ہے کیونکہ دنیا میں اللہ کا دیدار جب حضرت موسیٰ جیسے جلیل القدر پیغمبر کے لیے ممکن نہ ہوسکا تو کسی اور کے لیے یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے۔ قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ اس طرح بیان کیا گیا ہے:

﴿ وَلَمَّا جَآءَ مُوسٰى لِمِيقٰتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوسٰى صَعِقًا فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [سورة الاعراف :١٤٣]

"اور جب موسیٰ ہمارے وقت پر آئے اور ان کے رب نے ان سے باتیں کیں تو اس (حضرت موسیٰ نے) عرض کیا کہ اے میرے پروردگار! مجھ کو اپنا دیدار کرادیجیے کہ میں

آپ کو ایک نظر دیکھ لوں۔ ارشاد ہوا کہ تم مجھ کو ہرگز نہیں دیکھ سکتے لیکن تم اس پہاڑ کی طرف دیکھتے رہو، وہ اگر اپنی جگہ پر برقرار رہا تو تم بھی مجھے دیکھ سکو گے۔ پس جب ان کے رب نے اس (پہاڑ) پر تجلی فرمائی تو تجلی نے اس پہاڑ کے پرخچے اُڑا دیے اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ پھر جب ہوش میں آئے تو عرض کیا، بے شک آپ کی ذات منزہ ہے، میں آپ کی جناب میں توبہ کرتا ہوں اور میں سب سے پہلے ایمان لانے والا ہوں''۔

اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کوہِ طور پر بلاتے اور بغیر دیدار کروائے براہِ راست ان سے گفتگو فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا شوق پیدا ہوا اور اسی شوق کے اظہار کے لیے انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دیدار کروانے کا مطالبہ کیا مگر اللہ تعالیٰ نے اپنا دیدار کروانے کے مطالبہ کا صاف انکار کر دینے کی بجائے ایسا انداز اختیار کیا جس سے پیغمبر نے جلد ہی حقیقت کو پالیا کہ میرا یہ سوال مناسب حال نہ تھا اور ہوش وحواس بحال ہونے کے بعد وہ خود ہی اللہ سے معافی کے طلبگار ہوئے۔

اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب کسی نبی و رسول کے لیے اس دنیاوی زندگی میں دیدارِ الٰہی ممکن نہیں ہے تو کسی غیر نبی کے لیے یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔ اسی لیے قرآن مجید میں صراحت کے ساتھ یہ بتا دیا گیا ہے کہ

﴿لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ﴾

''اس کو تو کسی کی نگاہ محیط نہیں ہو سکتی اور وہ سب نگاہوں کو محیط ہو جاتا ہے اور وہ بڑا باریک بین باخبر ہے''۔ [سورة الانعام:۱۰۳]

اور خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی واضح انداز میں یہ فرمادیا کہ

((تَعَلَّمُوا أَنَّهُ لَنْ يَرَى أَحَدٌ مِّنْكُمْ رَبَّهُ عَزَّ وَجَلَّ حَتَّى يَمُوتَ))[1]

''یہ بات یاد رکھنا کہ تم میں سے کوئی شخص بھی مرنے سے پہلے (یعنی دنیوی زندگی میں)

(۱) صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب ذکر ابن صیاد، ح۹۵،۷۳۵٦۔

اللہ تعالیٰ کو ہرگز نہیں دیکھ پائے گا۔''

الہام وفراست اور کشف میں فرق

الہام اور فراست کے بارے میں حق بات یہ ہے کہ فراست کی وہ صورت جو بطورِ کرامت حاصل ہوتی ہے اس کے عطیۂ خداوندی ہونے میں کوئی شک نہیں کیا جاسکتا لیکن اس کا دائرہ صرف اسی قدر ہے کہ بعض اوقات کوئی بات بذریعہ الہام انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ودیعت کر دی جاتی ہے۔ اس لحاظ سے یہ الہام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک خاص انعام ہے اور اس کے لئے کسی مراقبے، مجاہدے، چلہ کشی، خلوت نشینی، تکلیف دہ بدنی ریاضت وغیرہ کی ضرورت نہیں بلکہ اسلام میں ترک دنیا، رہبانیت اور لمبی چوڑی ریاضتوں کی کوئی گنجائش نہیں اور نہ ہی صحابہ کرام ایسی مخصوص ریاضتیں اور مراقبے کیا کرتے تھے۔

صوفیاء کے ہاں الہام وفراست کے مقابلے میں کشف کی اصطلاح زیادہ معروف ہے اور اس سے ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ چلہ کشی اور بدنی ریاضتوں کے ذریعے ایک مقام ایسا آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کے دل پر حقائق منکشف کرنے لگتے ہیں، اسے ہی 'کشف' سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اس کے کئی درجات بیان کیے جاتے ہیں۔

حالانکہ اِلہام اور صوفیا کے اس کشف میں بڑا فرق ہے اور پھر یہ الہام من گھڑت ریاضتوں کا حاصل نہیں بلکہ یہ خدائی انعام ہے جو صرف انتہائی متقی، ایماندار اور فرائض کی مکمل بجا آوری کرنے والے ہی کو حاصل ہوتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ﴾ [سورة النور: ٤٠]

''جس کو اللہ تعالیٰ نورِ (ہدایت) سے نہ نوازیں، اس کے لئے کوئی نور نہیں ہے''۔

اتقوا فراسة المؤمن...... ایک غیر مستند روایت!

فراست کے حوالے سے صوفیاء کے ہاں درج ذیل روایت بڑی مشہور ہے:

((اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ))

''مومن کی فراست سے بچو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے''۔ (۱)

یہ روایت ضعیف ہے۔ امام ابن جوزی اور ابن عدی وغیرہ نے اسے مردود قرار دیا ہے۔

الہام، کشف اور فراست کی بنیاد پر شرعی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا

یہاں ایک نہایت اہم بات یہ یاد رہے کہ مقدمات میں الہام، کشف اور فراست سے مدد تو لی جاسکتی ہے مگران کی بنیاد پر کوئی شرعی اور عدالتی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا بلکہ فیصلے کے لئے مضبوط دلائل اور گواہوں کی موجودگی ضروری ہے۔ چنانچہ مفسر ابن العربی رقم طراز ہیں کہ

" لا یترتب علیه حکم و لا یؤخذ به موسوم ولا متفرس " (۲)

''فہم وفراست کی بنیاد پر کوئی شرعی حکم اور فیصلہ لاگو نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی فراست کی بنیاد پر کسی شخص کو سزا دی جا سکتی ہے''۔

امام قرطبیؒ نے بھی ابن العربی کے اس فیصلے کو نقل کرنے کے بعد اس کی تائید فرمائی ہے۔ (۳) نیز فقہائے اربعہ اور جمہور علماء کا بھی یہی موقف ہے۔

یہ بات بھی یاد رہے کہ بعض لوگ فہم وفراست، قرائن وعلامات اور وسیع علم وتجربہ کی بنیاد پر بعض پیشگوئیاں کرتے ہیں لیکن وہ غیبی علم کا دعویٰ ہرگز نہیں کرتے اور نہ ہی اپنی پیشگوئی کو قطعی قرار دیتے ہیں بلکہ ایک اندازے کا اظہار کرتے ہیں اور شرعاً اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

......☆......

---

(۱) ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ الحجر، ح۳۱۲۷۔ حلیۃ الاولیاء، ج۱۰ ص ۲۸۱۔ الضعفاء، للعقیلی، ج۴ ص ۱۲۹۔ الموضوعات، لابن جوزی، ج۳ ص ۱۴۵۔ الکامل فی الضعفاء، ج۱ ص ۲۱۰۔ تاریخ بغداد، ج۷ ص ۲۴۲۔ ضعیف الجامع، ح۱۲۷۔ المعجم الکبیر، ح۷۴۹۷۔ مسند الشھاب، ح۶۶۳۔ مجمع الزوائد، ج۱۰ ص ۲۶۸۔ المقاصد الحسنۃ، ص۳۳۔ سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ، ج۴ ص ۲۹۹، ۳۰۲۔

(۲) احکام القرآن، ج۳ ص ۱۱۱۹۔ (۳) تفسیر قرطبی، ج۱۰ ص ۴۱۔

باب ۵

استخارہ اور اس کا طریقِ کار

استخارہ کیا ہے؟

'استخارہ'--- کا لغوی معنی ہے خیر طلب کرنا۔ دراصل استخارہ دعا ہی کی ایک صورت ہے اور یہ دعا خود حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو اس لیے سکھائی کہ وہ کسی بھی اہم معاملہ میں قدم اٹھانے سے پہلے اللہ کے حضور دو رکعت نفل ادا کرنے کے بعد یہ دعا مانگیں تاکہ اس دعا کی برکت سے اس کام میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت و برکت پیدا ہو جائے۔ مثلاً ایک آدمی بذات خود کوئی کاروبار کرنا چاہتا ہے، یا کسی کے ساتھ کسی کاروبار میں شراکت و مضاربت کرنا چاہتا ہے، یا کسی تعلیمی، سیاحتی یا کاروباری سفر کے لیے جانا چاہتا ہے، یا کہیں اپنی یا اپنی اولاد کی شادی کرنا چاہتا ہے، یا دو اہم کاموں میں سے کسی ایک کے بارے میں اسے کوئی فیصلہ کرنا ہے، یا ایسا ہی کوئی اور معاملہ اسے درپیش ہے اور وہ نہیں جانتا کہ یہ کام اس کے لیے بہتر ثابت ہو گا یا نہیں تو ایسی تمام صورتوں میں کسی نجومی، عامل و کاہن وغیرہ کے پاس جانے یا فال اور شگون لینے کی بجائے ایک مسلمان کو یہ طریقہ بتایا گیا کہ وہ وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کرے اور اس کے بعد اللہ کے حضور استخارہ کی دعا کرے۔

انسان جس قدر نیک ہو گا اور خلوص کے ساتھ اللہ سے دعاءِ استخارہ کرے گا، اسی قدر اس کی یہ دعا تاثیر دکھائے گی اور اسے ان کاموں میں اللہ کی طرف سے کوئی نہ کوئی رہنمائی مل جائے گی کہ اس کے لیے وہ کام کرنا مفید ہے یا نہیں۔ اس رہنمائی کی صورت یا تو یہ ہوتی ہے کہ خواب میں اس سلسلہ میں اسے کوئی اشارہ مل جاتا ہے مثلاً یہ کہ جو کام وہ کرنا چاہتا ہے، اس کے بارے میں اسے ایک اندازہ ہو جاتا ہے کہ وہ اس کے لیے مفید ہے یا نہیں۔ یا اسی طرح

اس کے سامنے اگر دو صورتیں ہوں تو ان میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کا اشارہ مل جاتا ہے اور یوں اس کے لیے اس میں آسانی پیدا ہو جاتی ہے یا پھر بذریعہ الہام دل میں اللہ کی طرف سے کوئی بات ڈال دی جاتی ہے اور انسان پورے اطمینان سے اسے ہی انجام دیتا ہے جس پر اس کا دل مطمئن ہو جاتا ہے۔

دعاءِ استخارہ مع ترجمہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اپنے معاملات میں استخارہ کرنے کا طریقہ اس طرح سکھایا کرتے تھے جس طرح قرآن کی کوئی سورت سکھایا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص کوئی کام انجام دینا چاہتا ہو تو وہ دو رکعت نفل نماز ادا کرے پھر یہ دعا مانگے:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَاَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ فَاقْدُرْهُ لِیْ وَیَسِّرْهُ لِیْ ثُمَّ بَارِكْ لِیْ فِیْهِ وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ وَاقْدُرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ كَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِهٖ))

”یا اللہ! میں تجھ سے تیرے علم کی بدولت خیر طلب کرتا ہوں اور تیری قدرت کی بدولت تجھ سے طاقت مانگتا ہوں اور تیرے فضل عظیم کا طلب گار ہوں کہ قدرت تو ہی رکھتا ہے اور مجھے کوئی قدرت نہیں، علم تجھ ہی کو ہے اور میں کچھ نہیں جانتا اور تو تمام پوشیدہ باتوں کو خوب جانتا ہے۔ یا اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام جس کے لئے استخارہ کیا جا رہا ہے، میرے دین، دنیا اور اُخروی انجام کے لحاظ سے میرے لئے بہتر ہے تو اسے میرے نصیب میں کر دے اور اس کام کا حصول میرے لئے آسان کر دے۔ اور اس کام میں میرے لئے برکت عطا فرما اور اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے دین، دنیا اور میرے کام

کے انجام کے لحاظ سے برا ہے تو اسے مجھ سے دور کر دے اور مجھے اس کام سے ہٹا دے، پھر جہاں کہیں خیر ہے، وہ میرے لئے مقدر فرما دے اور اس سے میرا دل مطمئن فرما دے۔"(۱)

استخارہ سے متعلقہ چند اہم ہدایات

آئندہ سطور میں ہم دعائے استخارہ سے متعلقہ مستند روایات کی روشنی میں چند اہم ہدایات درج کر رہے ہیں، استخارہ کے عمل کے سلسلہ میں انہیں ضرور مدنظر رکھیں:

استخارہ کی اہمیت

استخارہ سے متعلقہ روایات سے ایک تو اس کی اہمیت واضح ہوتی ہے، اس لیے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کو دعائے استخارہ اس اہتمام کے ساتھ سکھایا کرتے تھے جو اہتمام قرآن مجید سکھانے کے حوالے سے آپؐ فرمایا کرتے تھے اور ظاہر ہے کہ اس دعا کے سکھانے کا مقصد یہی تھا کہ وہ اپنے اہم معاملات میں اس دعا سے استفادہ کریں۔ بعض اہل علم نے اس کی اہمیت کے پیش نظر اسے واجب قرار دیا ہے مگر جمہور اہل علم کی رائے یہی ہے کہ استخارہ سنت ہے، واجب نہیں۔ اور یہی رائے قوی ہے۔

استخارہ سے پہلے نماز

استخارہ سے متعلقہ گزشتہ ذکر کردہ صحیح بخاری کی حدیث سے اس بات کی وضاحت بھی ہوتی ہے کہ استخارہ بنیادی طور پر دعا ہی کی ایک قسم ہے، البتہ اس میں اور دیگر دعاؤں میں ایک فرق یہ ہے کہ دیگر دعاؤں سے پہلے دو رکعت نماز نہ بھی پڑھی جائے تو کوئی حرج نہیں مگر اس میں

(۱) بخاری، کتاب التهجد، باب ما جاء فی التطوع مثنی مثنی، ح ۱۱۶۲۔ نیز دیکھیے: بخاری، کتاب الدعوات، باب الدعاء عند الاستخارة۔ ابو داؤد، کتاب الصلاة، باب فی الاستخارة۔ ترمذی، کتاب الوتر، باب ماجاء فی صلاة الاستخارة۔ نسائی، کتاب الصلاة، باب کیف الاستخارة۔ ابن ماجه، کتاب اقامة الصلاة، باب صلاة الاستخارة۔ احمد، ج۳، ص ۳۴۴۔ سنن بیهقی، ج ۳ ص ۵۳۔

سنت طریقہ یہی ہے کہ دعا سے پہلے دو رکعت نفل نماز پڑھی جائے۔اور اس نماز کی حکمت یہ ہے کہ اس طرح انسان اللہ کا قرب حاصل کرتا ہے جیسا کہ بعض احادیث میں ہے:

((اَقْرَبُ مَا یَکُوْنُ الْعَبْدُ مِنْ رَّبِّهٖ وَهُوَ سَاجِدٌ))(۱)

''انسان اس وقت اپنے رب سے بہت قریب ہوتا ہے جب وہ حالتِ سجدہ میں ہو''۔

[مراد یہ کہ نماز میں حالتِ سجدہ میں ہو]

اگر دو رکعت نماز کے بغیر یہ دعا مانگی جائے تو پھر اس کی حیثیت دیگر دعاؤں کی طرح ایک دعا ہی کی ہوگی اور اس میں کوئی حرج نہیں کہ کسی موقع پر اگر نماز کے بغیر یہ دعا کرنا پڑے تو کر لی جائے کیونکہ ایک دعا کی حیثیت سے اس میں کوئی مانع نہیں۔ اور بعض اوقات ایسی صورت پیدا ہوسکتی ہے کہ کسی کام میں رائے یا فیصلہ دینے کے لیے انسان کے پاس اتنا وقت بھی نہ ہو کہ وہ دوگانہ پڑھ سکے تو ظاہر ہے ایسی صورت میں کم از کم یہ دعا ہی پڑھ لی جائے تو کچھ نہ کچھ برکت تو ضرور حاصل ہوسکتی ہے۔ اسی طرح حالتِ حیض یا حالتِ نفاس میں کسی عورت کو استخارہ کی ضرورت پڑ جائے تو ظاہر ہے وہ صرف دعا ہی کرے گی، کیونکہ یہ تو اس کے لیے جائز ہی نہیں کہ وہ ایسی حالت میں نماز پڑھے۔

پھر اس کی مزید تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ بعض روایات میں نماز کے بغیر بھی دعائے استخارہ کا ذکر ملتا ہے مثلاً ایک روایت میں ہے:

((اِذَا اَرَادَ اَحَدُکُمْ اَمْرًا فَلْیَقُلْ: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُكَ......))(۲)

''جب تم میں سے کسی کو کوئی معاملہ درپیش ہو تو وہ اس طرح دعا مانگے: یا اللہ! میں تجھ سے خیر طلب کرتا ہوں''...... [آگے وہی دعائے استخارہ ہے اور اس دعا سے پہلے نماز پڑھنے

---

(۱) مسلم، کتاب الصلاۃ، باب ما یقال فی الرکوع والسجود۔ ابو داؤد، کتاب الصلاۃ، باب الدعاء فی الرکوع والسجود۔ احمد، ج۲ ص ۴۲۱۔

(۲) ابن حبان، ج۲ ص ۱۲۲۔ابی یعلیٰ، ج۲ ص ۴۹۷۔ المعجم الکبیر، ج ۱۰ ص ۹۵۔ مجمع الزوائد، ج۲، ص ۲۸۰، ۲۸۱۔ ابن ابی شیبہ، ج۷ ص ۱۶۴۔فتح الباری، ج ۱۱ ص ۱۸۴۔

کا ذکر نہیں ہے]

بعض اہل علم کے بقول استخارہ سے پہلے دو سے زیادہ رکعات بھی پڑھی جا سکتی ہیں، ان کا استدلال ان روایات سے ہے جن میں استخارہ کے سلسلہ میں نبی کریم ﷺ سے اس طرح کے الفاظ بھی مروی ہیں:

((صَلِّ مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكَ))

''یعنی استخارہ سے پہلے نماز پڑھو جتنی اللہ تمہیں توفیق دے''۔ (۱)

اب کتنی نماز پڑھی جائے یہ یہاں مذکور نہیں، دیگر روایات میں دو رکعت نماز کا ذکر ہے اس لیے دو رکعات تو ضرور پڑھنی چاہییں مگر اس روایت کے عموم کی بنیاد پر دو سے زیادہ رکعات بھی پڑھی جا سکتی ہیں۔ (۲)

دعائے استخارہ نماز کے بعد یا حالتِ تشہد میں

بہتر یہی ہے کہ دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد دعائے استخارہ کی جائے لیکن اگر دعاءِ استخارہ کو عام دعا کے لحاظ سے دیکھا جائے تو پھر حالتِ تشہد میں بھی دعاءِ استخارہ کی جا سکتی ہے۔

دعاءِ استخارہ میں اپنے مطلوبہ کام کا نام لینا یا دل میں اس کا ارادہ کرنا

دعائے استخارہ میں جہاں **هٰذَا الْاَمْر** (یہ کام) کے الفاظ ہیں، وہاں اپنے مقصود و مطلوب کام کا نام لیا جائے مثلاً آپ کہیں سفر کے لئے نکلنا چاہتے ہیں تو اس سفر کا نام لے کر دعا کریں، یعنی اس طرح کہیں:

اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا السَّفَرَ خَيْرٌ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِيْ

---

(۱) مسند احمد، ج۵ ص ۴۲۳۔ سنن بیهقی، ج ۷ ص ۱۴۷، ۱۴۸۔ مستدرک حاکم، ج ۱، ص ۳۱۴۔ ج۲، ص ۱۶۵۔ حاکمؒ اور ذہبیؒ نے اس کی سند کے راویوں کو ثقہ تسلیم کیا ہے۔

(۲) تفصیل کے لیے دیکھیے: فتح الباری، ج ۱۱ ص ۱۸۵۔ نیل الاوطار، ج۳ ص ۸۹۔ عمدة القاری، ج ۷ ص ۲۲۳

فَاقْدُرْهُ لِیْ وَیَسِّرْهُ لِیْ ثُمَّ بَارِكْ لِیْ فِیْهِ ...... وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا السَّفَرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ أَمْرِیْ فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ

''یا اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ یہ سفر میرے دین، دنیا اور اُخروی انجام کے لحاظ سے میرے لئے بہتر ہے تو اسے میرے نصیب میں کر دے......اور اگر تو جانتا ہے کہ یہ سفر میرے دین، دنیا اور میرے کام کے انجام کے لحاظ سے برا ہے تو اسے مجھ سے دور کر دے اور مجھے اس سے ہٹا دے''۔

سفر کی جگہ کوئی اور چیز ہو تو یہاں اس کا نام لیا جائے گا۔

اگر اس دعا کو اسی طرح پڑھا جائے جس طرح پیچھے ہم نے لکھی ہے اور ھٰذَا الْأَمْرَ کے الفاظ پر اپنی مطلوبہ چیز کی نیت کر لی جائے اور اس چیز کا نام نہ بھی لیا جائے تو پھر بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

استخارہ کسی بھی وقت کیا جا سکتا ہے مگر......

دعائے استخارہ میں دو رکعت نماز بھی پڑھی جاتی ہے، اس لیے اس نماز کے پیش نظر اس چیز کی احتیاط کی جائے کہ نماز کے تین ممنوعہ اوقات (یعنی طلوعِ آفتاب، غروبِ آفتاب اور زوال کے اوقات) میں نماز اِستخارہ کا عمل نہ کیا جائے، اگرچہ بعض فقہاء سبھی نمازوں (یعنی صلاة الاستخارة، صلاة الخسوف والكسوف، صلاة تحية المسجد وغیرہ) کو مستثنیٰ قرار دیتے ہوئے مکروہ اوقات میں بھی ان کی ادائیگی کو جائز قرار دیتے ہیں، مگر بعض دیگر فقہاء کی رائے میں احتیاط اسی میں ہے کہ مکروہ اوقات میں کوئی نماز نہ پڑھی جائے۔

اسی طرح استخارہ سے پہلے متعلقہ کام کے بارے میں ممکنہ حد تک یہ جاننے کی کوشش بھی کرنی چاہیے کہ وہ بہتر ہے یا نہیں۔ اس کوشش میں تجربہ کار لوگوں سے مشاورت، خود غور وفکر وغیرہ سبھی چیزیں شامل ہیں اور اگر اس کوشش میں واضح طور پر معلوم ہو رہا ہو کہ یہ چیز بہتر نہیں ہے تو پھر اس میں استخارہ کی ضرورت ہی باقی نہیں رہ جاتی۔

ان تین ممنوعہ اوقات کے علاوہ استخارہ دن یا رات کسی بھی وقت کیا جا سکتا ہے۔ صرف اس چیز کا اہتمام ہو کہ جب یکسوئی نہ ہو تب استخارہ نہ کریں کیونکہ ایسی حالت میں آپ دعا ٹھیک طرح سے کر نہیں پائیں گے۔

بعض لوگوں میں مشہور ہے کہ دعاءِ استخارہ کے بعد سونا چاہیے یا رات کے وقت ہی استخارہ کرنا چاہیے ، حالانکہ یہ دونوں چیزیں ضروری نہیں کیونکہ استخارہ سے متعلقہ مستند روایات میں ایسی کوئی بات بیان نہیں ہوئی۔

استخارہ کے بعد خواب، اِلہام یا اطمینانِ قلب

اسی طرح یہ بھی ضروری نہیں کہ دعائے استخارہ کے بعد کوئی خواب آئے۔ خواب آ بھی سکتا ہے اور نہیں بھی۔ اس لئے کسی خواب کا منتظر نہیں رہنا چاہیے کیونکہ استخارہ مؤثر ہو جائے تو اس کے بعد اللہ کی رحمت اطمینانِ قلب کی صورت میں بھی شاملِ حال ہو سکتی ہے اور اس طرح بھی کہ جو چیز انسان کے حق میں بہتر ہو اسی کے موافق اللہ تعالیٰ حالات پیدا فرما دیں۔

ایک سے زیادہ مرتبہ استخارہ کرنا

اگر استخارے کے بعد طبیعت مطلوبہ کام پر مطمئن نہ ہو تو استخارہ بار بار بھی کیا جا سکتا ہے کیونکہ یہ ایک دعا ہے اور دعا جتنی بار مانگی جائے اتنا ہی بہتر ہے۔ علاوہ ازیں سلف صالحین کے حوالے سے بھی یہ بات ملتی ہے کہ وہ استخارہ ایک سے زائد مرتبہ کر لیا کرتے تھے۔

استخارہ کن کاموں میں کیا جاتا ہے؟

کوئی ایسا شرعی و دینی کام --- جو فرض یا حرام یا مکروہ کے درجہ میں ہو --- اس کے لئے استخارہ نہیں کیا جاتا مثلاً --- نماز پڑھنے یا چھوڑنے ، روزہ رکھنے یا چھوڑنے --- کے لئے استخارہ نہیں کیا جائے گا کیونکہ یہ دینی فرائض ہیں جنہیں ادا کرنا ہر بالغ مسلمان پر فرض ہے خواہ یہ طبیعت پر گراں ہوں۔ اسی طرح کسی حرام کے ارتکاب کے لیے استخارہ نہیں کیا جائے گا کہ میں یہ کروں یا نہ کروں۔ کیونکہ حرام تو بہر صورت حرام ہے اور اس سے ماسوائے

اضطرار کے، ہر حالت میں اجتناب واجب ہے۔اس لئے استخارہ بالعموم ان امور میں کیا جاتا ہے جو مباح کے درجہ میں ہوں اور مباح سے مراد ایسا کام ہے جس کا کرنا اور نہ کرنا برابر ہو یعنی اس کے کرنے پر بھی کوئی ثواب نہ ہو اور اس کے چھوڑنے پر بھی کوئی گناہ نہ ہو۔ بعض اوقات مستحب معاملات میں بھی استخارہ کرلیا جاتا ہے بشرطیکہ دو مستحب کاموں میں سے کسی ایک کا انتخاب مقصود ہو مثلاً ایک طرف نفلی حج ہو اور ایک طرف نفلی صدقہ ،تو ایسے موقع پر استخارہ کیا جاسکتا ہے۔

استخارہ کے باوجود نقصان اٹھانا

استخارے کے بعد اگر مطلوبہ کام کی بجائے کوئی اور کام ہو جائے تو اسے ہی اپنے لئے بہتر سمجھنا چاہیے، خواہ بظاہر اس میں کوئی نقصان کا پہلو ہو کیونکہ ممکن ہے کہ جس چیز میں زیادہ نقصان ہو، اس سے اللہ تعالیٰ نے بچا کر کم نقصان والی چیز مقدر میں کر دی ہو اور ایسا دعاءِ استخارہ کی قبولیت ہی کی وجہ سے ہوا ہو۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جس چیز میں بظاہر نقصان ہوا ہے، آگے چل کر یہی نقصان آدمی کے لیے اچھے کاموں کا باعث بن جائے، کیونکہ ایک چیز کو انسان اپنے حق میں بہتر سمجھ رہا ہوتا ہے مگر اللہ کے علم کے مطابق وہ انسان کے حق میں بہتر نہیں ہوتی اور ایک چیز کو انسان اپنے لیے برا سمجھ رہا ہوتا ہے مگر اللہ کے علم کے مطابق وہ انسان کے لیے بری نہیں ہوتی، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسٰى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ [سورة البقرة : ١١٦]

"ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو برا جانو اور حقیقت میں وہی تمہارے لیے بہتر ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو اچھا سمجھو، جب کہ وہ تمہارے لیے بری ہو۔ حقیقی علم اللہ ہی کو ہے جب کہ تم بے خبر ہو"۔

بعض اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ دعاء استخارہ قبول نہیں ہوتی اور انسان اپنے مقدر کا نقصان

اٹھا کر رہتا ہے۔ ایسی صورت میں صبر اور مزید دعائے خیر کے علاوہ کوئی چارہ نہیں۔ایک حدیث میں ہے:

((عَجَبًا لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ خَيْرٌ، وَلَيْسَ ذَاكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ، إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ، وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ)) (۱)

''مومن شخص کا معاملہ بھی خوب ہے،اس کا ہر معاملہ بہتر ہی ہوتا ہے اور یہ خوبی مومن کے علاوہ کسی اور کے لیے نہیں ہوسکتی،وہ یہ کہ جب اسے خوشی پہنچتی ہے تو وہ اللہ کا شکر ادا کرتا ہے اور یہ اس کے لیے بہتر ہوتا ہے،اور اگر اسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ صبر کرتا ہے اور یہ بھی اس کے حق میں بہتر ہوتا ہے''۔

ایک مسلمان کو اسی حدیث کا مصداق بننا چاہیے کہ خوشی میں اللہ کا شکر، جب کہ غمی میں صبر اور دعا۔

استخارہ کے فوائد اور حکمتیں

استخارہ کے عمل میں بہت سے فوائد اور حکمتیں پنہاں ہیں۔سب سے بڑا فائدہ تو یہی ہے کہ اگر دعائے استخارہ قبول ہوجائے تو انسان کے لیے کسی بھی اہم کام میں فائدے اور نقصان کے پہلو ایک حد تک واضح ہوجاتے ہیں اور اس طرح وہ اپنے لیے بہتر فیصلہ کرنے کی پوزیشن میں ہوتا ہے۔

اسی طرح استخارہ سے پہلے نماز پڑھنے سے انسان کا اپنے رب سے روحانی تعلق تازہ ہو جاتا ہے اور دعاءِ استخارہ کے ذریعے اسے یہ حقیقت سمجھنے کا مزید ایک موقع ملتا ہے کہ اللہ کے علاوہ اور کوئی مشکل کشا و حاجت روا نہیں،مشکلات اللہ ہی کے اذن سے آتی ہیں اور ان سے نجات کی راہ بھی وہی پیدا کرتا ہے۔

استخارہ عام طور پر اس وقت کیا جاتا ہے جب انسان کسی اہم معاملے میں فیصلہ نہ کر پانے کی

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب الزهد، باب المؤمن أمره کله خیر۔

وجہ سے حیرانی و پریشانی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔استخارہ کی بدولت اس کی یہ پریشانی اللہ کے حکم سے دور ہو جاتی ہے اور اسے ذہنی سکون اور قلبی اطمینان کی دولت حاصل ہو جاتی ہے۔ اور اسے استخارہ کرنے والا واضح طور پر خود محسوس بھی کرتا ہے۔

استخارہ میں انسان کے تقویٰ کا بھی امتحان ہوتا ہے، اس لیے کہ دعا خواہ استخارہ کی ہو یا کوئی اور، بالعموم انسان کے تقویٰ اور خلوص ہی کے حساب سے اس کا اثر واضح ہوتا ہے۔ اگر استخارہ کے باوجود انسان کے لیے خیر اور آسانی کی کوئی راہ نہ نکلے تو اسے اپنی دینداری اور خشیت خداوندی کا جائزہ لینے کا موقع بھی ملتا ہے۔ ہم لوگ بعض اوقات بار بار استخارہ کرتے ہیں مگر صورت حال واضح نہیں ہوتی، اس لیے کہ ہمارا تقویٰ اور دینداری ہی اس درجہ کی ہوتی ہے کہ استخارہ کام ہی نہیں کرتا!

اسی طرح یہ استخارہ کے فوائد ہی میں سے ہے کہ صحابہ کرام اور ان کے بعد امت کے جلیل القدر اور نیک طینت حضرات استخارہ کی سنت پر عمل پیرا رہے ہیں۔ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے بارے میں روایات میں آتا ہے کہ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نکاح کا پیغام بھیجا تو انہوں نے قاصد سے کہا کہ

"مَا اَنَا بِصَانِعَةٍ شَيْئًا حَتّٰى اُوَامِرَ(وفی رواية: اَسْتَأْمِرَ) رَبِّىْ "[1]

''جب تک میں اپنے رب سے مشورہ (یعنی استخارہ) نہ کرلوں تب تک کوئی حتمی رائے نہیں دوں گی''۔

چنانچہ پھر انہوں نے نماز پڑھی اور اس نکاح کو قبول کیا۔ اس طرح ان کا نکاح بابرکت ثابت ہوا اور وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کی صف میں شمولیت کا شرف پا گئیں۔ یہاں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ یہ تو باعثِ شرف ہے کہ پیغمبر نکاح کی درخواست کرے، پھر اس میں استخارہ کی کیا ضرورت؟

(۱) مسلم، کتاب النکاح، باب زواج زینب بنت جحش ونزول الحجاب۔ سنن نسائی، کتاب النکاح، باب صلاة المرأة اذا خطبت واستخارتها ربها۔ احمد، ج۳ص۱۹۵۔

اس کا جواب بعض اہل علم کے بقول یہ ہوسکتا ہے کہ حضرت زینب نے اس خدشہ سے استخارہ کیا ہوگا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ نکاح ان کے حق میں بہتر ثابت نہ ہو اور نکاح کے بعد وہ پیغمبر کے حقوق پورا کرنے سے قاصر رہے اور اس سے بڑی شقاوت بھی پھر کیا ہوگی کہ پیغمبر کی زوجہ کا شرف پانے کے باوجود کوئی عورت آپ کی حق تلفی کی مرتکب ٹھہر جائے۔

اسی طرح امام بخاریؒ کے بارے میں بھی حافظ ابن حجرؒ نے ان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ

"ما ادخلت فيه حديثا حتى استخرت الله تعالىٰ وصليت ركعتين وتيقنت صحته"(۱)

''میں نے اپنی اس صحیح میں اس وقت تک کوئی حدیث شامل نہیں کی جب تک کہ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے استخارہ نہ کرلیا اور اس حدیث کی صحت کے بارے میں مجھے یقین نہ ہوگیا''۔

اہل علم اس بات کو بخوبی جانتے ہیں کہ امام بخاری کی صحیح میں جو مرفوع احادیث ہیں، ان کی صحت محدثانہ اصولوں کے مطابق کتنی بلند پایہ ہے......!

اسی طرح کئی اور متقدم اہل علم مثلاً امام ابن خزیمہؒ، امام نسائیؒ، امام راغب اصفہانیؒ، امام ابوبکر اسماعیلیؒ وغیرہ کے حوالے سے بھی یہ بات ملتی ہے کہ وہ کسی کتاب کی تصنیف سے پہلے استخارہ کرلیا کرتے تھے۔ شاید ان کی دعائے استخارہ کی قبولیت ہی کا نتیجہ ہے کہ ان اہل علم کی کتابوں کو تاریخ میں اہم مقام حاصل ہوا۔

استخارہ کسی سے کروانا

قرآن وحدیث کے دلائل سے یہ بات ثابت ہے کہ دعا انسان خود اپنے لیے کرسکتا ہے، دوسروں کے لیے بھی کرسکتا ہے اور کسی نیک دوست یا متقی شخص یا والدین وغیرہ سے بھی اپنے حق میں کرواسکتا ہے، لیکن استخارہ صرف وہ شخص کرے جس کا اس استخارے والے معاملے

---

(۱) هدى الساري، لابن حجر، ص ٤٨٩۔

سے براہِ راست تعلق ہو مثلاً ایک شخص اپنی بیٹی کی کہیں شادی کرنا چاہتا ہے، تو وہ اس شادی سے پہلے اس رشتہ کے سلسلہ میں استخارہ کرلے کیونکہ وہ ولی اور ذمہ دار ہے اور اس پہلو سے اس کا اس معاملے سے براہِ راست تعلق ہے۔ اسی طرح شادی کرنے والی عورت بھی استخارہ کرسکتی ہے کیونکہ یہ معاملہ اس سے بھی متعلق ہے۔ خلاصہ یہ کہ استخارہ وہ کرے جس کا اس کام سے بذات خود تعلق ہو، کسی دوسرے شخص سے اپنے لئے استخارہ نہیں کروانا چاہیے۔ اس لیے کہ اول تو استخارہ سے متعلقہ روایات سے یہی بات ثابت ہے کہ اس میں استخارہ کرنے والے ہی کو مخاطب کیا گیا ہے اور دعاءِ استخارہ میں جو کچھ سکھایا گیا، وہ بھی اس شخص کی اپنی ذات سے متعلقہ ہے۔ دوم اس لیے کہ اگر کسی سے اپنے کام کے لیے استخارہ کروانا درست ہوتا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں لوگ ضرور آپؐ سے استخارہ کرواتے لیکن ایسی کوئی مثال نہیں ملتی اور نہ ہی صحابہ میں سے کسی کے بارے میں ایسا واقعہ ملتا ہے کہ انہوں نے کسی دوسرے کے لیے استخارہ کیا ہو۔ البتہ وہ اپنے لیے استخارہ خود ہی کیا کرتے تھے۔

یہاں یہ بھی یاد رہے کہ استخارہ میں دعا اور نماز دو چیزیں شامل ہیں اور یہ دونوں عبادت میں شامل ہیں اور عبادات میں کوئی کام اپنی مرضی سے نہیں کیا جا سکتا۔ اگر اپنی مرضی سے کیا جائے تو وہ دین میں اضافہ کرنے کے مترادف ہوتا ہے اور اسے ہی بدعت کہا جاتا ہے۔ لہٰذا استخارہ کے حوالے سے کوئی ایسی بات یا عمل جس کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی ثبوت نہ ملے، از خود شروع کر دینا بدعت ہے۔ دوسروں سے استخارہ کروانا بھی اس لحاظ سے بدعت قرار دیا جائے گا، اس لیے کہ اس کا کوئی ثبوت احادیث سے نہیں ملتا۔

استخارہ کے سلسلہ میں ہمیں ایک ملتانی دوست نے بتایا کہ ان کے علاقے میں ایک مرتبہ کسی پیر صاحب سے ان کے عقیدت مند نے درخواست کی کہ حضرت میں نے بیٹی کی شادی کرنی ہے، آپ ذرا استخارہ فرما کر بتا دیں کہ کسے اس کا رشتہ دوں۔ پھر اس عقیدت مند نے کئی دن انتظار کیا مگر پیر صاحب نے اسے کوئی جواب نہ دیا۔ ایک دن ہمت کر کے اس نے پوچھا کہ

پیر صاحب! آپ نے استخارہ کیا ہے؟ پیر صاحب نے جواب دیا کہ استخارہ کیا ہے اور کئی مرتبہ کیا ہے۔عقیدت مند نے کہا کہ پھر کیا جواب ملا۔ پیر صاحب نے کہا کہ میں بتانا نہیں چاہتا۔عقیدت مند نے کہا، نہیں حضرت آپ ضرور بتائیں۔ جب عقیدت مند کے اصرار کی حد ہوگئی تو پیر صاحب نے کہا کہ کیا بتاؤں، جتنی مرتبہ استخارہ کیا میرا ہی نام سامنے آیا ہے۔ عقیدت مند کی عقیدت بھی اتنی اندھی تھی کہ اس نے جواب دیا حضرت یہ کون سی پریشانی والی بات ہے، جب اللہ کی مرضی یہی ہے تو میں آپ کو بچی کا رشتہ دے دیتا ہوں، چنانچہ جوان بیٹی کا بوڑھے پیر سے رشتہ کر دیا گیا!

اس لیے کہتے ہیں کہ اپنے کام کا استخارہ کسی اور سے نہیں کروانا چاہیے......!

استخارہ کے عمل میں خرافات وواہیات

عملیات کی دنیا میں دیگر خرافات کی طرح استخارہ کے سلسلہ میں بھی عجیب وغریب باتیں دیکھنے سننے کو ملتی ہیں جو مضحکہ خیز بھی ہیں اور قابلِ افسوس بھی۔ پیشہ ور عامل لوگ یہ دعوے کرتے ہیں کہ ہمارا استخارہ کامیاب ہوتا ہے، لہٰذا ہم سے استخارہ کروائیں، ہم فوراً بتا دیں گے کہ آپ کے جس کام لیے استخارہ کیا گیا ہے، اس میں آپ کے حق میں بہتر کیا ہے اور اللہ کی مرضی کیا ہے۔ پھر یہ لوگ چند ٹکوں کی خاطر لوگوں کے لیے استخارہ کرتے ہیں۔ یہ تو معلوم نہیں کہ واقعی یہ استخارہ کا مسنون عمل کرتے ہیں یا نہیں، البتہ یہ ضرور ہے کہ اٹکل پچو اور تکے بازیوں سے یہ اپنے گاہکوں کو مطمئن کر دیتے ہیں کہ ہم نے استخارہ کیا تھا اور یہ جواب ملا ہے۔

استخارہ کا عمل چونکہ صحیح احادیث میں بیان ہوا ہے اور لوگوں میں یہ معروف بھی ہے، اس لیے پیشہ ور عاملوں کو موقع مل گیا کہ دیگر کفریہ وشرکیہ عملیات کے ساتھ استخارہ کے نام پر بھی اپنی دکانداری سجائی جائے اور لوگوں کو قائل کرنے کی کوشش کی جائے کہ ہم 'صحیح اسلامی روحانی علوم' کے ساتھ اپنے عمل کرتے ہیں۔ نہ صرف استخارہ بلکہ دعا کے ساتھ بھی یہی حشر

کیا جارہا ہے۔ ایسے لوگ موجود ہیں جن کا دعویٰ یہ ہے کہ ہماری دعا رد نہیں ہوتی ،اس لیے ہم سے جو چاہیں دعا کروالیں، پھر انہوں نے ہر کام کی دعا کے لیے حسبِ موقع فیس مقرر کی ہوتی ہے۔ ایسے نام نہاد عاملوں کے ہتھکنڈوں سے ہمیشہ ہوشیار رہیں اور ان کے پاس نہ خود جائیں اور نہ دوسروں کو جانے دیں۔

وحی، خواب، اِلہام اور اِستخارہ میں فرق

گزشتہ صفحات میں آپ وحیِ الٰہی، وحیِ شیطانی، خواب، اِلہام اور استخارہ کے بارے میں ضروری تفصیلات بالترتیب پڑھ آئے ہیں، یہاں ہم استخارہ کے حوالے سے اس بات کی کچھ وضاحت کرنا چاہتے ہیں کہ وحیِ الٰہی، خواب اور الہام کی طرح 'استخارہ' بذات خود غیب اور مستقبل کے کسی معاملے کو جاننے کا کوئی مستند ذریعہ نہیں ہے، بلکہ یہ دعا کی ایک قسم ہے اور ایسی قسم کہ جس کے بعد یا تو خواب کے ذریعے انسان کو کچھ حاصل ہو جاتا ہے یا اِلہام کے ذریعے۔ عام طور پر ان دونوں صورتوں میں سے کوئی صورت پیش آتی ہے، مگر بعض اوقات ان دونوں میں سے کوئی بھی صورت پیش نہیں آتی، بلکہ جس کام کے بارے میں انسان استخارہ کرتا ہے ،اس کے کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں کسی ایک پہلو پر اسے اطمینانِ قلب حاصل ہو جاتا ہے۔

......☆......

باب ۶

آثار وقرائن کا بیان

بعض اوقات کوئی صاحبِ بصیرت، مختلف آثار وقرائن (CIRCUMSTANTIAL EVIDENCIES) اور علامات کی روشنی میں کسی غیبی ومخفی امر تک رسائی حاصل کر لیتا ہے اور اس بنیاد پر وہ جو کچھ کہتا ہے، عام طور پر حقیقت ثابت ہوتا ہے مثلاً کسی مریض کی شدتِ مرض سے اس کے فوت ہونے کا اندازہ لگا کر ڈاکٹر پیشگی یہ کہہ دیتا ہے کہ اب اس مریض کے بچنے کی کوئی امید نہیں، اور ہم دیکھتے ہیں کہ اس ڈاکٹر کی یہ بات سچ ثابت ہوتی ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ ڈاکٹر غیب دان یا 'پہنچی ہوئی سرکار' ہے اور نہ ہی اس بنیاد پر عقل مند آدمی ایسے ڈاکٹر کے بارے میں یہ رائے قائم کرتا ہے۔ بلکہ یہی سمجھا جاتا ہے کہ ڈاکٹر نے ظاہری حالات اور قرائن سے اندازہ لگایا ہے اور قرائن و علامات سے لگایا جانے والا اندازہ بہت مرتبہ ٹھیک نکلتا ہے اور بعض اوقات وہ بالکل الٹ بھی ثابت ہوتا ہے۔

اسی طرح ماہرین معاشیات کسی ملک کی پیداوار، درآمدات برآمدات اور کرنسی وغیرہ کی پوزیشن سے اس کی معیشت کے دیوالیہ ہونے یا مستحکم ہونے کا اندازہ لگا لیتے ہیں۔ اور ماہرین سیاسیات کسی ملک کی داخلی وخارجی سیاست کی کمزوری، حکمران طبقے کی بدنظمی اور ایسی ہی دیگر وجوہات کی بنا پر یہ اندازہ لگا لیتے ہیں کہ اب یہ حکومت چند ہی دنوں میں ختم ہو جائے گی یا یہ ملک ٹوٹ جائے گا۔ اور ان کے اندازے بہت حد تک ٹھیک ثابت ہوتے ہیں۔ مگر یاد رہے کہ یہ اندازے اور تخمینے ہی ہیں جن کی بنیاد مختلف قرائن و آثار اور اسباب و وجوہات پر ہوتی ہے۔ اگر یہ بنیادی آثار وقرائن مضبوط ہوں اور اندازہ لگانے والا اس میدان کا ماہر ہو تو پھر وہ اندازہ بھی اکثر بیشتر قوی ہی ثابت ہوتا ہے مگر اس کے باوجود اسے صرف اندازہ، خیال اور اِمکان ہی کہا جا سکتا ہے، قطعی اور سو فیصد یقینی پیش گوئی ہرگز نہیں۔ کیونکہ بعض اوقات قوی آثار وقرائن کی موجودگی میں ماہر اندازہ شناس کا اندازہ اور پیش گوئی

بھی غلط ثابت ہو جاتی ہے اور یہ بالکل اسی طرح ہے جس طرح اَبر آلود آسمان دیکھ کر کوئی شخص یا محکمہ موسمیات اندازہ لگا تا ہے کہ اب بارش ہوگی، ایسے حالات میں بسا اوقات بارش ہو بھی جاتی ہے اور بسا اوقات بارش کی ایک بوند بھی نہیں گرتی ......!!

یاد رہے کہ آثار و قرائن کی روشنی میں کسی مخفی امر تک رسائی یا اندازہ لگانا، شرعاً ممنوع نہیں۔

آثار و قرائن کی بنیادی اقسام

قرائن و آثار بنیادی طور پر دو طرح کے ہوتے ہیں: قطعی اور ظنی۔ ایک اور لحاظ سے انہیں تین قسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے یعنی: حسابی، نفسیاتی اور مشاہداتی و تجرباتی۔ اب ان کی کچھ تفصیل پیش کی جاتی ہے۔

[ا]......حسابی قرائن

حسابی قرائن سے مراد وہ قرائن ہیں جن میں 4=2+2 کی طرح درست نتیجہ حاصل ہوتا ہے مثلاً آپ کے سامنے ایک سوال پیش ہوتا ہے کہ 10 آدمی راشن کی ایک بوری 30 دنوں میں ختم کرتے ہیں بشرطیکہ فی کس آدھا کلو راشن استعمال کرے۔ اس بنیاد پر بتایئے کہ اس بوری میں کتنے کلو راشن ہوگا؟ یا اسی سوال کی بنیاد پر یہ پوچھا جاتا کہ اگر آدمیوں کی تعداد کم یا زیادہ ہو جائے تو پھر وہ راشن کتنے دن تک استعمال ہو سکے گا یا یہ کہ اگر دنوں کی تعداد کم یا زیادہ ہو جائے تو پھر وہ راشن کتنے دن تک قابل استعمال ہوگا۔ ان مختلف پہلوؤں سے کیے گئے سوالات کے جواب آپ فوراً ریاضی کے قواعد کی مدد سے دے دیتے ہیں اور اگر آپ ان قواعد سے صحیح طور پر واقف ہیں تو آپ کا جواب سو فی صد درست ہی ثابت ہوتا ہے۔

حسابی قرائن کی بنیاد پر کیے جانے والے تبصرے یا پیش گوئیاں ہمیشہ درست ثابت ہوتی ہیں بشرطیکہ حساب لگانے میں کوئی غلطی واقع نہ ہو۔ علم ہیئت میں بھی یہی چیز کارفرما ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ علم ہیئت کی بنیاد پر کی جانے والی پیش گوئی غلط ثابت نہیں ہوتی۔ آئندہ سطور میں اس کی تفصیل آ رہی ہے۔

حسابی قرائن اور علم ہیئت

'علم ہیئت' ریاضی (MATHEMATICS) کی بنیاد پر قائم ہے۔ اس کی تعریف میں علامہ ابن خلدون رقم طراز ہیں کہ

''علم ہیئت میں ثابت متحرک اور متحیر سیاروں کا مطالعہ کیا جاتا ہے اور ان مختلف حرکات سے جو ان سے لازمی طور پر پیدا ہوتی ہیں، افلاک کی اشکال و اضاع پر براہینِ ہندسہ کے ذریعے سے استدلال کیا جاتا ہے''۔ (۱)

نواب صدیق حسن خان قنوجیؒ **مدينة العلوم** کتاب کے حوالے سے رقمطراز ہیں کہ

''یعنی علم ہیئت ایک ایسا علم ہے جس میں تمام اجرام سماوی کے احوالِ گردش اور ان اجرام کی شکلیں، صورتیں، کیفیتیں اور مسافتیں معلوم کی جاتی ہیں''۔ (۲)

چونکہ اس علم میں کوئی ایسی بات نہ تھی جسے خلافِ شرع کہا جا سکتا ہو اس لیے علماء نے اسے جائز، شریف، مستحسن، جلیل القدر اور عظیم المنفعت علم قرار دیا ہے۔ (۳)

علاوہ ازیں تاریخی طور پر بھی یہ بات ثابت ہے کہ مسلمان سائنس دان علم ہیئت میں خصوصی دلچسپی لیتے رہے ہیں حتیٰ کہ عباسی دور میں مسلمانوں نے علم ہیئت کو بامِ عروج تک پہنچا دیا اور اس علمی ترقی کے لیے بڑی بڑی رصد گاہیں تیار کی گئیں، وسیع بنیادوں پر تجربات کیے گئے، اجرام فلکی کی حرکت و گردش معلوم کرنے کے لیے جدید اور نہایت قیمتی آلات تیار کیے گئے، طاقت ور دوربینیں ایجاد کی گئیں، ستاروں کے نام اور فہرستیں تیار کی گئیں۔ ان کی رفتار، روشنی، حرکت، زمین سے دوری اور خسوف و کسوف پر روشنی ڈالی گئی، ماہ و سال کی مدت معین کی گئی، دنیا کا بہترین کیلنڈر تیار کیا گیا۔ علاوہ ازیں علم ہیئت پر مسلمان سائنس دانوں نے گراں قدر کتابیں تصنیف کیں جو آج بھی یورپ و امریکہ کی یونی ورسٹیوں اور لائبریریوں کے لیے قابل زینت ہیں۔ (٤)

---

(۱) مقدمہ ابن خلدون، ج۲، ص ۳۹۰۔ (۲) ابجد العلوم، ج۲ ص ۵۷٦۔

(۳) ایضاً۔

(٤) ملاحظہ ہو: ایج آف فیتھ، ص ۳۲۱۔ بحوالہ: یورپ پر اسلام کے احسانات، ص ۲۲۲۔

قرآن وسنت کی روشنی میں اگر علم ہیئت کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ شریعت نے اس کے حصول کی رغبت دلائی ہے،اس سلسلہ میں قرآن مجید کے چند دلائل ملاحظہ فرمائیں:

(۱): ﴿هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ﴾

''اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے آفتاب کو چمکتا ہوا اور چاند کو نورانی بنایا اور اس کے لیے منزلیں مقرر کیں تاکہ تم برسوں کی گنتی اور حساب معلوم کرلیا کرو۔ اللہ تعالیٰ نے یہ چیزیں بے فائدہ پیدا نہیں کیں۔ وہ یہ دلائل ان کو صاف صاف بتا رہا ہے جو علم و دانش رکھتے ہیں۔'' [یونس:۶]

(۲): ﴿وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ﴾ [سورۃ یس:۳۸تا۴۰]

''سورج کے لیے جو مقرر راہ ہے، وہ اسی پر چلتا ہے۔ یہ اندازہ ہے(ٹھہرایا ہوا اس) غالب، باعلم اللہ کا۔ اور چاند کی ہم نے منزلیں مقرر کر رکھیں ہیں یہاں تک کہ وہ لوٹ کر پرانی ٹہنی کر طرح ہو جاتا ہے۔ نہ آفتاب کی یہ مجال ہے کہ چاند کو پکڑے اور نہ رات دن پر آگے بڑھ جانے والی ہے اور یہ سب کے سب آسمان پر تیرتے پھرتے ہیں''۔

ان آیات سے واضح طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ لوگوں کے دنیاوی معاملات مثلاً کاروبار، شادی بیاہ، سفر، جنگ وصلح وغیرہ سے ان اجرام سماوی کا کوئی تعلق نہیں ،البتہ ان فلکی اجرام کا وقت (ماہ وسال) اور موسم وغیرہ سے تعلق ہے جیسا کہ مندرجہ بالا آیات میں مذکور ہے کہ چاند کی منزلیں مقرر ہیں۔ پھر ہیئت دانوں نے تجربہ ومشاہدہ سے بالآخر یہ معلوم کرلیا کہ چاند کی اٹھائیس منزلیں ہیں اور ہر رات چاند ایک منزل طے کرتا جاتا ہے۔ پہلی منزلوں میں وہ چھوٹا اور باریک دکھائی دیتا ہے، پھر بتدریج بڑا اور واضح دکھائی دینے لگتا ہے حتی کہ چودھویں منزل پر وہ مکمل اور پرنور، بدرِ کامل بن جاتا ہے۔ پھر اس کے بعد دوبارہ سکڑنا اور باریک ہونا شروع ہو جاتا ہے حتیٰ کہ آخر میں ایک یا دو راتیں غائب رہنے کے بعد پھر ہلال

کی صورت میں طلوع ہو جاتا ہے جبکہ سورج میں اس طرح کی کمی بیشی والی صورت نہ مشاہدے میں آئی ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف کوئی اشارہ کیا ہے۔ البتہ سورج کی طبعی گردش سے ہیئت دانوں نے شمسی تقویم بھی تیار کر رکھی ہے۔

ان آیات سے دوسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ ہیئت دانوں کا اجرام فلکی کی حرکت و گردش کی مناسبت سے چند بظاہر مخفی و پیچیدہ معلومات جمع کر لینا غیب دانی ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ اجرام فلکی تو روزِ اول ہی سے اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع فرمان ہو کر، اپنے اپنے مداروں اور منزلوں میں اپنا سفر طے کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے زمینی موسموں کا تغیر اور وقتوں کا تعین ان کی حرکت و گردش سے اس طرح مربوط کر رکھا ہے کہ اس کی یہ عظیم مخلوق (اجرامِ فلکی) اس سے سر مو انحراف نہیں کر سکتی اور انسان کا کمال بس یہی ہے کہ اس نے روزمرہ کے مشاہدے اور ان طبعی حقائق کی بنیاد پر اپنے حسابی و تقویمی نظریے قائم کر لیے ہیں۔ اس لیے اسے غیب دانی سے تعبیر کرنا حماقت و نادانی ہے بلکہ اگر تاریخ پر نگاہ ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ انسان ان طبعی حقائق کو سمجھنے میں اکثر و بیشتر غلط فہمی کا شکار بھی ہوتا رہا ہے جیسا کہ ان علوم سے متعلقہ کتابوں میں سائنس دانوں اور ہیئت دانوں کے نظری و عملی اختلافات کی مثالیں اس حقیقت کو آشکار کرتی ہیں۔

علم ہیئت کے ذریعے پیش گوئی

پیش گوئی کے اگر لغوی معنی کو مدنظر رکھیں تو اس کے مطابق کسی بھی چیز کی پیشگی خبر کو پیش گوئی کہا جا سکتا ہے، خواہ اصطلاحی طور پر وہ پیش گوئی کہلانے کی مستحق ہی کیوں نہ ہو مثلاً اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ فلاں گاڑی میں ایک لیٹر پٹرول ڈالنے سے بیس (20) کلو میٹر کا سفر باآسانی طے کیا جا سکتا ہے اور اس بنیاد پر جب وہ دیکھے کہ اس گاڑی میں دو لیٹر پٹرول موجود ہے تو وہ اپنا علمی سکہ منوانے کے لیے کہے کہ میں پیش گوئی کرتا ہوں کہ یہ گاڑی چالیس (40) کلو میٹر سفر طے کرنے سے پہلے بند نہ ہوگی مگر چالیس کلو میٹر کے بعد یہ ضرور بند ہو جائے گی۔ کوئی بے وقوف جاہل تو اس سے دھوکا کھا سکتا ہے مگر کوئی صاحب بصیرت

خود دھوکے میں مبتلا ہونے کی بجائے ایسے شخص کی پیش گوئی پر ماتم ہی کرے گا کیونکہ یہ تو ایک مشاہدے اور تجربے کی بات ہے اور جو چیز اس طرح پہلے ہی مشاہدے میں ہو اس کی پیش گوئی نہیں کی جاتی اور نہ ہی یہ چیز اصطلاحاً پیش گوئی کے زمرے میں داخل ہے۔

اسے مزید آسانی کے لیے ایک اور مثال سے یوں سمجھئے کہ کوئی شخص اگر یہ کہے کہ میں پیش گوئی کرتا ہوں کہ دو اور دو کو جب بھی جمع کرو گے تو نتیجہ چار ہی نکلے گا تو ایسی پیشگوئی کرنے والے کی بات سے علمی دنیا میں کوئی تہلکہ بپا نہیں ہو جائے گا......!!

اگر یہ مثالیں سمجھ آ جائیں تو پھر علم ہیئت کی بنیاد پر کی جانے والی پیشگوئیوں کی حقیقت از خود سمجھ آ جاتی ہے کیونکہ ان کی بنیاد بھی اسی طرح روزمرہ تجربات و مشاہدات پر ہے۔

سورج گرہن، چاند گرہن اور دم دار ستارے وغیرہ کے متعلق پیشگی خبر دینا

سورج بذات خود روشن ہے جبکہ زمین اور چاند کی اپنی کوئی روشنی نہیں ہوتی بلکہ یہ اس وقت ہی روشن ہوتے ہیں جب ان پر سورج کی روشنی پڑتی ہے۔ نیز زمین اور چاند دونوں ٹھوس وجود رکھتے ہیں، اس لیے سورج کی روشنی کے شعاعیں جب ان پر پڑتی ہیں تو ان میں سے گزر نہیں پاتیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب کبھی چاند گردش کرتے ہوئے سورج اور زمین کے بالکل درمیان میں آ جاتا ہے تو پھر سورج کی روشنی چاند تک محدود ہو کر زمین پر نہیں پہنچ پاتی، جس کے نتیجے میں زمین سے سورج کا رنگ تانبے کے رنگ کی طرح نظر آتا ہے۔ سورج کی اسی بدلی ہوئی کیفیت کو سورج گرہن کہا جاتا ہے۔

اسی طرح جب کبھی زمین حرکت کرتے ہوئے سورج اور چاند کے درمیان آ جاتی ہے تو سورج کی شعاعیں چاند تک نہیں پہنچ پاتی اور ایسی حالت کو چاند گرہن سے موسوم کیا جاتا ہے۔ چاند اور سورج گرہن کی بنیادی وجہ چونکہ زمین یا چاند کا سورج کی روشنی کے درمیان آنا ہے، اس لیے ماہر فلکیات اور ہیئت دان جو سالہا سال سے اجرام فلکی کی حرکت و گردش کے بارے میں تجربات کرتے آئے ہیں، انہوں نے مسلسل جدوجہد کے بعد کائنات کے اس فطری نظام کے بارے میں حقیقت کو پا لیا ہے کہ گرہن لگنے کی وجوہات کیا ہیں اور کتنے

دنوں ،مہینوں اور سالوں کے بعد دوبارہ وہی صورت پیدا ہوتی ہے اور جب بارہا تجربات سے انہیں ان چیزوں کا یقین ہو گیا تو انہوں نے لوگوں کو بھی اس دریافت سے باخبر کرنا شروع کر دیا۔

اسی طرح اجرام سماوی کی حرکت و گردش کا مسلسل مطالعہ کرنے کے بعد ماہرین فلکیات نے دیگر بہت سے حقائق کو آشکار کیا مثلاً انہوں نے یہ معلوم کرلیا کہ ایک مخصوص وقت کے بعد دم دار ستارہ زمین کے قریب سے گردش کرتے ہوئے گزرتا ہے۔ اسی لیے ہیئت دان گرہن کی طرح دم دار ستارے کے بارے میں بھی پیشگی اطلاع دے دیتے ہیں۔ اور ان کی اطلاع کبھی جھوٹی ثابت نہیں ہوتی ۔لیکن اس کا یہ معنی ہرگز نہیں کہ ہیئت دان غیب دان ہوتے ہیں بلکہ ان چیزوں کا تعلق انسانی دریافت سے ہے یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہماری زمین اور پانیوں کی تہہ میں مختلف معدنیات رکھی ہوئی ہیں اور زمین اور پانی کے نمونے حاصل کر کے سائنس دان یہ معلوم کر لیتے ہیں کہ یہاں فلاں فلاں قسم کی معدنیات ہوسکتی ہیں اور پھر عملی تجربات کے بعد وہاں سے اسی قسم کی معدنیات حاصل ہو جاتی ہیں حالانکہ یہ معدنیات چھپی ہوئی اور مدفون تھیں مگر سائنس دان انہیں دریافت کر لیتے ہیں، اسی طرح عالم سماوی میں بھی اللہ تعالیٰ نے اجرام فلکی کا ایک طبعی نظام جاری کر رکھا ہے یعنی سورج کا مخصوص وقت پر طلوع وغروب ہونا ،موسموں کا تبدیل ہونا ، سیاروں کا گردش کرنا اور شمس وقمر کو گرہن لگنا وغیرہ اور ہیئت دان مسلسل مشاہدات و تجربات کے بعد اسی جاری و ساری نظام میں سے بعض چیزوں کو دریافت کر لیتے ہیں اور یہ دریافت بھی صرف اس وقت اور اس چیز کے بارے میں ممکن ہوتی ہے ،جس وقت اور جس چیز کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہو چکا ہو، ورنہ سینکڑوں ہزاروں چیزیں آج تک ان تمام ماہرین کی نگاہ سے اوجھل رہی ہیں اور بے شمار چیزیں مثلاً باری تعالیٰ ،فرشتے ،جنت وجہنم وغیرہ تو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے پردہ غیب میں رکھی گئی ہیں......!!

[۲]......نفسیاتی قرائن

قرائن کی بعض صورتیں انسانی نفسیاتی سے تعلق رکھتی ہیں۔علم نفسیات یا نفسیاتی اصولوں کا ماہران کی مدد سے کسی شخص کے ذہنی وجذباتی رویوں کے حوالے سے چند سوال کر کے بہت سی مخفی باتیں معلوم کر کے اسے یا دوسرے لوگوں کو بتا دیتا ہے۔آپ نے دیکھا سنا ہو گا کہ بعض اوقات ایک عامل شخص اپنے پاس آنے والے سے چند بنیادی سوال کرنے کے بعد اس کے صغرے کبرے ملا کر بہت جلد اسے بتا دیتا ہے کہ تمہارا ذوق شوق کیا ہے، تمہاری عادات کیسی ہیں ،تم کس طرح کی چیزوں کو پسند اور کن چیزوں کو ناپسند کرتے ہو......وغیرہ وغیرہ۔ اور اس کی بہت سی باتیں تقریباً صحیح ثابت ہوتی ہیں۔

آپ نے کبھی سوچا کہ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ یہ اس لیے نہیں ہوتا کہ وہ شخص 'غیب دان' ہے بلکہ اس لیے ہوتا ہے کہ وہ انسانی نفسیات کو سمجھتا اور اس میں مہارت رکھنے والا ہوتا ہے اور اسی کی بنیاد پر بعض غیر معلوم باتیں بتا دیتا ہے۔دست شناسی، نجوم، جفر واعداد وغیرہ سے مخفی باتیں بتانا ممکن نہیں ہوتا، اس لیے نجومی اور پامسٹ وغیرہ بھی علم نفسیات سے متعلقہ کتابوں کا مطالعہ ضرور کرتے ہیں تا کہ اپنا بھرم قائم رکھ سکیں اور لوگوں میں اپنے آپ کو عملیات کا ماہر باور کرواسکیں۔

میں کئی مرتبہ ان کالے پیلے علوم سے متعلقہ لوگوں سے ملتا اور ان کے انٹرویو کرتا، سنتا اور دیکھتا رہتا ہوں۔ اخبارات میں بھی ان کے لیے مستقل کالم کا سلسلہ ہوتا ہے۔ اسی طرح ایک مرتبہ ایک پامسٹ نے اپنے انٹرویو میں کہا کہ جو شخص پامسٹری میں ذوق رکھتا ہے، وہ اس وقت تک اسے بطور پیشہ اختیار نہ کرے جب تک کہ علم نفسیات میں ماسٹر نہ کر لے۔

اس کی مراد یہ تھی کہ علم نفسیات کے ذریعے ایک تو وہ اپنے آپ کو جھوٹا ثابت ہونے سے بچا سکتا ہے اور دوسرا فائدہ یہ اٹھا سکتا ہے کہ نفسیاتی حربوں سے لوگوں کے مخفی احوال وعادات پر لب کشائی میں درست اندازے لگا سکتا ہے۔

[۳]......مشاہداتی وتجرباتی قرائن

بعض قرائن مشاہدات وتجربات سے تعلق رکھتے ہیں مثلاً ایک ڈاکٹر مریض کے چہرے اور جسم سے اس کی بیماری کا اندازہ لگاتا ہے اور اس کا وہ اندازہ درست ثابت ہوتا ہے۔اس لیے کہ اس کے اس اندازے کے پیچھے اس کا گہرا مشاہدہ موجود ہوتا ہے۔دانشور حضرات بھی سیاسی وسماجی تبصرے اور تجزیے مشاہدات کی بنیاد پر کرتے ہیں۔مشاہداتی قرائن کی بنیاد پر کیے جانے والے تبصرے یا پیش گوئیاں کبھی درست ثابت ہوتی ہیں اور کبھی غلط۔آئندہ سطور میں ہم اس سے متعلقہ چند اہم صورتوں کو مثالوں کے ساتھ پیش کرر ہے ہیں۔

(ا)......ڈاکٹروں اور حکیموں کے مشاہدات وتجربات

ڈاکٹر اور حکیم رطبیب لوگ علامتوں کی بنیاد پر مختلف امراض کی شناخت کر لیتے ہیں مثلاً ایک ماہر حکیم نبض پر ہاتھ رکھ کر اس کی حرکت اور رفتار سے مرض کی تشخیص میں مدد لیتا ہے اور انسانی جسم کی حرارت و برودت کی کیفیت سے اصل مرض تک رسائی حاصل کر لیتا ہے۔اسی طرح ماہر ڈاکٹر بھی انگلیوں کے ناخنوں اور ہاتھوں کی رنگت وغیرہ کی مدد سے مختلف امراض کی نشاندہی میں مدد حاصل کرتا ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ہمارے گھر میں ایک بچی کو دیکھا جس کا چہرہ کالا (یا زرد) تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''یہ نظرِ بد کا شکار ہے لہٰذا اس پر دم کر کے اس کا علاج کرو''۔ (۱)

گویا آنحضرتؐ نے اس لڑکی کے چہرے کی رنگت سے یہ اندازہ کرلیا کہ یہ بیمار ہے۔

---

(۱) بخاری، کتاب الطب، باب رقیۃ العین، ح۵۷۳۹۔ مسلم، کتاب السلام، ح۲۱۹۷۔

(۲)......عقل منداور جہاں دیدہ لوگوں کے مشاہدات وتجربات

بسا اوقات انسانی جسم کی کسی ظاہری علامت اور خدوخال کی مدد سے کسی شخص کے بارے میں یہ اندازہ لگا لیا جاتا ہے کہ اس کا پیشہ یا ہنر کون سا ہے مثلاً کسی شخص کے ہاتھوں پر سخت چنڈیاں پڑی ہوں اور ہاتھوں کی سختی اور مضبوطی کے ساتھ ساتھ کہیں کہیں کٹاؤں اور چیروں وغیرہ کے زخم بھی ہوں تو اس مشاہدے سے ایک عام آدمی بھی یہ اندازہ لگا سکتا ہے کہ یہ شخص 'لوہار' ہوگا، یا لوہے سے متعلقہ کوئی کام کرتا ہوگا۔

اسی طرح 'درزیوں' کے ہاتھوں میں بار بار قینچی چلانے کی وجہ سے انگوٹھے اور انگشت شہادت کے مخصوص حصوں پر کچھ نشانات یا چنڈیاں پڑ جاتی ہیں اور اس حقیقت کو جاننے والا شخص ایسا ہاتھ دیکھ کر یہ اندازہ لگا لیتا ہے کہ یہ شخص درزی ہے۔

اسی طرح بہت سے فنون، پیشوں اور ہنروں کو ایسی ظاہری و مشاہداتی علامات سے پہچان لیا جاتا ہے لیکن اس مشاہداتی عمل پر غیب دانی کا دعویٰ نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی ایسا شخص 'غیب دان' بن جاتا ہے بلکہ اس کی صورت ایسے ہی ہے جیسے پاکستان میں کالے رنگ کے پینٹ کوٹ میں ملبوس شخص کو دیکھ کر یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ یہ صاحب کوئی وکیل یا جج ہیں اور خاکی وردی میں ملبوس شخص کو دیکھ کر معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ (بری فوج سے تعلق رکھنے والا) فوجی ہے اور یہ اندازہ اس لئے درست نکلتا ہے کہ یہ خاص لباس، خاص لوگوں کی وردی (Uniform) اور علامت قرار پا چکا ہے، لہٰذا جس طرح اس اندازہ لگانے والے کو غیب دان نہیں کہا جا سکتا، اسی طرح مشاہدے و تجربے کی بنا پر کسی پیشے سے متعلقہ افراد کے بارے میں صحیح اندازہ لگانے والے کو بھی غیب دان قرار نہیں دیا جا سکتا۔

اہل علم سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ امام شافعیؒ اور امام محمد بن حسن شیبانیؒ بیت اللہ میں لوگوں کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ اچانک ایک آدمی بیت اللہ میں داخل ہوا۔ امام شافعیؒ

نے کہا کہ یہ شخص لوہار ہے جبکہ امام محمدؒ نے کہا کہ یہ شخص بڑھئی ہے۔ حاضرین مجلس میں سے بعض لوگ بھاگ کر اس شخص کے پاس گئے اور اس سے پوچھا کہ آپ کا پیشہ کون سا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ پہلے میں لوہار تھا، لیکن اب بڑھئی ہوں۔[1]

اگرچہ امام شافعی اور امام محمد نے اس شخص کے ہاتھ تو نہیں دیکھے، لیکن ممکن ہے کہ انہوں نے اس دور کے حوالے سے لوہار اور بڑھئی کی ظاہری علامات سے اپنا اپنا اندازہ لگایا ہو اور پھر دونوں کا اندازہ اپنی جگہ درست ثابت ہوا۔

(۳)......قیافہ شناسوں کے مشاہدات وتجربات☆

قیافہ، قوف (ق و ف) سے مشتق ہے جس کا لغوی معنٰی ہے: کھوج لگانا، تلاش کرنا، ڈھونڈنا، نشانات دیکھنا اور پیچھا کرنا۔ ان اوصاف کے حامل شخص کو عربی میں 'قائف' اور اردو میں 'قیافہ دان' یا 'قیافہ شناس' کہا جاتا ہے۔ (لفظ 'کھوجی' بھی کسی حد تک اس کا مترادف ہے)۔[2] اہل علم نے قیافہ کی دو قسمیں بیان کی ہیں: (۱) قیافۃ البشر، اور (۲) قیافۃ الاثر۔

۱)......قیافۃ البشر

حاجی خلیفہ اپنی کتاب ''کشف الظنون'' میں فرماتے ہیں کہ

''اسے قیافۃ البشر اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس علم کا ماہر (یعنی قائف) انسان کے جلد و چمڑے، اعضاء و جوارح اور قدموں کا جائزہ لیتا ہے اور یہ علم درس و تدریس سے حاصل نہیں ہوتا (بلکہ خداداد عطیہ ہے) اسی لئے اس علم میں کوئی باقاعدہ تصنیف نہیں ہے''[3]

☆ قیافہ شناسی کے سلسلہ میں ہم یہاں ذرا تفصیل سے بات کریں گے۔ اس موضوع پر ہمارا ایک مقالہ مجلّہ 'فکر و نظر' (ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد۔ اشاعت: جنوری۔ مارچ ۲۰۰۰ء) میں شائع ہو چکا ہے۔ حوالہ جات کی تفصیل کے لیے اسے بھی ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

(۱) تفسیر قرطبی، ج۱۰ ص ۴۱۔

(۲) اردو دائرۃ المعارف، ج۱۶ ص ۵۱۸۔ لسان العرب، القاموس، بذیل مادہ: 'قوف'۔

(۳) کشف الظنون، ج۲ ص ۱۳۶۷۔ (۴) ابجد العلوم، ج۲ ص ۴۳۶

نواب صدیق خان قیافۃ البشر کی تعریف میں رقمطراز ہیں کہ
''یہ ایسا علم ہے جس میں دو شخصوں کے اعضاء و جوارح کی باہمی مشارکت و مماثلت کی بنیاد پر نسب وولادت پر استدلال کیا جاتا ہے''۔ (۱)

طاش کبری زادہ فرماتے ہیں کہ
''اس علم کی اصل وہ طبی مباحث ہیں جن کی رو سے یہ بات ثابت ہے کہ علم قیافہ کی بنیاد بچے اور اس کے والدین کے مابین مشابہت و مماثلت تلاش کرنے پر ہے۔ کبھی کبھار تو یہ مشابہت اتنی واضح ہوتی ہے کہ ہر شخص اسے پہچان لیتا ہے اور بسا اوقات یہ اتنی مخفی ہوتی ہے کہ اسے صرف ماہر لوگ ہی پہچان سکتے ہیں۔ قوتِ باصرہ اور قوتِ حافظہ کی مدد سے اس مشابہت کا ادراک کیا جاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس علم میں لوگوں کی مہارت میں تفاوت پایا جاتا ہے۔ جس کی یہ قوتیں قوی ہوں گی، وہ زیادہ ماہر ہوگا اور جس کی یہ دونوں قوتیں (باصرہ و حافظہ) کمال درجہ کی ہوں، اس کے لئے کسی چیز کی پہچان میں شبہ نہیں ہوگا۔ یہ علم عرب قبائل میں پایا جاتا ہے اور غیر عربوں میں اس کا وجود نادر ہے''۔ (۲)

۲)...... قیافۃ الاثر

یہ اسی علم کی دوسری قسم ہے، اسے علم العیافۃ بھی کہا جاتا ہے۔ طاش کبرہ زادہ اس بارے رقمطراز ہیں کہ
''علم قیافۃ الاثر جسے علم العیافۃ بھی کہا جاتا ہے، یہ ایسا علم ہے جس میں انسانوں اور جانوروں کے قدموں کے نشانات کا کھوج لگایا جاتا ہے بشرطیکہ وہ ایسی جگہ پر ہوں جہاں ان کے قدموں کی شکل زمین پر ثبت ہو سکتی ہو۔ اس علم کا فائدہ بالکل ظاہر ہے کہ اس کے ذریعہ قیافہ دان، بھاگنے والے لوگوں اور گمشدہ جانوروں کے پاؤں کے

(۱) ابجد العلوم، ج ۲ ص ۴۳۶۔ (۲) مفتاح السعادۃ، ج ۱ ص ۳۲۹۔

نشانات اور اثرات کو اپنی قوتِ باصرہ و حافظہ کے ذریعے پہچانتے ہوئے ان کا سراغ لگا لیتا ہے حتیٰ کہ میں نے اس علم کی واقفیت رکھنے والے بعض لوگوں سے سنا ہے کہ قیافہ دان مرد، عورت، بوڑھے اور جوان شخص کے قدموں کے نشانات میں فرق کر کے یہ بتا سکتے ہیں کہ یہ ان میں سے کس کے پاؤں کا نشان ہے، واللہ اعلم بالصواب"۔ (۱)

نواب صدیق حسن خان قنوجیؒ سے بھی یہی چیز منقول ہے، البتہ انہوں نے المصباح اور القاموس کے حوالے سے عیافہ کی ایک اور تعریف ذکر کی ہے کہ

" ان العیافة هی زجر الطیر" (۲)

"شگون لینے کے لئے پرندوں کو اڑانا 'عیافہ' کہلاتا ہے"۔

اسی طرح ابن اَثیر اور ابن منظور نے بھی عیافہ کی یہ مؤخر الذکر تعریف کی ہے کہ

"زجر الطیر و التفاؤل بأسمائها وأصواتها وممرها وهو من عادة العرب كثيرا "

" شگون لینے کے لئے پرندوں کو اڑانا اور ان کے ناموں، آوازوں اور آمد و رفت سے فال لینا عیافہ کہلاتا ہے اور اہل عرب اس کے بہت عادی تھے"۔ (۳)

علاوہ ازیں بعض اَحادیث میں بھی عیافہ کی یہی مؤخر الذکر تعریف ملتی ہے مثلاً ایک حدیث میں حضور نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ

((اَلْعِيَافَةُ وَالطِّيَرَةُ وَالطَّرْقُ مِنَ الْجِبْتِ)) (٤)

"پرندوں کو اڑانا اور خط وغیرہ کھینچ کر شگون لینا کفریہ وشرکیہ کام ہے"۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ 'عیافہ' کی بھی دو قسمیں ہیں یا دو الگ الگ تعریفیں ہیں جن میں سے ایک کا تعلق فال اور بدشگونی سے ہے جبکہ دوسری کا تعلق قیافہ سے ہے اور یہاں یہی قسم ہمارے پیش نظر ہے۔

---

(۱) مفتاح السعادة، ج۱ ص۳۲۸۔ (۲) ابجد العلوم، ج۲ ص۳۸۵۔

(۳) النهاية، ج۳ ص۳۳۰۔لسان العرب، ج۹ ص۲۶۱۔

(٤) ابو داؤد، کتاب الطب، باب فی الخط وزجر الطیر، ح۳۹۰۵۔ابن حبان، ح۶۱۳۱۔

یادر ہے کہ 'قیافۃ الاثر' کے معتبر ہونے میں فقہاء میں اختلاف نہیں پایا جاتا اور یہی وجہ ہے کہ مجرموں تک رسائی پانے اور ان کا سراغ لگانے کے لئے کھوجی آدمیوں، کھوجی کتوں، کھوجی مشینوں (جدید آلات) اور ذہین وفطین لوگوں کی فہم وفراست اور گہری بصیرت سے استفادے کو جائز ہی نہیں بلکہ فرض کفایہ بھی کہا گیا ہے۔

قیافہ شناس (قائف) کون؟

ابن اثیر قیافہ شناس (یعنی قائف) کی تعریف میں رقمطراز ہیں کہ

"ألذی یتتبع الآثار و یعرفها و یعرف شبه الرجل بأخیه وأبیه"(۱)

''قیافہ شناس (قائف) وہ ہے جو نشانات تلاش کرتا ہے اور آدمی کی اس کے باپ اور بھائی سے مشابہت کی پہچان کرتا ہے''۔

امام جرجانیؒ فرماتے ہیں کہ

"ألقائف هو الذی یعرف النسب بفراسته و نظره الی أعضاء المولود"(۲)

''قائف وہ شخص ہے جو اپنی فراست اور نومولود کے اعضاء کا جائزہ لیتے ہوئے نسب کو پہچانتا ہے''۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ

"ألقائف هو الذی یعرف الشبه و یمیز الأثر سمی بذلك لأنه یقفوا الأشیاء أی یتبعها"(۳)

''قائف وہ شخص ہے جو مشابہت ومماثلت کو پہچانتا ہے اور نشانات کو نمایاں کرتا ہے اور اسے قائف اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ چیزوں کا خود کھوج لگاتا ہے''۔

گزشتہ تعریفات کا ملخص

گزشتہ تعریفات کا ملخص یہ ہے:

(۱) النهایة، ج٤ ص ۱۳۱۔ (۲) التعریفات، ص ۱۷۱۔ (۳) فتح الباری، ج ۱۲ ص ۵۷۔

۱۔ قیافہ کی دو قسمیں ہیں؛ یعنی قیافۃ البشر اور قیافۃ الاثر۔

۲۔ قیافۃ البشر میں ظاہری مشابہت اور جسمانی خدوخال کی مناسبت سے یہ فیصلہ کیا جاتا ہے کہ یہ بچہ کس شخص کا ہے۔ (ایسا اس وقت ہوتا ہے جب کسی بچے کا نسب مشکوک ہو جائے یا کسی بچے پر ایک سے زیادہ شخص باپ ہونے یا باپ نہ ہونے کا دعویٰ کریں جبکہ یہ بات بھی قطعی ہو کہ بچہ انہی میں سے کسی ایک کا ہے، ایسے مشتبہ معاملہ میں 'قیافۃ البشر' کے ماہر سے مدد لی جاسکتی ہے۔ نیز آج کے دور میں یہی کام D.N.A ٹیسٹ کے ذریعے بھی کیا جاسکتا ہے)۔

۳۔ قیافۃ الاثر میں گمشدہ جانوروں یا مجرموں کے پاؤں کے نشانات یا جائے حادثہ کا جائزہ لیتے ہوئے مختلف آثار ونشانات کی مدد سے مطلوب تک رسائی حاصل کی جاتی ہے۔

۴۔ قیافۃ الاثر کو 'عیافۃ' بھی کہا جاتا ہے جبکہ عیافہ اس کے علاوہ دوسری تعریف کے مطابق بدشگونی کے مترادف بھی ہے۔

۵۔ 'قیافۃ البشر' کا تعلق اثباتِ نسب سے ہے جبکہ 'قیافۃ الاثر' کا تعلق اثباتِ جرم یا اثبات دعویٰ سے ہے۔

۶۔ 'قیافۃ البشر' کے ماہر (قیافہ شناس) کے لئے ضروری نہیں کہ وہ قیافۃ الاثر کا بھی ماہر ہو اور اسی طرح قیافۃ الاثر کے ماہر (کھوجی) کے لئے بھی یہ ضروری نہیں کہ وہ قیافۃ البشر کی بھی واقفیت رکھتا ہو۔

۷۔ بالعموم قیافہ شناس سے 'قیافۃ البشر' کا ماہر مراد لیا جاتا ہے۔

۸۔ قیافۃ الاثر کے ماہر کو عموماً 'کھوجی' کہا جاتا ہے۔

۹۔ قیافۃ البشر تعلیم وتعلم کی بجائے خداداد صلاحیت پر موقوف ہوتا ہے۔

۱۰۔ قیافۃ الاثر قدرے تعلیم وتعلم اور فہم وفراست پر موقوف ہے اسی لئے فوج اور پولیس میں اس کے منظم شعبے قائم کئے جاتے ہیں۔

قیافہ شناسی کی شرعی حیثیت

اسلامی نقطۂ نظر سے قیافہ شناسی نہ صرف جائز ہے بلکہ بعض حالات میں یہ ناگزیر صورت اختیار کر جاتی ہے اور بالعموم قاضیوں (ججوں) کو اس سے ضرور واسطہ پڑتا ہے گو وہ خود قیافہ شناسی میں ماہر نہ ہوں لیکن کسی مشتبہ معاملہ میں جہاں قیافہ شناسی ہی صورتحال کو واضح کر سکتی ہو، وہاں وہ کسی ماہر قیافہ شناس سے مدد لینے پر مجبور ہوتے ہیں۔

فقہاء نے اس سلسلہ میں اس طرح کی مثالیں ذکر کی ہیں کہ اگر کسی باندی (لونڈی) سے دو شخصوں نے ایک ہی طہر میں وطی کی ہو اور اسی طہر میں حمل ٹھہرا ہو تو اب اس کا بچہ دونوں شخصوں میں سے کس کی طرف منسوب کیا جائے گا؟ یا کسی عورت سے حالت عدت میں کوئی شخص شادی کر لے جبکہ اسے اس سے پہلے یا بعد میں حیض نہ آئے تو اب اس سے پیدا ہونے والا بچہ پہلے خاوند کی طرف منسوب ہو گا یا دوسرے کی طرف؟ یا کہیں سے گمشدہ بچہ ملے اور دو آدمی اس پر مدعی ہوں جبکہ دونوں میں سے کسی ایک کے پاس بھی اپنے حق میں کوئی دلیل نہ ہو یا دونوں کے پاس برابر کے دلائل ہوں تو ایسی صورت میں کس مدعی کے حق میں فیصلہ کیا جائے گا؟

مذکورہ صورتیں اثباتِ نسب سے تعلق رکھتی ہیں لیکن اسی طرح کی بعض پیچیدہ صورتیں دیگر دیوانی اور فوج داری جرائم میں بھی پیدا ہو جاتی ہیں۔ ایسی تمام صورتوں میں ماہر قیافہ شناس کی بات اور فیصلہ قابل اعتبار ہو گا۔ اگرچہ فقہائے حنفیہ اثباتِ نسب میں قیافہ شناس کے قول کو حجت تسلیم نہیں کرتے کیونکہ مذکورہ صورت میں قیافہ شناس کا فیصلہ 'شبہ' کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ جبکہ ائمہ ثلاثہ، جمہور فقہاء و محدثین ان صورتوں میں بھی قائف (قیافہ دان) کے قول کو حجت تسلیم کرتے ہیں بشرطیکہ ان صورتوں میں کوئی معارض یا مانع نہ ہو۔[1]

(۱) دیکھیے: المبسوط، ج۱۷ص ۷۰۔ بدایة المجتهد، ج۲ص ۶۳۹، ۶۴۰۔بدائع الصنائع، ۲۴۲/۶۔ المغنی، ج۸ص ۶۷۲ تا ۶۷۴۔ الفروق، للقرافی، ۹۹/۴۔مواهب الجليل، ۲۴۷/۵۔مغنی المحتاج، ۸۸/۴۔نهاية المحتاج، ۳۷۵/۸۔فتح الباری، ج۱۲ص ۵۷۔

یاد رہے کہ فقہاء کا مذکورہ اختلاف 'قیافۃ البشر' سے تعلق رکھتا ہے اس لئے کہ 'قیافۃ البشر' کا دائرہ کار اثباتِ نسب سے ہے اور یہاں اثباتِ نسب ہی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ البتہ 'قیافۃ الاثر' کے معتبر و مشروع ہونے میں فقہاء میں اختلاف نہیں پایا جاتا اور یہی وجہ ہے کہ مجرموں تک رسائی پانے اور ان کا سراغ لگانے کے لئے کھوجی آدمیوں، کھوجی کتوں، کھوجی مشینوں (جدید آلات) اور ذہین و فطین لوگوں کی فہم و فراست اور گہری بصیرت سے استفادے کو جائز ہی نہیں بلکہ فرض کفایہ بھی کہا گیا ہے۔ بہرصورت عملی طور پر اس کے جواز میں فقہاء کا اختلاف نہیں ہے جیسا کہ آئندہ تفصیلی دلائل سے معلوم ہوگا۔

ذیل میں ہم اس بحث کو تین حصوں میں تقسیم کر رہے ہیں یعنی:

1. : اثباتِ نسب میں قیافۃ البشر کی شرعی حیثیت
2. : فوجداری جرائم میں قیافۃ الاثر کی شرعی حیثیت
3. : دیوانی مقدمات میں قیافۃ الاثر کی شرعی حیثیت

ا۔ اثباتِ نسب میں قیافۃ البشر کی شرعی حیثیت

جن اہل علم کے ہاں اثباتِ نسب میں قیافہ شناس کی رائے حجت ہے، آئندہ سطور میں ہم ان کے دلائل ذکر کر رہے ہیں:

پہلی دلیل

(۱): ((عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ وَهُوَ مَسْرُورٌ فَقَالَ يَاعَائِشَةُ! أَلَمْ تَرَى أَنَّ مُجَزِّزًا الْمُدْلَجِيَّ دَخَلَ عَلَى فَرَأَى أُسَامَةَ وَ زَيْدًا وَ عَلَيْهِمَا قَطِيفَةٌ قَدْ غَطَّيَا رُؤُسَهُمَا وَ بَدَتْ أَقْدَامُهُمَا، فَقَالَ: إِنَّ هٰذِهِ الْأَقْدَامَ بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ))[1]

(۱) بخاری، کتاب الفرائض، باب القائف، ح۶۷۷۱۔ مسلم، ح۱۴۵۹۔ ابو داؤد، ح۲۲۶۷۔ ترمذی، ۹: ۱۲۔ سنن نسائی، ج ۶ ص ۱۸۴۔ سنن ابن ماجہ، ح۲۳۴۹۔

''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس ایک دن تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش تھے اور فرمانے لگے عائشہ! کیا تم نے دیکھا نہیں کہ مُجَزِّزْ مُدْلَجِی آیا اور اس نے اُسامہ اور زید کو دیکھا، دونوں کے جسموں پر ایک چادر تھی جس سے ان کے سر ڈھکے ہوئے تھے اور پاؤں کھلے تھے تو اس نے کہا کہ یہ پاؤں ایک دوسرے سے تعلق رکھتے ہیں''۔

مُـجَـزِّزْ مُدْلَجِی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور کا ایک مشہور قیافہ شناس تھا اور اس نے حضرت زید رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے اسامہ کے صرف پاؤں دیکھ کر پہچان لیا کہ یہ باپ بیٹا ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ

((فَسَرَّ بِذٰلِكَ النَّبِيُّ وَ أَعْجَبَهُ)) [۱]

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قیافہ شناس کی یہ پہچان بڑی پسند آئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی بات سے خوش ہوئے''۔

حافظ ابن حجرؒ اس حدیث کی شرح میں رقمطراز ہیں کہ

''دورِ جاہلیت میں کفار و مشرکین حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے نسب میں شک کرتے تھے کیونکہ ان کا رنگ نہایت سیاہ تھا جبکہ ان کے والد حضرت زید رضی اللہ عنہ روئی سے زیادہ سفید تھے۔ (تو لوگوں نے شک کرتے ہوئے یہ کہنا شروع کر دیا کہ اسامہ زید کا بیٹا نہیں ہوسکتا) لیکن جب قیافہ شناس (مجزز مدلجی) نے (باپ بیٹا دونوں کے محض پاؤں کی مشابہت سے) تصدیق کردی کہ یہ نسب صحیح ہے حالانکہ باپ بیٹے کے رنگوں میں اختلاف تھا تو اس کی اس بات سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے کیونکہ قیافہ شناس کی یہ بات ان مشرکین کو الزام تراشی سے روکنے کے لئے کافی تھی، اس لئے کہ وہ لوگ قیافہ شناسِ کی باتوں پر یقین رکھتے تھے''۔ [۲]

---

(۱) بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، باب مناقب زید بن حارثۃ، ح ۳۷۳۱۔

(۲) فتح الباری، ج ۱۲ ص ۵۷۔

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کفار و مشرکین تو قیافہ شناسوں کو حجت سمجھتے تھے لیکن اللہ کے رسول ﷺ نے اس قیافہ شناس کو کیسے حجت سمجھا؟ حافظ ابن حجرؒ، امام بخاریؒ کے حوالے سے اس سوال کے جواب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ

"وجہ ادخال هذا الحديث فى كتاب الفرائض الرد على من زعم ان القائف لا يعتبر قوله فانه من اعتبر قوله فعمل به لزم منه حصول التوارث بين الملحق و الملحق به"(۱)

"یعنی امام بخاریؒ نے اس حدیث کو 'کتاب الفرائض' میں اس لئے بیان فرمایا ہے تا کہ ان لوگوں کی تردید ہو جائے جو قیافہ دان کو معتبر و حجت نہیں سمجھتے اور یہ بھی واضح ہو جائے کہ جو قیافہ شناس کے قول کو حجت و سند تسلیم کر کے اس کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں تو اس (فیصلے) سے بچے اور باپ کے مابین وراثت کے احکام جاری ہوں گے"۔

مذکورہ روایت کے حوالہ سے امام خطابیؒ فرماتے ہیں کہ

"یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ قیافہ شناس کی بات پر عمل کیا جائے گا اور ان کے کہنے پر بچے کا نسب ملانے کا فیصلہ صحیح ہو گا کیونکہ اللہ کے رسول صرف اسی بات پر خوشی کا اظہار کر سکتے ہیں جو آپ ﷺ کے نزدیک حق ہو"۔(۲)

صاحبِ مفتاح السعادۃ فرماتے ہیں کہ

"امام شافعیؒ کا کہنا ہے کہ اگر قیافہ شناس کی بات حجت نہ ہوتی تو آنحضرت ﷺ اس پر مسرور نہ ہوتے جبکہ امام ابو حنیفہؒ کا کہنا کہ اللہ کے رسول ﷺ قیافہ شناس کی بات پر اس لئے خوش ہوئے تھے کہ اس سے مشرکین کا الزام رفع ہو جائے گا کیونکہ مشرکین کے ہاں قیافہ شناس کی بات حجت تھی اور آپ ﷺ اس لئے خوش نہیں ہوئے کہ فی الواقع قیافہ شناس کی بات شرعی حجت ہے"۔(۳)

(۱) ایضاً۔ (۲) معالم السنن، ج۳ ص ۲۷۵۔

(۳) مفتاح السعادۃ، ج۱ ص ۳۳۰۔

دوسری دلیل

صحیح البخاری وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عدالت میں اپنی بیوی پر شریک بن سحماء کے ساتھ (زنا کرنے کی) تہمت لگائی۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

"گواہ لاؤ ورنہ تمہاری پیٹھ پر حد لگائی جائے گی"۔

انہوں نے عرض کیا "یارسول اللہ! ایک شخص اپنی بیوی کو غیر کے ساتھ مبتلا دیکھے پھر کیا ایسی حالت میں گواہ تلاش کرنے جائے گا؟! لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہی فرماتے رہے کہ "گواہ لاؤ وگرنہ تمہاری پیٹھ پر حد جاری کی جائے گی"۔ اس پر ہلال نے کہا کہ

"قسم اس ذات کی جس نے آپ کو نبی بنا کر بھیجا ہے، میں سچا ہوں اور اللہ تعالیٰ ضرور اس کے بارے میں کوئی ایسی وحی نازل فرمائیں گے جو مجھے حد سے بچا لے گی"۔

پھر حضرت جبریل علیہ السلام حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ وحی لے کر حاضر ہوئے: ﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ أَزْوَاجَهُمْ سے لے کر اِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِينَ﴾ تک، (یعنی وہ آیات جن میں لعان کا حکم ہے)۔ نزولِ وحی کا سلسلہ ختم ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آدمی بھیج کر ہلال اور اس کی بیوی کو بلوایا۔ ہلال نے لعان کی قسمیں کھائیں۔ پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بخوبی جانتے ہیں کہ تم میں ایک ضرور جھوٹا ہے تو کیا وہ توبہ کے لئے تیار ہے؟ پھر عورت کھڑی ہوئی اور اس نے بھی اپنے حق میں قسمیں کھائیں جب وہ پانچویں قسم (کہ اگر میں جھوٹی ہوئی تو مجھ پر اللہ کا عذاب نازل ہو) کھانے لگی تو لوگوں نے اسے روکنے کی کوشش کی اور کہا کہ (اگر تم جھوٹی ہو تو) اس سے تم پر اللہ کا عذاب ضرور نازل ہوگا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اس پر وہ عورت ہچکچائی تو ہم نے سمجھا کہ وہ اپنا بیان واپس لے لے گی لیکن اس نے پانچویں قسم کھالی اور کہا کہ میں اپنی قوم کو زندگی بھر کے لئے رسوا نہیں کر سکتی۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (لوگوں سے) فرمایا کہ دیکھنا اگر اس کا بچہ

خوب سیاہ آنکھوں والا، بھاری سرین اور بھری ہوئی پنڈلیوں والا (پیدا) ہوا تو پھر وہ شریک بن سحماء کا ہوگا۔ چنانچہ وہ بچہ اسی شکل وصورت کا پیدا ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ "اگر کتاب اللہ کا حکم نہ آ چکا ہوتا تو میں ضرور اس عورت کو رجم کی سزا دیتا"۔ (۱)

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ

((لَوْ لَا الْاَیْمَانُ لَکَانَ لِیْ وَلَهَا شَأْنٌ)) (۲)

"یعنی اگر لعان نہ ہوتا تو میں اسے رجم کرتا۔"

روایت کے ان الفاظ کے حوالے سے ابن قدامہ حنبلیؒ فرماتے ہیں کہ

"لـولا الایـمان لکان لی ولها شان، یدل علی انه لم یمنعه من العمل بالشبه الا الایمان فاذا انتفی المانع یجب العمل به لوجود مقضیه" (۳)

"اس جملے (یعنی لـو لا الایـمـان ...) سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کو 'شبہ' پر عمل کرنے سے صرف 'لعان' نے روکا ہے (اس سے معلوم ہوا کہ لعان ایک مانع ہے) لہٰذا جب مانع نہیں ہوگا تو شبہ کی بنیاد پر فیصلہ کرنا لازم ہوگا کیونکہ شبہ (اس فیصلے کا) متقاضی ہے"۔

امام شوکانیؒ اس روایت کے بعد رقمطراز ہیں کہ

"قیافہ شناس کی بات کے حجت ہونے کے دلائل میں سے ایک قوی دلیل یہ لعان والی حدیث ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر اس عورت نے فلاں فلاں اوصاف کا حامل بچہ جنم دیا تو وہ فلاں کا ہے۔ آپ ﷺ کی یہ بات مشابہت کے معتبر و حجت ہونے کی دلیل ہے۔ (چونکہ یہاں لعان مانع تھا اس لئے آپ ﷺ نے اس قیافہ پر عمل نہ کیا) اس سے یہ معلوم ہوا کہ قیافہ دان کی بات اس وقت حجت تسلیم ہوگی جب کوئی مانع نہ ہو"۔ (٤)

---

(۱) بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : و یدرأ عنها العذاب، ح٤٧٤٧۔ احمد، ١/٢٣٨۔

(۲) احمد، ج١ ص٢٣٨۔ السنن الکبری، للبیهقی، ج٧ ص٣٩٤۔ ابو داؤد، ح ٢٢٥٦۔

(۳) المغنی، لابن قدامه، ج٨ ص ٣٧٣۔ (٤) نیل الاوطار، ج٤ ص ٣٨٢، ٣٨٣۔

اس کے برعکس فقہائے حنفیہ اس روایت سے اپنے موقف کی دلیل پکڑتے ہوئے کہتے ہیں کہ

''لعان میں قائف کی طرف رجوع کا حکم نہیں دیا گیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر قائف کی بات حجت ہوتی تو بوقت شبہ اس کی طرف رجوع کرنا معتبر قرار پاتا''۔ (۱)

جبکہ دیگر فقہاء نے لعان کو مانع قرار دیا ہے اور مذکورہ روایت کے ان الفاظ: ((لَوْ لَا الْاَیْمَانُ لَکَانَ لِیْ وَلَھَا شَأْنٌ)) ہی سے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے کہ

''حضور نبی کریم ﷺ کے اس فرمان سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر 'لعان' نہ ہوتا تو آپ ضرور 'شبہ' (یعنی بچے کی زانی سے مشابہت) کی بنیاد پر فیصلہ فرماتے، اس کے لئے قیافہ دان کی بات حجت ہوگی بشرطیکہ کوئی قوی مانع (لعان یا فراش وغیرہ) نہ ہو''۔ (۲)

تیسری دلیل

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

''عتبہ بن ابی وقاص (کافر) نے (مرنے سے پہلے) اپنے بھائی سعد بن ابی وقاص (جو مسلمان ہو گئے تھے) کو وصیت کی تھی کہ ''زمعہ'' کی باندی کا بچہ میرا ہے اس لئے تم اسے اپنی ولایت میں لے لینا۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جس سال مکہ فتح ہوا، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اس لڑکے کو اٹھا لیا اور کہا کہ یہ میرے بھائی (عتبہ) کا بچہ ہے اور انہوں نے اس کے متعلق مجھے وصیت کی تھی جبکہ عبد بن زمعہ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ یہ میرے باپ کی لونڈی کا لڑکا ہے اور میرے باپ کے بستر پر پیدا ہوا ہے۔ بالآخر دونوں حضرات یہ مقدمہ حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ میرے بھائی کا لڑکا ہے اور مجھے

---

(۱) المبسوط، للسرخسی، ج ۱۷ ص ۱۰۷۔

(۲) دیکھیے: المغنی، لابن قدامہ، ج۸ ص ۳۷۱ تا ۳۷۴۔ نیل الاوطار، ج ٤ ص ۲۸۲۔

انہوں نے اس کے بارے میں وصیت کی تھی۔ پھر عبد بن زمعہ نے کہا کہ یہ (بچہ) میرا بھائی ہے اور میرے باپ کی لونڈی کا لڑکا ہے اور یہ میرے باپ کے بستر پر پیدا ہوا ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے (دونوں طرف سے بیان سننے کے بعد) فرمایا کہ اے عبد بن زمعہ! یہ لڑکا تمہارے پاس ہی رہے گا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''بچہ اسی کا ہوگا جس کے بستر پر پیدا ہو، اور زانی کے لئے پتھروں کی سزا ہے''۔ پھر آپ ﷺ نے (عبد کی بہن) حضرت سودہ رضی اللہ عنہا (جو ایک لحاظ سے اب اس لڑکے کی بہن بنتی تھیں اور حضور نبی اکرم ﷺ کی بیوی بھی تھیں) سے فرمایا کہ ''اس لڑکے سے پردہ کرنا کیونکہ آپ ﷺ نے اس لڑکے میں عتبہ کی مشابہت محسوس کر لی تھی''۔ پھر (حضرت سودہؓ کے پردہ کرنے کی وجہ سے) اس لڑکے نے انہیں مرتے دم تک نہیں دیکھا''۔[1]

بعض شارحین نے اس روایت میں مذکور واقعہ کی تفصیل اس طرح بیان کی ہے کہ

''عتبہ بن ابی وقاص، حضرت سعد بن ابی وقاص مشہور صحابی کا بھائی تھا۔ عتبہ اسلام کے شدید دشمنوں میں سے تھا اور کفر ہی پر اس کی موت واقع ہوئی۔ زمعہ نامی ایک شخص کی لونڈی سے اسی عتبہ نے زنا کیا اور وہ حاملہ ہوگئی۔ عتبہ جب مرنے لگا تو اس نے اپنے بھائی حضرت سعد بن ابی وقاص کو وصیت کی کہ زمعہ کی لونڈی کا حمل مجھ سے ہے، لہٰذا اس کے پیٹ سے جو بچہ پیدا ہو اس کو تم اپنی تحویل میں لے لینا۔ چنانچہ زمعہ کی لونڈی کے بطن سے لڑکا پیدا ہوا اور وہ انہی کے ہاں پرورش پاتا رہا۔ جب مکہ فتح ہوا تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ اپنے بھائی کی وصیت کے تحت اس بچہ کو اپنی پرورش میں لے لیں مگر زمعہ کا بیٹا عبد بن زمعہ کہنے لگا کہ یہ میرے والد کی لونڈی کا بچہ ہے، اس لئے اس کا وارث میں ہوں۔ جب یہ مقدمہ عدالتِ نبویؐ میں پیش ہوا

(۱) بخاري، كتاب البيوع، باب تفسير المشبهات، ح-۲۰۵۳۔

تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ

((اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ حَجَرٌ))

''بچہ اسی کا مانا جائے گا جس کے بستر پر وہ پیدا ہوا ہے''۔ اگر چہ وہ کسی دوسرے فرد کے زنا کا نتیجہ ہے۔ اس فرد (زانی) کے حصہ میں شرعی حد سنگساری ہے۔ (اگر وہ شادی شدہ ہو وگرنہ سو کوڑے اور ایک سال جلا وطنی) اس قانون کے تحت حضور نبی اکرم ﷺ نے وہ بچہ عبد بن زمعہ ہی کو دے دیا مگر بچہ کی مشابہت عتبہ بن ابی وقاص ہی سے تھی۔ اس لئے اس شبہ کی بنیاد پر حضور ﷺ نے حضرت ام المؤمنین سودہ کو پردے کا حکم فرمایا۔ وہ زمعہ کی بیٹی ہونے کے ناطے بظاہر اس لڑکے کی بہن تھیں مگر لڑکا مشتبہ ہو گیا لہٰذا مناسب ہوا کہ وہ اس سے غیروں کی طرح پردہ کریں۔ حضرت امام بخاریؒ کے نزدیک سودہ رضی اللہ عنہا کو پردہ کا حکم اس اشتباہ کی وجہ سے احتیاطاً دیا گیا تھا کہ باندی کے ناجائز تعلقات عتبہ سے تھے اور بچے میں اس کی مشابہت تھی''۔ (۱)

جن فقہاء نے 'شبہ' کی بنیاد پر قیافہ شناس کے قول کو حجت تسلیم نہیں کیا وہ بھی اپنے موقف کی تائید میں درج بالا روایت پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر 'شبہ' کی بنیاد پر فیصلہ معتبر ہوتا تو آنحضرت ﷺ لازمی طور پر اس بچہ کو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے حوالہ کرتے کیونکہ ان کے بھائی عتبہ کی مشابہت بالکل نمایاں تھی لیکن اس کے برعکس آنحضرت ﷺ نے یہ بچہ عبد بن زمعہ کے حوالے کر دیا اور شبہ کو اہمیت نہیں دی۔

اس کے برعکس 'شبہ' کو معتبر و حجت تسلیم کرنے والے فقہاء بھی اسی روایت سے استدلال کرتے ہیں اور مذکورہ اعتراض کا یہ جواب دیتے ہیں کہ

'' أنما لم يعمل به فى ابن زمعة لأن الفراش أقوى و ترك العمل بالبينة لمعارضة ماهو أقوى منها لا يوجب الأعراض عنها اذا خلت عن المعارض'' (۲)

---

(۱) صحیح البخاری، ترجمہ و تشریح، از: محمد داؤد راز دہلوی، ج ۳ ص ۲۷۴۔

(۲) المغنی، ج ۸ ص ۳۷۳۔

''آپ ﷺ نے زمعہ کے بیٹے کے حوالے سے قیافہ شناسی پر اس لئے عمل نہیں کیا کہ (یہاں) فراش زیادہ قوی قرینہ ہے اور کسی قوی تر دلیلِ معارض کی وجہ سے دوسری دلیل کو چھوڑنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ جب وہ معارض دلیل نہ ہو تب بھی اس کم تر قوی (متروکہ) دلیل پر عمل نہ کیا جائے (بلکہ اس وقت کم تر دلیل ہی حجت ہوگی)''۔

اس سے معلوم ہوا کہ بچہ جس شخص کے گھر اور بستر پر پیدا ہوا اور وہ شخص اس عورت کا جائز شوہر یا مالک (سید) ہو تو وہ بچہ اسی گھر اور بستر کے مالک کا ہوگا۔ گو اس عورت کے کسی غیر سے ناجائز تعلقات کی بنا پر بچے کی شکل وصورت حقیقی شوہر یا آقا کی بجائے اس زانی ہی سے کیوں نہ ملتی ہو اور قیافہ شناس بھی اس زانی کو ایسے بچے کا باپ قرار دے رہا ہو تب بھی اس بچہ کو صاحبِ فراش کی طرف منسوب کیا جائے گا البتہ زانی کو شرعی سزا دی جائے گی بشرطیکہ اس کا زنا گواہوں کی بنیاد پر ثابت ہو جائے۔

مذکورہ صورت میں قیافہ شناس کی بات اس لئے حجت نہیں کہ شریعت نے 'فراش' کے قرینہ کو 'قیافہ شناسی' کے قرینہ سے زیادہ قوی بلکہ قانونی طور پر 'سند' قرار دیا ہے، اس لئے ایسی صورت میں جبکہ ایک طرف صاحبِ فراش ہو اور دوسری طرف قیافہ شناس، تو قیافہ شناس پر صاحبِ فراش بہرصورت قابل ترجیح ہوگا۔ اسی لئے فقہائے ثلاثہ نے ایسی صورت میں 'فراش' کو 'لعان' کی طرح مانع قرار دیا ہے یعنی اگر یہ موانع نہ ہوں تو پھر قیافہ شناس کی بات ہی حجت ہوگی اور اگر ان میں سے کوئی مانع ہو تو پھر قیافہ شناس کی بات شرعی نقطۂ نگاہ سے حجت تسلیم نہیں ہوگی۔

حضرت عمرؓ اور قیافہ شناسی

حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود بھی قیافہ شناسی کی اہلیت رکھتے تھے اور بہت سے پیچیدہ مسائل میں دیگر ماہر قیافہ شناسوں کی خدمات بھی حاصل کیا کرتے تھے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

کہ

"وقد أخرج يزيد بن هارون في الفرائض بسند صحيح الى سعيد بن المسيب أن عمر كان قائفا" (١)

''یزید بن ہارون نے فرائض (کتاب) میں سعید بن مسیّب سے بسند صحیح روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ قیافہ دان تھے''۔

حافظ ابن قیم، عبدالرزاق کی سند سے بیان کرتے ہیں کہ

"أن عمر ابن الخطاب دعا القافة في رجلين اشتركا في الوقوع على امرأة في طهر واحد وادعيا ولدها فألحقه القافة بأحدهما"

''حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک ایسی عورت کے معاملہ میں قیافہ دان کو طلب کیا کہ جس عورت سے ایک ہی طہر میں دو آدمیوں نے وطی کی تھی اور وہ دونوں اس کے بچے کے مدعی تھے۔ چنانچہ قیافہ شناس نے ان دونوں میں سے ایک کے ساتھ بچے کو ملحق کر دیا''۔ (٢)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بہت سے واقعات میں قیافہ شناس کی رائے کے مطابق فیصلے کئے ہیں۔ (٣)

حتی کہ ابن قدامہ حنبلیؒ اس پر اجماع کا دعویٰ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ

"وكان عمرؓ قضى به بحضرة الصحابة فلم ينكره منكر فكان اجماعا" (٤)

''چونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قیافہ شناس کے قول پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں

---

(١) فتح الباری، ج١٢ ص٥٧۔

(٢) الطرق الحكمية، لابن القيم، ص ٢٥٤۔ حافظ ابن قیمؒ نے اس کی سند کو صحیح و متصل قرار دیا ہے۔

(٣) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: الطرق الحكمية، ص ٢٥٣، ٢٥٥۔ الموطأ، كتاب الاقضية، باب القضاء بالحاق الولد بأبيه، ح ٢٢، ح٢٣، ح٢٤، ح٢٥۔

(٤) المغنی، ج٨ ص٣٧٢۔

فیصلہ کیا اور کسی نے ان پر انکار نہیں کیا اس لئے (اثباتِ نسب میں قیافہ شناس کے قول کے حجت ہونے) پر اجماع ہو گیا۔"

حافظ ابن قیمؒ کی رائے

موصوف قیافہ شناسی کی شرعی حیثیت کے حوالے سے رقمطراز ہیں کہ

"وقد دلت عليها سنة رسول الله ﷺ و عمل خلفائه الراشدين والصحابة من بعدهم منهم عمرؓ بن الخطاب و على بن ابى طالب و أبو موسى الاشعريؓ وابن عباسؓ و أنس بن مالكؓ ولا مخالف لهم فى الصحابة و قال بها التابعين ؛ سعيد بن المسيب و عطاء بن أبى رباح والزهرى و أياس بن معاوية و قتادة و كعب بن سوار و من تابعى التابعين؛ ألليث بن سعد و مالك بن أنس وأصحابه وممن بعدهم ؛ ألشافعى وأصحابه واسحاق و أبو ثور و أهل الظاهر كلهم و بالجملة فهذا قول جمهور الأمة "(۱)

"(اثباتِ نسب میں) قیافہ شناسی کے حجت ہونے پر اللہ کے رسول ﷺ کی سنت بھی دلالت کرتی ہے اور خلفائے راشدین اور ان کے بعد دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل بھی اس کا مؤید ہے۔ صحابہ کرامؓ میں سے حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابو موسیٰ، حضرت ابن عباس اور حضرت انس رضی اللہ عنھم اسے حجت سمجھتے تھے اور کسی صحابی نے بھی ان کی اس بات پر مخالفت نہیں کی۔ پھر تابعین میں سے سعید بن مسیب، عطا، زہری، ایاس بن معاویہ، قتادۃ اور کعب بن سوار رحمھم اللہ بھی اسی کے قائل تھے۔ پھر تبع تابعین میں سے لیث بن سعدؒ، امام مالکؒ اور ان کے اصحاب اس کے قائل رہے اور ان کے بعد امام شافعیؒ اور ان کے اصحاب اور اسحاقؒ، ابو ثورؒ اور تمام اہل ظاہر اس کے قائل تھے۔ بالاختصار یہ کہ جمہور علماءِ امت کا یہی قول ہے"۔

(۱) الطرق الحكمية ، ص ۲۵۲۔

۲۔فوجداری جرائم میں قیافۃ الاثر کی شرعی حیثیت

قیافہ شناسی کی دوسری قسم قیافۃ الاثر ہے۔اس کی تعریف میں یہ وضاحت ہو چکی ہے کہ یہ ایک ایسا علم ہے جس میں جائے حادثہ پر پاؤں وغیرہ کے نشانات اور دیگر آثار کی مدد سے مطلوب ومقصود تک رسائی حاصل کی جاتی ہے اس لئے اسے ''قیافۃ الاثر'' کہا جاتا ہے۔

کسی معاملہ کی گہرائی تک پہنچنے کے لئے آثار وقرائن کی اہمیت مسلمہ ہے لیکن یاد رہے کہ محض آثار وقرائن کی بنیاد پر ہر فیصلہ نہیں کیا جا سکتا کیونکہ قرائن، آثار، علامات، امارات و نشانات وغیرہ مجرم یا امر واقعہ کی معرفت و شناخت میں معاون ہوتے ہیں اس لئے انہیں حادثات و واقعات میں بنیادی طور پر 'معاون' ہی کی حیثیت دی جائے گی ،البتہ اگر آثار و قرائن کے بعد مجرم خود اعتراف جرم کر لے تو پھر اقرار جرم کی بنیاد پر فیصلہ کیا جائے گا۔

اگر کوئی قرینہ قطعی ویقینی ہو تو کیا اس کی بنیاد پر اس طرح شرعی فیصلے کئے جا سکتے ہیں جس طرح 'عینی گواہوں' کی بنیاد پر کئے جاتے ہیں؟ اس بارے اہل علم کا اختلاف ہے۔بعض اس کے حق میں اور بعض اس کے خلاف ہیں جب کہ بعض اہل علم کی رائے یہ ہے کہ دیوانی مقدمات میں قطعی قرائن وآثار کی بنیاد پر فیصلے کئے جا سکتے ہیں مگر فوجداری مقدمات میں محض قرائن کی بنیاد پر حدود جاری کرنے سے اس وقت تک گریز کیا جائے گا جب تک کہ مجرم خود اعتراف جرم نہ کر لے یا پھر عینی گواہ میسر آ جائیں۔

شریعت اس بات کی اجازت دیتی ہے کہ ماہر اور ذہین وفطین کھوجیوں، قیافہ دانوں، عمر رسیدہ تجربہ کاروں حتیٰ کہ کھوجی کتوں اور دیگر جدید آلات سے مختلف حوادث میں استفادہ کیا جائے۔درج ذیل دلائل وامثلہ سے اس کی توضیح کی جاتی ہے۔

پہلی دلیل

قرآن مجید میں حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ میں مذکور ہے کہ ان کے بھائی انہیں

کنویں میں پھینک آئے اور ان کی خون آلود قمیص لا کر اپنے باپ سے کہتے ہیں کہ

﴿ قَالُوا يَا أَبَانَا إِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوسُفَ عِندَ مَتَاعِنَا فَأَكَلَهُ الذِّئْبُ وَمَا أَنتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صَادِقِينَ وَجَاءُوا عَلَىٰ قَمِيصِهِ بِدَمٍ كَذِبٍ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنفُسُكُمْ أَمْرًا فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ ﴾ [سورة يوسف:١٧، ١٨]

''اور وہ کہنے لگے کہ ابا جان! ہم تو آپس میں دوڑ میں لگ گئے اور یوسف کو ہم نے سامان کے پاس چھوڑ دیا پس اسے بھیڑیا کھا گیا، آپ تو ہماری بات نہیں مانیں گے، گو ہم بالکل سچے ہی ہیں اور وہ یوسف کے قمیص کو جھوٹ موٹ کے خون سے خون آلود بھی کر لائے تھے۔ باپ نے کہا یوں نہیں ہوا بلکہ تم نے اپنے جی سے ایک بات بنا لی ہے لہٰذا صبر ہی بہتر ہے اور تمہاری بنائی ہوئی باتوں پر اللہ ہی سے مدد طلب کی جاتی ہے''۔

مفسرین لکھتے ہیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے جب اس خون آلود قمیص کا جائزہ لیا تو پتہ چلا کہ اس میں کوئی چیر پھاڑ کے نشان نہیں بلکہ سارا کرتہ صحیح سالم ہے حالانکہ یہ ایک بدیہی امر تھا کہ اگر بھیڑیئے نے یوسف علیہ السلام کو کھایا ہوتا تو قمیص بالاولیٰ پھٹی ہوتی جبکہ قمیص کا سالم ہونا اس بات کا ثبوت بن گیا کہ یوسف علیہ السلام کو بھیڑیئے نے نہیں کھایا بلکہ اس کے بھائی جھوٹ بولتے ہیں۔ گویا اس علامت کی بنیاد پر حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا کہ تم جھوٹ بولتے ہو۔[1]

اس سے معلوم ہوا کہ آثار و قرائن کی مدد سے حقائق کا سراغ لگایا جا سکتا ہے۔ اخبارات کے مطابق ایک مرتبہ پاکستان کے ایک معروف لیڈر نے سیاسی مفادات کے پیش نظر یہ دعویٰ کیا کہ حکومت کی طرف سے مجھ پر قاتلانہ حملہ کیا گیا ہے، چنانچہ اِدھر انہیں ہسپتال پہنچا دیا گیا اور اُدھر تفتیشی ٹیموں نے جائے وقوعہ کا جائزہ لیا اور سراغ لگانے کے لیے خون کا سیمپل

---

(١) دیکھیے: تفسیر قرطبی، بذیل آیت مذکورہ۔ الأکیل فی استنباط التنزیل، للسیوطی، ص ١٣٠۔ احکام القرآن، لابن العربی، ج٣ ص ١٠٦٥۔

بھی لے لیا۔ بعد میں لیباٹری تحقیقات سے معلوم ہوا کہ یہ انسانی خون نہیں بلکہ بکرے کا خون ہے......!

اسی طرح جب حضرت یوسف علیہ السلام پر عزیز مصر کی بیوی نے بدکاری کی تہمت لگائی تو قرائن و آثار کی بنیاد پر حضرت یوسف علیہ السلام کا صدق ثابت کیا گیا۔ (۱)

دوسری دلیل

صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عکل اور عرینہ (قبائل) کے کچھ لوگ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ منورہ آئے اور اسلام میں داخل ہو گئے پھر انہوں نے کہا: اے اللہ کے نبیؐ! ہم لوگ مویشی رکھتے تھے۔ کھیت وغیرہ ہمارے پاس نہیں تھے۔ (اس لئے ہم صرف دودھ پر گزارا کیا کرتے تھے) چنانچہ انہیں مدینہ کی آب و ہوا ناموافق آئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ اونٹ اور ایک چرواہا ان کے ساتھ کر دیا اور فرمایا: ان اونٹوں کا دودھ اور پیشاب پیو۔ (تو تم صحت یاب ہو جاؤ گے)

وہ لوگ (چراگاہ کی طرف) نکلے حتی کہ جب مقام حرہ کے قریب پہنچے تو اسلام سے پھر گئے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹوں کو لے کر بھاگ نکلے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پیچھے کچھ لوگوں کو دوڑایا (اور بالآخر یہ پکڑے گئے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری گئیں (کیونکہ انہوں نے بھی چرواہے کو اسی طرح قتل کیا تھا) اور انہیں حرہ کے کنارے پھینک دیا گیا حتیٰ کہ وہ اسی حالت میں مر گئے"۔ (۲)

مذکورہ روایت میں یہ بات قابل غور ہے کہ آپ نے ان مخبروں کو پکڑنے کے لئے ان کے پیچھے کچھ لوگوں کو روانہ کیا جبکہ دیگر روایات میں ہے کہ

---

(۱) دیکھیے: سورۃ یوسف: آیات ۲۵ تا ۲۸۔

(۲) بخاری، کتاب المغازی، باب قصة عکل و عرینة، ح۴۱۹۲۔ مسلم، کتاب القسامة و کتاب المحاربین، ح۱۶۷۱۔ نسائی، ح۴۰۳۶۔

"وعنده شباب من الأنصار قريب من عشرين فأرسلهم اليهم وبعث معهم قائفا يقتص اثرهم" (۱)

"(جب آپ ﷺ کے پاس چرواہے کے قتل کی خبر پہنچی تو اس وقت) آپ ﷺ کے پاس تقریباً بیس (۲۰) انصاری نوجوان تھے۔ آپ ﷺ نے انہیں ان (مجرموں) کے تعاقب میں روانہ کیا اور ان کے ساتھ ایک قیافہ شناس بھی روانہ کیا جو ان (مجرموں) کے قدموں کے نشان تلاش کرتا تھا"۔ سنن ابی داؤد میں ہے کہ

"فبعث رسول الله ﷺ فی طلبهم قافة فأتی بهم" (۲)

"اللہ کے رسول ﷺ نے ان مجرموں کے تعاقب میں چند قیافہ شناس (بھی) روانہ کئے اور بالآخر ان مجرموں کو گرفتار کر لیا گیا"۔

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مجرموں کی سراغ رسانی کے لئے قیافہ دانوں اور کھوجیوں کی خدمات حاصل کرنا درست ہے۔ حافظ ابن قیمؒ اس واقعہ کے بعد فرماتے ہیں:

"حاصل کلام یہ ہے کہ اس واقعہ سے قیافہ دانوں کے معتبر و حجت ہونے اور ان پر اعتماد کرنے کی دلیل حاصل ہوتی ہے جیسا کہ قدموں کے نشانات سے مطلوبہ افراد پر استدلال کیا گیا ہے۔" (۳)

تیسری دلیل

عہدِ فاروقی میں ایک مرتبہ ایک عورت کسی نوجوان انصاری پر فریفتہ ہو گئی اور اسے بدکاری کی دعوت دینے لگی مگر اس انصاری شخص نے اسے موقع نہ دیا تو اس عورت نے یہ حیلہ کیا کہ ایک انڈہ لیا اور اس کی زردی ضائع کر کے اس کی سفیدی اپنے کپڑوں اور رانوں کے درمیان گرادی، پھر اسی حالت میں چیختی چلاتی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جا پہنچی اور کہنے لگی

(۱) مسلم، کتاب القسامة، باب حکم المحاربین و المرتدین، ح۱۶۷، ۴۳۵۸۔

(۲) سنن ابی داؤد، کتاب الحدود، باب ماجاء فی المحاربة، ح۴۳۵۸۔

(۳) الطرق الحکمیة، ص ۲۵۴۔

کہ فلاں شخص نے میرے ساتھ زیادتی کی ہے اور یہ 'نشانات' اس کا بین ثبوت ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیگر عورتوں کو تحقیق کے لئے بلوایا۔ وہ عورتیں کہنے لگیں کہ ہاں اس کے جسم اور کپڑوں پر منی ہی کے نشانات ہیں۔ اب اس انصاری شخص کو گمان ہو گیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھے سزا دیں گے، تو وہ فریاد رسی کرنے لگا کہ امیر المؤمنین! آپ میرے معاملہ میں توقف فرمائیں۔ اللہ کی قسم! میں نے نہ برائی کی ہے اور نہ ہی برائی کا ارادہ کیا بلکہ اس عورت نے مجھے ورغلانے کی کوشش کی تھی مگر میں گناہ پر آمادہ نہیں ہوا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: اے ابوالحسنؓ! اس معاملہ میں آپ کی کیا رائے ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کپڑوں کا جائزہ لیا، پھر گرم کھولتا ہوا پانی منگوایا اور کپڑے پر ڈالنے لگے۔ دریں اثنا وہ سفیدی (جسے منی سمجھا جا رہا تھا اچانک) جمنا شروع ہو گئی۔ پھر حضرت علیؓ نے اسے اتارا اور سونگھنے کے بعد اس کا ذائقہ چکھا تو انہیں معلوم ہو گیا کہ یہ انڈے کا ذائقہ ہے۔ پھر انہوں نے اس عورت کی زجر و توبیخ کی تو اس عورت نے اپنی تہمت کا اعتراف کر لیا۔[1]

حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ ''یہاں ظاہری علامات پر فیصلہ موقوف کیا گیا ہے اس لئے کہ منی کو آگ کی حرارت پگھلا کر مضمحل کر دیتی ہے جبکہ انڈے کی سفیدی اس حرارت سے جامد ہو جاتی ہے''۔[2]

چوتھی دلیل

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک نوجوان کی لاش لائی گئی جسے کسی نے قتل کر کے راستے میں پھینک دیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس معاملے میں کافی بھاگ دوڑ کی لیکن قاتلوں کا سراغ تک نہ ملا اور آپؓ پر یہ معاملہ بڑا مشکل ہو گیا۔ آپؓ نے دعا مانگی: یا اللہ! مجھے اس کے قاتل تک پہنچنے میں کامیابی عطا فرما۔ پھر ایک سال کے بعد عین اسی جگہ ایک

---

(۱) الطرق الحکمیة، ص ۵٦۔ (۲) ایضاً۔

نومولود بچہ ملا جہاں سے مقتول ملا تھا۔ اس بچے کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ اگر اللہ نے چاہا تو اب میں مقتول کا سراغ لگانے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔

حضرت عمرؓ نے وہ بچہ ایک عورت کے سپرد کر دیا کہ وہ اس کی پرورش کرے اور بیت المال سے اس کا خرچہ وصول کرے اور اسے سمجھا دیا کہ اگر کوئی شخص تم سے یہ بچہ منگوائے تو اسے پہچان لینا اور اگر کوئی عورت تم سے یہ بچہ حاصل کر کے اس سے (بہت زیادہ) پیار کرے تو اس عورت کا پتہ مجھے بتا دینا۔ یہ بچہ اس عورت کے پاس پرورش پانے لگا حتیٰ کہ ایک لونڈی آئی اور اس عورت سے کہنے لگی کہ میری مالکہ نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے تاکہ میں اس بچے کو تھوڑی دیر کے لئے اپنی مالکہ کے پاس لے جاؤں۔ پھر میں اسے تمہارے پاس واپس لے آؤں گی۔ اس عورت نے کہا کہ بالکل لے جاؤ لیکن میں بھی تمہارے ساتھ تمہاری مالکہ کے ہاں جاؤں گی۔ چنانچہ وہ عورت اس بچے کو لے کر اس باندی کے ساتھ اس کی مالکہ کے پاس چلی گئی۔

اس مالکہ نے جب اس بچے کو دیکھا تو اسے اپنے سینہ سے لگا لیا اور خوب پیار کرنے لگی اور معلوم ہوا کہ یہ کسی انصاری صحابی کی بیٹی ہے۔ پھر بچہ کی نگہداشت کرنے والی عورت نے حضرت عمر کو اس معاملے کی خبر دی تو حضرت عمرؓ نے اپنی تلوار پکڑی اور اس عورت (مالکہ) کے گھر جا پہنچے۔ اس مالکہ کا باپ گھر کے دروازے کے پاس آرام کر رہا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے باپ سے پوچھا کہ تمہاری فلاں بیٹی کیسی ہے؟

اس نے کہا: امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ اسے اجر کثیر سے نوازے وہ تو بڑی نیک، دیندار، صوم وصلوٰۃ کی پابند اور اللہ تعالیٰ اور والدین کے حقوق کا بڑا لحاظ رکھنے والی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ اسے مزید نیکی کی نصیحت کروں۔

اجازت پانے کے بعد حضرت عمرؓ نے اس عورت کو بالکل الگ کر لیا اور اپنی تلوار سونتے ہوئے کہا کہ ”سچ سچ بات بتانا ورنہ تمہاری گردن کاٹ دوں گا“۔ چونکہ حضرت عمر جھوٹ نہیں بولتے تھے اس لئے اس عورت نے کہا: ”بخدا! میں آپ کو سچ سچ بتا دیتی ہوں۔

دراصل ایک بڑھیا میرے پاس آیا جایا کرتی تھی جس نے مجھے اپنی بیٹی کا اور میں نے اسے ماں کا درجہ دے رکھا تھا۔ ایک مرتبہ وہ آ کر کہنے لگی کہ مجھے ایک سفر پر جانا ہے اور میری نوجوان بیٹی اکیلی ہے، میں اسے تمہارے پاس چھوڑ کر جانا چاہتی ہوں تاوقتیکہ میں سفر سے واپس آ جاؤں۔ لیکن وہ لڑکی نہیں بلکہ نوخیز لڑکا تھا۔ البتہ اس کی چال ڈھال لڑکیوں جیسی تھی اور جب وہ اسے میرے پاس چھوڑ گئی تو میں اسے لڑکی ہی سمجھتی رہی اور وہ بھی میرے ساتھ اسی طرح بات چیت کرتا جس طرح لڑکیاں آپس میں کرتی ہیں۔ ایک دن میں سوئی ہوئی تھی کہ اس نے میرے ساتھ مباشرت کر ڈالی تو میں نے ایک چھری کے ساتھ اسے قتل کر کے وہاں پھینک ڈالا جہاں سے آپ کو وہ مقتول ملا تھا۔ پھر اس کی مباشرت سے یہ بچہ پیدا ہوا جسے میں نے اسی کے زانی باپ والی جگہ جا پھینکا۔ بخدا! ان دونوں کا یہی معاملہ ہے''۔

حضرت عمرؓ نے ساری بات سن کر فرمایا کہ ''تم نے واقعی سچ بولا ہے'' اور پھر اسے کچھ نصیحت کی اور دعا دے کر باہر تشریف لے آئے اور اس کے باپ سے کہنے لگے کہ ''تمہاری بیٹی واقعی بہت نیک ہے'' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ واپس لوٹ آئے۔[1]

۳۔ دیوانی مقدمات میں قیافہ شناسی کی شرعی حیثیت

جس طرح فوجداری جرائم میں قیافہ دانوں اور کھوجیوں کی خدمات حاصل کرنا شرعاً جائز ہے اسی طرح دیوانی مقدمات میں بھی ان کی مدد لی جاسکتی ہے۔ اس سلسلہ میں شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ رقمطراز ہیں کہ

''جس طرح کسی گمشدہ چیز پر دو آدمی مدعی ہوں تو اس چیز کے صحیح اوصاف بتانے والے کے حق میں ہم فیصلہ دیں گے اور یہ قیافہ سے ملتی جلتی صورت ہے۔ اسی طرح اگر دو آدمی کسی پودے یا کھجور کے بارے میں جھگڑا کریں جبکہ وہ ان دونوں کے ہاتھ (قبضہ)

(۱) الطرق الحكمية، ص ٣٣، ٣٤۔

میں ہو تو اس جھگڑے کا فیصلہ اہل خبرہ (یعنی کھوجی یا قیافہ شناس یا ماہر فن یا صاحب فہم و فراست) لوگ کریں گے۔ اسی طرح جیسے نسب کے جھگڑے میں قیافہ شناسوں کی طرف رجوع کیا جاتا ہے ویسے ہی دیگر مقدمات و معاملات میں ان کی طرف رجوع کیا جائے گا اور یہ اس وقت ہوگا جب مدعی برابر درجہ کے ہوں"۔ (۱)

دیوانی مقدمات کے سلسلہ میں جن شرعی دلائل کو پیش کیا جاتا ہے ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

پہلی دلیل

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنگ بدر میں، میں صف میں کھڑا تھا کہ میں نے اپنے دائیں اور بائیں قبیلہ انصار کے دو نوعمر لڑکے کھڑے تھے۔ میں نے آرزو کی کہ کاش! میں ان سے زبردست (اور زیادہ) عمر والوں کے درمیان ہوتا۔ ایک لڑکے نے میری طرف اشارہ کیا اور پوچھا چچا جان! آپ ابوجہل کو پہچانتے ہیں؟ میں نے کہا ہاں! لیکن بیٹا تم لوگوں کو اس سے کیا سروکار؟ لڑکے نے کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا ہے۔ قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر وہ مجھے مل گیا تو اس وقت تک میں اس سے جدا نہیں ہوں گا جب تک کہ ہم میں سے کوئی ایک جس کی قسمت میں پہلے مرنا ہوگا، مر نہ جائے۔ (ابن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ) مجھے اس پر بڑی حیرت ہوئی۔

پھر دوسرے لڑکے نے مجھے اشارہ کیا اور وہی باتیں اس نے بھی کہیں۔ ابھی چند منٹ ہی گزرے تھے کہ مجھے ابوجہل دکھائی دیا جو لوگوں (کفار کے لشکر) میں گھومتا پھر رہا تھا۔ میں نے ان لڑکوں سے کہا کہ جس کے متعلق تم مجھ سے پوچھ رہے تھے، وہ سامنے (نظر آ رہا) ہے۔ دونوں نے اپنی تلواریں سونتیں اور اس پر جھپٹ پڑے اور حملہ کر کے اسے قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے قتل کی خبر

(۱) الفتاوی الکبری، ج ۵ ص ۵۰۹

دی۔ آنحضرت ﷺ نے پوچھا کہ ''تم دونوں میں سے کس نے اسے مارا ہے؟'' دونوں لڑکوں میں سے ہر ایک نے کہا کہ ''میں نے اسے مارا ہے''۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ ''تم نے اپنی تلواریں صاف کر لی ہیں؟'' انہوں نے عرض کیا کہ ''نہیں''۔ تو آپ ﷺ نے ان دونوں کی تلواروں کو دیکھا اور فرمایا کہ ''تم دونوں ہی نے اسے مارا ہے''۔ پھر آپ ﷺ نے اس (مقتول) کا سارا سامان معاذ بن عمرو بن جموع کو دے دیا۔ یہ دونوں نوجوان معاذ بن عفراء اور معاذ بن عمرو بن جموع تھے''۔ (۱)

بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مقتول کافر کا مالِ غنیمت اسے دیا جائے گا جس نے اسے قتل کیا ہو جیسا کہ ایک روایت میں ہے:

((مَنْ قَتَلَ قَتِيلًا لَهُ عَلَيْهِ بَيِّنَةٌ فَلَهُ سَلَبُهُ)) (۲)

''جس نے کسی کافر کو قتل کیا اور اس کا ثبوت بھی بہم پہنچا دیا تو اس مقتول کا مال اسی قاتل کو ملے گا''۔

اس لحاظ سے ابوجہل کا مالِ غنیمت ان دونوں نوجوانوں میں سے کسی ایک یا پھر دونوں کا حق قرار پاتا تھا۔ اب اس فیصلے کے لئے نبی کریم ﷺ نے آثار و علامات کو بنیاد بناتے ہوئے ان دونوں کی تلواروں کا جائزہ لیا اور آپ ﷺ اس نتیجہ پہنچے کہ ان دونوں ہی نے ابوجہل کو قتل کیا ہے، اس لئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ

((كِلَاكُمَا قَتَلَهُ)) ''یعنی تم دونوں نے اس بدبخت کو مارا ہے''۔ (۳)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر حضرت معوذؓ و معاذؓ دونوں کی تلواروں پر لگے خون کے آثار سے آنحضرت ﷺ نے یہ فیصلہ کیا کہ دونوں نے اسے برابر قتل کیا ہے تو پھر مالِ غنیمت صرف ایک کو کیوں دیا بلکہ اسے دونوں میں برابر تقسیم کرنا چاہیے تھا؟

---

(۱) بخاری، کتاب فرض الخمس، باب من لم يخمس الاسلاب و من قتل ......، ح ۳۱٤۱۔

(۲) بخاری، ایضاً، ح ۳۱٤۲۔ مسلم، ح ۱۷۵۱۔ ابو داود، ح ۲۷۱۷۔ ترمذی، ح ۱۵٦۲۔

(۳) دیکھیے: فتح الباری، ج ٦ ص ۲٤۸۔

شارحینِ حدیث نے اس سوال کا ایک جواب تو یہ دیا ہے کہ

''معاذ بن عمرو نے چونکہ ابوجہل کو قتل کرنے میں زیادہ کام دکھایا تھا، اس لئے اسے ہی آپ ﷺ نے مالِ غنیمت عنایت فرمایا۔ جبکہ اس سے زیادہ بہتر جواب یہ ہے کہ مالِ غنیمت میں واقعی معوذؓ و معاذؓ دونوں کا حصہ بنتا تھا مگر آپ ﷺ نے صرف حضرت معاذؓ ہی کو مالِ غنیمت اس لئے دیا تھا کہ ''حضرت معوذؓ اس معرکے میں شہید ہو گئے تھے''۔ (۱)

دوسری دلیل

ابراہیم بن مرزوق بصری بیان کرتے ہیں کہ

''دو آدمی حضرت ایاس بن معاویہ کے پاس آئے اور ان دونوں کا دو چادروں کے بارے میں جھگڑا تھا جن میں سے ایک چادر سرخ اور دوسری سبز تھی۔ ایک نے کہا کہ میں غسل کے لئے حوض میں داخل ہوا تو میں نے اپنی چادر (ایک طرف) رکھ دی۔ پھر یہ شخص آیا اور اس نے اپنی چادر میری چادر کے نیچے رکھ دی اور غسل کرنے لگا۔ پھر یہ مجھ سے پہلے فارغ ہو کر نکلا اور میری چادر اٹھا کر چلتا بنا جبکہ میں نے حوض سے نکل کر اس کا تعاقب کیا تو یہ کہنے لگا کہ یہ میری چادر ہے۔ ایاس نے اس سے پوچھا کہ تیرے پاس کوئی دلیل ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ تو ایاس نے کہا ایک کنگھی لاؤ۔ کنگھی لائی گی اور یکے بعد دیگرے دونوں کے سروں پر کنگھی کی گئی تو ایک کے سر سے سرخ اون جبکہ دوسرے کے سر سے سبز اون نکلی تو حضرت ایاس رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو سرخ چادر دے دی جس کے سر سے سرخ اون نکلی تھی جبکہ دوسرے کو سبز چادر دی جس کے سر سے سبز اون نکلی تھی''۔ (۲)

قیافۃ الاثر سے متعلقہ ایک اور واقعہ

حافظ ابن قیمؒ نے قیافہ شناسی کے سلسلہ میں ایک اہم واقعہ ذکر کیا ہے، لکھتے ہیں:

(۱) فتح الباری، ج۷ ص۲۹۶۔ (۲) الطرق الحکمیة، ص۱۸۔

''کعب بن سوار جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے قاضی نامزد تھے، ان کے پاس دو عورتیں ایک جھگڑا لے کر حاضر ہوئیں۔ ان دونوں کے پاس اپنا اپنا ایک بچہ تھا۔ دونوں میں جھگڑا ہوا اور ایک نے دوسری عورت کا بچہ مار ڈالا۔ پھر باقی بچنے والے دوسرے بچے پر ان کا جھگڑا شروع ہو گیا۔ ایک کہتی تھی کہ مقتول بچہ اس کا تھا اور زندہ بچ جانے والا یہ بچہ میرا ہے جبکہ دوسری عورت کا دعویٰ یہ تھا کہ باقی بچنے والا بچہ میرا ہے۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ میں حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام کی طرح اتنا ذہین و فطین تو نہیں (۱)، پھر انہوں نے کیچڑ منگوا کر زمین پر پھیلا دیا اور دونوں عورتوں کو حکم دیا کہ اس کیچڑ سے گزریں۔ چنانچہ وہ دونوں عورتیں ننگے پاؤں اس کیچڑ سے گزریں پھر اس بچے کو اس کیچڑ پر سے گزارا گیا اور اس کے بعد حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے ایک ماہر قیافہ شناس طلب کیا اور اسے کہا کہ اس بچے کے پاؤں کے نشانات اور دونوں عورتوں کے پاؤں کے نشانات دیکھ کر یہ فیصلہ کرو کہ اس کی مشابہت کس کے ساتھ ہے؟ چنانچہ قیافہ شناس نے بچے کے پاؤں کے نشانات کو ان میں سے ایک عورت کے پاؤں کے نشانات کے مماثل قرار دیا اور حضرت کعب نے اس بنیاد پر وہ بچہ اسی عورت کے حوالے کر دیا جس کے پاؤں اس کے مشابہ تھے۔ (۲)

---

(۲) انہوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کا حوالہ اس لئے دیا کہ ایک مرتبہ دو عورتوں کا ایک بچے کے بارے میں جھگڑا پیدا ہو گیا۔ ہر ایک دعویٰ تھا کہ وہ بچہ اس کا ہے تو حضرت سلیمان نے اس کی تحقیق کے لئے اپنی خداداد فہم و فراست کو اس طرح استعمال کیا کہ جلاد کو حکم دیا کہ اس بچے کے دو ٹکڑے کر کے دونوں عورتوں کے درمیان نصف نصف تقسیم کر دو۔ یہ حکم سن کر بچے کی حقیقی ماں کی ممتا نے جوش مارا اور وہ چیخ و پکار کرتے ہوئے کہنے لگی کہ نہیں نہیں بچے کے دو ٹکڑے نہ کرو اور یہ زندہ ہی دوسری عورت کو دے دو، میں اس کا مطالبہ نہیں کرتی جبکہ اس کے برعکس دوسری عورت حضرت سلیمان کے اس فیصلہ پر خاموش رہی تو اس سے حضرت سلیمان علیہ السلام کو اندازہ ہو گیا کہ بچے کی زندگی بچانے اور اپنا دعویٰ چھوڑنے والی عورت ہی اصل میں بچے کی ماں ہے۔ چنانچہ آپ نے وہ بچہ اسی عورت (یعنی حقیقی ماں) کے حوالے کر دیا''۔ دیکھیے: بخاری، کتاب الفرائض، ح ٦٧٦٩۔ صحیح مسلم، کتاب الاقضیہ۔ (۲) الطرق الحکمیۃ، ص ۷۸۔

قیافہ شناسی کی بنیاد

دراصل اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں اربوں کھربوں انسان پیدا کیے ہیں اور تا قیامت نامعلوم تعداد تک لوگ پیدا ہوتے رہیں گے لیکن یہ اس مالک الملک کی قدرتِ کاملہ ہے کہ ہر انسان دوسرے سے مختلف اور ممتاز ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ ایک شخص کائنات میں پھیلے ہوئے اربوں انسانوں میں سے کسی دوسرے کے مشابہ نہیں ہوتا بلکہ دو جڑواں بھائی بھی اہل خانہ کے نزدیک الگ الگ پہچان لئے جاتے ہیں لیکن اہل خانہ کے علاوہ دیگر لوگوں کے لئے ان کو پہچاننا قدرے مشکل بلکہ بسا اوقات ناممکن بھی ہو جاتا ہے جبکہ اہل خانہ کے نزدیک ان کی پہچان میں ذرا بھی مشکل نہیں ہوتی۔

اسی طرح ایک نسل یا ملک اور خطے کے لوگ شکل وصورت، رنگت اور عادات وغیرہ میں ایک جیسے ہوتے ہیں مگر متعلقہ نسل یا خطے کے لوگوں میں سے کوئی فرد دوسرے کو پہچاننے میں غلطی کا شکار نہیں ہوتا لیکن دوسری نسل، ملک یا خطے کے لوگ انہیں پہچاننے میں مشکلات کا شکار ہوتے ہیں مثلاً پٹھان، افغان، ترک، چینی، جاپانی یا سوڈانی (حبشی) وغیرہ میں سے کسی ایک نسل کے 10 یا 20 مختلف افراد کو آپ مختلف اوقات میں الگ الگ دیکھیں تو آپ ان سب کو تقریباً ایک ہی شخص خیال کریں گے جبکہ اسی نسل سے تعلق رکھنے والے کسی شخص کو آپ اپنی جگہ کھڑا کر کے یہی مشاہدہ کروائیں تو وہ بیس کے بیس افراد کے بارے میں بتا دے گا کہ ان میں کیا کیا اور کہاں کہاں فرق ہے......!

مذکورہ مثال سے راقم یہ واضح کرنا چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نسل، ہر قبیلے اور خاندان میں اس طرح کا سلسلہ رکھا ہے کہ کوئی بھی ذہین وفطین شخص مختلف آثار وقرائن سے اسے پہچان سکتا ہے اور قیافہ شناس حقیقت میں اس طرح کے کسی انتہائی ذہین وفطین شخص ہی کو کہا جاتا ہے جو مختلف شخصیتوں کے مابین چند ظاہری مماثلت رکھنے والے خدوخال وغیرہ سے یہ معلوم کر لیتا ہے کہ یہ شخص (یا بچہ) فلاں خاندان (یا شخص) کا ہے

قیافہ شناسی کی بعض ناجائز اور بے تکی صورتیں

قیافہ شناسی کی حقیقت وہی ہے جو پیچھے بیان ہوچکی ،لیکن کچھ کاہنوں اور عاملوں نے تکے بازیوں کی بنیاد پر علم قیافہ کی دو قسمیں کر رکھی ہیں۔ ایک کا تعلق صرف چہرے کی شکل و صورت اور خدوخال پر موقوف کیا جاتا ہے جسے 'چہرہ شناسی' یا 'چہروں سے قسمت کا حال معلوم کرنا' بھی کہا جاتا ہے جبکہ دوسری صورت کا تعلق مجموعی طور پر انسان کے سارے جسم، قد، دبلے بدن، یا موٹاپے وغیرہ سے جوڑا جاتا ہے۔

چہرہ شناسی کے حوالے سے ان عاملوں اور کاہنوں کی درج ذیل باتوں کا کوئی اعتبار نہیں ہے:

۱)......جس شخص کے ناک، نتھنے اور ماتھا تقریباً برابر (چپٹا ہوا) ہو تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ وہ کسی اچھے خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ عقلمند ہے، کھیل اور پڑھائی میں یکساں حصہ لیتا ہے، اس کی شادی اور پھر اولاد ہوگی۔

۲)......جس شخص کا ماتھا، ناک یا ٹھوڑی سے بہت چھوٹا ہو اور ناک چہرے کے درمیان تک چلی جائے تو وہ شخص خر دماغ، بے وقوف اور کاہل وجود ہوگا۔

۳)......لمبی ناک، بہادری اور دلیری کی نشانی ہے۔

۴)......چھوٹی ناک والے کو لوگ اہمیت نہیں دیتے۔

۵)......چھوٹی آنکھیں بے غیرت اور ظالم ہونے کی علامت ہیں۔

۶)......زیادہ جھکنے والی آنکھیں تنگ دل اور کمزور دل ہوتی ہیں۔

۷)......چھوٹے کان والا انسان بہت اچھا رہتا ہے لیکن زیادہ چھوٹے کانوں والا بزدل، کمینہ ہوتا ہے۔

۸)......لمبے کانوں والا اچھا انسان ہوتا ہے۔

۹)...... گہرے بھورے بال دلیری اور جرأت کا نشان ہیں۔

۱۰)...... لمبے بالوں والے مرد و زن عجیب طبیعت کے مالک اور ہوائی قلعے بنانے والے ہوتے ہیں۔

مذکورہ بالا تمام باتیں فضول اور حقائق و واقعات کے برعکس ہیں۔اسی طرح ان عاملوں نے پورے جسمانی خدوخال کی بنیاد پر کچھ جھوٹی پیشگوئیاں بھی کر رکھی ہیں ،وہ بھی ذرا ملاحظہ فرمالیں:

۱)...... جس شخص کا سر بڑا اور گول ہوتا ہے، وہ اپنے ارادوں میں پختہ خیال ہوتا ہے۔علاوہ ازیں وہ دیانت دار، نیک خصلت، صاحبِ مروت اور دولت مند ہوتا ہے۔

۲)...... جس آدمی کا سر بڑا اور لمبا ہوتا ہے وہ بے وقوف، کم عقل، کمزور اور حاسد ہوتا ہے۔

۳)...... فراخ پیشانی والا شخص صاحب علم و دانش ہوتا ہے۔

۴)...... ناہموار اور بے اعتدال پیشانی والا آدمی ہمیشہ رنج و مصیبت میں رہتا ہے۔

۵)...... جس شخص کا چہرہ زیادہ پر گوشت ہو تو وہ زندہ دل اور فیاض ہوتا ہے اور سب لوگ اس میں دلچسپی رکھتے اور اس سے ملتے ہیں۔

۶)...... جس شخص کی گردن پتلی ہو وہ دانا اور عقلمند ہوتا ہے۔

۷)...... موٹی گردن والا بدبخت ہوتا ہے۔

۸)...... جس کے بازو لمبے ہوتے ہیں وہ بہادر اور جس کے بازو چھوٹے ہوں وہ ماتحت اور غلام ہوتا ہے۔

۹)...... جس کا دایاں ہاتھ بائیں سے لمبا ہو تو یہ بہادری کی نشانی ہے اور اس کے برعکس بزدلی کی علامت ہوتی ہے۔

۱۰)...... جس شخص کی آٹھ پسلیاں ہوں وہ صاحبِ سلطنت ہوتا ہے، جس کی نو یا دس

پسلیاں ہوں وہ فقیر اور درویش اور جس کی گیارہ پسلیاں ہوں، وہ زاہد و متقی اور جس کی بارہ پسلیاں ہوں وہ مصیبت زدہ اور تیرہ پسلیوں والا دولتمند اور چودہ پسلیوں والا بدکار اور بداخلاق ہوتا ہے۔

یہ تمام علامتیں بھی اٹکل پچو اور اندازے ہیں جن میں سے اکثر و بیشتر حقائق و مشاہدات کے سراسر خلاف ہیں۔اس لئے ان علامتوں کا بھی کوئی اعتبار نہیں۔

اسی طرح تقریباً ہر انسان کے جسم پر کہیں نہ کہیں کالے رنگ کے چھوٹے چھوٹے نشان ہوتے ہیں جنہیں 'تل' کہا جاتا ہے۔ یہ تل انسانی ساخت میں شروع سے ایسے ہی ہوتے ہیں جیسے بال اور مسام وغیرہ ہوتے ہیں جبکہ بعض احمق لوگوں نے انہیں بھی قسمت کا راز دان بنا دیا ہے مثلاً کہا جاتا ہے کہ

۱)......جس شخص کی داہنی کن پٹی پر تل ہوگا، وہ بڑا دولتمند اور خوش قسمت ہوگا۔

۲)......جس شخص کی پیشانی کے درمیان بالوں کے قریب تل ہوگا ،وہ تنگ مزاج ہوگا اور اگر عورت ہو تو وہ صدموں اور مصیبتوں کا شکار رہتی ہے۔

۳)......جس شخص کا تل سیاہ ہوگا وہ جھوٹا ہوگا اور جس کا تل سرخ ہوگا وہ بڑا صاحبِ بصیرت ہوگا۔

۴)......جس شخص کے داہنے یا بائیں رخسار پر تل ہوگا وہ قسمت کے لحاظ سے درمیانے درجے کا ہوگا۔

۵)......جس شخص کی گردن کے دونوں طرف تل ہو وہ پھانسی کی موت مرے گا۔

صاف ظاہر ہے کہ یہ سب واہیات وفضولیات اور اٹکل پچو ہیں جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی توہمانہ باتوں سے محفوظ فرمائے، آمین!

......☆......

باب ۷

دست شناسی/Palmistry

جاہل اور وہمی قسم کے لوگوں میں دست شناسی (پامسٹری) کو غیب دانی اور مستقبل بینی کا ایک بہت بڑا ذریعہ تصور کیا جاتا ہے۔ پیشہ وَر دست شناس (پامسٹ/Palmist) لوگ تو اسے ایک سائنٹیفک علم ثابت کرتے نہیں تھکتے۔ یہ لوگوں کے ہاتھوں کی لکیریں دیکھ کر ان کے ماضی اور اَخلاق وکردار کے بارے میں یا ان کے مستقبل اور قسمت کے بارے میں غیبی معلومات کا دعویٰ کرتے ہیں اور مستقبل کے حوالے سے پیش گوئیاں بھی کرتے ہیں۔

پامسٹ حضرات کا کہنا ہے کہ انسان کے ایک ہاتھ کی لکیروں میں اس کے ماضی کا ریکارڈ ہوتا ہے، دوسرے میں مستقبل کا اور دونوں کو ملا کر دیکھنے سے اس کے سیرت وکردار کے بارے میں معلومات حاصل ہوتی ہیں۔

سوال یہ ہے کہ کیا واقعی دست شناسی کے حوالے سے یہ بات درست ہے؟ اگر درست ہے تو کس بنیاد پر؟ اور بحیثیتِ مسلمان کیا ہمیں اس بات کا حق نہیں پہنچتا کہ ہم اس کے ثبوت کے لیے قرآن وحدیث سے کوئی دلیل مانگیں؟

دست شناس تو قرآن وحدیث کے حوالے سے اپنے حق میں ہمیں کوئی دلیل نہیں دیتے مگر جب ہم اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں ان دست شناسوں کے موقف کے خلاف بے شمار دلائل ملتے ہیں مثلاً قرآن مجید میں بارہا یہ کہا گیا کہ غیب کا علم اللہ کے سوا کسی کے پاس نہیں۔ تقدیر اور قسمت اللہ نے طے کر رکھی ہے اور اس کا علم بھی کسی کے پاس نہیں۔ لہٰذا اگر ہاتھوں کی لکیروں میں ماضی یا مستقبل کی کسی غیبی بات کا اشارہ ہوتا تو اللہ کے آخری پیغمبرؐ، جن پر دین مکمل کر دیا گیا، وہ ضرور اس بارے میں ہمیں کچھ نہ کچھ بتا دیتے۔ مگر آپ ﷺ نے اس کی تائید میں امت کو کچھ نہیں بتایا بلکہ ایسے لوگوں کے پاس جانے ہی سے سخت منع فرمایا ہے۔ [ایسی احادیث ہم آگے ذکر کریں گے۔]

دست شناسوں کے دلائل

جب دست شناسوں سے اس پہلو سے بات کی جاتی ہے تو ان کے پاس سوائے چند ٹوٹکوں کے کوئی معقول و مستند جواب نہیں ہوتا۔ دست شناس اپنے علم (پامسٹری) کے جواز میں جو دلائل دیتے ہیں، وہ بنیادی طور پر دو ہی ہیں۔

۱)......ایک تو یہ کہ ان کے بقول دست شناسی مشاہداتی اور سائنسی علم ہے۔ جس طرح بہت سے سائنسی علوم بحیثیت علم اسلام آنے کے بہت بعد معلوم ہوئے ہیں، اسی طرح یہ علم بھی بارہا مشاہدات کے بعد معلوم کیا گیا ہے اور اس کے سائنٹیفک ہونے کی دلیل وہ مشاہدات ہیں جو ہاتھوں کی لکیروں اور ان کے ابھاروں کی بنیاد پر بارہا کیے گئے اور (دست شناسوں کے بقول) بے شمار مرتبہ درست ثابت ہوئے ہیں۔

دست شناسی کو سائنٹیفک علم قرار دینے کی یہ دلیل اتنی کمزور ہے کہ خود بہت سے دست شناسوں نے اس سے اتفاق نہیں کیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر یہ واقعتاً کوئی سائنسی علم ہوتا تو اس کے اصول وضوابط اور نتائج ہمیشہ ایک سے ہوتے اور سب دست شناس انہیں من وعن تسلیم کرتے، مگر دست شناسی کی دنیا میں ایسا نہیں ہے۔ دست شناسوں کے ہاں کئی مکتب فکر ہیں، ہر ایک کے اصول وضوابط دوسرے سے مختلف ہیں اور ظاہر ہے جب اصول و ضوابط مختلف ہوں گے تو نتائج بھی مختلف ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک دست شناس کے ہاں ایک لکیرا اگر فرض کیا خوش قسمتی کی علامت ہے تو دوسرے کے ہاں وہی بد قسمتی کی علامت ثابت ہو رہی ہوتی ہے۔ اس کے باوجود اگر کوئی اسے سائنٹیفک علم قرار دینے پر مصر ہو تو اس کی سوچ پر افسوس ہی کیا جا سکتا ہے۔

۲)......پامسٹری سے تعلق رکھنے والے حضرات اپنی حمایت میں دوسری دلیل یہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے ہاتھوں پر جو خطوط اور لکیریں پیدا کی ہیں یہ بلا مقصد پیدا نہیں کی گئیں کیونکہ اللہ کا کوئی کام بھی بلا مقصد اور فضول نہیں ہوتا۔ پھر خود ہی ان لکیروں کا مقصد تجویز کرتے ہوئے پامسٹ حضرات کہتے ہیں کہ ان لکیروں کو اس لیے بنایا گیا ہے تاکہ

ان کے ذریعے ماضی، مستقبل اور قسمت وتقدیر کے بارے میں معلوم کرلیا جائے۔

دست شناس حضرات کے اس استدلال سے یہاں ایک بڑا اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر ہاتھوں کے خطوط اور اُبھار انسانی قسمت کے رموز و اشارات ہیں تو جسم کے دیگر حصوں پر موجود خطوط اور لکیروں سے یہ کام کیوں نہیں لیا جاتا؟ مثلاً پاؤں پر بھی خطوط ہوتے ہیں، دست شناس ان سے کیوں نہیں کام لیتے ؟ کیا دست شناسوں کے نزدیک پاؤں کے خطوط، لکیریں اور ابھار، اللہ تعالیٰ نے بلا مقصد پیدا کئے ہیں؟

کوئی پتہ نہیں کہ یہ بے وقوف آئندہ زمانے میں 'ماہر دست شناس' کی جگہ 'ماہر قدم شناس' اور 'ہاتھ بولتے ہیں' کی جگہ 'پاؤں بولتے ہیں' کے بورڈ بھی آویزاں کرلیں اور جس طرح انہوں نے 'دست شناسی' میں تخمینے اور اندازے قائم کر رکھے ہیں اسی طرح 'قدم شناسی' کے نام سے پاؤں کے خطوط اور لکیروں کو بھی انسانی قسمت کا 'رازداں' قرار دینا شروع کر دیں۔ بلکہ سنا ہے کہ بعض لوگوں نے یہ کام بھی شروع کر دیا ہے!

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں کسی چیز کو بھی بلا مقصد پیدا نہیں کیا۔ یہ الگ بات ہے کہ بعض چیزوں کی حکمتیں اور مقاصد ہمیں معلوم کروا دیئے ہیں اور بعض ہم سے مخفی رکھے گئے ہیں۔ ہاتھوں کی لکیریں اور خطوط بھی انہی امور سے تعلق رکھتے ہیں جن کے بارے میں شریعت خاموش ہے۔ البتہ اگر غور کیا جائے تو ان کی کئی ایک فیزی کلی (Physically) حکمتیں معلوم ہوتی ہیں مثلاً ہاتھ سے جس طرح کے کام لیے جاتے ہیں، ان میں اسے بار ہا کھولنا اور بند کرنا پڑتا ہے اور ہاتھوں کی لکیریں اس مقصد کے لیے کار آمد ثابت ہوتی ہیں۔

دست شناسی جھوٹ، فریب اور کبیرہ گناہ!

گزشتہ نصف صدی میں دست شناسی کے حوالے سے بے شمار کتابیں مارکیٹ میں آئی ہیں جن میں ہاتھوں کی لکیروں اور ابھاروں کے ساتھ مال و دولت، مرض وصحت، فرحت و مسرت، شادی و طلاق، خوش بختی و بدبختی وغیرہ جیسے غیبی اور تقدیر سے متعلقہ معاملات کو اپنے زعم باطل میں قطعی طور پر مربوط کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور نشاندہی کرتے ہوئے کہا

گیا ہے کہ فلاں فلاں خطوط اور اُبھار فلاں فلاں معاملات کے لئے یقینی اور حتمی علامتوں کا کردار ادا کرتے ہیں۔

ہمارے نزدیک یہ سب جھوٹ اور فریب ہے اور ایک لحاظ سے کبیرہ گناہ بھی۔ اس کے جھوٹا ہونے کے ہمارے پاس تین طرح کے دلائل ہیں جو ذیل میں بالترتیب پیش کیے جا رہے ہیں۔

۱)......پہلی دلیل

اگر انسانی ہاتھ کی لکیروں، خطوط اور اُبھاروں میں ہی انسانی قسمت اور تقدیر مخفی ہوتی تو اسلامی شریعت اس کی طرف ضرور ہماری رہنمائی کرتی لیکن پورے قرآن مجید اور مکمل ذخیرہ اَحادیث میں ایسی کوئی ایک آیت یا حدیث دکھائی نہیں دیتی جس میں دست شناسی کے حصول کی رغبت یا اس کے فائدے کی طرف کوئی اشارہ ہی ملتا ہو۔ آنحضرت ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعینِ عظامؒ، محدثین ومفسرین کرامؒ میں سے کسی ایک شخصیت کے بارے میں بھی یہ دعویٰ نہیں کیا جا سکتا کہ اس نے کسی کا ہاتھ دیکھ کر یا اپنا ہاتھ دکھا کر کسی غیبی معاملے تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کی ہو۔ اس لئے اگر دست شناسی واقعی کوئی شرعی اور مستند علم ہوتا تو کم از کم نبیوں کے سردار پیغمبر جناب محمد ﷺ اور آپؐ کے اصحاب کو اس سے ہرگز محروم نہ رکھا جاتا......!

۲)......دوسری دلیل

دست شناسی کوئی مشاہداتی، تجرباتی یا سائنسی علم بھی ہرگز نہیں کیونکہ مشاہداتی علم وہ ہوتا ہے جس میں ہر بار مشاہدہ و تجربہ ایک ہی نتیجہ پیدا کرتا ہے حتیٰ کہ اگر ایک جیسی خاصیات کی حامل مختلف چیزوں کے بارے میں سو تجربات کیے جائیں اور ان میں سے ایک بھی اپنے اصولوں اور نتیجوں سے ہٹ جائے تو اسے سائنسی علم قرار نہیں دیا جاتا۔

اس لحاظ سے اگر جائزہ لیا جائے تو دست شناسوں کی تضاد بیانیاں ہی یہ واضح کر دیتی ہیں کہ ان

کا علم محض اندازوں اور تخمینوں پر مبنی ہے اور اس میں ''دو جمع دو، برابر چار''، والی کوئی بات نہیں۔ پامسٹ حضرات کے پاس جانے اور پامسٹری سے متعلقہ کتابوں کا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت آشکارا کی جا سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نہ تو کسی پامسٹ کا بیان سو فیصد دوسرے پامسٹ سے ملتا ہے اور نہ ہی پامسٹری پر لکھنے والے کسی ایک مصنف کی باتیں دوسرے سے میل کھاتی ہیں بلکہ بہت سی باتیں تو واضح طور پر متضاد اور متناقض ہوتی ہیں۔ اس سلسلہ میں ایک مثال ملاحظہ ہو۔

چوکور ہاتھ کے بارے میں ایک دست شناس صاحب رقمطراز ہیں کہ

''یہ ہاتھ ایک موجد اور مشین ایجاد کرنے والے کے ہاتھ ہوتے ہیں۔ سائنس اور انجینئرنگ ان کا شعبہ ہوتا ہے اور وہ سفر اور سرگرمی کو پسند کرتے ہیں۔ ان کی زندگی میں تبدیلی آتی رہتی ہے اور وہ عام طور پر مستقل دوست نہیں بناتے لیکن ان کی محبت دلچسپی کا باعث ہوا کرتی ہے۔ اس ہاتھ والی عورتیں ہمیشہ سرگرم رہتی ہیں''۔ (۱)

جبکہ ایک اور صاحب اسی قسم کے ہاتھ کے بارے میں یوں غیب دانی کا دعویٰ کرتے ہیں:

''ایک چوکور ہاتھ کا مالک جنسی زندگی میں یکسانیت پسند ہوگا۔ ہر روز بار بار ایک ہی وقت، ایک ہی طریقہ کا اصول اس کے ہاں کارفرما ملتا ہے۔ یہ شخص محبت میں مستحکم ہوتا ہے۔ ناجائز تعلقات قائم نہیں کرتا۔ اگر کسی عورت کے شوہر کا ہاتھ چوکور ہو تو اسے چاہئے کہ وہ وقت پر کھانا دینا اور ایک تنظیم اور ضابطہ اپنا لے اور اسے کسی معاملے میں انتظار نہ کرائے''۔ (۲)

ایک ہی قسم کے ہاتھ کے بارے میں ان دونوں دست شناسوں کے بیانات کو بار بار پڑھنے کی ضرورت نہیں بلکہ ایک ہی نگاہ ڈالنے سے ان دونوں بیانات میں تناقض ظاہر ہو جائے گا کہ پہلے 'دست شناس' کے بقول ایسے شخص کی زندگی میں تبدیلی آتی رہتی ہے اور وہ

---

(۱) ہاتھ کی لکیریں، از: معظم جاوید، ص ۳۱۔

(۲) پامسٹری، از: اے۔ ایس۔ صدیقی، ص ۱۱۹۔

عام طور پر مستقل دوست نہیں بناتا جبکہ دوسرے 'غیب دان' کے بقول ایسا شخص اپنے اصول وضوابط میں پکا اور دوٹوک ہوتا ہے یعنی کسی تبدیلی کو پسند نہیں کرتا بلکہ ایسے شخص کی بیوی کو بھی نصیحت کی جارہی ہے کہ وہ اس کے نظم وضبط کو ڈسٹرب نہ کرے!!

اب بتائیے یہ تضاد اور تناقض نہیں تو تضاد اور تناقض کس بلا کا نام ہے......؟!

اس حقیقت کو معلوم کرنے کے لئے کہ دست شناسی جھوٹ اور تکے بازی کا مرکب ہے، آپ ملک کے چند بڑے دست شناس حضرات کے پاس یکے بعد دیگرے حاضر ہوں اور اپنا ہاتھ دکھا کر معلومات حاصل کریں۔ راقم دعوے کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہے کہ ایک طرف تو ان 'غیب دانوں' کی اکثر و بیشتر باتیں اور پیش گوئیاں تقریباً جھوٹی ہی نکلیں گی اور دوسری طرف ان میں سے کسی ایک 'ماہر دست شناس' کا بیان بھی دوسرے دست شناس سے من و عن مطابقت نہیں رکھتا ہوگا۔ یہاں میں اپنا ایک ذاتی تجربہ بیان کرتا ہوں۔

پاکستان کے ایک شہری جو کاروبار وغیرہ کے سلسلہ میں ایک مغربی ملک میں رہائش اختیار کیے ہوئے ہیں، نے میری کتاب ''عاملوں، جادوگروں اور جنات کا پوسٹمارٹم'' پڑھنے کے بعد مجھ سے رابطہ کیا کہ میں آج کل پاکستان میں ہوں اور آپ سے ملنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ جب ملاقات ہوئی تو انہوں نے بتایا کہ میں گزشتہ پچیس (۲۵) برس سے روحانی عملیات سے وابستہ ہوں اور مختلف ماورائی علوم کے ساتھ دست شناسی کے بارے میں جتنا لٹریچر میں نے پڑھا ہے، اتنا کسی بڑے سے بڑے دست شناس نے بھی کم ہی پڑھا ہوگا۔ پھر روحانیت کے حوالے سے مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی۔ وہ کہنے لگے کہ میں کم وبیش بیس سال سے ماہر دست شناس کی حیثیت سے کام کر رہا ہوں۔ اس پیشے سے میں نے بہت دولت اور شہرت پائی ہے۔ اب میں پیشے کی حیثیت سے اسے چھوڑ چکا ہوں، تاہم شوق کے طور پر ابھی بھی دست شناسی سے دلچسپی رکھتا ہوں۔

انہوں نے صاف طور پر بتایا کہ دست شناسی کوئی سائنٹیفک علم نہیں ہے بلکہ اس کی بنیاد مشاہدے اور تکے بازی پر ہے اور میرے اپنے تکے بھی ساٹھ فیصد تک کام کرتے ہیں۔ اس

لیے اس سلسلہ میں قرآن کی بات حتمی ہے کہ غیب کا علم اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ اور جو نجومی یا دست شناس یہ دعویٰ کرے کہ میں ماضی اور مستقبل کی غیبی باتیں سو فیصد یقین سے معلوم کر لیتا ہوں، وہ سراسر جھوٹا اور فریبی ہے۔ یہی بات ان دنوں P.T.V پر ایک اور دست شناس بھی کر رہا تھا جو ماہر نفسیات بھی تھا۔ اس کا ٹی۔ وی انٹرویو بعد میں اخبارات میں بھی شائع ہوا۔ اس کے تراشے میرے پاس محفوظ تھے لیکن اتفاق کہ اس وقت وہ میری کتابوں کے ذخیرے میں کہیں دفن ہیں، اس لیے اس سے کوئی اقتباس نہیں دیا جا سکتا۔

یہاں یہ بات بھی دلچسپ ہے کہ مذکورہ صاحب سے گفتگو کے آخر میں، میں نے ان سے کہا کہ آپ میرا ہاتھ دیکھ کر اپنی معلومات کا اظہار کریں۔ میں نے یہ اس لیے کہا کہ وہ شخص ابھی بھی دست شناسی کے حوالے سے یہ سوچ رکھتا تھا کہ یہ علم مشاہدات پر مبنی ہے اور مستقبل کی باتیں تو اس سے کم معلوم ہوتی ہیں، تاہم ماضی اور انسانی کردار کے حوالے سے اس سے بہت سے باتیں معلوم بھی کی جا سکتی ہیں۔ مجھے یقین تھا کہ دو گھنٹے کی تفصیلی و تعارفی نشست کے باوجود یہ میرے بارے میں کئی باتیں غلط ہی بتائے گا اور اس طرح اس کی جب غلطی واضح ہو جائے گی تو شاید دست شناسی کے حوالے سے اس کے جو شکوک و شبہات ابھی باقی ہیں، وہ دور ہو جائیں اور میں اسے صحیح اسلامی نقطہ نظر پر قائل کرنے میں کامیاب ہو جاؤں۔

میرا ہاتھ دیکھنے کے بعد انہوں نے تین طرح کی پیش گوئیاں کیں۔ ایک تو میرے ماضی کے بارے میں، ایک مستقبل کے بارے میں اور ایک سیرت و کردار کے بارے میں۔ مستقبل کی پیش گوئیوں میں سے کوئی بھی ایسی نہیں تھی جو آئندہ پانچ سال سے پہلے سے تعلق رکھنے والی ہو، اس لیے اس کے بارے میں انہیں کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا۔ تاہم ماضی اور سیرت و کردار کے حوالے سے انہوں نے جتنی باتیں بیان کیں، ان میں سے زیادہ تر غلط ہی تھیں اور جو تھوڑی بہت صحیح تھیں وہ صرف کردار، ذہانت وغیرہ کے بارے میں تھیں اور میں پورے شرحِ صدر سے یہ سمجھتا ہوں کہ وہ بھی اس لیے صحیح تھیں کہ دو گھنٹے کی نشست میں اس حوالے سے انہوں نے میری کئی باتیں نوٹ کر لی تھیں۔ اگر شروع ہی میں وہ ہاتھ دیکھتے تو اس

حوالے سے بھی ان کے اکثر تکے غلط ہی ثابت ہوتے۔

میں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ دست شناسی تکے بازی کا کھیل ہے اور تکے بازی، اٹکل پچو وغیرہ کو قرآن مجید نے نہایت ناپسند کیا ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ﴾ [سورة الاسراء :٣٦]

''جس چیز کا تمہیں علم نہیں،اس کے پیچھے نہ پڑو۔''

۳)......تیسری دلیل

یہ بات تو واضح ہو چکی ہے کہ دست شناسی اور پامسٹری کے ذریعے مختلف غیبی معاملات پر اظہار خیال کیا جاتا ہے اور لوگوں کی موت و حیات، سعادت و شقاوت، کامیابی و ناکامی وغیرہ جیسے غیبی امور بتانے اور مستقبل بینی کی سعیِ لاحاصل کی جاتی ہے۔ اب ہم قرآن و سنت کے حوالے سے یہ جائزہ لیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ بھی کوئی 'غیب دان' ہوسکتا ہے؟ اور نیز ایسے لوگوں کے پاس جانے، اپنا ہاتھ دکھانے اور ان جھوٹے دست شناسوں، نجومیوں، کاہنوں اور عاملوں کو سچا تسلیم کرنے والے شخص کے بارے میں ہمارا دین ہمیں کیا بتاتا ہے؟

قرآن مجید کی بے شمار آیات میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی غیب دان نہیں ۔بطور مثال چند ایک آیات ملاحظہ ہوں:

(۱) : ﴿قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ﴾

''کہہ دیجئے کہ آسمان والوں اور زمین والوں میں سے سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی غیب نہیں جانتا،اور یہ تو یہ بھی نہیں جانتے کہ کب اٹھائے جائیں گے''۔[سورۃ النمل:٦٥]

(۲) : ﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ﴾ [سورة الانعام:٥٩]

''اور اللہ تعالیٰ ہی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں،ان کو کوئی نہیں جانتا سوائے اللہ کے''۔

(۳) : ﴿ إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَ يَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللّٰهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ﴾[سورة لقمان:٣٤]

''بے شک قیامت کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔ وہ بارش نازل کرتا ہے۔ ماں کے پیٹ میں جو کچھ ہے اسے وہ جانتا ہے۔ کوئی شخص یہ نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا اور کوئی شخص یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ کس جگہ مرے گا۔ اللہ ہی علم وخبر والا ہے''

(٤) : ﴿ قُلْ لَّا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَ لَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ وَ بَشِيرٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴾

''(اے نبیؐ!) آپ فرما دیں کہ میں اپنی ذات کے لئے بھی کسی نفع یا نقصان کا اختیار نہیں رکھتا ،سوائے اس کے جو اللہ چاہے اور اگر میں غیب دان ہوتا تو میں بہت سے منافع حاصل کر لیتا اور مجھے کوئی نقصان یا تکلیف نہ پہنچتی۔ میں تو محض اہلِ ایمان کو (جہنم سے) ڈرانے والا اور (جنت کی) خوشخبری دینے والا ہوں''۔[الاعراف:١٨٨]

(٥) : ﴿ قُلْ لَّا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللّٰهِ وَ لَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَى إِلَيَّ ﴾ [سورة الانعام:٥٠]

''(اے نبیؐ!) آپ فرما دیجئے کہ میں اس چیز کا دعویدار نہیں کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ ہی میں غیب دانی کا دعویٰ کرتا ہوں اور نہ میں یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں بلکہ میں تو صرف اسی چیز کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی کی جاتی ہے''۔

اسی طرح آنحضرت ﷺ نے ہر ایسے شخص کے پاس جانے سے منع فرما دیا ہے جو غیب دانی کا کسی طرح بھی مدعی ہو۔اس سلسلہ میں چند ایک احادیث ذیل میں درج کی جاتی ہیں:

(١) : ((عَنْ صَفِيَّةَ عَنْ بَعْضِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : مَنْ أَتَى عَرَّافًا فَسَأَلَهُ عَنْ شَيْءٍ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةٌ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً))

''حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی کسی زوجہ مطہرہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی عراف (کاہن رنجومی ر پامسٹ وغیرہ) کے پاس آیا اور اس سے کسی (غیبی) چیز کے متعلق سوال کیا تو اس کی چالیس روز کی نماز قبول نہیں ہوتی''۔ (۱)

(۲) : ((عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةؓ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: مَنْ اَتٰی کَاهِناً اَوْ عَرَّافًا فَصَدَّقَهُ بِمَا یَقُوْلُ فَقَدْ کَفَرَ بِمَا اُنْزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ))

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی کاہن یا عراف کے پاس آیا اور اس کی بات کی تصدیق کی تو گویا اس نے اس چیز (دین) کا کفر کیا جو محمد ﷺ پر نازل کی گئی''۔ (۲)

(۳) : ((عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍؓ الانصاریِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰی عَنْ ثَمَنِ الْکَلْبِ وَمَهْرِ الْبَغِیِّ وَحُلْوَانِ الْکَاهِنِ))

''حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے کتوں کے (کاروبار)، زانیہ کی کمائی اور کاہن کی شیرینی (کمائی) سے منع فرمایا ہے''۔ (۳)

(٤) : ((عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : لَیْسَ مِنَّا مَنْ تَطَیَّرَ اَوْ تُطُیِّرَلَهُ اَوْ تَکَهَّنَ اَوْ تُکُهِّنَ لَهُ اَوْ سَحَرَ اَوْسُحِرَ لَهُ وَمَنْ عَقَدَ عُقْدَةً وَمَنْ اَتٰی کَاهِنًا فَصَدَّقَهُ بِمَا قَالَ فَقَدْ کَفَرَ بِمَا اُنْزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ ﷺ)) (٤)

---

(۱) مسلم، کتاب السلام، باب تحریم الکهانة واتیان الکهان، ح ۲۲۳۰۔ احمد، ج ٤، ص ٦٨۔ بیهقی، ج ٨، ص ١٣٨۔ مجمع الزوائد، ج ٥ ص ١١٨۔

(۲) مسند احمد، ج ۲ ص ٤٢٩۔ مستدرك حاكم، ج ١ ص ٨۔ امام حاکم اور ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔ طحاوی، ج ٣ ص ٤٤۔ ارواء الغليل، ج ٥ ص ٦٩۔ شیخ البانی نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔

(۳) مسلم، کتاب المساقاة، باب تحریم ثمن الکلب وحلوان الکاهن ومهر البغی ...، ح ١٥٦٧۔ نیز دیکھیے: بخاری، کتاب الطب، ح ٥٧٦١۔

(٤) المعجم الكبير، ج ١٨ ص ٣٥٥۔ بزار، ح ٣٠٤٣۔ ح ٣٠٤٤۔ مجمع الزوائد، ج ٥ ص ١١٧۔

’’حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بدفالی لے یا اس کے لیے بدفالی کا عمل کیا جائے یا جو شخص کاہن بنے یا اس کے لیے کہانت کا عمل کیا جائے یا جو جادو کرے یا جادو کروائے یا گرہ لگائے ایسے لوگوں کا ہم سے کوئی تعلق نہیں اور جو شخص کاہن کے پاس جائے اور اس کی باتوں کی تصدیق کرے تو گویا اس نے اس چیز کا انکار کیا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی ہے‘‘۔

(۵) : ((عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: مَنْ أَتٰی عَرَّافًا أَوْ سَاحِرًا أَوْ كَاهِنًا فَسَأَلَهُ فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُوْلُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم)) (۱)

’’حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی عراف، جادوگر یا کاہن کے پاس گیا اور اس کی تصدیق کی تو اس نے اس چیز کا انکار کیا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی‘‘۔

ان دلائل سے معلوم ہوا کہ دست شناسوں، عاملوں، عرافوں، کاہنوں، نجومیوں، جوتشیوں، جوگیوں، سادھوؤں، بنگالی بابوؤں وغیرہ کے پاس جانا اسلام میں سخت منع کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں ان کے پاس جانے والوں اور ان پر یقین رکھنے والوں کا ایمان بھی خطرے میں رہتا ہے۔ دوسری طرف ایسے تمام نام نہاد عاملوں اور دست شناسوں کی کمائی بھی حرام کی کمائی ہے۔ اس لیے انہیں بھی سنجیدگی سے اپنے اس پیشہ کے بارے میں سوچنا چاہیے۔ اللہ ہم سب کو ہدایت نصیب فرمائے، آمین۔

اللھم اھدنا الصراط المستقیم (آمین)

......☆......

(۱) المعجم الکبیر، للطبرانی، ج۱۰، ح۱۰۰۰۵۔ مسند ابی یعلیٰ، ج۹، ح۵۴۰۸۔ مسند بزار، ح۳۰۴۵۔ مجمع الزوائد، ج۵، ص۱۱۸۔ وقال رجال الکبیر و البزار ثقات۔

باب ۸

علمِ جفر، علم عدد اور علم اَسرارُ الحروف

دراصل یہ تمام علوم مختلف حروفِ تہجی (خواہ اردو حروفِ تہجی ہوں یا عربی یا انگریزی یا ہندی یا لاطینی وغیرہ) اور مختلف عددوں مثلاً ۱،۲،۳ یا 1,2,3 وغیرہ کے گرد گھومتے ہیں۔ ان میں سے بعض کا تعلق ان حروف کے مخفی اسرار سے بتایا جاتا ہے (اگرچہ یہ صاف جھوٹ ہے جس کی وضاحت آئندہ صفحات میں آ رہی ہے) اور بعض کا تعلق محض گنتی کے استعمال سے، خواہ گنتی کا یہ استعمال ظاہری طور پر ہو یا رموزی (رمزی) طور پر۔

اس لحاظ سے علم جفر، علم اسرار الحروف اور علم سیمیا تو تقریباً مترادف المعنی ہیں جب کہ 'علم عدد' (یا علم اَبجد وغیرہ) ان سے جدا ہے۔ علاوہ ازیں اعداد کو رموز اور شعار وغیرہ کے لئے استعمال کرنا صحیح ہے جبکہ انہی اعداد اور حروف کو مؤثر سمجھ کر تعویذ گنڈے، شگون اور فالنامے وغیرہ کے لئے استعمال کرنا غلط اور ناجائز ہے۔ اب ذیل میں اس کی تفصیل ملاحظہ فرمایئے۔

علم جفر

حاجی خلیفہ 'علم جفر' کے حوالے سے رقمطراز ہیں کہ

''اس سے مراد لوحِ محفوظ (یعنی تقدیر) کے اس علم کا حصول ہے جس میں ماضی اور مستقبل کی جزوی اور کلی معلومات درج ہیں۔ بعض لوگوں کا دعویٰ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بسط اعظم کی ترتیب سے ایک چمڑے (جفر) پر اٹھائیس (28) حروف لکھے اور ان حروف سے مخصوص شرائط کے ساتھ کچھ ایسے الفاظ نکالے جو تقدیر کا راز مہیا کرتے ہیں اور پھر یہی علم اہل بیت اور ان سے محبت کرنے والوں کو ورثہ میں حاصل ہوا اور اہل بیت اس علم کو دوسرے لوگوں سے چھپا کر رکھتے ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان حروف کے اَسرار و رُموز کو مہدیِ منتظر (شیعوں کے بقول ان کا بارھواں امام جو کسی غار

میں چھپ گیا تھا اور قیامت کے قریب ظاہر ہوگا) کے سوا کوئی نہیں جانتا"۔ (۱)

معلوم ہوا کہ بعض لوگوں کے ہاں علم جفر سے مراد 'حروف' کا ایسا علم ہے جس میں حروف کے مخفی اَسرار کے ساتھ تقدیر کی بابت معلومات حاصل کی جاتی ہیں۔ (۲)

اور جن لوگوں نے اسے 'علم جفر' قرار دیا، ان کے نزدیک اسے 'علم جفر' اس لئے کہا جاتا ہے کہ "حضرت علیؓ نے سب سے پہلے ان حروف کو جفر (یعنی چمڑے) پر لکھا تھا"۔ (۳)

علم جفر کے حوالے سے اردو دائرۃ المعارف میں لکھا ہے کہ

"ایک عددی علم ہے جس میں مخفی معانی کی مدد سے واقعات، خصوصاً آنے والے واقعات کی تعبیر یا ان کی اطلاع حاصل کی جاتی ہے۔ یہ کشفی یا باطنی روایت بعض خاص حلقوں میں بڑی مقبول ہوئی۔ خلافت کے لئے بعض حلقوں کی سرتوڑ کوشش کے دوران میں جو ابتداء ہی سے باہمی اختلافات سے کمزور ہو گئے تھے اور بالخصوص المتوکل کے عہد خلافت میں سخت جبر وتشدد کا شکار بنے رہے۔ ۲۳۷ھ/۵۱ ۷ء میں ایک کشفی اور اِلقائی ادب کا آغاز ہوا۔ یہ ادب مختلف شکلوں میں منظر عام پر آیا جس پر بحیثیتِ مجموعی جفر کے اسم کا عام اطلاق ہوتا ہے۔ اکثر اس کے ساتھ اسم جامعہ یا صفت جامع کا بھی اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ جفر کا رجحان مافوق الفطرت اور کائناتی پیمانے پر رؤیت عالم کی طرف ہے۔ اپنی ابتدائی صورت میں اِلہامی نوعیت کے ایسے علم باطنی سے ہٹ کر جو ائمہ یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے وارثوں اور جانشینوں سے مخصوص تھا، اب یہ پیشگوئی کے ایک ایسے طریق کار سے منسوب ہونے لگا جس تک ہر حسب ونسب کے معقول آدمی خصوصاً صوفیاء حضرات کی رسائی ہو سکے"۔ (٤)

اسی طرح 'الجفر' نامی ایک کتاب بھی اس علم کے حوالے سے لوگوں (بالخصوص شیعہ وصوفیا)

(۱) کشف الظنون، ج۱ ص ۵۹۱۔

(۲) تفصیل کے لئے دیکھیے: المنجد، لسان العرب، تاج العروس بذیل مادہ جفر۔

(۳) کشف الظنون، حوالہ مذکور۔

(٤) اردو دائرۃ المعارف، ج۷ ص ۳۱۱۔

میں معروف ہے جس کے بارے میں یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ فرقہ زیدیہ کے سردار ہارون بن سعید العجلی کے پاس ایک کتاب تھی جس کی اشاعت وہ امام جعفر صادقؒ کی سند پر کیا کرتا تھا اور اس میں مستقبل کی اطلاعات درج تھیں۔ (۱)

ہمارا تبصرہ

مذکورہ اقتباسات سے درج ذیل نکات واضح ہوتے ہیں کہ

۱)......بعض کے بقول یہ علم حضرت علیؓ سے شروع ہوا جبکہ بعض کے بقول یہ امام جعفر صادقؒ سے شروع ہوا۔

حالانکہ ان میں سے کسی ایک شخصیت تک بھی اس کی کوئی سند یا ثبوت نہیں ملتا، اس لیے یہ کہنا ہی زیادہ مناسب ہے کہ حضرت علیؓ اور حضرت جعفر صادقؒ کی طرف بعض لوگوں نے اسے ازخود منسوب کر دیا ہے۔

۲)......بعض لوگوں کے بقول ان حروف کے اَسرار کو مہدیِ منتظر کے سوا کوئی نہیں جانتا جبکہ دیگر لوگوں کے بقول اہل بیت اور صوفیاء اسرارِ حروف کے ماہر ہیں۔

حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اول تو اس علم کی کوئی سند نہیں اور دوم یہ کہ گنتی یا لغت کے حروف یا قرآنی حروفِ مقطعات وغیرہ کے بارے میں شریعت نے کوئی اسرار اور راز نہیں بتائے بلکہ ایسا دعویٰ گویا غیب دانی کے دعویٰ کے مترادف ہے اور ایک مسلمان کو اچھی طرح یہ معلوم ہونا چاہیے کہ غیب کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور جفر، رمل، نجوم، دست شناسی وغیرہ کی بنیاد پر غیب کا دعویٰ کرنے والے کے بارے میں آنحضرت ﷺ کی صحیح حدیث ہے کہ

((مَنْ اَتٰی عَرَّافًا فَسَأَلَهُ عَنْ شَیْءٍ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةُ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً)) (۲)

''جو شخص کسی عراف (کاہن) کے پاس آیا اور اس سے کسی (غیبی) چیز کے متعلق سوال

(۱) دیکھیے: کشف الظنون، ج۱ ص ۵۹۱۔ اردو دائرۃ المعارف، ج۷ ص ۳۱۴۔

(۲) مسلم، کتاب السلام، باب تحریم الکهانة...، ح ۲۲۳۰۔ احمد، ج۴ ص ۶۸۔ بیہقی، ج۸ ص ۱۳۸۔ المعجم الاوسط، ح ۱۴۲۴۔ مجمع الزوائد، ج ۵ ص ۱۱۸۔

کیا تو اس کی چالیس روز کی نماز قبول نہیں ہوتی''۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اس حدیث کے حوالے سے رقمطراز ہیں کہ

''ہر وہ شخص عراف ہے جو علم نجوم، کہانت، رمل اور اس سے ملتی جلتی کسی ایسی چیز سے عمل کرے جس سے 'غیب' کا علم حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے''۔[1]

علم الحروف یا علم أسرار الحروف یا علم سیمیا

یہ تینوں تقریباً مترادف المعنی الفاظ ہیں۔ اردو دائرۃ المعارف کے مقالہ نگار کے بقول:

''علم الحروف، جفر کی ایک شاخ (ہے) جس کا شروع میں صحیح مفہوم محض ناموں سے فال نکالنا تھا لیکن بعض باطنی فرقوں میں اس نے ایک ساحرانہ عمل کی شکل اختیار کر لی۔ اس حد تک کہ ابن خلدونؒ نے اسے سیمیا کا نام دیا ہے جو بالعموم سحر حلال (جادو کی ایک قسم White Magic) کے لئے مستعمل ہے۔ یہ علم حروفِ ہجا، نیز اسماء الحسنٰی اور اسمائے ملائک کے حروف کے سری خواص پر مبنی ہے''۔[2]

آئندہ سطور میں ہم پہلے اعداد اور حروف سے غیب معلوم کرنے کے وہ طریقے بیان کریں گے جو ان علوم کے ماہرین نے بیان کیے ہیں، اس کے بعد اسلامی نقطۂ نظر سے ان پر تبصرہ کریں گے، ان شاء اللہ!

عربی حروفِ تہجی کے خواص معلوم کرنے کا طریقہ

اس علم کے دعوے دار عربی حروف تہجی کو درج ذیل چار حصوں میں تقسیم کرتے ہیں:

۱۔ **آتشی حروف**: یعنی ایسے حروف جن کی مدد سے سردی اور ٹھنڈک کو کم کیا جاتا ہے یا مزید گرمائش اور آتش بھڑکائی جاتی ہے۔ اس کے لئے درج ذیل حروف استعمال کئے جاتے ہیں:

ا، ہ، ط، م، ف، ش، ذ، جن کا مجموعہ **اھطم فشذ** ہے۔

۲۔ **آبی حروف**: یعنی ایسے حروف جنہیں ایسی خرابیوں کی پیشگوئی اور مدافعت کے

(۱) مجموع الفتاوی، ج۱۸ ص۱۰۶۔ (۲) ایضاً، ج۱۴، ص ۳۱۱۔

لئے استعمال کیا جاتا ہے جن کا تعلق گرمی سے ہو مثلاً بخار کی مختلف اقسام، نیز سردی کے اثر میں اضافہ کرنے کے لئے جہاں اس کی ضرورت درپیش ہو۔ اس عمل کے لئے عامل حضرات درج ذیل حروف استعمال کرتے ہیں:

ج، ز، ک، س، ق، ث، ظ، جن کا مجموعہ **جز کس قثظ** ہے۔

۳۔ <u>بادی حروف</u>: انہیں بھی مختلف مقاصد کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اس میں درج ذیل حروف شامل ہیں:

ب، و، ی، ن، ص، ت، ض، ان کا مجموعہ **بوین صتض** ہے۔

۴۔ <u>خاکی حروف</u>: اس میں درج ذیل حروف شامل ہیں:

د، ح، ل، ع، ر، خ، غ، جن کا مجموعہ **دحل عرخغ** ہے۔

اسے بالاختصار درج ذیل جدول سے بھی نمایاں کیا جاتا ہے:

نمبر شمار	کواکب	آتشی	بادی	آبی	خاکی
۱	زحل	ر	ب	ج	د
۲	مشتری	ہ	و	ز	ح
۳	مریخ	ط	ی	ک	ل
۴	سورج	م	ن	س	ع
۵	زہرہ	ف	ص	ق	ر
۶	عطارد	ش	ت	ث	خ
۷	قمر	ذ	ض	ظ	غ

عربی حروفِ تہجی کی عددی قیمت

مذکورہ حروفِ تہجی کی عددی قیمت بھی معین کی گئی ہے، اگرچہ اس عددی قیمت میں اختلاف

بھی پایا جاتا ہے، تاہم درج ذیل عددی قیمت کو کسی حد تک معیاری خیال کیا جاتا ہے۔

اکائیاں	دہائیاں	سیکڑے	ہزار
الف-1	ی-10	ق-100	غ-1000
ب-2	ک-20	ر-200	
ج-3	ل-30	ش-300	
د-4	م-40	ت-400	
ھ-5	ن-50	ث-500	
و-6	س-60	خ-600	
ز-7	ع-70	ذ-700	
ح-8	ف-80	ض-800	
ط-9	ص-90	ظ-900	

مذکورہ حروف اور ان کی عددی قیمت کے مجموعے کو 'حروفِ ابجد' بھی کہا جاتا ہے۔ اہل عرب نے اٹھائیس حروفِ تہجی کو نو نو حرفوں کے تین متواتر سلسلوں میں تقسیم کر رکھا تھا یعنی پہلے سلسلہ میں الف سے ط تک کو اکائیوں کے لئے، دوسرے سلسلہ میں ی سے ص تک دہائیوں کے لئے اور تیسرے سلسلہ میں ق سے ظ تک سیکڑوں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ البتہ ہزار کے لئے صرف ایک حرف یعنی 'غ' مقرر تھا۔ علاوہ ازیں ان تمام حروف کو درج ذیل مجموعہ جات میں تقسیم کر رکھا تھا:

" ابجد، ھوز، حطی، کلمن، سعفص، قرشت، ثخذ، ضظغ "

یہ اہل مشرق کے وضع کردہ مجموعہ جات ہیں جبکہ اہل مغرب کے وضع کردہ مجموعہ جات اس سے قدرے مختلف ہیں اور وہ درج ذیل ہیں:

" ابجد، ہوز، حطی، کلمن، صعفض، قرست، ثخذ، ظفش"

اہلِ عرب کے ہاں یہ حروف اور ان کے عددی اشارے (یا قیمتیں) روایتی طور پر چلے آتے ہیں جبکہ ان کے آغاز کی تاریخ اور پس منظر قطعی طور پر معلوم نہیں۔ اس سلسلہ میں بعض نے کہا ہے کہ مدین کے چھ بادشاہ گزرے ہیں جنہوں نے ان مجموعہ جات کو اپنے ناموں کے لئے وضع کیا تھا۔ بعض کے بقول یہ مختلف دیوتاؤں کے نام ہیں۔ بعض کے بقول یہ ہفتے کے دنوں کے نام ہیں۔ اس کے علاوہ بھی کئی توجیہات منقول ہیں لیکن یہ سب افسانوی بیانات ہیں۔

عامل حضرات ان اعداد کو اس طرح استعمال کرتے ہیں کہ سائل کا نام، اس کے والد کا نام اور بسا اوقات اس کی تاریخِ پیدائش وغیرہ بھی معلوم کی جاتی ہے پھر اس کے نام کے حروف کی عددی قیمت نکال کر جمع کیا جاتا ہے اور اس کے بعد حسبِ سوال کبھی دو پر کبھی تین یا پانچ یا بارہ پر تقسیم کیا جاتا ہے، پھر تقسیم سے باقی بچنے والے اعداد کے انہوں نے اپنی طرف سے کچھ فرضی جواب مقرر کیے ہوتے ہیں اور وہی جواب سائل کو بتا دیا جاتا ہے۔ گویا کوئی بھی فرضی جواب مقرر کیا جا سکتا ہے۔

انگریزی حروفِ تہجی سے خواص معلوم کرنے کا طریقہ

علم جفر کے دعوے دار ہر قوم میں پائے جاتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ہر زبان کے حروف تہجی اور اعداد کی مناسبت سے لوگوں کی قسمت، اخلاق و کردار وغیرہ معلوم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ انگریزی میں اس کے لئے درج ذیل چارٹ استعمال کیا جاتا ہے:

1	2	3	4	5	6	7	8	9
A	B	C	D	E	F	G	H	I
J	K	L	M	N	O	P	Q	R
S	T	U	V	W	X	Y	Z	

یعنی جب بھی J,A اور S کا عدد نکالنا ہوگا تو وہ '1' نکالا جائے گا۔ اسی طرح T-K-B میں سے کوئی حرف استعمال ہو تو اس کے لئے 2 کا عدد تصور کیا جائے گا۔ اسے سمجھنے کے لئے درج ذیل مثال پر غور کریں:

''فرض کریں کہ ہمیں ایک مشہور نام 'لنڈن بینس جانسن' (LYNDON BAINES JOHNSON) کا عددی ارتعاش معلوم کرنا ہے چنانچہ اس کے لئے سب سے پہلے اس کے مساوی حروف کے مساوی اعداد جمع کیجئے۔ یہ نام درج ذیل طریقے کے مطابق لکھا جائے گا، نیچے مساوی اعداد بھی درج ہیں:

L	Y	N	D	O	N	-	B	A	I	N	E	S	-	J	O	H	N	S	C	N
3	7	5	4	6	5	-	2	1	9	5	5	1	-	1	6	8	5	1	6	5

ان تمام اعداد کو جمع کیا جائے تو ان کا مجموعہ 85 بنتا ہے جسے اگر مختصر کیا جائے یعنی 5+8 تو 13 جمع ہوئے۔ اب اسے مزید مختصر کیا جائے یعنی (3+1) تو چار (4) جواب آیا۔ گویا 'مسٹر جانسن' کا سائیکل نمبر 4 ہے جس سے اس کی زندگی کے ارتعاش یا زیر و بم کا بخوبی پتہ لگایا جا سکتا ہے''۔ (۱)

گویا اس طرح ہر نام کا اختصار کر کے ایک عدد نکالا جاتا ہے جسے اس شخص کا سائیکل نمبر قرار دیا جاتا ہے اور ان سائیکل نمبروں کی تعداد ایک (1) سے نو (9) تک ہے اور ہر سائیکل نمبر کے تحت اس کی خاصیات یعنی قسمت کا مکمل حال درج کر دیا جاتا ہے اور اسی کا نام 'علم جفر' وغیرہ ہے۔

بیلنس نمبر

بیلنس نمبر، سائیکل نمبر ہی کی مزید اختصاری شکل سے حاصل ہوتا ہے یعنی مذکورہ نام (لنڈن بینس جانسن) کے حامل شخص کا بیلنس نمبر اس طرح نکالا جاتا ہے کہ اس کے نام

---

(۱) پراسرار اعداد، مترجم: اظہر کلیم، ص۸۔

کے تین ٹکڑے کر لئے جائیں یعنی (1) لنڈن (2) بینس (3) جانسن۔ اور ہر ٹکڑے کا صرف پہلا حرف لے کر اس کا نمبر نکالا جائے یعنی لنڈن (LYNDON) کا L، بینس (BAINES) کا B اور جانسن (JOHNSON) کا J:

اب ہمیں درج ذیل جواب حاصل ہوا:

L	=	3
B	=	2
J	=	1
+	=	6

پھر سائیکل نمبر ہی کی طرح بیلنس نمبر بھی ایک سے نو (9) تک مقرر ہیں اور ہر ایک بیلنس نمبر میں تقدیر و قسمت اور اخلاق و کردار سے متعلقہ کچھ چیزیں ذکر کر دی جاتی ہیں۔

لکی (قسمت) نمبر

بیلنس نمبر کے علاوہ ایک قسمت نمبر بھی معروف ہے اور اسے نکالنے کا طریقہ بھی ان سے ملتا جلتا بتایا جاتا ہے مثلاً کسی شخص کا قسمت نمبر معلوم کرنا ہو تو اس کی مکمل تاریخِ پیدائش معلوم کریں مثلاً کسی شخص کی تاریخِ پیدائش اگر 27 اگست 1908 ہے تو اب یہ دیکھئے کہ اگست سال کا کون سا مہینا ہے؟ معلوم ہوا کہ یہ آٹھواں مہینا ہے لہٰذا:

مہینا	=	8
تاریخ	=	27
سال	=	1908
اعداد کا مجموعہ	=	1943

اب ان اعداد کو پہلے ہی کی طرح جمع کریں یعنی:

17=3+4+9+1

اور 17 کو مزید مختصر کیا یعنی:

8=1+7

تو معلوم ہوا کہ ان صاحب کا قسمت نمبر 8 ہے۔

پھر بیلنس اور سائیکل نمبر کی طرح قسمت نمبر بھی 1 سے 9 تک ہیں جن میں ہر قسمت کے نمبر کے تحت قسمت کا حال درج کر دیا جاتا ہے۔

اسی طرح 'ماہانہ نمبر'، 'سالانہ نمبر'، 'خوش نصیبی نمبر'، 'زندگی کا سپیشل نمبر' وغیرہ جیسے کئی اور نمبر بھی مقرر کیے گئے ہیں اور ان میں بھی ایک سے نو تک مختلف اعداد نکال کر ان سے 'لوحِ محفوظ' دیکھنے کی کوشش کی جاتی ہے......!

اب ہم ان نمبروں کا شرعی نقطہ نظر سے جائزہ لیتے ہیں:

ہمارا تبصرہ

۱۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ اس علم میں واضح طور پر 'غیب' جاننے کی کوشش کی جاتی ہے اور قرآن وسنت میں وضاحت کے ساتھ یہ بات بیان کر دی گئی ہے کہ ''اللہ کے سوا کوئی غیب دان نہیں''۔

۲۔ قرآن وسنت میں کہیں بھی اس علم کی مذکورہ اِفادیت بیان نہیں کی گئی بلکہ اگر اس علم کی واقعی کوئی ایسی وقعت اور حیثیت ہوتی تو آنحضرت ﷺ اپنے سفر، جہاد، دعوت و تبلیغ وغیرہ جیسے ہر اہم کام میں اسے بروئے کار لاتے جب کہ آپ ﷺ کی زندگی سے بلکہ صحابہ کرام، تابعین عظام، محدثین و مفسرین کرام وغیرہ میں سے بھی کسی شخصیت سے ایسی کوئی بات منقول نہیں۔

۳۔ اگر اس طرح کے علوم سے تقدیر کا پیشگی علم حاصل کیا جاسکتا ہوتا تو ہمیں بارہا تقدیر پر ایمان لانے اور اس پر صبر کرنے کی تلقین نہ کی جاتی بلکہ اس کے برعکس ایسے کسی علم کے

حصول کی رغبت دلائی جاتی تاکہ ہم اپنی زندگی میں تمام معاملات کو پیشگی معلوم کر کے اس علم سے فائدہ اٹھاتے۔

۴۔ اگر یہ کوئی حتمی اور قطعی علم ہوتا تو کم از کم اس علم کے دعوے داروں میں اختلاف اور تضاد نہ ہوتا لیکن اس علم پر مشتمل کتابیں پڑھنے سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی عدد کے خواص ایک صاحب کے نزدیک کچھ اور ہیں اور دوسرے صاحب کے نزدیک کچھ اور۔

۵۔ بعض اوقات تو ایک ہی مصنف کی باتوں میں مطابقت دکھائی نہیں دیتی۔ ایک شخص کے قسمت نمبر میں الگ خصوصیات دکھائی جاتی ہیں اور 'خوش قسمتی نمبر' میں اس کے برعکس۔ جبکہ قسمت اور خوش قسمتی میں کوئی ایسا بڑا فرق نہیں کہ انہیں جدا جدا بیان کیا جائے۔ اسی طرح سائیکل نمبر، بیلنس نمبر اور قسمت نمبر وغیرہ تمام کا تعلق تقدیر سے ہے لیکن انہیں الگ الگ نمبروں اور خاصیتوں میں بیان کیا جاتا ہے حالانکہ ہر شخص کی ایک ہی 'تقدیر' ہے جو پیدائش سے بھی پہلے اللہ تعالیٰ نے طے کر رکھی ہے جب کہ 'پراَسرار حروف' کے دعوے داروں کے نزدیک انسان کی کئی الگ الگ تقدیریں دکھائی دیتی ہیں۔

۶۔ اس پر بھی طرفہ تماشا یہ ہے کہ اگر کسی شخص کا 'قسمتی نمبر' برا ہو تو وہ اپنا نام تبدیل کر لے اور اس طرح نام کی تبدیلی سے اس کا 'قسمت نمبر' بھی تبدیل ہو جائے گا حالانکہ یہ چیز محال ہے اس لئے کہ جو کچھ تقدیر میں لکھا جا چکا ہے اسے اللہ تعالیٰ کے سوا دنیا کی کوئی طاقت تبدیل نہیں کر سکتی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لِكُلِّ أَجَلٍ كِتَابٌ يَمْحُو اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهُ أُمُّ الْكِتَابِ﴾

''ہر مقررہ چیز کی مدت لکھی جا چکی ہے، اللہ تعالیٰ جو چاہے مٹا دیتا ہے اور جو چاہے قائم رکھتا ہے اور لوحِ محفوظ اسی کے پاس ہے''۔ [سورۃ الرعد: ۳۸، ۳۹]

۷۔ یہ بات اس طرح بھی ناممکن ہے کہ اگر ان حروف کے ساتھ ہر شخص اپنی تقدیر کا حال

معلوم کر سکتا ہو تو دنیا میں کوئی بدقسمت اور دکھوں، تکلیفوں کا شکار دکھائی ہی نہ دے گا بلکہ ہر شخص ایسا نام رکھنے کی کوشش کرے گا جس کے عدد خوش قسمتی کی علامت ہوں تاکہ اس طرح وہ خوش قسمت بن سکے۔

۸۔ اگر کسی عدد میں 'بادشاہ' بنانے کی تاثیر ہو تو پھر ہر شخص ہی بادشاہ اور حاکم بننے کی کوشش کرے گا۔ اب بتایئے کہ اگر بالفرض صرف ایک ملک میں 100 آدمی بادشاہ بننے کے لئے اپنا نام اس عدد کے مطابق کر لیں تو ان میں سے بادشاہ/حاکم کون بنے گا؟

۹۔ اس علم پر یقین کرنے والے بھی عجیب احمق ہیں کہ یہ ایسے لوگوں کو جن کا عدد ناموافق ہو، ہر دم احتیاط کی تاکید کرتے ہیں حالانکہ اگر ان کے بقول نام کی تبدیلی سے عدد کی تبدیلی اور عدد کی تبدیلی سے قسمت کی تبدیلی ممکن ہے تو پھر یہ 'احتیاط' کی نصیحت کیوں فرماتے ہیں؟ انہیں چاہیے کہ نام کی تبدیلیاں کر کے لوگوں کی قسمتوں کو تبدیل کرتے رہیں بلکہ پھر تو بغیر کسی خرچ کے ہر بدقسمت گھر بیٹھے خود ہی خوش قسمت بن جانا چاہیے، بیمار کو خود ہی اپنے نام کی تبدیلی سے صحت حاصل کر لینی چاہیے۔ اس طرح نہ کسی ڈاکٹر و حکیم کی ضرورت رہے گی نہ کسی ہسپتال کی۔ نہ محافظوں، سپاہیوں اور فوج کی ضرورت رہے گی، نہ محنت مزدوری اور کام کاج کی۔ بلکہ پھر تو نہ دنیا میں کوئی پریشانی رہے اور نہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کی ضرورت رہے، معاذ اللہ!

۱۰۔ حروف کی تاثیر کے قائلین کے نزدیک علم جفر کی مدد سے عملیات کے لئے بسا اوقات تاریخِ پیدائش کا جاننا ضروری ہوتا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ اگر کسی کو اپنی تاریخِ پیدائش یاد نہ ہو تو پھر کیا کیا جائے گا؟ کیونکہ بہت سے لوگوں کو اپنی تاریخِ پیدائش یاد نہیں ہوتی (اگرچہ بعض نام نہاد عاملوں نے اس کے بھی کئی من گھڑت طریقے وضع کر رکھے ہیں لیکن ان کی بھی کوئی حقیقت نہیں)

حروفِ ابجد کا درست استعمال

یہ تو ثابت ہو چکا کہ کسی حرف یا عدد میں کوئی ایسی چیز نہیں ہوتی جس کے ذریعے کسی انسان کی قسمت، اَخلاق یا مستقبل کے غیبی حقائق معلوم کیے جا سکیں البتہ اگر ان حروف اور اعداد کو مختلف رموز، کنائے اور اشارہ جات (Code Word) کے لئے استعمال کیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں مثلاً حروفِ ابجد ہی سے یہ بات سمجھیے کہ بعض اساتذہ امتحانی نمبر لگانے کے لئے طالب علم کا امتحان لیتے ہوئے اس کے سامنے اس کے نمبر لگا دیتے ہیں، لیکن اس طالب علم کو بالکل معلوم نہیں ہوتا کہ میرے نمبر کتنے ہیں کیونکہ استاد حروفِ ابجد کے ذریعے نمبر لگاتا ہے اور شاگرد حروفِ ابجد کے استعمال کو نہیں جانتا مثلاً کسی طالب کے نمبر اگر بیاسی (82) لگانے ہوں تو 82 کی جگہ استاد، ف اور ب (فب) ڈال دے گا کیونکہ ف کی عددی قیمت اسی (80) اور ب کی دو (2) ہے۔

اسی طرح جنگوں میں بعض ایسے کلمات، حروف اور اَعداد استعمال ہوتے ہیں جنہیں صرف مخصوص افراد ہی سمجھ سکتے ہیں کیونکہ دوسرے لوگوں کے سامنے وہ محض کوئی حرف، عدد یا عام لفظ ہے لیکن اسے پہچاننے والے ان کے ذریعے مخصوص لوگوں تک اپنا کوئی پیغام پہنچا رہے ہوتے ہیں۔ اسی طرح قرآنِ مجید میں حروفِ رموز و اَوقاف استعمال کیے جاتے ہیں مثلاً ج، ز، ط، لا، وغیرہ اور ان کا مقصود قرآنِ مجید کے ابتدائی یا آخری صفحات میں ذکر کر دیا جاتا ہے کہ 'ج' وقف جائز کی علامت ہے...... 'ط' وقف مطلق کی علامت ہے...... وغیرہ وغیرہ۔ گویا ان قواعد کو ایک ہی مرتبہ لکھ دیا جاتا ہے اور جہاں کہیں ان میں سے کسی قاعدے اور اصول کا اطلاق ہو، وہاں اس سے متعلقہ رمزیہ حرف، ج، ز، ط، وغیرہ ڈال دیا جاتا ہے۔ اور ایسا اختصار کے لیے کیا جاتا ہے اور شرعی اعتبار سے اس میں کوئی حرج نہیں۔

حروفِ ابجد کے استعمال کی ایک ناجائز صورت

بعض لوگ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم مکمل لکھنے کی بجائے ان کے اعداد نکال کر محض ۷۸۶

(786) لکھ دیتے ہیں اور اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ اگر کسی کاغذ پر پوری بسم اللہ لکھ دی جائے تو عین ممکن ہے کہ اس کاغذ کو ردی کی ٹوکری یا زمین پر پھینک دیئے جانے سے بسم اللہ کی توہین ہو، لہٰذا اس توہین سے بچنے کے لیے بسم اللہ کے اعداد یعنی '۷۸۶' لکھنے چاہییں۔

حالانکہ یہ بھی بسم اللہ کی توہین ہے کہ اسے اصل حالت میں لکھنے کی بجائے اس طرح اعداد کی صورت میں لکھا جائے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی سنت سے یہی ثابت ہے کہ آپؐ نے جب بھی خطوط لکھوائے ان پر پوری بسم اللہ تحریر کروائی اور ایسے کئی خطوط کافر بادشاہوں کی طرف بھی روانہ کئے گئے بلکہ ایران کے بادشاہ (کسریٰ) 'خسرو پرویز' کا تو واقعہ مشہور ہے کہ اس بدبخت نے آپ ﷺ کا نامہ مبارک چاک کر دیا تھا۔ اگرچہ حضور نبی اکرم ﷺ کو بھی اندیشہ ہوگا کہ کہیں کوئی کافر بسم اللہ کی توہین نہ کرے لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ نے بسم اللہ کی جگہ اعداد وغیرہ کبھی نہیں لکھوائے جبکہ آپؐ کے عہد مبارک میں عرب کے ہاں اعداد کا طریقہ بھی مروج تھا۔ اس لئے قرآنی آیات اور مسنون وظائف و اَوراد کو من و عن اسی طرح پڑھا لکھا جائے جس طرح کہ یہ قرآن و حدیث کی صورت میں محفوظ ذرائع کے ساتھ ہم تک منتقل ہوئے ہیں۔

علاوہ ازیں بعض اہل علم کے بقول بسم اللہ کو ۷۸۶ (786) کی عددی صورت میں لکھنا ہندووانہ اَثرات کا نتیجہ ہے، اس لئے کہ ہندوؤں کے ایک معبود کرشن کے نام کا نعرہ 'ہرے کرشنا' ہے اور اس کے اعداد کا مجموعہ بھی 786 ہے۔ اور اسی طرح بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے اعداد کا مجموعہ بھی 786 بنتا ہے۔ گویا ہندو 786 لکھ کر 'ہرے کرشنا' سے فریاد رسی کرتے ہیں، اس لیے مسلمانوں کو ان کے اس شرکیہ مذہبی شعار کی مشابہت سے بہرصورت بچنا چاہیے۔ باقی رہا بسم اللہ لکھی تحریر کی بے حرمتی کا مسئلہ تو اس کے لیے کوئی معقول حفاظتی تدابیر اختیار کرنی چاہییں۔ اللہ ہمیں ہدایت دے، آمین!

باب ۹

علم نجوم/ASTROLOGY

سورج، چاند اور ستارے دیگر مخلوقات کی طرح، اللہ تعالیٰ کے تخلیق کردہ اَجرامِ فلکی ہیں۔ دیگر اشیاء کی طرح انہیں بھی اللہ تعالیٰ نے خاص مقاصد کے لیے پیدا فرمایا ہے مثلاً مختلف ستاروں کی مدد سے سمت اور وقت کا تعین کیا جاتا ہے۔ سورج سے روشنی اور حرارت حاصل کی جاتی ہے۔ چاند کے ذریعے بھی وقت اور تاریخ کے تعین میں مدد ملتی ہے۔ علاوہ ازیں سمندروں کے مدو جزر اور پھلوں کی مٹھاس وغیرہ میں دیگر عوامل کی طرح چاند بھی ایک مؤثر عامل بنایا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اجرام فلکی سے آسمان کی زیب و زینت اور شیطانوں کو مار بھگانے کے لیے ہتھیار کا کام بھی لیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ازل ہی سے اَجرامِ فلکی کی رفتار و حرکات کے ساتھ مندرجہ بالا چیزوں کو مربوط کر رکھا ہے اور جب انسانوں نے ان سیاروں اور ستاروں کی حرکات کا بغور مشاہدہ کرنا شروع کیا تو انہوں نے انسانی تاریخ کے آغاز ہی میں دن رات کا فرق، دنوں کی تقسیم، ماہ و سال کا اندازہ، سمتوں کا تعین، موسموں کی تقسیم وغیرہ جیسی بنیادی چیزوں کو معلوم کر لیا اور پھر جیسے جیسے ان فلکی اجرام کے گہرے مشاہدے کئے گئے، ویسے ویسے انسان ان سے متعلقہ ایسی بہت سی چیزوں کا ادراک کرتا گیا جنہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے تخلیقی مقاصد میں شامل کر رکھا تھا اور بلا شبہ یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت و اِذن ہی سے ممکن ہوا۔

ان معلومات کو علم فلکیات (Astronomy)، علم ہیئت، علم النجوم، علم صناعة التنجم وغیرہ ناموں سے موسوم کیا جاتا رہا۔ لیکن پھر آہستہ آہستہ لوگوں نے ان اجرام فلکی کے ساتھ بہت سی ایسی چیزوں کو مربوط کرنا شروع کر دیا جن کا ان اجرام سے قطعی طور پر کوئی تعلق نہ تھا مثلاً ان اجرام فلکی کی حرکت و رفتار کے ساتھ لوگوں کی قسمت کے فیصلے وابستہ کیے جانے

لگے۔ انسانی زندگی میں عروج وزوال، صحت و بیماری، فقر وغنیٰ، غمی وخوشی، کامیابی و ناکامی، فتح وشکست، وغیرہ جیسی بہت سی چیزوں میں بھی ان اجرام کو قطعی مؤثر سمجھا جانے لگا۔ ان کی حرکت وگردش کے ساتھ غیب کے دعوے اور مستقبل کی خبریں دی جانے لگیں۔ پھر رفتہ رفتہ توہم پرست انسان نے اپنی زندگی کے ہر معاملے کو دینی و مذہبی تعلیمات کی بجائے انہی اجرام سے وابستہ کرلیا اور نوبت یہاں تک جا پہنچی کہ انہیں خدائی کا درجہ دیا جانے لگا اور ان کی پرستش کی جانے لگی...... معاذ اللہ!!

قرآن مجید میں ایک مقام پر اجرام فلکی کی پرستش سے منع کرتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے:

﴿ وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَ لَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴾ [سورة حمٓ السجدة:٣٧]

’’دن اور رات، اور سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ تم سورج کو سجدہ نہ کرو اور نہ چاند کو، بلکہ سجدہ اس اللہ کے لیے کرو جس نے ان سب کو پیدا کیا ہے، اگر تم واقعی اس اللہ کی عبادت کرنا چاہتے ہو تو۔‘‘

کواکب پرستی کی ایک ادنیٰ سے مثال یہ بھی پیش کی جا سکتی ہے کہ ہفتہ کے دنوں کے نام انہی اجرام فلکی سے منسوب کر کے رکھے گئے جیسے انگریزی زبان میں اتوار کو سنڈے (Sunday) کہا جاتا ہے جس کا ترجمہ ہے 'سورج کا دن' یعنی اس دن کو سورج دیوتا کا دن قرار دیا گیا۔ سوموار کو منڈے (Monday) کہا جاتا ہے یعنی چاند کا دن۔ گویا سورج کی طرح چاند کو بھی دیوتا تسلیم کیا گیا ہے اور اس دن کو چاند کی طرف منسوب کیا گیا۔ منگل کو ٹیوز ڈے (Tyuesday) سے موسوم کیا گیا ہے یعنی ٹیو، دیوتا کا دن اور کہا جاتا ہے کہ یہ ٹیو دراصل مریخ سیارے کے دیوتا کا نام ہے جس کی طرف اس دن کی نسبت کی گئی ہے۔ اسی طرح بدھ کو وینس ڈے (Wednesday) سے موسوم کیا گیا ہے اور Weden دراصل عطارد سیارے کے دیوتا کا نام ہے جس کی طرف یہ دن منسوب ہے۔ اسی طرح کہا جاتا ہے کہ Weden دیوتا کے ایک بیٹے کا نام (Thor) ہے جو رعد (گرج کڑک) کا

دیوتا تھا، اسے سیارہ مشتری کا دیوتا قرار دے کر اس کے نام سے جمعرات کو Thursday سے موسوم کیا جاتا ہے۔

اور weden دیوتا کی بیوی کا نام فرگ (Frigg) یا (Friga) تھا جو زہرہ سیارے کی دیوی تھی اور اسی مناسبت سے جمعہ کو (Friday) یعنی 'فرگ' دیوی کا دن کہا جانے لگا۔ ہفتہ کو سیچر ریسٹر ڈے (Saturday) کہا جاتا ہے اور (Satur) دراصل زحل سیارے کا نام ہے اور یہی اس کا دیوتا ہے۔ چنانچہ اسی سیارے کی طرف ہفتہ کا دن منسوب کر دیا گیا۔

اسی طرح ہندوؤں کے ہاں بھی ہفتہ کے دنوں کو مختلف سیاروں کی طرف منسوب کیا گیا ہے مثلاً اہل ہند زہرہ سیارے کو 'شکر' کہتے ہیں اور اسی مناسبت سے جمعہ کو 'شکروار' سے موسوم کیا جاتا ہے اور زحل کو سینچر نام سے پکارتے ہیں اور اسی نسبت سے ہفتہ کو سینچر وار سے پکارتے ہیں۔ اسی طرح انگریزی مہینوں کے نام بھی مختلف سیاروں کی طرف منسوب کر کے رکھے گئے ہیں مثلاً پہلا انگریزی مہینہ جنوری (January) کہلاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ لفظ (جنوری) اہل مغرب کے معتقدات کے مطابق، جینس نامی رومن دیوتا کی چونکہ یاد تازہ کرتا ہے لہٰذا اسی دیوتا کر طرف اس مہینے کو منسوب کر دیا گیا۔

مذکورہ بالا تقویموں میں ہفتہ وار دنوں کے نام چونکہ دیوی دیوتاؤں اور سیاروں، ستاروں کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے شرک کا پہلو نمایاں کرتے تھے، اس لیے اسلام نے شرک کی بیخ کنی کرتے ہوئے ان دنوں کی نسبت کسی بھی مخلوق کی طرف کرنے کی بجائے، محض عدد پر ان کی بنیاد رکھی تا کہ ان میں شرک کا شائبہ تک نہ ہو۔ اسلامی تقویم کے مطابق ہفتہ وار دنوں کے نام حسب ذیل ہیں:

۱۔ یوم الجمعہ (جمعہ)

۲۔ یوم السبت (ہفتہ)

۳۔ یوم الاحد (اتوار)

۴۔ یوم الاثنین (سوموار)

۵۔ یوم الثلثاء (منگل)

۶۔ یوم الاربعاء (بدھ)

۷۔ یوم الخمیس (جمعرات)

اجرام فلکی کے تین بنیادی مقاصد

قرآن و سنت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ستاروں کو بنیادی طور پر تین مقاصد کے لیے پیدا فرمایا ہے:

۱)......راستوں اور سمتوں کی معلومات اور وقت کے تعین کے لیے

۲)......آسمان کی زیب و زینت کے لیے

۳)......شیطانوں کو مار بھگانے کے لیے۔

ان مقاصدِ ثلاثہ کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱)......راستوں اور سمتوں کی معلومات اور وقت کے تعین کے لیے

قرآن مجید کی درج ذیل آیات سے اس کے بارے میں معلومات حاصل ہوتی ہیں:

(۱) : ﴿وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ النُّجُومَ لِتَهْتَدُوا بِهَا فِي ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُوْنَ﴾ [سورة الانعام :۹۷]

''اور اسی ذات باری تعالیٰ نے تمہارے لیے ستاروں کو پیدا فرمایا تا کہ تم ان کے ذریعے سے اندھیروں میں، خشکی میں اور دریا میں راستہ معلوم کرو بلاشبہ ہم نے دلائل خوب کھول کھول کر بیان کر دیے ہیں؛ ان لوگوں کے لیے جو فہم و شعور رکھتے ہیں۔''

(۲) : ﴿وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَاَنْهٰرًا وَ سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ وَعَلٰمٰتٍ وَ بِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ﴾

''اور اس اللہ نے زمین میں پہاڑ گاڑ دیے تا کہ (وہ زمین) تمہیں ہلا نہ دے اور نہریں اور راہیں بنا دیں تا کہ تم منزلِ مقصود کو پہنچو اور بھی بہت سی نشانیاں مقرر فرمائیں اور

ستاروں سے بھی لوگ راہ حاصل کرتے ہیں، تو کیا وہ جو پیدا کرتا ہے، اس جیسا ہے جو پیدا نہیں کرسکتا ؟ کیا تم بالکل نہیں سوچتے''۔[سورۃ النحل ۱۵ تا ۱۷]

(۳): ﴿ هُوَ الَّذِىْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ يُفَصِّلُ الْاٰيَاتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴾

''اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے آفتاب کو چمکتا ہوا اور چاند کو نورانی بنایا اور اس کے لیے منزلیں مقرر کیں تاکہ تم برسوں کی گنتی اور حساب معلوم کرلیا کرو۔ اللہ تعالیٰ نے یہ چیزیں بے فائدہ پیدا نہیں کیں۔ وہ یہ دلائل ان کو صاف صاف بتا رہا ہے جو علم و دانش رکھتے ہیں۔'' [سورۃ یونس:۶]

(٤) : ﴿ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ﴾ [سورہ الرحمن:۵]

''سورج اور چاند (مقررہ) حساب سے ہیں''۔

یاد رہے کہ ستاروں اور دیگر اجرام فلکی کے تخلیقی مقاصد میں سے یہی ایک مقصد انسانوں کے لیے مختلف چیزوں کی معلومات کے لیے مفید اور مشروع (جائز) ہے اور یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ اس کا تعلق بھی علم ہیئت کی ان مختلف شاخوں سے ہے جن کے ذریعے ماہ و سال کا تعین، اوقات کا تقرر، کیلنڈروں کی تیاری اور سمتوں کے تعین وغیرہ میں مدد اور فائدہ حاصل کیا جاتا ہے جبکہ لوگوں کی تقدیر، کامیابی و ناکامی، فتح و شکست، وغیرہ جیسی غیبی اور مستقبل کی مخفی باتوں میں ان ستاروں اور سیاروں کا کوئی عمل دخل نہیں بلکہ ان معاملات میں انہیں مؤثر سمجھنا شرک ہے جیسا کہ آگے احادیث میں آرہا ہے۔

۲)......آسمان کی زیب وزینت کے لئے

اجرام فلکی کا دوسرا مقصد آسمان کی زیب وزینت ہے، جیسا کہ درج ذیل آیات سے معلوم ہوتا ہے:

(۱) : ﴿ اِنَّا زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِزِیْنَةِ نِ الْکَوَاکِبِ﴾ [سورة الصافات:٦]

''ہم نے آسمانِ دنیا کو ستاروں سے آراستہ کیا''۔

(۲) : ﴿ وَلَقَدْ زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ﴾ [سورة الملك:٥]

''بے شک ہم نے آسمانِ دنیا کو چراغوں سے زینت والا بنا دیا''۔

(۳) : ﴿ وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَ زَیَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِیْنَ ﴾[سورة الحجر:١٦]

''یقیناً ہم نے آسمان میں برج بنائے اور دیکھنے والوں کے لئے اسے سجا دیا''۔

(٤) : ﴿ وَ زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ وَحِفْظًا﴾ [سورة فصلت:١٢]

''اور ہم نے آسمانِ دنیا کو چراغوں سے زینت دی اور نگہبانی کی''۔

۳)......شیطانوں کو مار بھگانے کے لئے

قرآن مجید میں ستاروں کی تخلیق کا تیسرا مقصد یہ بیان کیا گیا ہے کہ انہیں ان شیطانوں کے خلاف بطورِ ہتھیار استعمال کیا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی آسمانی مجلس سے کوئی بات چرانے کے لیے عالم بالا کا رخ کرتے ہیں ،اس سلسلہ کی چند آیات ملاحظہ ہوں:

(۱) : ﴿ اِنَّا زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِزِیْنَةِ نِ الْکَوَاکِبِ وَحِفْظًا مِّنْ کُلِّ شَیْطٰنٍ مَّارِدٍ لَا یَسَّمَّعُوْنَ اِلَی الْمَلَاِ الْاَعْلٰی وَ یُقْذَفُوْنَ مِنْ کُلِّ جَانِبٍ دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ﴾ [سورة الصافات ٦ تا ١٠]

''ہم نے آسمان دنیا کو ستاروں کی زینت سے آراستہ کیا اور حفاظت کی سرکش شیطان سے۔ عالم بالا کے فرشتوں (کی باتوں) کو سننے کے لئے وہ کان بھی نہیں لگا سکتے ۔ بلکہ ہر طرف سے وہ مارے جاتے ہیں بھگانے کے لیے اور ان کے لیے دائمی عذاب ہے۔ مگر جو کوئی ایک آدھی بات اچک کر لے بھاگے تو (فوراً) اس کے پیچھے دہکتا ہوا شعلہ لگ جاتا ہے''۔

(۲) : ﴿ وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَ زَیَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِیْنَ وَحَفِظْنٰهَا مِنْ کُلِّ

شَيْطٰنٍ الرَّجِيْمِ اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ﴾

''یقیناً ہم نے آسمان میں برج بنائے اور دیکھنے والوں کے لئے اسے سجا دیا گیا اور اسے ہر مردود شیطان سے محفوظ رکھا گیا ہے جو چوری چھپے سننے کی کوشش کرے اس کے پیچھے دہکتا ہوا (کھلا شعلہ/ٹوٹنے والا ستارہ) لگتا ہے''۔ [سورۃ الحجر: ۱۷ تا ۱۸]

(۳) : قرآن مجید میں خود جنوں کا اعتراف موجود ہے کہ ستارے ہم پر شعلہ بن کر برستے ہیں:

﴿وَاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا وَاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا وَاَنَّا لَا نَدْرِيْۤ اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا﴾ [سورۃ الجن :۸تا ۱۰]

''ہم نے آسمان کو ٹٹول کر دیکھا تو اسے سخت چوکیداروں سے بھرا ہوا پایا، اس سے پہلے ہم باتیں سننے کے لیے آسمان میں جگہ جگہ بیٹھ جایا کرتے تھے۔ اب جو بھی کان لگاتا ہے وہ ایک شعلے کو اپنی تاک میں پاتا ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ زمین والوں کے ساتھ کسی برائی کا ارادہ کیا گیا ہے یا ان کے رب کا ارادہ ان کے ساتھ بھلائی کا ہے''۔

ستاروں کو انسانی قسمت کے ساتھ مربوط سمجھنا شرکیہ عقیدہ ہے

گزشتہ دلائل سے معلوم ہوا کہ ستاروں کی تخلیق کے تین ہی مقاصد ہیں اور ان مقاصد سہ گانہ کے علاوہ ان کا کوئی مقصد نہیں اور نہ ہی انسانی زندگی کی تبدیلیوں یا مستقبل کی باتوں (پیشگوئیوں) سے ان کا تعلق ہے۔ انسانی زندگی میں اگر ان کا کوئی تعلق ہوسکتا ہے تو وہ یہی کچھ ہے کہ ان سے راستوں اور سمتوں کی معلومات اور وقت کے تعین میں مدد لی جاتی ہے اور علم ہیئت (Astronomy) فی الحقیقت اسی مقصد کے حصول کی ایک ترقی یافتہ شکل ہے۔ علم ہیئت میں جتنی بھی ترقی کی جائے، ہرگز مذموم نہیں۔ لیکن اگر ستاروں کو کائنات کا

مؤثر عامل (Factor) سمجھا جانے لگے اور ان کی بنیاد پر مستقبل کی غیبی خبروں کے حصول کے دعوے کئے جانے لگیں تو پھر اسے علم ہیئت سے موسوم نہیں کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی اس کی کوئی قطعیت وحقیقت ہے۔

ستاروں کو انسانی قسمت کے ساتھ مربوط سمجھنا اسلامی نقطۂ نظر سے ایک شرکیہ عقیدہ ہے، اسی لیے اس طرح کی چیزوں میں وقت ضائع کرنے اور دلچسپی لینے کی ہر صورت کی اسلام سخت مذمت کرتا ہے۔ آئندہ سطور میں اس حوالے سے نبی کریم ﷺ کی چند صحیح احادیث پیش کی جاتی ہیں:

۱)..... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنِ اقْتَبَسَ عِلْمًا مِنْ عِلْمِ النُّجُومِ اقْتَبَسَ شُعْبَةً مِنَ السِّحْرِ زَادَ مَا زَادَ))(۱)

''جس شخص نے 'نجوم' کے بارے میں کچھ بھی علم حاصل کیا، اس نے جادو کا ایک حصہ حاصل کیا، جتنا زیادہ علم نجوم سیکھے گا، گویا اتنا ہی زیادہ وہ جادو سیکھنے کے مترادف ہوگا۔''

۲)..... حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

((صَلّٰی لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ صَلَاةَ الصُّبْحِ بِالْحُدَيْبِيَّةِ عَلٰی إِثْرِ سَمَاءٍ كَانَتْ مِنَ اللَّيْلَةِ فَلَمَّا انْصَرَفَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ: هَلْ تَدْرُونَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ؟ قَالُوا: اَللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِي مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ فَأَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللّٰهِ وَرَحْمَتِهِ فَذٰلِكَ مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ وَأَمَّا مَنْ قَالَ (مُطِرْنَا) بِنَوْءِ كَذَا وَكَذَا فَذٰلِكَ كَافِرٌ بِي وَمُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ))(۲)

---

(۱) ابوداؤد، کتاب الطب، باب فی النجوم، ح ۳۹۰۵۔ ابن ماجه، کتاب الادب، ح ۳۷۲٦۔

(۲) بخاری، کتاب الاذان، باب یستقبل الامام الناس اذا سلم، ح ۸۴٦۔ ۱۰۳۸۔ مسلم، کتاب الایمان، باب بیان کفر من قال مطرنا بالنوء، ح ۷۱۔ احمد، ج ۴، ص ۱۱۷۔

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں ہم کو ایک صبح نماز پڑھائی۔ اس رات بارش ہوئی تھی۔ نماز کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: معلوم ہے تمہارے رب نے کیا فیصلہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خوب جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پروردگار نے فرمایا ہے: آج میرے دو طرح کے بندوں نے صبح کی۔ ایک مومن ہیں اور ایک کافر۔ جس نے کہا کہ اللہ کے فضل و رحم سے بارش ہوئی وہ تو مجھ پر ایمان لایا اور ستاروں کا منکر ہوا اور جس نے کہا فلاں تارے کے فلاں جگہ آنے سے بارش ہوئی تو اس نے میرا کفر کیا اور وہ تاروں پر ایمان لایا"۔

۳)...... حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((أَرْبَعٌ فِيْ أُمَّتِيْ مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ لَا يَتْرُكُوْنَهُنَّ ؛ اَلْفَخْرُ فِي الْحِسَابِ وَالطَّعْنُ فِي الْأَنْسَابِ وَالْاَسْتِسْقَاءُ بِالنُّجُوْمِ وَالنِّيَاحَةُ))

"دورِ جاہلیت کی چار چیزیں ایسی ہیں جنہیں میری امت نہیں چھوڑے گی؛ اپنے حسب نسب پر فخر کرنا۔ (دوسروں کے) حسب نسب پر طعن کرنا۔ تاروں سے بارش طلب کرنا۔ نوحہ کرنا"۔ (۱)

۴)...... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((أَخَافُ عَلٰى أُمَّتِيْ خَصْلَتَيْنِ تَكْذِيْبًا بِالْقَدَرِ وَإِيْمَانًا بِالنُّجُوْمِ))

"مجھے اپنی امت کے بارے میں دو چیزوں کا اندیشہ ہے: ایک تقدیر کی تکذیب کا اور دوسرا نجوم پر ایمان لانے کا"۔ (۲)

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان کفر من قال مطرنا بالنوء، ح۷۲۔

(۲) ابو یعلیٰ، ح۳۹۱۱۔ مجمع الزوائد، ج۳ ص۱۲۔ ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ سیوطیؒ نے بھی اس روایت کو حسن کہا ہے۔ بحوالہ: فتح المجید شرح کتاب التوحید، ص۲۵۷۔

۵)..... حضرت ابو محجن رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں تین چیزوں کا ذکر ہے یعنی اس میں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((أَخَافُ عَلٰى أُمَّتِيْ ثَلَاثًا؛ حَيْفُ الْأَئِمَّةِ وَ إِيْمَانًا بِالنُّجُوْمِ وَ تَكْذِيْبًا بِالْقَدَرِ))

"مجھے اپنی امت کے بارے میں ان تین چیزوں کا خطرہ ہے: (۱) امراء و حکام کا ظلم، (۲) تاروں پر ایمان، (۳) تقدیر کی تکذیب۔" (۱)

۶)..... حضرت قتادہ تابعیؒ فرماتے ہیں کہ

((خُلِقَ هٰذِهِ النُّجُوْمِ لِثَلَاثٍ جَعَلَهَا زِيْنَةً لِّلسَّمَآءِ وَرَجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ وَعَلَامَاتٍ يُهْتَدٰى بِهَا فَمَنْ تَأَوَّلَ فِيْهَا بِغَيْرِ ذٰلِكَ أَخْطَأَ وَأَضَاعَ نَصِيْبَهُ وَتَكَلَّفَ مَا لَا عِلْمَ لَهُ بِهِ))

"ان ستاروں کو تین مقاصد کے لیے پیدا کیا گیا ہے: ایک تو اللہ تعالیٰ نے انہیں آسمان کی خوبصورتی کے لیے پیدا فرمایا ہے۔ دوسرا شیاطین کو مار بھگانے کے لیے اور تیسرا انہیں راستہ معلوم کرنے کے لیے ذریعہ بنایا ہے۔ لہٰذا جس شخص نے ان (تین مقاصد) کے سوا دیگر باتیں کہیں تو اس نے غلطی کی اور اپنا حصہ تباہ کرلیا اور جو بات غیب کی معلوم نہیں ہوسکتی تھی، اسے معلوم کرنے میں تکلف کیا"۔ (۲)

نجومیوں کی پیش گوئیوں اور زائچوں وغیرہ کا تجزیہ

علم ہیئت (فلکیات/Astronomy) کے حوالے سے یہ واضح ہو چکا ہے کہ اس میں اجرام سماوی کی ہیئت، حرکت اور رفتار وغیرہ کی مدد سے سمتوں کا تعین، ماہ و سال کی تقسیم، موسموں کے اندازے، سورج اور چاند گرہن کی حقیقت، تاریخ اور اس جیسی دیگر معلومات

(۱) رواہ ابن عساکر وحسنه السیوطی، بحواله: فتح المجید، ص ۲۵۷۔

(۲) صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب في النجوم۔

حاصل کی جاتی ہیں۔ جبکہ علم نجوم اس سے بالکل جدا ہے کیونکہ اس کی بنیاد نہ شرعی تعلیمات پر ہے، نہ قطعی حقائق پر اور نہ ہی مشاہدات و تجربات پر۔ بلکہ اس میں محض اٹکل پچو اور بے تکی قیاس آرائیوں ہی سے کام لیا جاتا ہے کیونکہ نجومی ستاروں کی گردش اور ان کے ایک مدار ر منزل، یا برج سے دوسرے برج میں داخل ہونے کی تاریخوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ دیکھا کرتے تھے کہ اس دوران دنیا میں کس کس طرح کے واقعات رونما ہوتے رہے ہیں، پھر چند ایک واقعات کی بنیاد پر یہ تسلیم کر لیتے کہ فلاں مخصوص ستارے کی فلاں مخصوص گردش کے دوران فلاں خطے، علاقے، یا نسل کے لوگوں کے فلاں فلاں اچھے یا برے معاملات متوقع ہیں۔ پھر انہی پر اعتماد کرتے ہوئے پیش گوئیاں اور غیب کے دعوے کرنے لگتے اور بظاہر لوگوں کی خیر خواہی کے لیے انہیں مشورے دیتے کہ اپنے کاروبار، شادی، سفر، یا دیگر معاملات میں ہم سے راہنمائی ضرور لو، تاکہ ہم زائچے بنا کر ستاروں کی مدد سے یہ بتا سکیں کہ آپ کے مطلوبہ کام کے لیے کون سا وقت اور تاریخ سازگار ہو سکتی ہے حتی کہ کاروبار، شادی، یا سفر، وغیرہ میں ناکامی یا نقصان کی وجہ بھی یہی بتائی جانے لگی کہ ہم سے پیشگی معلومات حاصل کرنے کے لیے رابطہ نہیں کیا گیا تھا، اسی لیے یہ خمیازہ بھگتنا پڑا ہے......!!

بنیادی طور پر نجومیوں کا علم اور ان کے دعوے، چار نکات میں تقسیم کیے جا سکتے ہیں:

۱)......اٹکل پچو!

نجومیوں کی پیشگوئیاں دراصل اٹکل پچو، تخمینے، اور اندازے پر مبنی ہوتی ہیں جیسا کہ مؤرخ ابن خلدونؒ نے اس کی اس طرح وضاحت کی ہے کہ

"بعض لوگوں کی رائے ہے کہ حواس کو معطل کیے بغیر بھی غیب کی باتیں معلوم ہو جاتی ہیں مثلاً نجومی تاروں کے اثرات سے، فلکی اوضاع سے، عناصر میں تاروں کے گہرے اثرات سے اور تاروں کے باہمی تناظر وغیرہ سے جو عناصر کے طبعی امتزاج پر اثر انداز ہوتے ہیں، کے ذریعے غیب کی باتیں معلوم کر لیتے ہیں۔ حالانکہ نجومی غیب سے قطعی

نابلد ہوتے ہیں۔ یہ جو کچھ بتاتے ہیں محض گمان و قیاس اور صرف اندازے ہوتے ہیں جو تاروں کے فرضی اثرات پر مبنی ہوتے ہیں...... بالفرض اگر علم نجوم ثابت بھی ہو جائے تو یہ بجز انکل و قیاس اور گمان و وہم کے اور کچھ بھی نہیں''۔ (۱)

یہاں یہ بات مدنظر رہے کہ اگر کسی چیز کا جواب دو صورتوں میں سے کسی نہ کسی طرح ایک صورت سے متعلق ہو تو وہاں ہر انسان کا اندازہ غلط یا صحیح میں سے ایک تو ضرور ہو گا مثلاً اگر کسی چیز کا جواب ہاں یا نہ میں ہو تو محض اندازے سے جواب دینے میں درستگی یا غلطی میں سے ہر پہلو کا امکان ہے کیونکہ اس کے علاوہ تیسری کوئی صورت ہی نہیں۔

اسی طرح ہر شخص کی شادی کامیاب یا ناکام دونوں میں سے کسی ایک کی طرف ضرور لوٹتی ہے، کاروبار میں فائدہ یا نقصان دو پہلوؤں میں سے ایک بہر حال ضرور سامنے آتا ہے اور اسی طرح دیگر معاملات کی حالت ہے۔ چونکہ یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ ایسے معاملات میں ہر انسان کا اندازہ صحیح بھی ہو سکتا ہے اور غلط بھی۔ لہٰذا یہ اندازہ لگانے والا خواہ نجومی ہو یا کاہن، یا وہ انسان بذاتِ خود، بہر صورت اس میں کوئی قطعیت نہیں بلکہ محض وقت کا ضیاع ہے۔ اور اگر اس اندازے کے حصول کے لیے کسی پیشہ ور نجومی کی خدمات حاصل کی جائیں تو وقت کے ساتھ مال کا ضیاع بھی یقینی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن و سنت میں ایسے فضول انکل پچوؤں اور اندازوں وتخمینوں سے منع کر دیا گیا ہے۔

ایک اور اہم بات یہ ہے کہ جو نجومی ستاروں کو انسانی قسمت میں دخیل سمجھتے ہیں، ان کے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہیں کہ اگر دو یا دو سے زیادہ بچے ایک ہی وقت میں پیدا ہوں تو علم نجوم کے حساب سے ان کی قسمت بالکل ایک سی ہونی چاہیے، مگر سب کو معلوم ہے کہ ایسا نہیں ہوتا۔ حتی کہ دو جڑواں بھائیوں کی قسمت بھی ایک سی نہیں ہوتی۔ لیکن اس کے باوجود اگر کوئی شخص ستاروں کو انسانی قسمت میں دخیل سمجھتا اور ان فضولیات پر یقین کرتا ہے تو اس بے وقوف پر افسوس ہی کیا جا سکتا ہے۔

۲)......علم غیب

نجومیوں کی پیش گوئیوں میں دوسرا بنیادی نکتہ علم غیب کا دعویٰ ہے، حالانکہ ہر پہلو سے ان کے اس دعوے کی تردید کی جاسکتی ہے۔ آپ بطور تجربہ کسی نجومی کے پاس جائیں اور اپنا جوتا ہاتھ میں پکڑ کر اس سے پوچھیں کہ بتاؤ تمہارا علم نجوم اس بارے میں کیا کہتا ہے کہ میں اپنا جوتا تمہارے سر پر ماروں گا یا نہیں؟ اول تو وہ آپ کے اس سوال سے بوکھلا جائے گا اور آپ کی منت سماجت کرنے لگے گا کہ بھائی میری دوکانداری خراب نہ کرو۔ اگر بالفرض وہ کچھ جرأت کر کے ہاں یا نہ میں جواب دے تو آپ اس کے برعکس اقدام کریں!

ایک مسلمان کا یہ عقیدہ ہونا چاہیے کہ غیب کا علم اللہ کے علاوہ اور کسی کے پاس نہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے:

﴿قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللّٰهُ وَمَا يَشْعُرُوْنَ أَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ﴾

''کہہ دیجیے کہ آسمان والوں اور زمین والوں میں سے سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی غیب نہیں جانتا، اور یہ تو یہ بھی نہیں جانتے کہ کب اٹھائے جائیں گے''۔ [سورۃ النمل: ۶۵]

اسی طرح ایک اور آیت میں ارشاد ہے:

﴿قُلْ لَّا أَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْءُ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾

''(اے نبیؐ!) آپ فرما دیں کہ میں اپنی ذات کے لئے بھی کسی نفع یا نقصان کا اختیار نہیں رکھتا، سوائے اس کے جو اللہ چاہے اور اگر میں غیب دان ہوتا تو میں بہت سے منافع حاصل کر لیتا اور مجھے کوئی نقصان یا تکلیف نہ پہنچتی، میں تو محض اہلِ ایمان کو (جہنم سے) ڈرانے والا اور (جنت کی) خوشخبری دینے والا ہوں''۔ [سورۃ الاعراف: ۱۸۸]

اس آیت میں خاتم النبیین، سید الاولین والآخرین جناب محمد رسول اللہ ﷺ اعلان فرما

رہے ہیں کہ میں غیب دان نہیں ہوں جبکہ ان نجومیوں کے دعوے کسی طرح بھی غیب دانی سے کم نہیں ہوتے، خواہ یہ زبان سے اقرار کریں یا نہ۔ سوچیے کیا یہ انبیاء سے بھی معاذ اللہ آگے بڑھ گئے ہیں......!

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو غیب دان ہوگا، وہ لامحالہ کسی تکلیف کا شکار نہیں ہوگا جبکہ یہ نجومی اور کاہن اپنے تئیں بیماری، فقیری، محتاجی، وغیرہ کا شکار ہوتے رہتے ہیں۔ اور اگر انہیں واقعی غیب کا علم ہوتا تو یہ اس طرح فٹ پاتھوں اور سڑکوں پر خاک نہ پھانکتے......!

۳)......کہانت اور جادو سے مدد

نجومیوں کی پیش گوئی میں تیسری بنیادی بات یہ سمجھ آتی ہے کہ بعض نجومی، کاہنوں، جادوگروں اور شیطانوں سے بھی معلومات حاصل کرتے ہیں مثلاً جب کوئی شخص ان نجومیوں کے پاس جاتا ہے تو وہ شیطانوں (جنوں) اور اپنے دیگر چیلے چانٹوں کے ذریعے آنے والے شخص کے گھریلو حالات، افرادخانہ کی تعداد، کاروبار کی صورتحال اور اس جیسی بعض دوسری ضروری چیزوں کی معلومات پہلے ہی حاصل کر لیتے ہیں اور پھر سائل کو متاثر کرنے کے لیے ان چیزوں کا اس طرح اظہار کرتے ہیں کہ گویا وہ اپنے علم کے ذریعے یہاں بیٹھے بٹھائے ہی ان ساری چیزوں سے باخبر ہیں اور اس طرح وہ سائل کو اپنا گرویدہ بنا کر اپنی دوکانداری خوب چمکاتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ اس کے باوجود ان کی باتیں اور پیش گوئیاں اکثر و بیشتر جھوٹی ہی نکلتی ہیں (جیسا کہ آگے اس کی تفصیل اور مثالیں آرہی ہیں) لیکن لوگ جہالت و توہم کی وجہ سے ان کا شکار ہوتے رہتے ہیں۔

۴)...... چالاکیاں اور تضاد بیانیاں!

عوام کو متاثر کرنے اور گاہکوں کو رام کرنے کے لیے نجومی حضرات نہایت چالاکی اور ہوشیاری سے کام لیتے ہیں۔ یعنی اپنی پیشگوئی میں ایک طرف سائل کے فائدے کی نشان

دہی کریں گے تو دوسری طرف اسی سائل کے لیے غیر محسوس انداز میں نقصان کا اندیشہ بھی ظاہر کر دیں گے اور اگر اس سائل کو فائدہ پہنچے تو فوراً اپنا لوہا منوانے کے لیے کہیں گے کہ ہم نے کہا نہیں تھا کہ تمہیں اس کام میں ضرور فائدہ ہوگا اور اگر نقصان ہو جائے تو پھر بھی ان نجومیوں نے اپنا رستہ کھلا رکھا ہوتا ہے اور فوراً کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے تو پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ اس سفر یا شادی وغیرہ میں نقصان کا اندیشہ ہے......!!

گویا اس طرح یہ دونوں صورتوں میں سچے ثابت ہونے کی کوشش کرتے ہیں اور جاہل لوگ ان کی چالاکی اور تضاد بیانی کو سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں ۔اگرچہ ہفتہ وار میگزینوں، ماہناموں اور اخبار و جرائد میں نجومیوں کے مضامین، سوالوں کے جوابات اور ان کی پیش گوئیوں وغیرہ کو ذرا گہرائی سے سمجھنے یا ان کے ریکارڈ کو محفوظ کرنے سے یہ حقیقت بخوبی سمجھی جا سکتی ہے یا پھر خود ایسے دوکانداروں کے پاس جا کر یا ان کا شکار ہونے والے گاہکوں سے مل کر بھی ان کی چالاکیوں اور غلط بیانیوں کے بارے میں تسلی و تشفی حاصل کی جا سکتی ہے لیکن اس ترقی یافتہ دور میں بھی عوام ایسی جہالت اور توہم پرستی کا شکار ہے کہ ان حقائق کو تسلیم کرنے کے لیے تیار ہی نہیں......!

یہاں ہم چند ایک مثالوں کے ذریعے اس حقیقت کو مزید آشکارا کیے دیتے ہیں:

میرے سامنے اس وقت روزنامہ جنگ کا سنڈے میگزین (28اپریل تا 4 مئی 2002) ہے جس میں برج حمل (21مارچ تا 21اپریل) کے پس منظر میں ایک نجومی اس طرح پیش گوئی کرتا ہے:

''کسی جذباتی لغزش کے باعث رسوائی کا اندیشہ ہے، محتاط رہیں ۔سفر کے حسبِ منشاء نتائج حاصل ہو سکیں گے۔ کاروباری پوزیشن قدرے غیر مستحکم رہے گی۔ خاندان کے بزرگوں سے وابستہ توقعات پوری ہونے کا امکان نہیں ہے۔ گھریلو ماحول خوشگوار رہے گا۔ ٹریفک قوانین پر سختی سے عمل کریں۔ اس ہفتے کا موافق عدد چار ہے''۔

قارئین کرام! اگر عدل و انصاف کے ساتھ برج حمل کے پس منظر میں اسی پیش گوئی کا ملک بھر کے دیگر نام نہاد نجومیوں کی برج حمل سے متعلقہ اسی سال کی پیشگوئیوں سے تقابل کریں تو عجیب اتفاق ہوگا کہ کسی ایک نجومی کی پیش گوئی بھی دوسرے سے میل نہیں کھاتی۔ حالانکہ پورے ملک میں فٹ پاتھوں سے لے کر عالیشان دفتروں میں بیٹھے ایسے سینکڑوں ہزاروں نجومی، پیش گوئیاں کرنے والے موجود ہیں۔ بہرصورت ان کی تضاد بیانیاں واضح کرنا ایک تفصیل طلب کام ہے، اس وقت صرف ایک نجومی کی پیش گوئی (جو اوپر بیان کی گئی ہے) میں موجود تضاد بیانیوں کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے۔

اس پیش گوئی میں نجومی نے نفع و نقصان دونوں پہلوؤں کو ایک ساتھ بیان کیا ہے حالانکہ یہ ایک بدیہی بات ہے کہ ہر انسان کو نفع یا نقصان دونوں صورتوں سے ہر وقت کسی نہ کسی شکل میں ضرور واسطہ پڑتا ہے۔ اب اس پیش گوئی میں ایک طرف یہ ہے کہ "کسی جذباتی لغزش کے باعث رسوائی کا اندیشہ ہے"۔ اور دوسری طرف اس کے برعکس یہ دعویٰ بھی ہے کہ "گھریلو ماحول خوشگوار رہے گا"۔ حالانکہ یہ دونوں صورتیں متضاد ہیں۔ اس لیے کہ اگر کسی انسان کی معاشرے میں عزت ہی نہ رہے اور اسے ہر سو رسوائی کا سامنا رہے تو اس کا گھریلو ماحول خوشگوار کیسے رہ سکتا ہے......؟!

اسی طرح ایک طرف تو پیش گوئی کی جا رہی ہے کہ "سفر کے حسبِ منشاء نتائج حاصل ہو سکیں گے" اور دوسری طرف یہ بھی اطلاع ہے کہ "کاروباری پوزیشن قدرے غیر مستحکم رہے گی"!

اس میں تضاد یہ ہے کہ ایک طرف سفر کی کامیابی کا دعویٰ ہے اور وہ سفر کاروبار کی غرض سے بھی ہو سکتا ہے بلکہ اکثر و بیشتر سفر کاروبار ہی کی غرض سے کیے جاتے ہیں۔ اور کاروبار میں نفع ہی بنیادی طور پر مطلوب ہوتا ہے۔ یعنی اس پیشگوئی کے مطابق نفع ضرور حاصل ہوگا اور دوسری طرف سے نقصان کا اندیشہ اس میں اس طرح سے کر دیا گیا کہ "کاروباری

پوزیشن قدرے غیر مستحکم رہے گی'' اور غیر مستحکم کا معنیٰ ہے کہ نقصان ہو گا۔اب خود ہی فیصلہ کر لیجیے کہ ایک طرف فائدے کی طرف اشارہ ہے اور ساتھ ہی نقصان کا اندیشہ بھی ذکر کر دیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ نفع یا نقصان میں سے ایک پہلو تو ضرور سامنے آئے گا اور جو پہلو بھی سامنے آئے گا، اسے بنیاد بنا کر یہ نجومی اپنے آپ کو سچا منوانے کی کوشش کریں گے!

یہ پیش گوئی کہ ''سفر کے حسبِ منشا نتائج حاصل ہوں گے'' اس میں ایک اور چالاکی ہے کہ یہاں اس بات کی وضاحت نہیں کی گئی کہ اس سفر سے مراد کون سا سفر ہے؟ تعلیمی، تجارتی، تفریحی، یا کوئی اور سفر؟ یہ وضاحت اس لیے نہیں کی گئی کہ مذکورہ سفروں میں سے اگر کسی میں نقصان ہو یا مطلوبہ نتائج حاصل نہ ہو سکیں تو ایسی صورت میں اپنی حقیقت اور کذب بیانی کو چھپانے کے لیے کم ازکم نجومی صاحب یہ تو کہہ سکیں گے کہ اس سفر سے میری مراد تفریحی سفر تھا جبکہ آپ نے تجارتی سفر کیا ہے، لہٰذا میں اس کا ذمہ دار نہیں ہوں۔اور اس کے برعکس اگر آپ نے تفریحی سفر میں نقصان اٹھایا ہے تو نجومی کے پاس یہ جواب تیار ہو گا کہ کامیابی کی امید تو اُس سفر میں تھی جو تفریح کے علاوہ ہوتا......!!

اسی طرح یہ پیش گوئی کہ ''کاروباری پوزیشن قدرے غیر مستحکم رہے گی''......اس پیش گوئی میں لفظ 'قدرے' قابل غور ہے یعنی نہ تو واضح طور پر نقصان کی پیشگوئی ہے اور نہ ہی نفع کی۔ اب اگر نجومی کے گاہک کو کاروبار میں بالفرض نقصان پہنچ جائے تو اس کا ایسے نجومی پر یقین و اعتماد بڑھ جائے گا اور اگر اسے کاروبار میں نفع ہو تو اس کی بھی اس عبارت میں گنجائش موجود ہے کیونکہ 'قدرے غیر مستحکم کاروبار' کا واضح طور پر نفع یا نقصان سے کوئی تعلق نہیں، اب ایک شخص کو کاروبار میں نفع ہوتا ہے مگر وہ نفع اصل سرمائے میں ضم ہو جانے یا اُدھار حالت میں ہونے کی وجہ سے تاجر کے ہاتھ میں نقدی کی صورت میں نہیں ہوتا اور 'مال کو مال کھینچتا ہے' کے فارمولے کے تحت تاجر کے پاس جتنی زیادہ نقدی ہو گی، اسے اتنا ہی مالی فائدہ اور ترقی حاصل ہو گی اور اسے اس صورت میں اپنا کاروبار مستحکم ہوتا نظر آئے گا جبکہ مذکورہ دو

صورتوں (یعنی ادھار یا سرمائے میں ضم ہو جانے) کے نفع کو تاجر لوگ عموماً نفع شمار ہی نہیں کرتے اور ان کی زبان سے اکثر و بیشتر یہی سننے کو ملے گا کہ کاروبار ٹھپ ہیں...... دوکان داری مندی ہے...... یا اسے نجومی کی زبان میں'' کاروبار قدرے غیر مستحکم ہے'' بھی کہا جا سکتا ہے جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہے مگر نجومی دونوں صورتوں میں ہوشیاری دکھانے کی کوشش کرتا ہے......!!

قارئین! یہ سچ ہے کہ نجومیوں کی پیشگوئیوں میں تقریباً اسی طرح کے دھوکے بازیاں، چالاکیاں اور فریب کاریاں پنہاں ہیں جنہیں ذرا سے غور و فکر سے بخوبی سمجھا جا سکتا ہے مگر افسوس کہ ہمارے سادہ لوح عوام اس طرف مطلق توجہ نہیں دیتے اور نجومیوں کی پیدا کردہ گمراہیاں دن بدن بڑھتی جا رہی ہیں۔اور شاید یہی وجہ ہے کہ انہی گمراہیوں کے انسداد کے لیے ہماری شریعت نے مطلق طور پر ان نجومیوں، کاہنوں، عاملوں اور جادوگروں کے پاس جانے ہی سے روک دیا تاکہ عامۃ الناس کہیں ان سے متاثر ہو کر راہِ ہدایت سے بھٹک نہ جائیں۔

مذکورہ مثال سے یہ حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ یہ لوگ اپنے تئیں جھوٹا ثابت کرنے والوں کے لیے لاکھوں روپے کے انعام اور چیلنج کیوں کرتے ہیں؟ اس لیے کہ انہوں نے کمال ہوشیاری کے ساتھ اپنے دعووں میں ایسی باتیں رکھی ہوتی ہیں جن کے ذریعے یہ اپنے آپ کو جھوٹا ثابت ہی نہیں ہونے دیتے......!!

......☆......

باب ۱۰

علم رمل اور اس کی شرعی حیثیت

'رمل'......عربی زبان کا لفظ ہے جس کا لغوی معنی 'ریت' ہے اور اسے علم رمل اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس کی مدد سے ریت پر کچھ نشانات لگا کر غیبی باتیں معلوم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، عامل لوگ یہ عمل ریت پر کیا کرتے تھے تو اسی مناسبت سے اسے 'علم رمل' کہا جانے لگا۔ حاجی خلیفہ اس علم کے حوالے سے رقمطراز ہیں کہ

''یہ ایک ایسا علم ہے جس میں بوقتِ سوال کسی مسئلہ کی نوعیت کے مطابق ریت پر مختلف شکلیں بنائی جاتی ہیں اور ان سے اس مسئلہ کو معلوم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یہ آسمانی بروج کے مطابق بارہ شکلیں ہوتی ہیں۔ اس علم کے مسائل محض ایسے اندازوں پر مشتمل ہوتے ہیں جو تجربے سے حاصل ہوتے ہیں لیکن یہ علم کوئی فائدہ نہیں دیتا''۔ (۱)

علامہ ابن خلدون علم رمل کے حوالے سے رقم طراز ہیں کہ

''اس علم کا خلاصہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے نقاط سے چار مرتبوں والی شکلیں وضع کی ہیں، جو مراتب زوجیت و فردیت میں مختلف ہوتی ہیں اور متفق بھی، چنانچہ انہوں نے سولہ شکلیں وضع کی ہیں جو یہ ہیں:
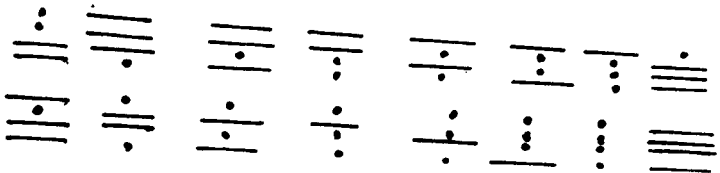
ہر شکل کا ایک خاص نام ہے اور ہر ایک شکل کے مخصوص منسوبات ہیں اور تاروں کی طرح کوئی سعد ہے کوئی نحس۔ انہوں نے ان شکلوں کے اپنے زعم کے مطابق 16 گھر

(۱) کشف الظنون، ج۱ ص ۹۱۲۔

مقرر کیے ہیں۔ گویا یہ 16 خانے؛ بارہ تو فلکی بروج ہیں اور چار اوتاد ہیں اور ہر شکل ایک خانہ سے مخصوص ہے اور ہر خانہ مخصوص عالم عناصر پر دلالت کرتا ہے۔ غرضیکہ انہوں نے علم نجوم کے مقابلہ میں اسی طرح ایک مخصوص فن ایجاد کرلیا ہے اور نجوم ہی کی طرح اس سے غیب کی باتیں معلوم کرتے ہیں......

جب 'رمّال' اپنے زعم باطل میں کسی غیب کی خبر معلوم کرنا چاہتے ہیں تو کاغذ یا ریت یا آٹا لیتے ہیں اور نقاط کی چار سطریں بناتے ہیں۔ اسی طرح چار چار سطریں بنا کر 16 سطریں کر لیتے ہیں۔ پھر ہر سطر کے نقاط کو 2 سے تقسیم کر لیتے ہیں۔ اگر تقسیم پوری ہو جاتی ہے تو جفت (-) ورنہ طاق (•) رکھ دیتے ہیں...... اس طرح ہر سطر سے ایک مرتبہ اور ہر چار سطروں سے ایک مکمل شکل بن جاتی ہے اور 16 شکلوں سے چار شکلیں بن جاتی ہیں جن کو امہات کہا جاتا ہے۔ اس طرح زائچہ کی 16 شکلیں مکمل ہو جاتی ہیں پھر پندرہویں شکل کے نقطہ کی رفتار سے سعادت ونحوست کا حکم لگاتے ہیں خواہ شکل یا خانہ جس میں شکل واقع ہے، بذاتِ خود سعد ونحس ہو!''۔(۱)

علاوہ ازیں ابن خلدون اس پر تنقید کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ ''لیکن یہ صنعت جیسا کہ آپ نے غور کیا ہوگا محض دعویٰ ہی دعویٰ اور صرف ڈھکوسلہ ہی ہے''۔(۲)

گذشتہ اقتباسات سے معلوم ہوا کہ علم رمل فضول اندازوں اور تخمینوں پر مبنی ہے اور حقائق سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ علاوہ ازیں اس علم کا ماہر بھی وہی ہوسکتا ہے جو نجومی بھی ہو کیونکہ اس کا علم نجوم سے گہرا تعلق ہے جبکہ علم نجوم کی شرعی حیثیت اس سے پہلے واضح ہو چکی ہے کہ وہ ناقابل اعتبار، ممنوع اور حرام ہے۔ اسی طرح علم رمل بھی فضول ہے۔ دورِ حاضر میں علم رمل نے کئی عجیب شکلیں اختیار کر رکھی ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ مختلف دعاؤں اور قرآنی سورتوں کو ملا کر رملی (عامل) حضرات یہ عمل کرتے ہیں اور گویا اس طرح وہ عوام کو دھوکا دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ ہم قرآنی اور روحانی عمل کر رہے ہیں......!!

اس سلسلے میں اردو دائرۃ المعارف میں ''علم رمل'' کا مقالہ نگار 'رملیوں' کے طریق کار کے

(۱) مقدمہ ابن خلدون، مترجم اردو، ج۱ ص ۳۲۱، ۳۲۲۔ (۲) ایضاً۔

بارے لکھتا ہے:

''ایک نابالغ لڑکے کو پاک ریت پر کھڑا کیا جائے جس پر کسی کا پاؤں نہ پڑا ہو، ریت پر آیت الکرسی اور معوذتین پڑھ کر دم کیا جائے اور پھر یہ دعا پڑھی جائے:

أللھم انی اسئلك بكل اسم دعاك به احد من خلقك قائما أو قاعدا أو راكعا أو ساجدا في السموات والأرض أو في البحر أو في البر و بين منى و عرفات وعند المقام وبيتك الحرام في خلاء أو في ملاء في ظلمات الليل أو في ضوء النهار فسمعت دعاءه و كشفت بلاءه أسئلك أن تريني حاجتي في هذه الخطوط بحول بينك و قوة أنك على كل شيئ قدير ☆

...... جب یہ دعا پڑھ چکے تو ریت پر انگلی سے نقطے بناتا جائے مگر انہیں گنا نہ جائے، اگر نقطے اچھی طرح نمایاں نہ ہوں تو انہیں برابر کر کے از سر نو شروع کیا جائے۔ عمل کے لئے ریت کا پاک ہونا اور لڑکے کے جسم پر زخم کا نشان نہ ہونا ضروری ہے۔ عمل مرد اور عورت دونوں کے لئے کیا جا سکتا ہے، جس دن پانی برس رہا ہو یا تیز ہوا چل رہی ہو اس دن عمل نہ کیا جائے۔ عمل کرنے کا وقت صبح سے ظہر تک ہے، عصر تک منع ہے، ضرورتاً شام کی نماز تک جائز ہے''۔ (۱)

علم رمل کی شرعی حیثیت

بعض رَمّالیوں (عاملوں) کا کہنا ہے کہ علم رمل شرعاً جائز ہے بلکہ ایک نبی کی سنت بھی ہے لہٰذا اس علم سے استفادہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس دلیل کا جائزہ لینے سے پہلے یہ بات واضح رہے کہ واقعتاً بعض صحیح احادیث میں یہ ذکر ملتا ہے کہ کسی نبی کو اللہ تعالیٰ نے خطوط سے متعلقہ کوئی علم سکھایا تھا، جیسا کہ حضرت معاویہ سُلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

☆ واضح رہے کہ میرے علم کے مطابق قرآن وحدیث سے اس دعا کا کوئی ثبوت نہیں ملتا (مصنف)۔

(۱) اردو دائرۃ المعارف، ج۱۴ ص ۳۱۸۔

''میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے عرض کیا یارسول اللہ! ہم لوگ نئے نئے مسلمان ہوئے ہیں اور ہم میں سے بعض لوگ کاہنوں (عاملوں) کے پاس جاتے ہیں......؟

آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''ان کے پاس نہ جایا کرو''۔ میں نے کہا کہ ''ہم میں سے بعض لوگ بدشگونی لیتے ہیں؟''۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ

''یہ ایسی چیز ہے جو انسان کے دل میں اچانک پیدا ہوتی ہے لیکن جب ایسا (برا) خیال آئے تو اس کے مطابق عمل نہ کرو''۔

میں نے کہا کہ ''بعض لوگ علم رمل سے (یعنی خط کھینچ کر) عمل کرتے ہیں؟''

آپ ﷺ نے فرمایا کہ

((كَانَ نَبِيٌّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ يَخُطُّ فَمَنْ وَافَقَ خَطَّهُ فَذَاكَ))

''نبیوں میں سے ایک نبی ایسے تھے جو خط کھینچا کرتے تھے، جس شخص کا خط ان کے خط کے موافق ہو تو وہ درست ہوسکتا ہے''۔ (۱)

اس حدیث میں اگرچہ واضح طور پر علم رمل کو حرام نہیں کہا گیا لیکن آپ ﷺ کا بیان اس کی حرمت وممانعت ہی کی طرف اشارہ کرتا ہے، جیسا کہ فقہاءِ اسلام نے اس حدیث کے سیاق وسباق کی روشنی میں اسکی یہی تشریح کی ہے، بطورِ مثال چند ائمہ کے اقوال ملاحظہ کیجئے:

۱)...... اس حدیث کی تشریح میں امام نوویؒ رقمطراز ہیں کہ

''اس حدیث کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ جس شخص کا خط اس نبی کے خط کے موافق ہو جائے تو پھر یہ علم اس کے لئے جائز ہے لیکن ہمیں یقینی طور پر کیسے علم ہوگا کہ اس شخص (رمالی) کا خط اس نبی کے خط کے موافق ہوگیا ہے؟ چونکہ اس کا کوئی ذریعہ نہیں لہٰذا یہ علم (رمل) ناجائز ہے اور آپ ﷺ کا مقصود بھی اس کی حرمت کی طرف اشارہ کرنا تھا لیکن آپ ﷺ نے واضح طور پر اسے حرام اس لئے نہ کہا کہ کہیں کوئی شخص اس سے یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ وہ نبی کسی حرام کام کا ارتکاب کرتے تھے۔ اسی لئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے اگر کسی کا خط اس نبی کے موافق ہو تو پھر ٹھیک ہے۔ لیکن تمہیں تو اس نبی کے خط کا

(۱) مسلم، المساجد، باب تحریم الکلام فی الصلاۃ، ح ۵۳۷۔ بیہقی ۲/ ۲۵۰۔ احمد ۲/ ۳۹۴۔

علم ہی نہیں"۔ (١)

٢)......امام خطابیؒ فرماتے ہیں کہ

"اس حدیث میں علم رمل کو ممنوع قرار دیا گیا ہے کیونکہ یہ ایک نبی کا معجزہ تھا جو اٹھا لیا گیا لہٰذا ہمیں اس علم کے درپے ہونے سے منع کر دیا گیا"۔ (٢)

٣)......قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ

"یہ احتمال بھی ہے کہ ہماری شریعت میں علم رمل کو منسوخ قرار دیا گیا ہو"۔

اس کے بعد امام نوویؒ ان الفاظ میں فیصلہ نقل فرماتے ہیں کہ

"فحصل من مجموع کلام العلماء فیه الأتفاق علی النهی عنه الأن" (٣)

یعنی "مذکورہ علماء کے اقوال سے معلوم ہوا کہ اب یہ علم (رمل) متفقہ طور پر حرام ہے"۔

لہٰذا علم رمل جس نبی کو سکھایا گیا تھا، وہ ان کے لئے اس دور کا معجزہ تھا اور وہ علم بھی انہی کی ذات تک موقوف رہا۔ جب اللہ تعالیٰ نے انہیں اٹھا لیا تو ان کے ساتھ اس معجزاتی علم کو بھی اٹھا لیا اور اس کے بعد یہ علم کسی کو نہیں دیا گیا بلکہ اللہ کے رسول ﷺ کے زمانے میں بعض مشرک لوگ علم رمل کے ذریعے 'عمل' کیا کرتے تھے تو ان کے بارے میں--- بقول حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ--- یہ آیت نازل ہوئی کہ

﴿ ائْتُونِي بِكِتَابٍ مِّن قَبْلِ هَٰذَا أَوْ أَثَارَةٍ مِّنْ عِلْمٍ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴾

"اس سے پہلے کی کوئی آسمانی کتاب یا اس علم کی کوئی دلیل و علامت پیش کرو اگر تم سچے ہو؟"۔ [الاحقاف:٤] (٤)

گویا اہل عرب کو چیلنج کیا گیا کہ اگر اس علم کی کوئی سند اور دلیل تمہارے پاس ہے تو اسے پیش کرو مگر ان میں سے کوئی ایک رملی (عامل) بھی اس کی دلیل پیش نہ کر سکا تو آج یہ کوئی دلیل کیسے پیش کر سکتے ہیں!۔ لہٰذا یہ علم اب جھوٹ ہی پر مبنی ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں۔

---

(١) شرح مسلم للنووی، ج٢٦ ص ٥۔ (٢) ایضاً۔ (٣) ایضاً۔

(٤) مسند احمد، ج٢ص٣٩٤۔ تفسیر طبری، ٣١٢٢٢٣۔ الدرالمنثور، ج٦ ص٤۔ مجمع الزوائد، ح١١٣٣٥۔ تفسیر ابن کثیر، ج٤ ص ٢٣٦۔

باب ۱۱

بدشگونی، نحوست اور فالنامے

[۱]...... بدشگونی اور بدفالی (تَطَیُّر) کیا ہے؟

عربی زبان میں بدشگونی کے لئے لفظ تَطَیُّر استعمال ہوتا ہے۔ یہ طَیر (ط ی ر) سے مشتق ہے اور طَیْرًا (یعنی مصدر، از طَیَرَ، بروزن: ضرب) کا معنی ہے: پرندے کا اڑنا۔[۱]

اہل عرب دورِ جاہلیت میں پرندوں کے دائیں یا بائیں جانب اڑنے پر اپنے سفر وغیرہ کا انحصار کیا کرتے تھے یعنی اگر گھر سے بوقتِ روانگی یہ دیکھتے کہ اچانک کوئی پرندہ دائیں جانب کو اڑا ہے تو وہ اسے اپنے سفر کے لئے مبارک سمجھتے اور اس سے نیک شگون لیتے، لیکن اگر اس کے برعکس پرندہ بائیں جانب اڑتا ہوا دیکھ لیتے تو اس سے برا شگون لیتے اور اس روز سفر ترک کر دیتے۔ اگرچہ یہ توہم پرست اہل عرب اس دور میں دیگر بہت سی چیزوں سے بھی شگون لیتے تھے مگر ان کا شگون زیادہ تر پرندوں پر موقوف تھا، اس لئے پرندوں کی مناسبت سے اس طرح کے شگون کے لئے لفظ تَطَیُّر مستعمل ہوگیا۔

حافظ ابن حجرؒ اہل عرب کی بدشگونی کے حوالے سے رقمطراز ہیں کہ

"تَطَیُّر (بدشگونی) یہ ہے کہ دورِ جاہلیت میں لوگ پرندوں پر اعتماد کرتے اور جب ان میں سے کوئی شخص سفر کے لئے روانہ ہونے لگتا تو دیکھتا کہ اگر پرندہ اس کے دائیں جانب اڑا ہے تو وہ اسے اپنے لئے اچھا سمجھتے ہوئے اپنا سفر جاری رکھتا اور اگر وہ پرندے کو بائیں جانب اڑتے دیکھتا تو اس سے برا شگون لیتا اور سفر موقوف کر کے واپس لوٹ جاتا اور کبھی کبھار وہ اس مقصد کے لئے خود پرندے کو اڑا کر اپنی قسمت آزماتا کہ یہ دائیں پرواز کرتا ہے یا بائیں۔ جب اسلام آیا تو اس نے اس عمل کو باطل

(۱) دیکھیے: لسان العرب، قاموس المحیط، المنجد، النهاية، بذیل مادہ 'طیر'۔

قرار دے دیا"۔ (۱)

احادیث میں اسی کو زَجـرُ الطَّیرُ کہا گیا ہے یعنی پرندے کو اس مقصد کے لئے اڑانا کہ اگر وہ دائیں جانب اڑے تو اسے اپنے آئندہ کام میں اچھا سمجھا جائے اور اگر بائیں جانب اڑے تو اسے اپنے لئے برا سمجھا جائے حالانکہ یہ محض وہم اور وسوسہ ہے جس کا تقدیر سے کوئی تعلق نہیں۔ اگر تقدیر میں اس سفر (یا کام) میں بھلائی اور نفع مقدر ہے تو وہ مل کر رہے گا اور اگر خدانخواستہ مصیبت یا نقصان مقدر ہے تو پھر (سوائے دعا کے) اسے کوئی چیز ٹال نہیں سکتی۔ طاش زادہ کبریٰ علم الطیر ۃ (بدشگونی) کی وضاحت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ

"یہ فال کی ضد ہے یعنی فال میں کسی کام کے کرنے کا شگون لیا جاتا ہے جبکہ اس میں کسی کام کے نہ کرنے کا شگون لیا جاتا ہے۔ یہ شگون اس طرح لیا جاتا ہے کہ کوئی شخص کسی ایسی بات کو دیکھتا یا سنتا ہے جو اسے ناپسند معلوم ہوتی ہے حالانکہ طبعی طور پر وہ ناپسندیدہ نہیں ہوتی اور جو چیزیں طبعی طور پر ناپسندیدہ ہوتی ہیں مثلاً لوہے کے کوٹنے کی آواز یا گدھے کی آواز (وغیرہ) انہیں ناپسند کرنا بدشگونی نہیں کہلاتا"۔ (۲)

دورِ جاہلیت میں بدشگونی کی مختلف صورتیں

اہل علم نے دورِ جاہلیت میں مروجہ اہل عرب کی بدشگونی کی بہت سی صورتیں ذکر کی ہیں، جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱۔ پرندوں کے دائیں جانب اڑنے سے اچھا شگون اور بائیں جانب اڑنے سے برا شگون لیا جاتا تھا۔ اس مقصد کے لئے بسا اوقات کنکر مار کر کسی پرندے کو اڑا کر دیکھا جاتا کہ یہ دائیں جانب پرواز کرتا ہے یا بائیں جانب تاکہ حسبِ شگون عمل کیا جا سکے۔

۲۔ پرندوں کے علاوہ بعض مخصوص جانوروں سے بھی شگون لیا جاتا مثلاً ہرن اگر دائیں جانب بھاگتا تو اسے اپنے سفر کے لئے اچھا سمجھتے اور اگر بائیں جانب بھاگتا تو اس سے برا شگون لیتے۔

---

(۱) فتح الباری، ج۱۰ ص ۲۱۳۔

(۲) مفتاح السعادۃ، ج۲ ص ۳۳۸۔

۳۔ بعض لوگ مخصوص جانوروں اور پرندوں کی بولیوں سے براشگون لیا کرتے جن میں کوا، اُلو، فاختہ، کتا، شیر وغیرہ نمایاں تھے۔
۴۔ بعض لوگ مختلف چیزوں کو منحوس سمجھتے اور ان سے اجتناب کی کوشش کرتے مثلاً ماہِ صفر کو منحوس سمجھتے اور اس مہینے میں سفر نہ کرنے کا شگون لیتے۔
۵۔ بعض لوگ مخصوص دنوں، تاریخوں، جانوروں، سواریوں، مکانوں، جگہوں، انسانوں، قبیلوں اور عورتوں کو منحوس سمجھ کر بدشگونی لیتے۔
۶۔ بعض مخصوص پیشوں اور ہنروں کو منحوس سمجھ کر براشگون لیتے اور اس پیشہ سے متعلقہ افراد سے ملاقات کو برا خیال کرتے۔
۷۔ بعض نام اور الفاظ بھی ان کے ہاں برے سمجھے جاتے اور انہیں کسی موقع پر اچانک سن لینے پر وہ براشگون لیتے مثلاً اگر لفظ سَوْسَنَة (یہ سَوْس سے ہے جس کا معنی ہے اون یا لکڑی کھانے والا کیڑا) سنتے تو اس سے یہ براشگون لیتے کہ سُوْءٌ یَبْقٰی سَنَةً یعنی اب ایک سال تک مصائب کا شکار رہیں گے۔ اسی طرح لفظ یَاسمین (چنبیلی) سنتے تو اس سے یَاس (یعنی ناامیدی) اور مین (یعنی جھوٹ) کا شگون لیتے۔
۸۔ کسی اندھے، بھینگے، مریض اور مفلوج وغیرہ کو دیکھ کر بھی براشگون لیتے۔
۹۔ بعض پھلوں، درختوں، پتھروں اور نگینوں وغیرہ سے بھی شگون لیا جاتا تھا۔[1]

دورِ جاہلیت میں شگون اور فال باقاعدہ پیشہ تھا

بدشگونی کی مذکورہ صورتیں انفرادی طور پر جاہل و مشرک اہل عرب میں پائی جاتی تھی اور پورے عرب میں اس کا چلن عام تھا حتیٰ کہ آہستہ آہستہ اس نے مستقل پیشہ کی حیثیت اختیار کر لی تھی۔ اس کا اندازہ قرآن مجید کی اس آیت سے بھی ہوتا ہے جس میں ان چیزوں کو حرام قرار دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

(۱) تفصیل کے لئے دیکھیے: کتاب الحیوان، للجاحظ، ج۷ ص ۱۵۰۔ اسد الغابة، ج۲ ص ۳۸۰۔ تاریخ طبری، ج۱۵ ص ۲۶۰۹۔ اردو دائرة المعارف، ج۱٤ ص ٤۹۷۔ الکامل فی التاریخ، ج۵ ص ۲٤۷۔ العقد الفرید، ج۱ ص ۲۲٦۔ عیون الاخبار، ج۲ ص ۱٤۸۔

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾ [سورة المائدة : ٩٠]

''اے ایمان والو! یہ شراب، جوا، آستانے اور پانسے (یعنی قسمت معلوم کرنے کے تیر) یہ سب گندے شیطانی کام ہیں لہٰذا ان سے بچتے رہو تا کہ تم فلاح پا سکو''۔

اسی طرح ایک اور آیت میں اسے حرام کہا گیا ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ ﴾ [سورة المائدة:٣]

''(نیز ہر وہ چیز بھی حرام ہے) جس میں فال کے تیروں سے تم اپنی قسمت معلوم کرو، یہ سب گناہ کے کام ہیں''۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

''اَزلام سے مراد وہ تیر ہیں جن سے وہ لوگ اپنے کاموں میں فال نکالتے تھے اور اپنی قسمت کا حال معلوم کیا کرتے تھے''۔ (۱)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ

''ابن جریر کا کہنا ہے کہ دورِ جاہلیت میں لوگ تیروں کے ساتھ فال گیری کیا کرتے تھے اور یہ تین طرح کے تیر ہوتے تھے جن میں ایک پر اِفْعَلْ (کرلو) لکھا ہوتا، دوسرے پر لَا تَفْعَلْ (یعنی یہ کام نہ کرو) لکھا ہوتا اور تیسرے پر کچھ نہ لکھا ہوتا۔ 'فرا' کے بقول ایک پر أَمَرَنِيْ رَبِّيْ (یعنی میرے رب نے مجھے اس کے کرنے کا حکم دیا ہے) لکھا ہوتا، دوسرے پر نَهَانِيْ رَبِّيْ (یعنی میرے رب نے مجھے اس سے منع فرمایا ہے) لکھا ہوتا اور تیسرا خالی ہوتا۔ جب کسی کو اہم کام درپیش ہوتا تو وہ فال گیری کرتا۔ اگر پہلی قسم کا تیر نکلتا تو مطلوبہ کام کیا جاتا، دوسری قسم کا تیر نکلتا تو مطلوبہ کام چھوڑ دیا جاتا اور اگر تیسری قسم کا تیر نکلتا تو پھر دوبارہ تیر نکالا جاتا''۔

سیرت کی کتابوں میں بعض ایسے واقعات ملتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ دورِ جاہلیت

(۱) بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : انما الخمر والميسر۔ ابن کثیر، ج۲ ص ۱۸۔

(۲) فتح الباری شرح صحیح البخاری ، بذیل: کتاب التفسیر،تفسیر سورة المائدة۔

میں لوگ انفرادی طور پر بھی فال نکال کرتے تھے اور بسا اوقات کسی کاہن و عامل کی خدمات بھی حاصل کرتے تھے۔ اس سلسلہ میں کتبِ سیرت میں یہ واقعہ بڑا معروف ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے یہ نذر مانی تھی کہ اگر اللہ نے انہیں دس لڑکے عطا کئے اور وہ سب کے سب اس عمر کو پہنچے کہ ان کا بچاؤ کرسکیں (یعنی جوان ہوسکے) تو وہ ایک لڑکے کو کعبہ کے پاس قربان کر دیں گے اور جب عبدالمطلب کے لڑکوں کی تعداد پوری دس ہوگئی اور وہ بچاؤ کرنے کے لائق ہو گئے تو عبدالمطلب نے قسمت کے تیروں پر ان سب کے نام لکھے اور ان تیروں کو ہبل بت کے قیم (نگران) کے حوالے کیا۔ قیم نے تیروں کو گردش دے کر قرعہ نکالا تو حضرت عبداللہ کا نام نکلا۔ عبدالمطلب نے عبداللہ کا ہاتھ پکڑا، چھری لی اور ذبح کرنے کے لئے خانہ کعبہ کے پاس لے گئے لیکن قریش اور خصوصاً حضرت عبد اللہ کے ننھیال والے یعنی بنومخزوم اور عبد اللہ کے بھائی ابو طالب آڑے آئے۔ عبد المطلب نے کہا تب میں اپنی نذر کا کیا کروں؟ انہوں نے مشورہ دیا کہ وہ کسی عرافہ و کاہنہ خاتون کے پاس جا کر حل دریافت کریں۔

عبدالمطلب ایک عرافہ کے پاس گئے، اس نے کہا کہ عبداللہ اور دس اونٹوں کے درمیان قرعہ اندازی کریں۔ اگر عبداللہ کا نام قرعہ میں نکلے تو مزید دس اونٹ بڑھا دیں۔ اس طرح اونٹ بڑھاتے جائیں اور قرعہ اندازی کرتے جائیں یہاں تک کہ اللہ راضی ہو جائے، پھر اونٹوں کے نام قرعہ نکل آئے تو انہیں ذبح کر دیں۔ عبدالمطلب نے واپس آ کر عبداللہ اور دس اونٹوں کے درمیان قرعہ اندازی کی مگر قرعہ عبداللہ کے نام نکلا۔ اس کے بعد وہ دس دس اونٹ بڑھاتے گئے اور قرعہ اندازی کرتے گئے مگر عبداللہ کے نام ہی قرعہ نکلتا رہا۔ جب سو اونٹ پورے ہو چکے تو پھر قرعہ اونٹوں کے نام نکلا۔ اب عبدالمطلب نے انہیں عبداللہ کے بدلے ذبح کیا اور وہیں چھوڑ دیا''۔ (۱)

علاوہ ازیں بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار و مشرکین بسا اوقات ذاتی طور پر خود ہی فال نکال لیا کرتے تھے مثلاً ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا واقعہ ہجرت بیان

(۱) الرحیق المختوم، ص ۹۸۔ بحوالہ: سیرت ابن ھشام، ج ۱ ص ۱۵۱ تا ۱۵۵۔

کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ

''سراقہ بن مالک بن جعشم نے آپ ﷺ کا تعاقب کیا، سراقہ خود کہتے ہیں کہ میں نے اپنا گھوڑا دوڑایا تاکہ جلد از جلد آپ کو جا پکڑوں، جب میں آپ کے قریب پہنچ گیا تو گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور میں گر گیا۔ میں نے اٹھ کر اپنا ہاتھ اپنے ترکش میں ڈالا۔ اس سے تیر نکال کر یہ فال نکالی کہ میں آپ کو نقصان پہنچاؤں یا نہ پہنچاؤں مگر فال میں وہ چیز نکلی جو مجھے پسند نہ تھی تاہم میں اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا اور فال کی کوئی پروانہ کی''۔ (۱)

دورِ حاضر میں بدشگونی کی مختلف صورتیں

وہ تمام صورتیں جو دورِ جاہلیت میں توہم پرستی کی بنیاد پر لوگوں میں پائی جاتی تھیں اور اسلام نے انہیں باطل قرار دے کر ان کی بیخ کنی فرما دی تھی، وہ آہستہ آہستہ پھر مسلم معاشروں میں لوٹتی چلی آ رہی ہیں۔ اگرچہ اس کی بعض شکلیں قدرے مختلف ہیں لیکن اصلیت کے اعتبار سے بدشگونی کی جدید و قدیم صورتوں میں قدرے اشتراک بہرحال موجود ہے۔ اس کی بہت سی مثالیں ذکر کی جاسکتی ہیں مگر از راہِ اختصار چند مثالیں ذکر کی جاتی ہیں تاکہ اندازہ ہو سکے کہ ضعیف العقیدہ لوگ کس طرح بدشگونی لیتے ہیں:

۱۔ اکثر لوگ گھر کی منڈیر (دیوار) پر کوّے کے بولنے سے کسی مہمان کے آنے کا شگون لیتے ہیں۔

۲۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ جس کو جھاڑو کے ساتھ مارا جائے، اس کا جسم سوکھ جاتا ہے۔

۳۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ شام کے وقت اگر کوئی مرغا اذان دے تو اسے ذبح کر لو کیونکہ یہ اچھی چیز کی علامت نہیں ہے۔

۴۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہاتھ کی ہتھیلی میں خارش ہونے سے مال و دولت ملتا ہے اور تلوے میں خارش ہونے یا جوتے پر جوتا چڑھنے سے سفر درپیش ہوتا ہے۔

---

(۱) صحیح البخاری، باب هجرة النبي ﷺ۔ مسند احمد، ج٤ ص ۱۷۵، ۱۷٦۔

۵۔ بعض لوگ صبح کے وقت کسی خاص چیز، جگہ یا جانور کا نام لینا منحوس اور برا سمجھتے ہیں۔
۶۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ مرد کی بائیں اور عورت کی دائیں آنکھ پھڑکنے سے کوئی مصیبت، دکھ یا تکلیف پیش آئے گی اور اگر اس کے برعکس مرد وزن کی دوسری آنکھ پھڑکے، تو یہ کسی خوشی کی علامت ہے۔
۷۔ بعض لوگ مخصوص سالوں، مہینوں اور مخصوص دنوں کو منحوس سمجھتے ہوئے بدشگونی لیتے ہیں۔
۸۔ بعض لوگ کسی خاص عدد سے برا اور اس کے برعکس کسی اور خاص عدد سے اچھا شگون لیتے ہیں۔
۱۰۔ دیہاتوں میں عورتیں چکی کا قبضہ ہاتھ سے چھوٹنے پر مہمان کے آنے کا شگون لیتی ہیں۔
اس کے علاوہ بھی بہت سے ایسی چیزیں، صورتیں اور حالتیں ہیں جن سے مہذب و غیر مہذب، جاہل و عالم، دیہاتی و شہری مختلف قسم کے لوگ مختلف شگون لیتے ہیں حالانکہ اچھائی اور برائی، خوشی اور غمی، آسانی اور تنگی وغیرہ صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ کوئی چیز بذاتِ خود ان خواص کی حامل نہیں ہوتی لہٰذا کسی چیز کو تقدیر کے معاملات میں دخیل سمجھنا جہالت ہی نہیں بلکہ بسا اوقات یہ عمل کفر و شرک کی صورت بھی اختیار کر لیتا ہے اور کسی مسلمان کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ تقدیر پر ایمان لانے کے باوجود ایسی توہمانہ باتوں کا شکار ہو۔

بدشگونی حرام ہے

اسلامی تعلیمات کے مطابق بدشگونی کی تمام صورتیں غلط ہیں، ان کی کوئی حقیقت نہیں۔ کسی چیز سے برا، یا اچھا شگون لینے کی قرآن وسنت میں صاف مذمت کی گئی ہے۔ آئندہ سطور میں اس سلسلہ کے چند دلائل ذکر کیے جاتے ہیں:

قرآنی دلائل

(۱) : ﴿وَلَقَدْ أَخَذْنَا آلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِينَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ فَإِذَا جَاءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوا لَنَا هَٰذِهِ وَإِن تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَطَّيَّرُوا بِمُوسَىٰ وَمَن مَّعَهُ

اَلَا اِنَّمَا طٰئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ [الاعراف: ۱۳۰، ۱۳۱]

''اور ہم نے فرعون والوں کو مبتلا کیا قحط سالی میں اور پھلوں کی کم پیداواری میں، تا کہ وہ نصیحت قبول کریں۔ پس ان پر جب خوشحالی آتی تو کہتے کہ یہ تو ہمارے لئے ہونا ہی چاہیے اور اگر ان کو کوئی بدحالی پیش آتی تو موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کی نحوست بتلاتے، یاد رکھو کہ ان کی نحوست اللہ تعالیٰ کے پاس ہے لیکن ان کے اکثر لوگ نہیں جانتے''۔

مذکورہ آیت میں یہ بات بیان ہوئی ہے کہ آل فرعون کو اگر بھلائی، اچھائی اور دنیاوی فوائد حاصل ہوتے تو وہ کہتے کہ یہ ہماری محنت کی وجہ سے حاصل ہوئے ہیں، یا یہ کہ یہ ہمارا حق تھا لیکن اگر اس کے برعکس دنیاوی نقصانات کا سامنا ہوتا تو فوراً کہہ دیتے کہ یہ سب اس شخص (یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام) کی وجہ سے ہوا ہے۔ گویا وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو (نعوذ باللہ) منحوس خیال کرتے تھے اور آپ کی موجودگی سے بدشگونی لیتے جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس طرح تمام اچھائیاں اللہ کی طرف سے حاصل ہوتی ہیں، اسی طرح نقصان بھی اسی کے حکم سے ہوتا ہے یعنی خیر وشر کے تمام اسباب اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں۔

(۲) : ﴿وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ﴾ [سورة بنی اسرائیل: ۱۳]

''ہم نے ہر شخص کا پروانۂ خیر وشر اس کی گردن میں لٹکا دیا ہے''۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ انسانی قسمت کی اچھائی اور برائی اللہ کی طرف سے طے کردہ ہے، برائی کو کسی چیز کی نحوست کا اثر قرار دینا غلط ہے۔

(۳) : ﴿قَالُوْا رَبُّنَا يَعْلَمُ اِنَّآ اِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ قَالُوْا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ قَالُوْا طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ﴾ [سورة یٰسٓ: ۱۶ تا ۱۹]

''ان (رسولوں) نے کہا کہ ہمارا پروردگار جانتا ہے کہ بے شک ہم تمہارے پاس بھیجے گئے ہیں اور ہمارے ذمہ تو صرف واضح طور پر (رب کا پیغام) پہنچا دینا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم تو تم کو منحوس سمجھتے ہیں، اگر تم باز نہ آئے تو ہم پتھروں سے تمہارا کام تمام کر

دیں گے اور تم کو ہماری طرف سے سخت تکلیف پہنچے گی۔ ان رسولوں نے کہا کہ تمہاری نحوست تمہارے ساتھ ہی لگی ہوئی ہے۔ کیا اس کو نحوست سمجھتے ہو کہ تم کو نصیحت کی جائے!، بلکہ تم حد سے نکل جانے والے لوگ ہو"۔

جس طرح قومِ فرعون نے اپنی بدحالی، قحط سالی اور دیگر نقصانات کا ذمہ دار حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قرار دیا اور ان کی موجودگی سے براشگون لیا، اسی طرح دیگر بہت سے رسولوں اور نبیوں کی قوموں نے بھی اپنے پیغمبروں سے براشگون لیا جیسا کہ مندرجہ بالا آیات سے واضح ہے اور اسی طرح قومِ ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام کے بارے میں کہا:

(٤) : ﴿ قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ قَالَ طَائِرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ﴾

"وہ کہنے لگے کہ ہم تو تیری اور تیرے ساتھیوں کی بدشگونی لے رہے ہیں۔ تو آپ (یعنی حضرت صالح ؑ) نے فرمایا: تمہاری بدشگونی اللہ کے ہاں ہے، بلکہ تم فتنے میں پڑے ہوئے لوگ ہو"۔ [النمل: ٤٧]

اسی طرح نبی اکرم ﷺ کے دور میں منافقین کی بھی یہی روش تھی کہ وہ بری چیز کو حضورؐ کے ساتھ منسوب کر کے برے شگون کا اظہار کرتے، جیسا کہ مندرجہ ذیل آیت میں ہے:

(٥) : ﴿ وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ﴾ [سورة النساء: ٧٨]

"اور اگر انہیں کوئی بھلائی ملتی تو کہتے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اگر کوئی برائی پہنچتی ہے تو کہہ اٹھتے کہ یہ تیری طرف سے ہے۔ انہیں کہہ دو کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے"۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ انبیاء و رسل جیسی برگزیدہ ہستیوں کو کفار و منافقین ہمیشہ (معاذ اللہ) منحوس خیال کرتے ہوئے ان کے وجود پاک سے براشگون لیتے اور اس زعم باطل میں وہ اپنے نبیوں کو قتل کرنے کے درپے بھی ہوئے۔ حالانکہ انبیا و رسل اپنی قوموں کو بت پرستی،

کفر و شرک اور تمام اخلاقی برائیوں سے منع کیا کرتے تھے جبکہ ان کی قومیں اپنی عادات سے تائب ہونے کے لئے تیار نہ تھیں اور الٹا ان پاک باز ہستیوں کے بارے میں گستاخانہ باتیں کرتی تھیں (الا من رحم ربی)

بالخصوص جب وہ کسی آسمانی یا زمینی آفت و حادثہ کا شکار ہوتے تو اسے اپنے کفریہ وشرکیہ اعمال کا نتیجہ قرار دینے کی بجائے ان نیک ہستیوں (انبیاء) کو اس کا ذمہ دار ٹھہراتے کہ تمہاری اس بت پرستی کے خلاف دعوت و تبلیغ کی وجہ سے ہمارے بت اور دیوتا ناراض ہو گئے ہیں اور ہمیں شر کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ یہی بات بیان کی کہ خیر و شر کا تعلق تقدیر سے ہے اور جو لوگ انبیاء کی دعوت پر لبیک کہتے ہیں، خیر و بھلائی انہی کا مقدر ہے، اس کے برعکس کفر وشرک کے مرتکب دنیا و آخرت میں نقصان ہی اٹھائیں گے۔

اَحادیث سے دلائل

درج ذیل اَحادیث میں واضح طور پر بدشگونی کی مذمت کی گئی ہے:

(۱) : ((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: اَلطِّيَرَةُ شِرْكٌ ، اَلطِّيَرَةُ شِرْكٌ، ثَلَاثًا وَمَا مِنَّا اِلَّا وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يُذْهِبُهُ بِالتَّوَكُّلِ))[1]

" حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے تین بار فرمایا: "بدشگونی شرک ہے، بدشگونی شرک ہے، بدشگونی شرک ہے (پھر فرمایا) اور ہم میں سے ہر شخص کے دل میں برا شگون پیدا ہوسکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ پر توکل کیا جائے تو اللہ تعالیٰ اسے دور فرما دیتے ہیں"۔

(۱) سنن ابی داؤد، کتاب الطب، باب فی الطیرۃ، ح۳۹۱۰۔جامع الترمذی، ح۱۶۱۴۔ سنن ابن ماجہ، ح۳۵۳۸۔ابن حبان، ح۶۱۲۲۔مسند احمد، ج۱ص ۴۳۸۔مسند طیالسی، ۳۵۶۔مشکل الآثار، ۱/ ۳۵۸۔حاکم، ۱/ ۱۷، ۱۸۔الادب المفرد، ۹۰۹۔ حافظ ابن حجرؒ نے امام بخاریؒ کے استاذ سلیمان بن حرب کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ "ومامنا" سے آخر تک کا کلام حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا ہے جو اس روایت میں 'مدرج' (راوی کی طرف سے الحاقی کلام) کی شکل اختیار کر گیا ہے۔دیکھیے: فتح الباری، ۱۰/ ۲۱۳۔

(۲) : ((عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : لَا عَدْوٰی وَ لَا طِیَرَةَ وَلَا هَامَةَ وَلَا صَفَرَ))

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: متعدی بیماری، بدشگونی، الو اور صفر (دوسرے اسلامی مہینے) کی نحوست کا تصور غلط ہے''۔ (۲)

اس حدیث میں بیماری کے متعدی ہونے (یعنی ایک سے دوسرے کو لگنے) کی بظاہر نفی کی گئی ہے، جب کہ بعض روایات سے متعدی بیماری کے وجود کا ثبوت بھی ملتا ہے۔اس لیے یہاں یہ بات یاد رہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس چیز کی نفی فرمائی، وہ اہلِ عرب کا یہ تصور تھا کہ بیماریاں بذات خود ایک سے دوسرے کو لگ جاتی ہیں حالانکہ کوئی بیماری اللہ کے حکم و مرضی کے بغیر کسی دوسرے کو (اَز خود) نہیں لگ سکتی۔اسی چیز کو آپؐ نے ان لفظوں سے بیان کیا کہ لاَ عَـدْوٰی...گویا آپؐ کی مراد یہی تھی کہ کوئی بھی بیماری خواہ اس میں کتنے ہی متعدیانہ اثرات کیوں نہ ہوں ،اس وقت تک کسی کو نہیں لگ سکتی جب تک کہ اللہ کی مرضی نہ ہو۔گویا آپ نے بیماریوں کے متعدیانہ اثرات سے انکار نہیں کیا، نیز دیگر روایات سے بھی یہ ثابت ہے کہ آپؐ نے بعض بیماریوں کے متعدیانہ اثرات سے بچنے کی تلقین فرمائی ہے۔

اس حدیث میں دوسری چیز 'الھامۃ' ہے اس کا ترجمہ بعض اہل علم نے پرندہ اور بعض نے خاص اُلو مراد لیا ہے اور یہ وضاحت کی ہے کہ اہل عرب کے ہاں یہ عقیدہ پایا جاتا تھا کہ اگر کسی مقتول کے قاتل سے بدلہ نہ لیا جائے تو مقتول کی لاش ،یا روح، یا ہڈیاں پرندے یا الو کی شکل اختیار کر کے چیخ و پکار کرتی رہتی ہے اور یہ چیخ و پکار مقتول کے ورثا کے لیے پریشانی اور بے چینی کا باعث بن جاتی ہے مگر جب قاتل سے بدلہ لے لیا جائے تو پھر یہ پرندہ خود بخود غائب ہو جاتا ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ جاہلیت کے اس تصور کی بھی نفی فرمائی۔

(۱) بخاری ، کتاب الطب، باب الجذام، ۵۷۰۷۔ مسلم، ح ۲۲۲۰۔

اسی طرح اس حدیث میں 'صفر' کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کی وضاحت کرتے ہوئے بعض اہل علم نے کہا ہے کہ اس سے اہل جاہلیت پیٹ کی کوئی بیماری مراد لیتے تھے، جس کے بارے میں ان کا تصور یہ تھا کہ یہ کسی کیڑے سے پیدا ہوتی ہے اور انسان کے لیے جان لیوا ثابت ہوتی ہے۔ نیز وہ یہ سمجھتے تھے کہ یہ دیگر بیماریوں سے زیادہ متعدی اثرات رکھتی ہے۔ آنحضرتؐ نے ان کے اس تصور کی نفی فرمائی کہ نہ ایسی کوئی بیماری ہے اور نہ اس کے ایسے متعدی اثرات۔ نیز زندگی موت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

جب کہ بعض اہل علم نے صفر سے دوسرا اسلامی مہینا مراد لیا ہے اور حدیث کی یہ وضاحت کی ہے کہ جاہلیت میں لوگ صفر کے بارے میں عجیب وغریب تصورات رکھتے تھے۔ محرم کے مہینے کو تو مقدس سمجھتے اور قتل وغارت وغیرہ سے اجتناب کرتے لیکن اگر محرم کے مہینے میں کوئی ایسی حرکت کرنا پڑ جاتی تو پھر اسے صفر تصور کر کے اپنا مقصد پورا کر لیتے اور صفر کا مہینا شروع ہوتا تو اسے محرم تصور کر لیتے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ان کے اس تصور کی نفی فرمائی۔

(۳) : ((عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍؓ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَطَيَّرَ أَوْ تُطُيِّرَ لَهُ أَوْ تَكَهَّنَ أَوْ تُكُهِّنَ لَهُ أَوْ سَحَرَ أَوْ سُحِرَ لَهُ وَمَنْ أَتَى كَاهِنًا فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُوْلُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ))[1]

''حضرت عمران رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے فال نکالی یا فال نکلوائی، یا کہانت کا کام کیا یا اپنے لئے کروایا، یا جادو کیا یا کسی سے جادو کروایا، اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں اور جو شخص کسی 'عامل' کے پاس گیا اور اس کی باتوں پر یقین کیا تو اس نے اس چیز کے ساتھ کفر کیا جو محمدؐ پر نازل کی گئی ہے''۔

(٤) : ((عَنْ قَبِيْصَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: اَلْعِيَافَةُ وَالطِّيَرَةُ وَالطَّرْقُ مِنَ الْجِبْتِ))

(۱) مسند بزار، ح ۳۵۴۳۔ المعجم الکبیر، ج ۱۷ ص ۳۵۵۔

''حضرت قبیصہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کا یہ ارشادِ گرامی سنا کہ علم رمل اور پرندوں کو اڑا کر یا کسی اور چیز سے بدشگونی لینا 'جبت' ہے''۔ (۱)

جبت میں کفر وشرک، بت پرستی اور جادو وغیرہ تمام مفہوم پائے جاتے ہیں۔ گویا آپ ﷺ نے 'جبت' کہہ کر ان تمام چیزوں کی مذمت فرمائی ہے۔

(۵) : ((عَنِ ابْنِ عُمَرَ ؓ قَالَ اِنَّ رَسُولَ اللّٰہ ﷺ قَالَ: لَا عَدْوٰی وَلَا طِیَرَۃَ))

''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: امراض میں چھوت چھات کی اور بدشگونی کی کوئی اصل نہیں''۔ (۲)

(۶) : ((عَـنْ اَنَـسٍ عَـنِ الـنَّبِـیِّ ﷺ قَالَ: لَا عَدْوٰی وَلَا طِیَرَۃَ وَ یُعْجِبُنِیَ الْفَالُ، قَالُوْا وَمَا الْفَالُ؟ قَالَ: اَلْکَلِمَۃُ الطَّیِّبَۃُ))

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: چھوت لگنا کوئی چیز نہیں اور بدشگونی (کی کوئی حقیقت) نہیں ہے، البتہ نیک فال مجھے پسند ہے۔ صحابہ ؓ نے عرض کیا: نیک فال کیا ہے؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اچھی بات منہ سے نکالنا یا کسی سے اچھی بات سن لینا''۔ (۳)

(۷) : ((عَنْ جَابِرٍ ؓ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہ ﷺ: لَا عَدْوٰی وَلَا طِیَرَۃَ وَلَا غُوْلَ))

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: متعدی بیماری اور بدشگونی کی کوئی حقیقت نہیں اور جن بھوت بھی (اللہ کی مرضی کے بغیر) کچھ نہیں کر سکتے''۔ (۴)

(۸) : ((عَـنْ سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہ ﷺ کَانَ یَقُوْلُ: لَاھَامَۃَ وَلَا عَدْوٰی

(۱) ابو داؤد، کتاب الطب، باب فی الخط و زجر الطیر، ح ۳۹۰۷۔ ابن حبان، ح ۶۱۳۱۔
(۲) بخاری، کتاب الطب، باب الطیرۃ، ح ۵۷۵۳۔ مسلم، ح ۲۲۲۵۔
(۳) بخاری، ایضاً، ح ۵۷۷۶۔ مسلم، ح ۲۲۲۳۔
(۴) مسلم، کتاب السلام، باب لاعدوی ولاطیرۃ، ح ۲۲۲۲۔

وَلَا طِيَرَةَ وَاِنْ تَكُنِ الطِّيَرَةُ فِيْ شَيْءٍ فَفِي الْفَرَسِ وَالْمَرْاَةِ وَالدَّارِ))

''حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ الو، متعدی بیماری اور بدشگونی کی کوئی حقیقت نہیں اور اگر کسی چیز سے براشگون لیا جاتا تو وہ گھوڑا، گھر اور عورت ہوتی''۔[1]

(۹) : ((عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ السُّلَمِيِّ قَالَ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! اُمُوْرًا كُنَّا نَصْنَعُهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ كُنَّا نَاْتِي الْكُهَّانَ قَالَ: فَلَا تَاْتُوا الْكُهَّانَ قَالَ قُلْتُ: كُنَّا نَتَطَيَّرُ قَالَ: ذَاكَ شَيْءٌ يَجِدُهُ اَحَدُكُمْ فِيْ نَفْسِهٖ فَلَا يَصُدَّنَّكُمْ))

''حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ (اس کے بارے میں آپ کا خیال ہے کہ) دورِ جاہلیت میں ہم کاہنوں کے پاس جایا کرتے تھے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کے پاس نہ جایا کرو۔ میں نے کہا کہ ہم بدشگونی بھی لیا کرتے تھے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ محض خیال ہے جو دل میں پیدا ہو جاتا ہے اور اس خیال کی بنیاد پر کسی چیز سے پیچھے نہ ہٹا کرو''۔[2]

(۱۰) : ((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: مَنْ رَدَّتْهُ الطِّيَرَةُ عَنْ حَاجَتِهٖ فَقَدْ اَشْرَكَ قَالُوْا فَمَا كَفَّارَةُ ذٰلِكَ؟ قَالَ: اَنْ تَقُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ لَا طَيْرَ اِلَّا طَيْرُكَ وَلَا خَيْرَ اِلَّا خَيْرُكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ))

''حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو برے خیال (یعنی بدشگونی) نے اس کے کام سے روک دیا تو اس نے شرک کیا۔ لوگوں نے کہا کہ پھر اس کا کفارہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسی صورت میں یہ دعا پڑھا کرو:

اَللّٰهُمَّ لَا طَيْرَ اِلَّا طَيْرُكَ وَلَا خَيْرَ اِلَّا خَيْرُكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ''

(۱) ابو داؤد، کتاب الطب، باب فی الطیرۃ، ح ۳۹۲۱۔ السلسلۃ الصحیحۃ، ح ۷۸۹۔

(۲) مسلم، کتاب السلام، باب تحریم الکهانة واتیان الکهان، ح ۵۳۷، ۱۲۱۔

''یااللہ! تیرے شگون کے سوا کوئی شگون نہیں، تیری بھلائی کے سوا کوئی بھلائی نہیں اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں''۔ (۱)

اس سے معلوم ہوا کہ اگر دل میں کوئی برا شگون پیدا ہو تو مذکورہ دعا پڑھ لینی چاہیے۔ علاوہ ازیں بعض روایات کے مطابق ایسی صورت میں درج ذیل دعا بھی پڑھی جا سکتی ہے:

((اَللّٰھُمَّ لَا یَاْتِیْ بِالْحَسَنَاتِ اِلَّا اَنْتَ وَلَا یَدْفَعُ السَّیِّئَاتِ اِلَّا اَنْتَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِكَ))

''یااللہ! تیرے سوا کوئی بھلائی نہیں لاتا اور تیرے سوا کوئی برائی دور نہیں کر سکتا اور تیری مدد کے بغیر ہمیں نہ بھلائی کی طاقت ہے، نہ برائی سے بچنے کی ہمت ہے''۔ (۲)

بدشگونی کے خلاف صحابہ کرامؓ و علمائے عظام کے چند واقعات

۱۔ حضرت عکرمہ (تابعی) فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا تھا کہ اچانک ایک پرندہ چیختا ہوا گزرا تو لوگوں میں سے ایک شخص کہنے لگا خیر خیر (یعنی اس پرندے سے اچھائی کا شگون لیا) تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

'' مَا عِنْدَ ھٰذَا لَا خَیْرَ وَلَا شَرَّ ''

''یعنی اس پرندے کا خیر و شر سے کوئی واسطہ نہیں''۔ (۳)

۲۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ایک واقعہ ذکر کیا ہے کہ جب انہوں نے خوارج کے خلاف لڑائی کا پروگرام بنایا تو ایک نجومی آ کر کہنے لگا: ''اے امیر المؤمنین! چاند 'عقرب' میں ہے لہٰذا آپ کے لئے اس وقت اپنے

---

(۱) احمد، ج ۲ ص ۲۲۰۔ السلسلۃ الصحیحۃ، ح ۱۰۶۵۔ علامہ البانیؒ فرماتے ہیں: ''ابن لہیعہ سے روایت کرنے والا راوی عبداللہ بن وھب ہے جو ان عبادلہ اربعہ میں شامل ہے جن کی ابن لہیعہ سے روایت محدثین کے نزدیک صحیح قرار پاتی ہے لہٰذا یہ روایت قابل اعتبار ہے''۔

(۲) سنن ابی داؤد، کتاب الطب، ح ۳۹۱۹۔

(۳) تفسیر قرطبی، ج ۷ ص ۲۳۵۔

ساتھیوں کو لے کر لڑائی کے لئے نکلنا مناسب نہیں''۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ ''میں تو اللہ پر بھروسہ اور توکل کرتے ہوئے سفر کروں گا تاکہ تیری تکذیب ہو''۔

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لڑائی کے لئے کوچ فرمایا اور اس لڑائی میں اکثر و بیشتر خارجی مارے گئے اور آپ کو فتح نصیب ہوئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کامیابی پر بڑی خوشی ہوئی کیونکہ اس لڑائی کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیشگوئی بھی موجود تھی جو پوری ہوئی''۔ (۱)

۳۔ ابن عبدالحکم فرماتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیزؒ مدینہ سے سفر کے لئے نکلے جبکہ چاند 'عقرب' میں تھا تو میں نے اس سے براشگون لیتے ہوئے ان کے اس سفر پر اس وقت روانگی کو ناپسند کرتے ہوئے کہا کہ آج رات چاند کیسی خوبصورتی سے چمک رہا ہے۔ عمر بن عبدالعزیز نے چاند کی طرف دیکھا اور (میرا مقصد بھانپ کر) فرمانے لگے کہ اس سے تمہاری مراد یہ ہے کہ چاند عقرب میں ہے اور مجھے اس وقت سفر کے لئے نہیں نکلنا چاہیے، لیکن سنو:

"اِنَّا لَا نَخْرُجُ بِشَمْسٍ وَلَا بِقَمَرٍ وَلٰكِنَّا نَخْرُجُ بِاللّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ"

''ہم شمس و قمر پر بھروسہ اور اعتماد کر کے سفر نہیں کرتے بلکہ ہم تو اللہ وحدہ لاشریک و ذوالجلال والاکرام پر توکل کر کے نکلتے ہیں''۔ (۲)

......☆......

(۱) مجموعۃ الفتاوی، ج۱۸ ص ۱۰۹۔

(۲) ابجد العلوم، ج۲ ص ۳۶۸۔

[۲]......کسی چیز کے منحوس ہونے کا مسئلہ

اہل علم کے ہاں اس مسئلہ میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ کوئی چیز بذاتِ خود منحوس ہوتی ہے یا نہیں۔ بعض لوگ گھر، بیوی اور سواری کے منحوس ہونے کے قائل ہیں جبکہ بعض اس کے قائل نہیں اور اس اختلاف کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ مذکورہ چیزوں کے منحوس ہونے یا نہ ہونے کے حوالے سے دونوں طرح کی روایتیں مذکور ہیں مثلاً بعض روایات میں اس طرح ہے کہ

((اِنَّمَا الشُّؤْمُ فِیْ ثَلَاثَۃٍ فِی الْفَرَسِ وَالْمَرْاَۃِ وَالدَّارِ)) (۲)

''تین چیزوں میں نحوست پائی جاتی ہے: گھوڑے، عورت اور گھر میں''۔

جبکہ بعض روایات میں اس کے برعکس اس طرح ہے کہ

((اِنْ کَانَ الشُّؤْمُ فِیْ شَیْءٍ فَفِی الدَّارِ وَالْمَرْاَۃِ وَالْفَرَسِ)) (۳)

''اگر کوئی چیز منحوس ہوسکتی تو وہ گھر یا عورت یا گھوڑا ہے''۔

یعنی یہاں ہر طرح کی نحوست کی نفی کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے جبکہ پہلی قسم کی روایات میں ان تین چیزوں کی نحوست بتلائی جا رہی ہے۔ گویا یہ دونوں بظاہر متعارض روایات ہیں اور اسی وجہ سے اہل علم میں یہ اختلاف پیدا ہوا کہ ان میں نحوست ہے یا نہیں۔ اگر ایک ہی قسم کی روایات ہوتیں تو پھر اس قسم کا اختلاف پیدا نہ ہوتا۔ بعض اہل علم نے اس اختلاف کے حل کے لیے تطبیق اور بعض نے ترجیح کی صورت اختیار کی ہے۔

---

(۱) بخاری، کتاب الجهاد، باب ما یذکر من شؤم الفرس، ح۲۸۵۸، ۵۰۹۳۔ مسلم، ح۲۲۲٦۔ شرح معانی الآثار، ج ۲ ص ۳۸۱۔ احمد، ج٦ ص ۱۵۰، ۲٤۰، ۲٤٦۔ المعجم الکبیر، ج ۳، ص ۱۹۲۔ ابو داؤد، کتاب الطب۔

(۲) بخاری، کتاب النکاح، باب مایتقی من شؤم المرأة، ح ۵۰۹٤، ۵۰۹۵۔ احمد، ج۵، ص ۳۳۵۔ شرح معانی الآثار، ج ۲ ص ۲۸۱۔

تطبیق کی صورت

تطبیق کی صورت اختیار کرنے والے اہل علم کا موقف یہ ہے کہ کوئی چیز بذات خود منحوس تو نہیں ہوتی مگر بعض چیزیں جن کے ساتھ انسان کا واسطہ دیگر چیزوں کی نسبت زیادہ رہتا ہے (مثلاً گھر، گھوڑا (سواری)، غلام، بیوی وغیرہ) وہ بسا اوقات انسان کے لیے مصیبت اور فتنہ بھی بن جاتی ہیں اور جس کسی کے لیے کسی وجہ سے ان چیزوں میں سے کوئی چیز باعث عذاب بن جائے، اس کے لیے گویا وہ منحوس ہی ہے۔ اور جس کے لیے یہ باعث مصیبت نہ بنیں، اس کے لیے یہ منحوس نہیں بلکہ نعمت ہیں۔ گویا بذاتِ خود ان چیزوں میں کوئی نحوست نہیں بلکہ دیگر اسباب کی وجہ سے بعض اوقات بعض افراد کے لیے ان میں جب مصیبت اور عذاب کا پہلو پیدا ہوتا ہے تو اسے مدنظر رکھتے ہوئے اسے نحوست سے تعبیر کر دیا گیا ہے۔

صحیح البخاری کی جس روایت میں تین چیزوں کے منحوس ہونے کا ذکر ہے، اس کی تشریح میں ابن حجرؒ نے مفسر قرطبیؒ کے حوالے سے تقریباً یہی بات ذکر کی ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

" ولا يظن به انه يحمله على ما كانت الجاهلية تعتقده بناء على ان ذلك يضر وينفع بذاته فان ذلك خطاء وانما عنى ان هذه الاشياء هي اكثر ما يتطير به الناس فمن وقع في نفسه شيء ابيح له ان يتركه ويستبدل به غيره "(۱)

اس حدیث سے یہ نہ سمجھا جائے کہ اس میں نحوست کو اسی طور پر (ان تین چیزوں میں) تسلیم کر لیا گیا ہے جس پر اہل جاہلیت کا اعتقاد تھا کہ یہ چیزیں بذات خود نفع مند یا نقصان دہ ہوتی ہیں۔ اس حدیث کا یہ فہم غلط ہوگا۔ نبی کریم کی اس حدیث میں مراد یہ تھی کہ یہ وہ چیزیں ہیں جن سے لوگ بہت زیادہ شگون لیتے ہیں، لہٰذا جس کے دل میں اس میں سے کسی چیز کے حوالے سے بدشگونی پیدا ہو جائے تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اس چیز کو چھوڑ دے یا تبدیل کر لے"۔

(۱) فتح الباری، بذیل: باب ما یذکر من شؤم۔

ترجیح کی صورت

ترجیح کی صورت اختیار کرنے والے اہل علم کی تحقیق کے مطابق اس مسئلہ میں وہ روایات راجح ہیں جن میں کسی چیز کے منحوس ہونے کے تصور کو غلط قرار دیا گیا ہے جبکہ اس کے برعکس وہ روایات جن میں مذکورہ بالا چیزوں کے منحوس ہونے کا اثبات ہے، وہ ان الفاظ کے ساتھ مرجوح ہیں جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ رقمطراز ہیں:

"وقد رواه مالك و سفيان وسائر الرواة بحذف انما لكن هذا الحصر مردود واما الترمذی فجعل رواية ابن ابی عمر هذه مرجوحة"

''امام مالک، سفیان اور دیگر تمام راویوں نے انما (یعنی کلمہ حصر) کے بغیر اسے روایت کیا ہے اور یہ حصر مردود ہے اور امام ترمذی نے ابن عمر کی مذکورہ روایت (یعنی: انما الشؤم فی ثلاث) کو مرجوح قرار دیا ہے''۔[1]

شیخ البانیؒ اس روایت: الطیرة فی المرأة والفرس والدار کے ضمن میں رقمطراز ہیں:

''خلاصہ کلام یہ ہے کہ راویوں نے اس روایت کے الفاظ میں اختلاف کیا ہے۔ بعض نے تو اس طرح روایت کیا جیسے مذکور ہے جبکہ بعض نے اس کے شروع میں یہ لفظ بھی روایت کیے ہیں: لا طيرة و الشؤم (یعنی کوئی چیز منحوس نہیں) اور اکثر اہل علم کی یہی رائے ہے (کہ کوئی چیز نحس نہیں) لہٰذا انہی راویوں کی روایت راجح ہے کیونکہ انہوں نے زیادہ چیز روایت کی ہے جس کو قبول کرنا واجب ہے۔ اس کی تائید حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ دورِ جاہلیت میں لوگ ان چیزوں کو منحوس سمجھا کرتے تھے (اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے باطل نظریات کو رد کرتے ہوئے فرمایا کہ کوئی چیز منحوس نہیں اور اگر کوئی چیز منحوس ہوتی تو وہ یہ تین ہوتیں) امام زرکشی اپنی کتاب 'الاجابہ' میں رقمطراز ہیں کہ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت زیادہ صحیح ہے، ان شاء اللہ (یعنی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ) کی روایت کے مقابلہ

(۱) فتح الباری، ج٦ ص ٦١۔

میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت اصح ہے،اس کی تفصیل آگے آ رہی ہے) کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کی موافقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے بھی ہوتی ہے جس میں آپؐ نے بدشگونی کی مطلق طور پر نفی فرمائی ہے اور بدشگونی سے اجتناب کی ترغیب دلاتے ہوئے فرمایا کہ میری امت سے ستر ہزار افراد بغیر حساب و کتاب جنت میں جائیں گے،ان میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو بدشگونی نہیں لیتے''۔

علاوہ ازیں یہ بات بھی یاد رہے کہ شیخ ناصر الدین البانی ؒ نے الطیرۃ فی المرأۃ والفرس والدار والی روایت کی سند پر صحت کا حکم لگانے کے باوجود اسے شاذ قرار دیا ہے۔(۱)

نیز شیخ البانیؒ ان یک من الشؤم شیئ حق والی روایت کے تحت فرماتے ہیں کہ

"والحدیث یعطی بمفھومه ان لا شؤم فی شیئ"

''اس حدیث کا واضح طور پر یہی مفہوم ہے کہ کسی چیز میں بھی نحوست نہیں۔''(۲)

شیخ البانی نے اپنے اس موقف کی تائید میں مزید ایک حدیث ،یعنی:

((لَا شُؤْمَ وَقَدْ یَکُونُ الْیُمْنُ فِیْ ثَلَاثَةٍ؛ فِی الْمَرْأَةِ وَالْفَرَسِ وَالدَّارِ))(۳)

''نحوست کسی چیز میں نہیں اور تین چیزوں میں برکت ہے یعنی گھر،عورت اور گھوڑے میں''۔درج کرنے کے بعد لکھا ہے کہ

" والحدیث صریح فی نفی الشؤم فھو شاھد قوی للاحادیث التی جاء ت بلفظ:'ان کان الشؤم فی شیئ' ونحوہ خلافا للفظ الآخر: 'الشؤم فی ثلاث' فھو بھذا اللفظ شاذ مرجوح"(٤)

''یہ حدیث واضح طور پر نحوست کی نفی کر دیتی ہے اور یہ ان احادیث کے لئے قوی شاہد ہے جن میں یہ مذکور ہے کہ ''اگر نحوست کسی چیز میں ہو سکتی تو وہ عورت، گھر اور گھوڑا ہوتے''۔اسی طرح یہ حدیث ان احادیث کے خلاف ہے جن میں یہ مذکور ہے کہ ''تین

---

(۱) السلسلة الصحیحة ،ج ۲ص ۷۲۸۔ (۲) ایضاً،ج ۲ص ۷۲٦۔

(۳) ایضاً،۱/۱۸۲۔ (٤) ابن ماجه،۱/ ٦۱٤۔ترمذی ، ۲/۱۳۵۔ مشکل الآثار، ۱/ ۳٤۱۔

چیزوں میں نحوست ہے یعنی عورت، گھر اور گھوڑے میں''۔ نیز نحوست کے اثبات والی یہ روایت (یعنی جس میں ہے کہ تین چیزوں میں نحوست ہے) ان الفاظ کے ساتھ شاذ اور مرجوح ہے''۔

مذکورہ بالا بحث کا خلاصہ یہ نکلا کہ بعض اہل علم کے بقول کسی چیز میں بھی نحوست نہیں ہے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کا حضرت ابو ہریرہؓ پر اعتراض

مسند احمد میں ابوحسان سے مروی ہے کہ دو آدمی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ عورت، گھر اور گھوڑے میں نحوست ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات سنی تو غصے کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس نے ابوالقاسم پر قرآن نازل کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو ایسا نہیں کہا کرتے تھے، البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ دورِ جاہلیت میں لوگ یہ کہا کرتے تھے کہ عورت، گھر اور گھوڑے میں نحوست ہے۔ (اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس اعتقاد کی نفی فرمائی ہے) پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿ مَا أَصَابَ مِنْ مُّصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنْفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِّنْ قَبْلِ أَنْ نَّبْرَأَهَا ﴾

''تمہیں جو بھی مصیبت پہنچتی ہے یا زمین پر جو آفت آتی ہے، ہم اسے پیدا کرنے سے پہلے ہی تقدیر میں لکھ چکے ہوتے ہیں''۔ [سورۃ الحدید: ۲۲] (۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت پر جو نقد کیا ہے، اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو صحیح طرح سن یا سمجھ نہ سکے تھے۔ اس بات کی تائید مسند طیالسی کی اس روایت سے ہوتی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا گیا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہ روایت کرتے ہیں کہ ''عورت، گھر

(۱) احمد، ج٦ ص٢٤٦۔فتح الباری، ج٦ ص ٥٦١۔حاکم، ج٢ ص ٤٧٩۔

اور گھوڑے میں نحوست ہے'' تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ ابو ہریرہؓ اس حدیث کو صحیح طرح محفوظ نہیں کر پائے اس لئے کہ جب وہ (اللہ کے رسولؐ کے پاس) داخل ہوئے تھے تو آپ ﷺ یہ فرما رہے تھے:

((قَاتَلَ اللّٰهُ الْيَهُودَ يَقُولُونَ إِنَّ الشُّؤْمَ فِي الدَّارِ وَالْفَرَسِ وَالْمَرْأَةِ))

''اللہ تعالیٰ یہود کو تباہ و برباد کرے جو یہ کہتے ہیں کہ عورت، گھر اور گھوڑے میں نحوست ہے''۔ تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث کا آخری حصہ (یعنی: ان الشؤم فی الدار والفرس والمرأة / 'عورت، گھر اور گھوڑے میں نحوست ہے') سن لیا جبکہ وہ پہلا حصہ (قاتل اللہ الیہود یقولون / اللہ تعالیٰ یہود کو تباہ و برباد کرے جو یہ کہتے ہیں) نہ سن سکے''۔(۱)

اس کی مزید تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں ہے کہ ''خود حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ ﷺ نے بذاتِ خود اللہ کے رسول ﷺ سے سنا ہے کہ گھر، گھوڑے اور عورت میں نحوست ہے؟ تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں ہاں کہوں تو میں اللہ کے رسول ﷺ کے ذمہ وہ چیز لگا بیٹھوں جو اللہ کے رسول نے نہیں فرمائی۔ البتہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے یہ سنا ہے کہ سچا شگون نیک فال (اچھا کلمہ) ہے اور نظر بد حق ہے''۔(۲)

معلوم ہوا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو اپنی اس روایت کے بارے میں خود بھی شک تھا کہ وہ بات کو پوری طرح سن نہیں پائے۔ اس لیے سائل کے جواب میں انہوں نے احتیاطاً یہ جواب نہ دیا کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے یہ سنا ہے۔

......☆......

(۱) مسند طیالسی، ۱۵۳۷۔ علامہ البانی نے شواہد کی بنا پر اسے حسن قرار دیا ہے۔ دیکھیے: السلسلة الصحیحة، ۲: ۷۲۵۔

(۲) مسند احمد، ج ۲ ص ۲۸۹۔ اس کی سند میں ضعف ہے۔

[۳]......فال اور فالنامے

'فال' کی تعریف میں حاجی خلیفہ رقمطراز ہیں کہ

" وهو علم يعرف به بعض الحوادث الآتية من جنس الكلام المسموع من الغير او بفتح المصحف او كتب المشائخ كديوان الحافظ والمثنوى ونحوهما"

''یعنی فال ایسا علم ہے جس کے ذریعے مستقبل کے بعض واقعات کو معلوم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اور کسی شخص سے اچانک کوئی بات سننے یا قرآن مجید کھولنے یا قرآن کے علاوہ دیگر کتابیں مثلاً دیوانِ حافظ اور مثنوی وغیرہ کھولنے کے ساتھ یہ عمل کیا جاتا ہے''۔ (۱)

دورِ جاہلیت میں لوگ اپنے سفر، کاروبار، شادی اور دیگر معاملات میں عموماً تیروں کے ذریعے فال نکالتے اور ان تیروں پر ہاں، کرلو وغیرہ کے الفاظ ہوتے یا اس کے برعکس نہیں، نہ کرو وغیرہ جیسے الفاظ ہوتے اور بعض تیر بالکل خالی ہوتے۔ اگر ایسا تیر نکلتا جس پر مطلوبہ کام کرنے کا مشورہ ہوتا تو وہ لوگ اس کے مطابق عمل کرتے، اگر نہ کرنے کا تیر نکلتا تو اس کام کو چھوڑ دیا جاتا اور اگر سادہ تیر نکلتا تو دوبارہ قسمت آزمائی کے لئے فال نکالی جاتی۔

فال کی دو قسمیں

فقہاء وعلماء نے فال کی دو قسمیں بیان کی ہیں جیسا کہ امام قرافی رقمطراز ہیں کہ

''فال کی دو قسمیں ہیں، ایک مباح وجائز ہے (یعنی جس میں اچھے کلمات کی بنیاد پر حسن ظن قائم کیا جاتا ہے) اور وہ حدیث کہ نبی کریم ﷺ اچھی فال کو پسند کیا کرتے تھے، اسے اسی مباح قسم پر محمول کیا جائے گا اور دوسری قسم حرام ہے جیسا کہ امام طرطوشی فرماتے ہیں کہ قرآن سے یا علم رمل سے یا قرعہ وغیرہ سے فال لینا یہ سب حرام ہے

(۱) کشف الظنون، ج ۲، ص ۱۲۱٦ ۔ مفتاح السعادة، ج ۲، ص ۳۳۷۔

کیونکہ یہ استقسام میں شامل ہے اور استقسام یہ ہے کہ اہل عرب کے پاس فالنامے کے تیر ہوتے۔ ایک پر افعل (کرلو) اور دوسرے پر لاتفعل (نہ کرو) اور تیسرے پر غفل (یعنی کچھ لکھا نہ) ہوتا۔ اگر پہلا تیر نکلتا تو وہ مطلوبہ کام کرتے، دوسری قسم کا نکلتا تو وہ مطلوبہ کام نہ کرتے اور تیسری قسم کا تیر نکلتا تو دوبارہ پھر تیر سے فال نکالتے۔ یہ غیب معلوم کرنے کی ایک قسم ہے اور اسے استقسام اس لئے کہا گیا ہے کہ اس سے اچھی قسم (یعنی ہاں والے تیر) کی تلاش کی جاتی اور بری قسم (یعنی نہ کرو والے تیر) کی وجہ سے مطلوبہ کام نہ کیا جاتا۔ یہ وہی استقسام بالازلام ہے جس کی حرمت قرآن مجید میں موجود ہے لہٰذا ایسی فال نکالنے کا عمل حرام ہے"۔[1]

جائز فال کون سی ہے؟

فال کی ایک قسم جائز و مباح ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی اچھے کلمہ کو سن کر اچھا گمان کرنا مثلاً بیمار شخص کسی سے 'تندرست' یا 'صحت' یا 'سالم' اور صحیح وغیرہ کا لفظ سن کر یہ گمان کرے کہ وہ عنقریب صحت مند ہو جائے گا یا کوئی لشکر لفظ غنیمت سن کر یہ فال لے کہ انہیں اس معرکہ میں کامیابی حاصل ہوگی یا کوئی طالب علم امتحان سے پہلے لفظ نجات (نجاح وغیرہ) سن کر یہ حسن ظن قائم کرے کہ وہ امتحان میں کامیاب ہو جائے گا تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ جس طرح خوشبو سے انسانی ذہن فرحت و تازگی محسوس کرتا ہے، اسی طرح اچھے کلمات سے بھی انسان طبعی طور پر خوشی محسوس کرتا ہے۔ اس لئے اچھے کلمات سے فال لینا یعنی اچھا گمان قائم کرنا بالکل مستحب ہے بلکہ اس لحاظ سے اسے سنت بھی کہا جاسکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بھی اچھے کلمات سے فال لینا (یعنی حسن ظن قائم کرنا) پسند کیا ہے اور آپؐ نے فال کی تعریف ہی یہ کی کہ اس سے مراد اچھا کلمہ (الكلمة الطيبة يا الكلمة الصالحة) ہے اور درج ذیل احادیث سے اس کی وضاحت ہوتی ہے:

(۱) : ((عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ : لَا طِيَرَةَ وَخَيْرُهَا الْفَالُ، قَالُوا وَمَا

(۱) الفروق، للقرافی، ج٤ ص ٢٤٠، ٢٤١۔

الْفَالُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: الْكَلِمَةُ الصَّالِحَةُ يَسْمَعُهَا اَحَدُكُمْ))

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''بدشگونی کی کوئی اصل نہیں اور اس سلسلہ میں بہترین چیز 'فال' ہے۔ لوگوں نے پوچھا یارسول اللہ! فال کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: فال وہ عمدہ بات (نیک اور اچھی بات) ہے جو تم میں سے کوئی (اچانک) سنتا ہے''۔ (۱)

(۲) : ((عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: لَا عَدْوٰى وَلَا طِيَرَةَ وَيُعْجِبُنِي الْفَالُ الصَّالِحُ الْكَلِمَةُ الْحَسَنَةُ))

حضرت اَنس سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''کوئی بیماری (فی ذاتہ) متعدی نہیں ہوتی (یعنی اللہ کے حکم کے بغیر اثر نہیں کرتی) اور نہ بدشگونی کی کوئی اصل ہے اور مجھے اچھی فال پسند ہے یعنی کوئی کلمہ خیر''۔ (۲)

(۳) : ((عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ اِنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ لَا يَتَطَيَّرُ مِنْ شَيْءٍ وَكَانَ اِذَا بَعَثَ عَامِلًا سَاَلَ عَنِ اسْمِهِ فَاِذَا اَعْجَبَهُ اسْمُهُ فَرِحَ بِهِ وَرُؤِيَ بُشْرُ ذٰلِكَ فِي وَجْهِهِ وَاِنْ كَرِهَ اسْمَهُ رُؤِيَ كَرَاهِيَتُهُ ذٰلِكَ فِي وَجْهِهِ وَاِذَا دَخَلَ قَرْيَةً سَاَلَ عَنِ اسْمِهَا فَاِذَا (فَاِنْ) اَعْجَبَهُ اسْمُهُ فَرِحَ بِهَا وَرُؤِيَ بُشْرُ ذٰلِكَ فِي وَجْهِهِ وَاِنْ كَرِهَ اسْمَهَا رُؤِيَ كَرَاهِيَةُ ذٰلِكَ فِي وَجْهِهِ))

''حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کسی چیز سے بُرا شگون نہیں لیا کرتے تھے اور جب آپ ﷺ کسی شخص کو ذمہ دار بنا کر کہیں روانہ فرمانا چاہتے تو اس کا نام دریافت کرتے۔ اگر اس کا نام آپ کو پسند آتا تو آپ خوش ہوتے اور خوشی سے آپ کا چہرہ مسکرا اٹھتا لیکن اگر آپ اس نام کو ناپسند کرتے تو ناپسندیدگی کے آثار بھی آپ کے چہرہ مبارک سے ظاہر ہو جاتے۔ اسی طرح جب آپ ﷺ کسی بستی

(۱) صحیح البخاری، کتاب الطب، باب الفال، ح۵۷۵۵۔

(۲) صحیح البخاری، ایضاً، ح۵۷۵۶۔ جامع الترمذی، ح۱۶۱۵۔

میں داخل ہوتے تو اس بستی کا نام دریافت فرماتے، اگر وہ نام آپ کو پسند آتا تو آپ کے چہرہ مبارک پر خوشی کے آثار دکھائی دیتے اور اگر وہ نام پسند نہ آتا تو آپ کے چہرہ مبارک پر کراہت کے آثار نمایاں ہوتے"۔ (۱)

(٤) : ((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ اِنَّ النَّبِیَّ ﷺ كَانَ يَتَفَاؤَلُ وَلَا يَتَطَيَّرُ وَيُعْجِبُهُ الْاِسْمُ الْحَسَنُ))

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ فال لیا کرتے تھے اور براشگون نہیں لیتے تھے۔ آپ ﷺ کو اچھا نام پسند تھا''۔ (۲)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ اچھے کلمات سن کر اچھا گمان کرنا ہی 'فال' ہے کیونکہ فال کی یہی تعریف حضور ﷺ سے منقول ہے اور یہی وجہ ہے کہ آپ اچھے ناموں کو پسند فرماتے اور اچھے نام رکھنے کی ترغیب دلاتے اور اگر کسی کا نام برا ہوتا تو آپ اسے تبدیل فرما دیتے جبکہ مشرک لوگ فال سے فالنامہ مراد لیتے اور اچھے اور برے دونوں طرح کے معاملات کی پیشگی معلومات کے لئے تیروں سے قرعہ اندازی کرتے۔ اگر ان کی فال اور قسمت آزمائی میں ناپسندیدہ چیز برآمد ہوتی تو وہ بدظنی کا شکار ہو جاتے اور اس بدظنی کے پیچھے کوئی معقول وجہ بھی نہ ہوتی۔ اس لئے اسلام نے اس چیز کو ناپسند کرتے ہوئے اس سے منع فرمادیا ہے۔

فال کی ناجائز قسم

فال کی دوسری قسم وہ ہے جس میں فالناموں وغیرہ کے ذریعے قسمت آزمائی کی جاتی ہے۔ اس فال کی صورت یہ ہوتی ہے کہ انسان کسی کام سے پہلے محض توہم پرستی یا اٹکل

(۱) ابو داؤد، کتاب الطب، باب فی الطیرۃ۔ نیز دیکھیے: مسند احمد، ج۵ ص۳٤۸۔ صحیح ابن حبان، ح۱٤۳۰۔ شیخ البانیؒ نے مختلف طرق کی بناء پر اسے صحیح قرار دیا ہے، دیکھیے: السلسلة الصحیحة، ح۷٦۲۔ نیز حافظ ابن حجرؒ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے، دیکھیے: فتح الباری، ج۱۰ ص۲۱۵۔ البتہ اس کی اسناد میں قتادہ (مدلس راوی) کے سماع کی صراحت مذکور نہیں۔ ممکن ہے کہ عمومی دلائل کی مناسبت سے ان اہل علم نے اسے قابل استشہاد قرار دیا ہو۔

(۲) احمد، ۱/۲۵۷، ۳۰٤۔ طیالسی، ح۲٦۹۰۔ شرح السنة، ۳۲۵٤۔ الصحیحة، ح۷۷۷۔

پچوں سے اس کے اچھے یا برے نتائج معلوم کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ قسم نہ صرف ناجائز اور ممنوع ہے بلکہ بعض اوقات انسان کو کفر و شرک کا مرتکب بھی بنا دیتی ہے۔

یہاں یہ بات یاد رہے کہ مختلف ظاہری اسباب و عوامل اور سابقہ تجربات کے ذریعے کسی کام کے پیشگی اثرات و نتائج معلوم کرنا فالنامہ میں داخل نہیں بلکہ یہ ظاہری اسباب پر موقوف ہے۔ اس لئے تجربات سے فائدہ اٹھانا قطعی طور پر درست اور بصیرت و دانائی کی علامت ہے مثلاً کوئی شخص خاص قسم کا کاروبار کرنا چاہتا ہے تو وہ اس سلسلہ میں ایسے لوگوں سے رابطہ کرتا ہے جو پہلے سے یہ کاروبار کر رہے ہیں یا کسی وقت کرتے رہے ہیں تاکہ اس کاروبار کے تمام اچھے، برے پہلو واضح ہو جائیں، تو یہ اقدام بلاشبہ جائز ہے لیکن 'فٹ پاتھ' پر بیٹھے سارے جہان کی خاک پھانکنے والے، دو کوڑی کے محتاج عامل کے پاس بیٹھ کر کسی کاغذ پر آنکھیں بند کر کے انگلی پھیرنا اور ہاں یا ناں میں اپنے مقصد کا حل تلاش کرنا اور غیب جاننے کی کوشش کرنا حماقت ہے......!

اس عمل (فالنامہ) کا تعلق عقیدے سے ہے کہ انسان اپنی اچھی یا بری نامعلوم تقدیر کی بجائے ان نجومیوں، کاہنوں اور عاملوں کی فالوں پر یقین کر لیتا ہے اور ناپسندیدہ فال نکلنے پر اپنی قسمت کا ماتم کرتا ہے اور ناامید ہو کر بیٹھ جاتا ہے حالانکہ یہ دونوں باتیں غلط ہیں۔ فالنامے کی 'ہاں' یا 'نہ' وغیرہ کی کوئی اٹل حقیقت نہیں بلکہ ہر شخص کی تقدیر ہی اٹل ہے اور دعا کے علاوہ کوئی چیز اس تقدیر میں تبدیلی پیدا نہیں کر سکتی خواہ کوئی فال جیسا خیالی عمل ہو یا کوئی واقعی زبردست قوت، اللہ کے نزدیک یہ سب ہیچ ہیں۔

اگر غور کیا جائے تو تقدیر کو ایمانیات میں داخل کرنے کی وجہ ہی یہ معلوم ہوتی ہے کہ ہر مسلمان میں عقیدے کی پختگی پیدا ہو، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

﴿مَا أَصَابَ مِن مُّصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِّن قَبْلِ أَن نَّبْرَأَهَا﴾

''تمہیں جو بھی مصیبت پہنچتی ہے یا زمین پر جو آفت آتی ہے، ہم اسے پیدا کرنے سے پہلے ہی تقدیر میں لکھ چکے ہیں''۔ [سورۃ الحدید: ۲۲]

دوسری بات یہ ہے کہ ناپسندیدہ فال نکلنے پر انسان ناامید ہو کر محنت اور تگ ودو چھوڑ کر بیٹھ جاتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہونا مسلمان کا کام نہیں، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَيْأَسُوا مِن رَّوْحِ اللَّهِ إِنَّهُ لَا يَيْأَسُ مِن رَّوْحِ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ﴾

''اور اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ یقیناً اللہ کی رحمت سے ناامید وہی لوگ ہوتے ہیں جو کافر ہیں''۔ [سورۃ یوسف: ۸۷]

دورِ حاضر میں فال نکالنے والوں کا پیشہ جاہل عوام میں خاصا مقبول ہے۔ شہروں میں جگہ جگہ مختلف نجومیوں، دست شناسوں، کاہنوں اور عاملوں کے بڑے بڑے بورڈ آویزاں ہوتے ہیں جن پر ناممکن کو ممکن بنانے کے بلند بانگ دعوے درج ہوتے ہیں۔ اسی طرح ان لوگوں کے پاس تربیت یافتہ طوطے بھی ہوتے ہیں جن کے ذریعے مختلف لفافے اٹھوا کر کھولے جاتے ہیں اور جاہلوں کو ان کی قسمت کا حال بتایا جاتا ہے۔ اسی طرح ان میں سے بعض نے چاک اور سلیٹ بھی رکھی ہوتی ہے جس پر مختلف خانوں میں حروف تہجی یا حروفِ ابجد لکھے ہوتے ہیں اور گاہک سے آنکھیں بند کروا کر اس کی انگلی ان پر گھما کر کسی ایک حرف پر اچانک رکوا دی جاتی ہے اور پھر ان حروف کے اپنی طرف سے لکھے ہوئے خود ساختہ نتائج میں سے کوئی نتیجہ سنا کر چلتا کیا جاتا ہے۔

اسی طرح اس موضوع کی بہت سی کتابیں بھی مارکیٹ کی زینت بنی ہوئی ہیں، ان پر ایسے ہی چھوٹے اور خود ساختہ فالنامے درج ہوتے ہیں کہ سائل ایک ہی مرتبہ ایسی کتاب خرید کر رکھ لے پھر ساری زندگی ہر کام سے پہلے اس میں موجود جعلی فالناموں سے مشورہ کرتا رہے حالانکہ ان کی کوئی حقیقت نہیں اور نہ ہی ان سے غیبی معلومات حاصل ہو سکتی ہیں۔

قرآنی فال کی حقیقت

گزشتہ سطور میں یہ وضاحت گزر چکی ہے کہ فال کی جائز صورت یہ ہے کہ اچھے کلمات سن کر اللہ تعالیٰ پر حسن ظن قائم کیا جائے، اس میں کوئی مضائقہ نہیں جبکہ اس کے علاوہ فال کی تمام صورتیں ناجائز اور حرام ہیں لیکن کئی لوگ اس سلسلہ میں عوام کو گمراہ کرنے کے لئے

ایک طرف یہ سہارا لیتے ہیں کہ اچھے کلمات سے فال لینا مسنون ہے اور اس پر مزید یہ گرہ لگاتے ہیں کہ قرآن مجید چونکہ اچھے اور پاک کلمات پر مشتمل کتاب ہے، لہٰذا اس سے فال لینا بھی جائز ہے۔ پھر 'قرآنی فال' کے نام پر انہوں نے خود ساختہ فالنامے بنا رکھے ہیں اور اس طرح لوگوں کو گمراہ کیا جاتا ہے۔اس سلسلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف بھی ایک جھوٹی روایت منسوب کی جاتی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جو شخص قرآن مجید سے فال لینا چاہے وہ سات مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے پھر تین مرتبہ یہ کلمات پڑھے:

" اللھم بکتابك تفاءلت وعلیك توکلت اللھم ارنی فی کتابك ما ھو المکتوم من سرك المکتوم فی غیبك......"

''یااللہ! تیری کتاب قرآن مجید سے میں فال نکالتا ہوں اور تجھ پر بھروسہ کرتا ہوں تو مجھے اپنی کتاب سے اپنا وہ غیبی راز بتا دے جو تیرے غیبی علم میں پوشیدہ ہے''۔(یہ دعا پڑھنے کے بعد) قرآن مجید کے شروع سے فال نکالے۔

بعض لوگوں نے اس کی مزید وضاحت بھی کی ہے کہ یہ فال کس طرح نکالی جائے۔ اس سلسلہ میں ان کا کوئی متفقہ بیان نہیں بلکہ بعض کے نزدیک قرآن مجید مطلق کھولا جائے پھر سات صفحات (یا نو یا اس سے کم وبیش) صفحات آگے اور بعض کے نزدیک اتنے ہی صفحات مفتوحہ صفحہ سے پیچھے کی طرف کھولے جائیں پھر اس پر انگلی گھمائی جائے اور کسی لفظ پر انگلی روک کر اس کے معنی سے فال لی جائے وغیرہ وغیرہ۔

یاد رہے کہ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر بہتان ہے، ان سے ایسی کوئی روایت ثابت نہیں۔ مفسر آلوسیؒ حضرت علیؓ سے مروی مذکورہ بالا روایت کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ

" ففی النفس منه بشیئ ...... وان الاستخارة بالقرآن مما لم یرد فیھا شیئ یعول علیه عن الصدر الاول و ترکھا احب الی لا سیما وقد اغنی اللہ ورسوله عنھا بما سن من الاستخارة الثابتة فی غیر ما خبر صحیح "

''یہ روایت صحیح معلوم نہیں ہوتی اور قرآنی استخارے کے بارے میں بھی صدر اول کے

مسلمانوں سے کوئی معتبر دلیل منقول نہیں ،اس لئے میرے نزدیک اس سے اجتناب ہی بہتر ہے اور بالخصوص جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے دعائے استخارہ، جس کا ثبوت کئی صحیح احادیث سے ملتا ہے، کے ذریعے دیگر چیزوں سے مستغنی کر دیا ہے (تو پھر غیر مسنون عمل کرنے کی کیا ضرورت؟)''۔ (۱)

نواب صدیق بن حسن قنوجیؒ قرآنی فال کے حوالے سے رقمطراز ہیں کہ

''میرے نزدیک قابل اعتماد بات یہی ہے کہ قرآنی فالنامے کی کوئی حقیقت نہیں کیونکہ سلف صالحین سے اس بارے میں کوئی صحیح چیز منقول نہیں اور نہ محدثین نے قرآنی فال نامے کا (کتبِ احادیث میں) تذکرہ کیا ہے، لہٰذا جب قرآن سے فال نکالنا ممنوع ہے تو دیگر نبیوں اور ولیوں وغیرہ کی کتابوں سے فال نکالنا کیسے جائز ہوسکتا ہے؟''(۲)

مفسر ابن العربیؒ قرآنی فال کے حوالہ سے رقمطراز ہیں کہ

" فان قيل فهل يجوز طلب ذلك في المصحف؟ قلنا لا يجوز فانه لم يكن المصحف ليعلم به الغيب انما بينت آياته ورسمت كلماته ليمنع عن الغيب فلا تستشغلوا به ولا يتعرض احدكم له"

''اگر یہ سوال کیا جائے کہ قرآن مجید سے فال نکالنا جائز ہے یا نہیں؟ تو ہم اس کا یہ جواب دیں گے کہ یہ جائز نہیں کیونکہ قرآن مجید کوئی ایسی چیز نہیں کہ اس کے ذریعے غیبی چیزیں معلوم کی جائیں بلکہ اس کے آیات، کلمات اور جملے بالکل واضح طور پر حصولِ غیب سے منع کرنے والے ہیں لہٰذا قرآن مجید کو ان مقاصد (یعنی فالناموں اور تعویذ گنڈوں) کے لئے استعمال کرنے کی کوشش نہ کرو''۔ (۳)

☆......☆......

(۱) تفسیر روح المعانی، ج۶ ص۵۹۔ (۲) ابجد العلوم، ج۲ ص ۳۹۴۔

(۳) احکام القرآن ،از:ابن العربی، ج۲ ص ۵۴۵۔

باب ۱۲

روح، روحانیت، روحانی خواص واثرات اور اَنرجی کا حصول

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کا نظام اَسباب وعلل کے ساتھ مربوط کردیا ہے، تاہم اپنی قدرت کے اظہار کے لیے بعض اوقات اللہ تعالیٰ کوئی ایسا معاملہ ظاہر فرما دیتے ہیں جو اس کائنات کے نظام کار اور اس کے اَسباب وعلل سے ماوراء ہوتا ہے، اسے معجزہ کہا جاتا ہے اور یہ نبیوں اور رسولوں کے ہاتھوں ظاہر ہوتا ہے مثلاً حضرت صالح علیہ السلام کے لیے اللہ تعالیٰ نے پہاڑ سے زندہ اونٹنی نکال دی، حالانکہ اونٹ پہاڑوں سے پیدا نہیں ہوتے اور نہ ہی حضرت صالح کے علاوہ کسی اور کے لیے کبھی پہاڑ سے کوئی اونٹ نکلا ہے۔

اور اگر معجزات سے ملتی جلتی کوئی چیز کسی نیک شخص کے ہاتھوں ظاہر ہو تو اسے کرامت کہا جاتا ہے۔ گویا کرامت بھی اَسباب وعلل سے ماوراء ہوتی ہے اور یہ بھی اللہ کے حکم سے ظاہر ہوتی ہے، ورنہ کوئی نیک بندہ اگر یہ چاہے کہ میں جب چاہوں، کوئی نہ کوئی کرامت ظاہر کر دوں تو یہ اس کے لیے ممکن ہی نہیں ہے۔ انبیاء سے بھی لوگ مطالبے کیا کرتے تھے کہ کوئی معجزہ ظاہر کریں تو انبیاء ان کے جواب میں یہی کہا کرتے تھے کہ

﴿قَالَتْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطَانٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ [سورة ابراهيم: ١١]

''ان کے پیغمبروں نے ان سے کہا کہ یہ تو سچ ہے کہ ہم تم جیسے ہی انسان ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنا فضل کرتا ہے، اللہ کے حکم کے بغیر ہماری مجال نہیں کہ ہم کوئی معجزہ تمہیں لا دکھائیں''۔

مادہ پرست لوگ معجزات و کرامات کو تسلیم نہیں کرتے، ان کے بقول کائنات کی ہر چیز اَسباب وعلل کے ساتھ مربوط ہے۔ جب اسباب وعلل کا یہ سلسلہ ختم ہو جائے گا تو کائنات خود ہی تباہ ہو جائے گی، گویا ان کے بقول کائنات کا سارا نظام اسباب وعلل کی بنیاد پر خود بخود چل رہا ہے، اسے چلانے والی کوئی مقتدر ہستی موجود نہیں۔ بعض کے بقول کائنات کو پیدا تو اس ذات نے کیا ہے جسے الٰہ، اللہ، خدا وغیرہ کے الفاظ سے یاد کیا جاتا ہے، تاہم اس نے کائنات بنا کر اَسباب وعلل کا تعین کر دیا اور اس کے بعد یہ نظام ازخود چلتا چلا جا رہا ہے۔ گویا کائنات بنانے کے بعد وہ اللہ اس کائنات سے ایک طرف ہو کر بیٹھ گیا ہے یا دوسرے لفظوں میں وہ اتنا بے اختیار ہو گیا ہے کہ اپنے ہی بنائے ہوئے نظام میں ذرا سی تبدیلی یا کمی بیشی بھی اب نہیں کر سکتا.....نعوذ باللہ!

ظاہر ہے یہ سب غیر اسلامی تصورات ہیں اور حقیقت حال یہ ہے کہ کائنات اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے، اس کا نظام بھی وہی چلا رہا ہے، اسے اَسباب وعلل کے ساتھ بھی اسی نے مربوط کر رکھا ہے لیکن وہ ان اَسباب وعلل کا محتاج نہیں بلکہ وہ جب اور جہاں چاہے، اَسباب وعلل کے قانون توڑ سکتا ہے۔ بہت سے مواقع پر وہ ایسا کرتا بھی ہے۔ مگر وہ ایسا کیوں کرتا ہے، اس کی ذات سے یہ سوال کرنے کے ہم مجاز ہی نہیں، تاہم اتنا ضرور ہے کہ وہ حکیم ودانا بغیر کسی حکمت کے ایسا نہیں کرتا۔ بعض حکمتیں ہمیں سمجھ آ جاتی ہیں اور بعض سمجھ نہیں آتیں، مثلاً معجزات کے سلسلہ میں ایک حکمت یہ سمجھ آتی ہے کہ اس طرح وہ اپنی قوت وطاقت اور اپنے نبیوں کی صداقت ظاہر کرتا ہے، نیز ان لوگوں کو اپنی ذات کا وجود منواتا ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ یہ کائنات خود بخود چل رہی ہے۔ بہر حال اس کے کام کی کوئی حکمت ہمیں سمجھ آئے یا نہ، ایک مسلمان ہونے کے ناطے ہمیں اس حقیقت کو ماننا چاہیے کہ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اور اپنی قدرت ظاہر بھی کرتا ہے۔

مادہ پرستوں سے متاثر بعض مسلمان بھی معجزات کے حوالے سے عجیب وغریب توجیہات کرتے ہیں تاکہ کسی نہ کسی طرح انہیں اَسباب وعلل کے ساتھ مربوط کر دکھائیں۔ یہ رویہ

صرف مسلمانوں ہی میں نہیں بلکہ یہود و نصاریٰ کے ہاں بھی پایا جاتا ہے، اس لیے کہ یہودی اور عیسائی جن پیغمبروں پر ایمان رکھتے ہیں، ان میں سے بعض کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ نے معجزات بھی ظاہر کیے تھے۔ اس سلسلہ میں حضرت داؤدؑ، حضرت سلیمانؑ، حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔

جو لوگ معجزات و کرامات کو اَسباب و علل کے تابع قرار دینے پر مصر ہیں، ان کے بقول انبیاء کے ہاتھوں جو معجزے ظاہر ہوئے، وہ مافوق الفطرت کام نہیں تھے بلکہ ہر انسان توجہ، محنت اور کوشش سے ویسے ہی بڑے بڑے کارنامے انجام دے سکتا ہے۔ اسے وہ ذہنی طاقت، Mind Sciences اور بقول بعض 'روحانیت' کا کمال کہتے ہیں، بلکہ ایک صاحب نے تو یہاں تک دعویٰ کرڈالا کہ انبیاء نے جو معجزات پیش کیے، وہ دراصل یہ دکھانے کے لیے تھے کہ ہر انسان میں ایسی مخفی طاقتیں موجود ہیں جن کی مدد سے بلاتفریق مذہب انسان بڑے بڑے کام کرسکتا ہے۔[1]

بعض غیر مسلم فلاسفہ کے بقول اس کائنات کا نظام ایک مخفی قوت یا غیر محسوس انرجی چلا رہی ہے، اور یہ اَنرجی کائنات کی ہر چیز میں نفوذ کیے ہوئے ہے۔ اس لیے کائنات کی ہر چیز سے مخفی طاقت نکل رہی ہے اور خود انسان میں بھی کئی ایک مخفی طاقتیں موجود ہیں۔ ان مخفی طاقتوں کے حصول کے لیے مختلف ادارے بنائے گئے ہیں جن میں انسان کی ان مخفی طاقتوں کو بیدار کرنے کے لیے عجیب وغریب کورسز کرائے جاتے ہیں۔ یہ بات اب غیر مسلم ہی نہیں، بہت سے مسلمان بھی کرنے لگے ہیں۔ پاکستان میں بھی بعض ایسے ادارے موجود ہیں جہاں انسانی توانائی کو مرتکز کر کے اس سے عجیب وغریب کام لینے کی صلاحیت بیدار کرنے کی کوششیں کرائی جاتی ہیں۔ میں ایسے اداروں میں گیا ہوں اور بہت سے ایسے لوگوں سے بھی ملا ہوں جنہوں نے ایسے اداروں سے مختلف کورس کیے ہیں۔

ان اداروں میں بعض وہ ہیں جو اپنے آپ کو غیر مذہبی باور کراتے ہیں اور اپنے طریق کار کو

(۱) دیکھیے: روحانیت، دانش اور حقیقتیں، از: قمر اقبال صوفی، اورینٹل پبلی کیشنز۔

سائنٹیفک قرار دیتے ہیں۔شاید اس لیے بھی کہ ان کے نزدیک انسان اپنی توانائی سے کام لے تو وہ ہر طرح کی 'کرامتیں' ظاہر کرسکتا ہے۔ جب کہ بعض مذہب اور روحانیت کی آڑ میں یہی کام انجام دے رہے ہیں۔ دونوں طرح کے اداروں میں ایک بنیادی نکتۂ اعتراض اختلاطِ مرد وزن اور نماز وغیرہ جیسی اہم عبادات سے لاپروائی ہے اور قدر مشترک یہ ہے کہ دونوں طرح کے ادارے انسان کی مخفی طاقتوں کو بیدار اور متحرک کرنے میں مصروف ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ ایک اسے 'اَنرجی' قرار دیتا ہے اور دوسرا 'روحانیت'۔

یہاں آپ خود ہی اندازہ کرلیں کہ جن اداروں میں لمبے مراقبے کروائے جائیں اور نمازیں بھی ان کی نذر کردی جائیں، ستر وحجاب کی حدود کا کوئی خیال نہ رکھا جائے تو وہاں کون سی مخفی طاقت اور روحانیت بیدار کی جاتی ہوگی۔[ہماری طرف سے یہ ایک تجزیاتی سوال ہے، مزید تبصرہ ریکی، مراقبہ وغیرہ کے تحت آئے گا]

مسلمانوں میں بہت سے صوفیاء کے ہاں یہ تصور پایا جاتا رہا ہے کہ انسان ریاضتوں، مجاہدوں اور وظیفوں کے ساتھ ایسی طاقت حاصل کرسکتا ہے کہ وہ جب چاہے، عجیب وغریب کرشمے ظاہر کرسکتا ہے۔غیب کے پردے اس کی باطنی نظر کے سامنے وا کردیے جاتے ہیں اور وہ ماضی، مستقبل اور قسمت سے متعلقہ تمام غیبی معلومات حاصل کرلیتا ہے۔بعض صوفیاء کے بقول اس مقصد کے لیے ازخود محنت کی ضرورت نہیں بلکہ انسان کو چاہیے کہ وہ کسی پیر و مرشد کو تلاش کرے اور اس کی خدمت کے لیے اپنے آپ کو وقف کردے۔ اس طرح پیر و مرشد کی محض نظر کرم سے یہ روحانی طاقت اسے حاصل ہوجائے گی۔

روحانی طاقت حاصل کرنے کے لیے صوفیاء کے ہاں وِرد اور ریاضتیں مخصوص ہیں۔ یہ وِرد متعین تعداد اور مخصوص طریقِ کار کے ساتھ کرنے کی تلقین کی جاتی ہے۔ اپنی مرضی سے کام لینا اس راہ میں قابل گردن زنی قرار پاتا ہے۔ اور بارہا یہ کہا جاتا ہے کہ کوئی وظیفہ استاد [پیر] کے بغیر نہ پڑھیں، ورنہ الٹا پڑ جائے گا۔ان میں اس طرح کی باتیں بھی مشہور کی جاتی ہیں کہ فلاں نے بغیر استاد کے فلاں قرآنی دعا یا مسنون وظیفہ پڑھا، مگر اس کے باوجود وہ اس

پر الٹ اثر کر گیا۔ حالانکہ اگر وہ قرآنی دعا تھی تو اسے پڑھنے سے الٹا اثر کیسے ہو سکتا ہے، کیا قرآن مجید اپنے پڑھنے والوں پر الٹا اثر کرتا ہے؟!

اسی طرح جن وظائف واذکار کی خود نبی کریم ﷺ نے تلقین کی ہے، میں نہیں سمجھتا کہ انہیں پڑھنے کے لیے آپؐ کے بعد مزید کسی کی تصدیق یا اجازت کی ضرورت باقی ہو......؟!

روحانی اَثرات کی منتقلی

روحانیت کے نام پر عجیب وغریب خرافات دکھانے والوں کے ہاں یہ بھی مشہور ہے کہ ایک شخص اپنی روحانیت دوسرے میں منتقل کر سکتا ہے اور جس میں روحانیت منتقل ہو جائے وہ بھی اس طرح کی روحانی طاقت حاصل کر لیتا ہے جو روحانیت منتقل کرنے والے میں موجود ہوتی ہے۔ مجھے ایک ایسے ہی شخص سے ملنے کا اتفاق ہوا اور نیت بھی یہی تھی کہ ان لوگوں کی خرافات سے آگاہی حاصل کی جائے اور پھر لوگوں کو بھی ان کے حربوں سے متنبہ کیا جائے۔ اس شخص کا کہنا تھا کہ میرے اندر اتنی روحانیت اور اَنرجی ہے کہ میں ایسے بیماروں کو چند منٹوں میں صحت یاب کر سکتا ہوں جن کے علاج سے ڈاکٹر عاجز آ چکے ہوں۔ اور میں اپنی یہ روحانیت آگے منتقل بھی کر سکتا ہوں۔

ان صاحب کے ساتھ دو تین گھنٹے کی تفصیلی نشست اور علمی تبادلہ خیال ہوا۔ بعد میں وہ کہنے لگے کہ تمہیں کوئی جسمانی تکلیف ہو تو بتاؤ۔ ان دنوں مجھے پاؤں میں کچھ تکلیف تھی، میں نے کہا کہ مجھے کچھ دنوں سے پاؤں میں تکلیف ہے۔ چنانچہ انہوں نے بڑے عجیب انداز میں کوئی دم کیا جس سے پہلے میرا ہاتھ لوہے کی چیز پر رکھوایا اور اپنا ہاتھ بھی لوہے پر رکھ لیا۔ دم کے بعد میرے جسم، بالخصوص سینے پر ہاتھ پھیرا اور کہا کہ تم گھر پہنچنے سے پہلے ٹھیک ہو جاؤ گے اور تمہارے اندر میں نے اپنے روحانی اثرات منتقل کر دیئے ہیں۔ اب تم جس مریض کو دم کرو گے وہ فوراً ٹھیک ہو جایا کرے گا۔ لیکن اس کی دونوں باتیں غلط نکلیں۔

اشیاء کے روحانی خواص واثرات کی حقیقت

یہ لوگ انسانی روحانی اثرات کی طرح دیگر مادی اور غیر مادی اشیا کے اثرات کے بھی قائل

ہوتے ہیں۔ یعنی ان کے بقول مختلف پتھروں، ناموں، تعویذوں، کڑوں، دھاگوں، مالاؤں اور موتیوں وغیرہ کے بھی روحانی اثرات ہوتے ہیں۔ایسے ہی ایک صاحب سے ملنے کا اتفاق ہوا جنہوں نے گلے میں موٹے موٹے لکڑیوں کے موتیوں والی مالا پہن رکھی تھی اور اس مالا کے درمیان میں ایک لکڑی کی تلوار بنی ہوئی تھی۔ان کا کہنا تھا کہ یہ مالا مجھے دنیا کی ہر بیماری اور مصیبت سے بچا کر رکھتی ہے۔میں نے کہا جب ملک الموت آئے گا تو کیا اس سے بھی بچا لے گی تو وہ ہنسنا شروع ہو گیا......!

گویا یہ لوگ اللہ کی بجائے ان چیزوں پر توکل کر بیٹھتے ہیں حالانکہ ان چیزوں میں سے کسی چیز میں کوئی اثر ہو سکتا ہے تو وہ اس کا مادی اثر تو ہو سکتا ہے جیسے نمک، کوئلے اور دیگر چیزوں کے مادی خواص ہوتے ہیں اور وہ بھی سائنٹیفک ریسرچ کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ ان میں کون سے طبعی و مادی اثرات پائے جاتے ہیں اور انسان ان سے کیا کیا مادی فوائد حاصل کر سکتا ہے، مگر ان میں ایسے کوئی روحانی اثرات نہیں پائے جاتے جو نام نہاد روحانی عامل باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہوتا ہے کہ کوئی شخص ان چیزوں کا نفسیاتی اثر لے لیتا ہے مثلاً وہ سمجھتا ہے کہ اگر میں فلاں کڑا، یا مالا، یا دھاگا پہن کر رکھوں تو میرے کام آسانی سے ہوتے ہیں اور اگر اتار دوں تو رکاوٹیں آنے لگتی ہیں۔ یہ اس کا وہم اور نفسیاتی اثر ہے، حقیقت نہیں ہے۔

ہمارے ہاں ایک کڑا معروف ہے جسے عام طور پر خواتین پہنتی ہیں، بعض مردوں کو بھی دیکھا گیا ہے کہ وہ بھی اسے پہنے ہوتے ہیں اور اسے پہننے کے پیچھے سوچ یہ کارفرما ہوتی ہے کہ اس سے بیماریاں دور ہو جاتی ہیں، بالخصوص شوگر، بلڈ پریشر، ڈپریشن وغیرہ کے اثرات اس کڑے کی روحانی برکت سے دور ہو جاتے ہیں، حالانکہ اس کی بھی کوئی حقیقت نہیں۔

جو لوگ اللہ پر توکل کرنے کی بجائے ان کڑوں، پتھروں، نگینوں، موتیوں، تعویذ گنڈوں وغیرہ چیزوں پر توکل کر بیٹھتے ہیں، ان کا عقیدہ سخت خطرے میں ہے۔ایک مرتبہ نبی کریمؐ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ اس نے پیتل کا کڑا پہن رکھا تھا۔آپ نے پوچھا: یہ کیا؟ اس نے کہا: یہ

کمزوری کے علاج کے لیے ہے۔ آپؐ نے فرمایا:

((اِنْزَعْهَا فَاِنَّهَا لَا تَزِيْدُكَ اِلَّا وَهْنًا، فَاِنَّكَ لَوْ مُتَّ وَهِيَ عَلَيْكَ مَا أَفْلَحْتَ أَبَدًا))

''اسے اتار دو، یہ تو کمزوری کے علاج کی بجائے اسے اور بڑھائے گا اور اگر اسے پہنے ہی تم مر گئے تو کبھی کامیاب نہیں ہو پاؤ گے''۔ (۱)

انسانی روح اور اس سے کام لینے کی حقیقت

انسانی جسم دو چیزوں سے مرکب ہے یعنی روح اور بدن۔ جب تک ان دونوں چیزوں کا اتصال رہتا ہے، انسان زندہ رہتا ہے اور جب روح جسم سے جدا ہو جاتی ہے تو انسان کو موت آ جاتی ہے۔

یہ روح کیا ہے؟ اس کے بارے میں ہمیشہ سے بڑے اختلافات رہے ہیں۔ البتہ روح کے حوالے سے یہ بات تو اب سبھی مانتے ہیں کہ انسان کے مادی و محسوس جسم کے اندر ایک غیر مادی چیز موجود ہے جس سے انسانی زندگی قائم ہے اور یہی روح کہلاتی ہے۔

'روح' عربی زبان کا لفظ ہے اور کئی معانی میں استعمال ہوا ہے، ایک تو یہ جان کے معنی میں استعمال ہوا ہے جو اس کا معروف معنی ہے۔ اس کے علاوہ یہ لفظ قرآن، جبریل، قوائے بدن وغیرہ کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے۔ اسلامی لٹریچر میں روح سے ملتا جلتا ایک اور لفظ بھی استعمال ہوا ہے اور یہ ہے 'نفس'۔ لفظ نَفْسُ (اَلنَّفْسُ) کا استعمال 'روح' (جان) دل، ذات (وجود) کے لیے ہوتا ہے، اسی طرح اسے اگر 'ف' کی فتح کے ساتھ پڑا جائے تو پھر اس کا معنی ہے: سانس، جھونکا، گنجائش، مہلت اور کشادگی و فراخی۔ (۲)

معلوم ہوا کہ عربی لٹریچر میں انسانی جان کے لیے دو لفظ استعمال ہوئے ہیں: (۱) روح اور (۲) نفس۔ بعض اہل علم نے ان دونوں سے ایک ہی چیز (یعنی انسانی جان) مراد لی ہے، جب کہ بعض کی رائے یہ ہے کہ یہ دو الگ الگ چیزیں ہیں اور وہ اس طرح کہ روح سے

---

(۱) مسند احمد، ج٤، ص٤٤٥۔ ابن حبان، ج٧، ص٦٢٨۔ الحاکم، ج٤، ص٢١٦۔

(۲) دیکھیے: کتب لغات، بذیل مادہ 'نفس'۔

مراد تو وہ انسانی جان ہے جس سے زندگی قائم رہتی ہے جب کہ نفس سے مراد وہ غیر مرئی چیز ہے جس سے انسانی شعور قائم رہتا ہے۔

اس دوسری رائے کو بعض لوگوں نے اس طرح بھی بیان کیا ہے کہ روح اور نفس دونوں سے مراد ایک ہی ہے یعنی 'جان'۔ یا اردو محاورے کے مطابق 'روح'۔ البتہ اس جان یا روح کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ جو نیند کے وقت نکلتی ہے اور خواب میں گھومتی پھرتی نظر آتی ہے، البتہ ہوش و حواس قائم ہوتے یا بیدار ہوتے ہی یہ پلٹ آتی ہے اور دوسری وہ جو موت کے وقت نکلتی ہے اور پھر واپس نہیں آتی۔ جن لوگوں نے نفس اور روح میں فرق کیا یا روح کی دو قسمیں قرار دیں، ان کا استدلال قرآن مجید کی اس آیت سے ہے:

﴿ اَللّٰهُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِهَا فَیُمْسِكُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْهَا الْمَوْتَ وَیُرْسِلُ الْاُخْرٰۤی اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی ﴾ [سورة الزمر:٤٢]

"اللہ ہی روحوں کو ان کی موت کے وقت اور جن کی موت نہیں آئی، انہیں ان کی نیند کے وقت قبض کر لیتا ہے۔ پھر جن پر موت کا حکم لگ چکا ہوتا ہے، انہیں تو روک لیتا ہے اور دوسری (روحوں) کو ایک مقرر وقت تک کے لیے چھوڑ دیتا ہے"۔

اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے جن اہل علم نے نفس اور روح کو دو چیزیں قرار دینے کی بجائے یہ نقطہ نظر اختیار کیا ہے کہ روح کی دو قسمیں ہیں، ان کے اس موقف کی ترجمانی کرتے ہوئے مولانا عبدالرحمٰن کیلانی ” [مؤلف تفسیر: تیسیر القرآن] اس آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ

"آیت مذکورہ سے مندرجہ ذیل نتائج سامنے آتے ہیں:

١: یہ آیت اس بات پر سب سے بڑی دلیل ہے کہ روح کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم وہ ہے جو ہر دم انسان کے بدن میں موجود رہتی ہے اور دوسری وہ جو خواب میں جسم سے علیحدہ ہو جاتی ہے۔

۲: جاگتے میں یہ دونوں قسم کی روحیں یا روح کے ہر دو جز انسان میں موجود رہتے ہیں۔
۳: روح کو قبض کرنا یا موت دینا صرف اللہ تعالیٰ کے بس میں ہے۔ اگر وہ خواب کے دوران روح نفسانی کو قبض کر لے تو بھی موت واقع ہو جاتی ہے۔
۴: بیداری کی حالت پوری زندگی اور خواب کی حالت نیم زندگی کی کیفیت ہے جس میں کچھ صفات زندگی کی پائی جاتی ہیں اور کچھ موت کی۔ گویا یہ کیفیت موت و حیات کے درمیان برزخی حالت کی مظہر ہوتی ہے۔"(۱)

روح سے متعلقہ مذکورہ بالا بحث کا خلاصہ یہ ہے:

۱)...... بعض اہل علم اس آیت سے دو طرح کی روحیں مراد لیتے ہیں۔
۲)...... بعض اہل علم اس آیت سے دو طرح کی روحیں مراد لینے کی بجائے ایک کو نفس، اور دوسری کو روح قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک نفس اور چیز ہے اور روح اور چیز۔
۳)...... جب کہ بعض اہل علم نفس اور روح کو ایک ہی چیز قرار دیتے ہیں اور ان میں کوئی فرق نہیں کرتے۔ عقیدہ طحاویہ کے شارح علامہ ابن ابی العز کا بھی یہی نقطہ نظر ہے۔(۲)
۴)...... بعض اہل علم دو روحوں کے تصور کو درست قرار نہیں دیتے، ان کے نزدیک انسان کے جسم سے جو چیز حالت نیند میں قبض کی جاتی ہے وہ جان (روح) نہیں بلکہ ہوش ہے جیسا کہ مولانا مودودیؒ زیر نظر آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: "نیند کی حالت میں روح قبض کرنے سے مراد احساس وشعور، فہم وادراک اور اختیار وارادہ کی قوتوں کو معطل کر دینا ہے۔ یہ ایک ایسی حالت ہے جس پر اردو زبان کی یہ کہاوت فی الواقع راست آتی ہے کہ سویا اور موا برابر۔"(۳)

---

(۱) روح، عذاب قبر اور سماع موتیٰ، از: عبدالرحمن کیلانیؒ، ص ۱۵۔
(۲) شرح العقیدۃ الطحاویۃ، ص ۳۹۴۔
(۳) تفہیم القرآن، از مولانا مودودیؒ، ج ۴ ص ۳۷۵۔

روح پر انسان کا کوئی اختیار نہیں

یہاں یہ حقیقت واضح رہنی چاہیے کہ روح پر انسان کا کوئی اختیار نہیں ہوتا، خواہ مذکورہ بالا اختلاف میں آپ روح کے بارے میں جو بھی رائے اختیار کرلیں۔ اس لیے کہ روح کی خواہ ایک قسم ہو یا دو، یہ ہر حال میں اللہ کے حکم کی پابند ہے۔ روحانیت اور ماروائیت سے متعلقہ بعض کتابوں میں، میں نے یہ پڑھا کہ بعض لوگ روح کے بارے میں یہ سمجھتے ہیں کہ انسان مختلف ریاضتوں کے بعد اس قابل ہو جاتا ہے کہ وہ روح سے جو چاہے کام لے سکتا ہے، حتی کہ وہ ایک ہی وقت میں دو، تین جگہ پر موجود ہو سکتا ہے۔ حالانکہ یہ سب جھوٹ ہے۔ اس جھوٹ کا ایک نمونہ آپ بھی ملاحظہ فرمائیں:

''ڈاکٹر الیگزینڈر کانن لندن کے ایک مشہور طبیب اور سکالر تھے، روحانیات سے گہرا شغف رکھتے تھے۔ اس سلسلے میں انہوں نے ہندوستان اور تبت کا دورہ کیا اور اپنے مشاہدات ایک کتاب: The Invisible Influence میں قلم بند کیے۔ یہ کتاب ۱۹۳۳ء میں شائع ہوئی، اس کا ایک اقتباس یہ ہے:

''میں جب چین کی سیاحت کو گیا تو میرے سامان میں پینتیس صندوق تھے۔ میں ایک مقام پر سات دن کے دریائی سفر کے بعد پہنچا تو ایک صندوق کم نکلا۔ میں اور میرے ساتھی نے مل کر مراقبہ کیا تو صندوق اس مکان کے ایک کمرے میں نظر آیا جس میں ہم سات دن پہلے رہ چکے تھے۔ تار کا سلسلہ تھا نہیں، ڈاک وہاں دس دن میں پہنچتی تھی اور میرے لیے اتنے دن انتظار کرنا مشکل تھا۔ اب ایک ہی صورت باقی تھی کہ اَثیری لہروں کے ذریعہ پیغام بھیجا جائے۔ چنانچہ میرے ہم سفر نے، جو چینی زبان سے واقف تھا، اپنے آپ پر مدہوشی طاری کرلی۔ اس کا جسم سرد پڑ گیا، نبض بظاہر ختم ہوگئی، ماتھے پر پسینہ بہہ نکلا اور وہ تین گھنٹے تک اسی حالت میں رہا۔ ہوش میں آنے کے بعد اس نے بتایا کہ سب کام ٹھیک ہو گیا ہے۔ دس منٹ تک صندوق جہاز میں لاد دیا جائے گا اور

سات دن کے بعد یہاں پہنچ جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا جو آدمی صندوق لے کر آیا تھا، اس سے میں نے پوچھا کہ صندوق کے متعلق تمہیں کس نے کہا تھا؟ اس نے جواب دیا کہ پولیس کمشنر نے مجھے بلا کر حکم دیا کہ یہ صندوق اسی وقت اٹھا کر بندرگاہ تک پہنچاؤ اور پہلے جہاز میں سوار ہو کر فلاں مقام پر لے جاؤ۔ مزید تفتیش سے معلوم ہوا کہ میرا ہم سفر اثیری جسم میں کمشنر کے مکان پر پہنچا۔ دروازہ بند تھا۔ چین میں شام کے بعد کوئی ملاقاتی مکان کے اندر داخل نہیں ہو سکتا۔ اس لیے اس نے باہر سے آواز دی، صندوق کے متعلق پیغام دیا اور کمشنر نے اسی وقت تعمیل کی''۔ [ص ۲۲،۲۴]

اس کے بعد مصنف نے دوسرے لوگوں کو اس طرح کے کرتب سکھاتے ہوئے کہا:

''پیغام رسانی کا طریقہ یہ ہے کہ جسے پیغام دینا ہو یا تو اس کا فوٹو سامنے رکھو یا دماغ میں اس کا تصور قائم کر لو اور جو بات کہنا چاہتے ہو، کہو اور دہراتے جاؤ۔ اگر آپ کی آواز اور آپ کا دماغ گناہ سے آلودہ نہیں اور عبادت و پاکیزگی سے روح توانا ہو چکی ہے تو یہ آواز منزل تک پہنچ جائے گی۔ بشرطیکہ پیغام وصول کرنے والا بھی صاحبِ تقویٰ ہو۔'' [ص ۲۴] (۱)

ہمارا تبصرہ

اس واقعہ پر ہمارا تبصرہ یہ ہے کہ یہ سراسر جھوٹا اور ناقابل یقین ہے، اس لیے کہ

۱)...... اول تو اس واقعہ کا راوی، جو ایک غیر مسلم ہے، کے بارے میں ہم نہیں جانتے کہ وہ واقعی سچا تھا یا نہیں۔

۲)...... ڈاکٹر کانن چونکہ اپنی روحانیت کا پرچار کر رہا تھا، اس لیے شبہ یہی ہے کہ اس نے اپنے نظریات کو سچا ثابت کرنے کے لیے ایسے واقعات تراشے ہوں۔

۳)...... خود اس واقعہ کے سیاق وسباق میں ایسی علامات موجود ہیں، جو اس کے جھوٹا اور من گھڑت ہونے کی طرف اشارہ کرتی ہیں مثلاً جب ڈاکٹر کانن اور ان کے ہم سفر نے

(۱) ''من کی دنیا''، از: غلام جیلانی برق، ص ۱۰۸،۱۰۹۔ شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور۔

سات دن کے بعد مراقبہ کر کے یہ دیکھ لیا کہ صندوق کہاں ہے تو اتنی روحانیت کو پہنچے ہوئے گزشتہ سات دن اس سے بے خبر کیسے رہے۔ پھر جب کانن کے ہمسفر نے مراقبہ کر کے اپنا اثیری (روحانی) جسم چند منٹوں میں کمشنر کے پاس پہنچا دیا تو کمشنر اس پر حیران کیوں نہ ہوا۔ پھر کمشنر نے یہ کیوں نہ کہا کہ اپنا صندوق اٹھاؤ اور لے جاؤ۔ کمشنر کو کیا ضرورت تھی کہ وہ کانن کے ہمسفر کو صندوق دینے کی بجائے الگ سے ایک بندہ صندوق پہنچانے کے لیے روانہ کرتا۔ گویا اس طرح کے سوالات اس واقعہ کو جھوٹا ثابت کرنے کے لیے کافی ہیں۔

پھر اس واقعہ کے آخر میں پیغام رسانی کے ان طریقوں کو سکھانے کے اصول وضوابط بتائے گئے ہیں اور اس میں اتنی شرطیں لگائی گئی ہیں کہ اگر کوئی اس میں کامیاب نہ ہو تو اسے یہ کہہ کر چپ کرایا جا سکے کہ تم نے یہ شرائط پوری نہیں کیں، اس لیے کامیاب نہ ہو سکے۔

ہم کہتے ہیں کہ اگر انسان کو اپنی روح پر اتنا ہی اختیار ہوتا تو وہ جب چاہتا، اپنی روح کو جہاں مرضی بھیج دیتا اور جو چاہتا اس سے کام لے لیتا، اور کم از کم روحانیت کی دنیا میں ضرور ایک تہلکہ مچ جاتا مگر آج تک ایسا نہیں ہوا۔ کیا یہ اس بات کے لیے کافی نہیں کہ انسان اپنی روح پر کوئی اختیار نہیں رکھتا۔

یہاں یہ حقیقت بھی یاد رہنی چاہیے کہ امریکہ میں بعض اداروں نے اس بات پر بڑے بڑے انعام رکھے ہیں کہ کوئی شخص ان کے سامنے (انسانی) روحوں کو ظاہر کر کے دکھائے اور ان سے عجیب وغریب کام لینا ثابت کرے مگر آج تک کوئی ان کے اس چیلنج کا جواب نہیں دے پایا اور نہ ہی ان کے طرف سے رکھا گیا انعام حاصل کر پایا ہے۔ یہاں پاک وہند کے ان توہم پرست لوگوں کے لیے لمحہ فکریہ ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ شاید امریکہ ویورپ کے شعبدہ باز جو کچھ کرتے اور بتاتے ہیں وہ سب سچ ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے......!

......☆......

باب ۱۳

ریکی / REIKI

'ریکی' کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ ایک غیر مرئی طریقۂ علاج ہے اور ہزاروں سال پرانا ہے۔ تقریباً ایک صدی پہلے ایک جاپانی شخص 'ڈاکٹر میکاؤ یوسوئی' (Mikao Usui) نے اسے از سر نو دریافت کیا اور اس کے ذریعے بے شمار لوگوں کا روحانی علاج کیا۔ 'ریکی' جاپانی زبان کا لفظ ہے جس کا معنی ہے: 'کائناتی قوتِ حیات'۔ ریکی کے معتقدین کا کہنا ہے کہ ہر شخص کے جسم میں اس ''قوتِ حیات'' کا بہاؤ موجود ہوتا ہے جسے ایک خاص عمل یا ٹریننگ (Attunment) کے ذریعے بیدار کرکے کام میں لایا جاتا ہے۔

ریکی کو ایک معتبر اور سائنٹیفک علم ثابت کرنے کے لیے بطور دلیل یہ کہا جاتا ہے کہ انسانی جسم میں بیماری اس لیے پیدا ہوتی ہے کہ جسم میں موجود خلیوں میں کسی وجہ سے خرابی پیدا ہو جاتی ہے، اس خرابی کو کسی بھی طریقے سے دور کر دیا جائے تو مریض شفا حاصل کر لیتا ہے۔ جس طرح دوا توانائی میں بدل کر ان خلیوں کو ٹھیک کرتی ہے، جس کے نتیجے میں مریض شفا پا لیتا ہے، اسی طرح ریکی کے ذریعے ایک ''ریکی ہیلر'' متاثرہ جگہ کی طرف صرف اشارہ کرکے اپنی توانائی داخل کرتا ہے اور اس توانائی کے ذریعے مریض صحت مند ہو جاتا ہے۔

ریکی کے بارے میں اور بھی بہت کچھ کہا جاتا ہے مثلاً:

۱)...... ریکی کے ذریعے آپ دور بیٹھے اشخاص کا علاج بھی کر سکتے ہیں۔

۲)...... کوئی بھی شخص، خواہ وہ کسی بھی عقیدے یا مذہب سے تعلق رکھتا ہو، ریکی کا علم حاصل کر سکتا ہے۔

۳)...... ریکی کے ذریعے قوت حیات حاصل کرنے کا عمل صرف ایک بار ہوتا ہے اور پھر تمام

عمر کے لیے یہ انسان کی دسترس میں آجاتی ہے۔

۴)......ریکی سے انسان کو شفا، قوتِ شفا، سکون، طاقت اور اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے۔

۵)......ریکی جسم اور روح دونوں کو قوت فراہم کرتی ہے۔

۶)......ریکی پٹھوں کے کھچاؤ، بدن کے درد، تشنج، دردِ شقیقہ وغیرہ سے مکمل طور پر نجات دے دیتی ہے۔

۷)......ریکی جسم میں موجود زہریلے مادوں اور زہر کے اثرات کو صاف کر دیتی ہے۔

۸)......ریکی کے ذریعے انسان جسمانی توانائی اور ذہنی صلاحیتوں میں اضافہ محسوس کرتا ہے۔

۹)......ریکی ذہن میں مثبت رویہ پیدا کرتی ہے اور منفی خیالات ختم کر کے انسان کو پر اُمید بنا دیتی ہے۔

۱۰)......ریکی کے ذریعے بغیر درد اور بغیر آپریشن کیے عملِ پیدائش ممکن ہو جاتا ہے۔

ریکی کے بارے میں یہ تمام تفصیلات ان لوگوں کے لٹریچر سے ماخوذ ہیں جو اسے بطور پیشہ سکھاتے ہیں۔ ظاہر ہے اپنے کام میں کشش پیدا کرنے کے لیے انسان کو اس طرح کے ہزاروں فوائد بتانے پڑتے ہیں۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے گاڑی یا ٹرین میں سفر کے دوران کوئی نیم حکیم پانچ، دس روپے کی دوا (چورن وغیرہ) بیچتے ہوئے اس کے بیسیوں فوائد گنواتا ہے۔ چورن میں تو پھر بھی کچھ نہ کچھ کار آمد جڑی بوٹیاں یا ان کا اثر ہوتا ہے مگر ریکی میں اتنا اثر بھی نہیں۔ اگر ریکی واقعی کوئی ایسی چیز ہوتی تو اس کی دریافت کے ساتھ دنیا میں تہلکہ مچ جاتا، لوگ ہسپتالوں کا رخ بھول جاتے اور ریکی ہیلروں کے گرد جمع ہو جاتے۔ مگر آپ دیکھ لیں کہ نہ مغربی دنیا میں ان ریکی ہیلروں کی دال گلی اور نہ یہاں کے توہم پرست ان کی باتوں میں آئے۔ اور جو لوگ ان کی طرف تھوڑا بہت متوجہ ہوئے ہیں، وہ صرف نفسیاتی طور پر ان سے متأثر ہوئے ہیں، ورنہ حقیقت یہ ہے کہ ریکی میں ایسی کوئی خوبی نہیں جو بتائی جاتی ہے۔

جو لوگ ریکی کو سائنسی علم ثابت کرنے کے لیے یہ دلیل دیتے ہیں کہ ریکی کے ذریعے

توانائی خارج ہوکر متاثرہ حصے کو اسی طرح ٹھیک کرتی ہے، جس طرح دوا (Medicine) کرتی ہے، وہ بے چارے یا تو خود غلط فہمی میں مبتلا ہیں یا دوسروں کو غلط فہمی میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں۔ اس لیے کہ دوا یا تو جراثیم کو ختم کر دیتی ہے یا ان کی طاقت میں تبدیلی پیدا کرکے انہیں غیر مؤثر بنا دیتی ہے اور ایسا ہزاروں تجربات سے ثابت ہے مگر ریکی کے ذریعے ایسا ممکن ہی نہیں۔ اگر یقین نہ آئے تو کسی ماہر ریکی ہیلر کے سامنے چند جرثومے رکھ کر کہیے کہ وہ اپنی توانائی کے ذریعے انہیں ہلاک کر دکھائے، تو وہ کبھی ایسا نہیں کر پائے گا......!

علاوہ ازیں اگر ریکی میں توانائی پیدا کرکے ماورائی علاج کرنا ممکن ہے تو پھر اس کے ذریعے بھوکے کا پیٹ کیوں نہیں بھرا جاسکتا؟ ریکی ہیلروں کے پاس اس سوال کا کوئی معقول جواب نہیں ہے......!

میں نے جب شروع شروع ریکی کے بارے میں پڑھا، سنا تو مجھے خیال پیدا ہوا کہ یہ چیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزۂ شفا☆ سے متاثر ہوکر نکالی گئی ہوگی، اور لوگوں کو اس پر قائل کرنے کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثال سنائی جاتی ہوگی۔ جب تحقیق کی تو واقعی میرا یہ خیال درست ثابت ہوا کیونکہ جس شخص نے 'ریکی' کو باقاعدہ فن کی حیثیت دی، وہ 'ڈاکٹر میکاؤ یوسوئی' (Mikao Usui) ہے۔ اس کے سوانح اور ریکی سے متعلقہ کتابوں میں اس چیز کا صاف ثبوت ملتا ہے مثلاً اسی سلسلہ کی ایک کتاب میں لکھا ہے:

"ڈاکٹر میکاؤ یوسوئی (Mikao Usui) انیسویں صدی کے اواخر میں جاپان کے شہر 'کیاتو' یا کیٹو (Kyoto) میں پیدا ہوئے۔ وہ کرسچنز بوائے ماڈل سکول کے ہیڈ ماسٹر تھے، وہ اتوار کو وعظ کے خطبے بھی دیا کرتے تھے۔ ایک دن ان کے کچھ طالب علم ان

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے دیگر معجزات کے علاوہ ایک یہ معجزہ بھی عطا فرمایا تھا کہ آپ اللہ کے حکم سے مادرزاد اندھے اور کوڑھی پر ہاتھ پھیرتے اور وہ صحت یاب ہو جاتا، دیکھیے: سورۃ المائدۃ: ۱۱۰۔

کے پاس آئے اور پوچھا کہ کیاواقعی وہ اس پر یقین رکھتے ہیں جو کچھ وہ پڑھا رہے ہیں۔ وہ یہ جاننا چاہتے تھے کہ بائبل کے اندر حضرت عیسیٰ کے معجزے خاص طور پر لوگوں کو شفا بخشنے کے معجزے، لفظ بہ لفظ درست تھے۔ ڈاکٹر میکاوٗ اوسوئی نے جواب دیا 'ہاں'، وہ حضرت عیسیٰ کے معجزوں اور اس بات پر کہ انہوں نے لوگوں کو شفا بخشی، یقین کیوں رکھتے تھے۔ طالب علموں نے پھر ڈاکٹر میکاوٗ اسوئی سے کہا کہ وہ اس بات کو کر کے دکھائیں کہ کس طرح حضرت عیسیٰ نے لوگوں کا علاج کیا تھا۔ اس نے کہا کہ وہ اتنے چھوٹے تھے کہ وہ کسی بات پر یقین نہیں کرتے تھے، وہ علم سائنس کی طرح [اس کا] ثبوت چاہتے تھے۔

ڈاکٹر میکاوٗ اوسوئی نے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ علاج کیسے کروں مگر میں اس کو معلوم کر لوں گا، جب یہ جان جاؤں گا کہ لوگوں کی بیماریوں کا علاج کیسے کرنا ہے تو میں واپس آؤں گا اور آپ کو بتاؤں گا۔ اگلے دن ڈاکٹر میکاوٗ نے ان سوالات کے جوابات ڈھونڈنے کے لیے سکول میں اپنی نوکری چھوڑ دی، یہ محسوس کرتے ہوئے کہ ان مبلغین نے اسے ہر چیز نہیں سکھائی تھی۔ وہ اپنے مذہب میں مزید تحقیق کرنا چاہتا تھا، لہٰذا وہ عیسائی ملک امریکہ چلا گیا اور وہاں شکاگو یونیورسٹی میں علم معرفت کا مطالعہ شروع کر دیا۔ ڈاکٹر میکاوٗ نے انجیل مقدس اور عیسائی صحیفوں کا مطالعہ کیا مگر وہ کچھ نہ پا سکے جس کی وہ جستجو کر رہے تھے یعنی وہ فارمولا جس کے تحت حضرت عیسیٰ نے شفایابی کا کام کیا تھا۔ یہ جاننے کے بعد کہ 'بڈھا' نے بھی بیماروں کو صحت یاب کیا تھا، اس نے بدھ مت کا مطالعہ شروع کر دیا۔ امریکہ میں سات سال گزارنے کے بعد ڈاکٹر میکاوٗ اوسوئی واپس 'کیاتو' (Kyoto) میں آ گئے۔ یہ ایسا علاقہ تھا جو بدھ مت کے مندروں کے لیے مشہور تھا، وہاں وہ اپنے مطالعہ کے لیے بدھ مت کے مزید صحیفے حاصل کر سکتا تھا۔

'کیاتو' میں واپس آ کر ڈاکٹر میکاؤ بہت سی خانقاہوں میں گئے۔ ابھی بہت سے بدھا پادری اس کے شفایابی سے متعلق سوالوں میں دلچسپی نہیں رکھتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ وہ جسم کی پاکیزگی سے زیادہ ذہن کی پاکیزگی میں دلچسپی رکھتے تھے۔
آخرکار ڈاکٹر میکاؤ ایک بڑے پادری (Zen Abbot) سے ملے جس نے کہا کہ وہ ڈاکٹر میکائی کی تحقیق میں دلچسپی رکھتا ہے اور اس نے ڈاکٹر صاحب کو دعوت دی کہ وہ ان کی خانقاہ جو 'کیاتو' (Kyoto) کے باہر واقع تھی، میں آئیں اور مطالعہ کریں۔ ڈاکٹر میکاؤ نے بدھ مت کے صحیفوں کا مطالعہ شروع کیا، بعد میں سنسکرت زبان بھی سیکھی۔ سنسکرت زبان سیکھنے کے بعد ہی اس کو مریضوں کی شفایابی کا فارمولا ہاتھ آیا۔ یہ فارمولا چند علامات پر مشتمل تھا جن سے بدھا مریضوں کو شفا دیا کرتا تھا۔ آخر کار ڈاکٹر میکاؤ اپنا ہدف حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا مگر اس نے محسوس کیا کہ چونکہ وہ ان علامات کا استعمال نہیں جانتا تھا، اس لیے وہ شفایابی کی طاقت نہیں رکھتا۔ اپنے اندر سے شفایابی کی قوت حاصل کرنے کے لیے ڈاکٹر میکاؤ 'کیاتو' سے سترہ میل دور ایک مقدس پہاڑ ''کوہ زیامان'' پر مراقبہ کرنے اور روزہ رکھنے کے لیے جگہ کا انتخاب کر کے ۲۱ روز تک بیٹھے رہے۔ وقت گزرنے کا حساب رکھنے کے لیے انہوں نے اپنے سامنے ۲۱ پتھر رکھ لیے۔ جب ایک دن گزرتا تو وہ ایک پتھر پھینک دیتے۔ آخری دن صبح صادق سے پہلے وہ وقت تھا کہ میکاؤ مایوس تھا۔ اس نے دیکھا کہ آسمان کی طرف سے ایک روشنی آ رہی ہے۔ ڈاکٹر میکاؤ بالکل ڈر گئے مگر انہوں نے بہادر بننے اور اس کا سامنا کرنے کا فیصلہ کیا۔ یہ وہ چیز تھی جس کی وہ تلاش کر رہا تھا۔ یہ ٹمٹماتی ہوئی روشنی ایک بڑی سی سفید روشنی کی شعاع بن گئی جو دونوں آنکھوں کے درمیان اور سر کی چوٹی میں آ کر پڑی۔ یہ شعاع اتنی طاقتور تھی کہ ڈاکٹر میکاؤ بے ہوش ہوکر گر پڑے۔ یہ تھا 'ھوپس' کا عمل جس کو

آج بھی ہم شاگردوں کو سکھاتے ہیں اور شاگرد بھی ایسا ہی محسوس کرتے ہیں۔
جب ڈاکٹر میکاؤ دوبارہ ہوش میں آئے تو انہوں نے آسمان کی طرف دیکھا اور قوسِ قزح کے تمام رنگوں کے بلبلوں کو اپنی آنکھوں کے سامنے ناچتے ہوئے دیکھا۔ پھر آسمان ایک روشن سفید سکرین میں تبدیل ہوگیا۔ اس پردہ پر میکاؤ نے ان علامات کو سنہری حروف میں لکھے ہوئے دیکھا جو کہ انہوں نے سنسکرت کے صحیفوں میں پائی تھیں۔
جب وہ علامات ان کے سامنے حرکت کر رہی تھیں تو ان کا استعمال اور ان کے معانی ڈاکٹر صاحب کے ذہن میں آگئے۔
جوش میں ڈاکٹر میکاؤ پہاڑ سے نیچے دوڑ کر اترے اور انہوں نے ٹھوکر کھا کر اپنے پاؤں کی انگلی کو زخمی کر لیا، جس سے خون بہنا شروع ہوگیا۔ جبلتی طور پر انہوں نے اپنا ہاتھ پاؤں کی انگلی پر رکھ لیا۔ خون بہنا بند ہوگیا اور تکلیف ختم ہوگئی۔ ڈاکٹر میکاؤ کے لیے ریکی کی شفا بخش طاقت کا یہ پہلا تجربہ تھا......
ڈاکٹر میکاؤ اپنے نئے حاصل شدہ عطیہ سے کام لینے کا فیصلہ کرنے کے بعد اس عطیہ خداوندی سے ضرورت مند لوگوں کو فیض دینے کے لیے شہر سے باہر ایک تاریک اور پسماندہ سے حصے میں چلے گئے۔ ڈاکٹر میکاؤ نے ان لوگوں کا علاج شروع کر دیا جو اپنا گزارہ بھیک مانگ کر کیا کرتے تھے۔"(۱)

اس طویل اقتباس میں ریکی کے حوالے سے جو کچھ کہا گیا ہے، انبیاء و رسل کے معجزات پر ایمان رکھنے والا کوئی شخص اسے تسلیم نہیں کرسکتا۔ کیونکہ ہر شخص تھوڑی بہت ریاضت سے اگر مریض کے جسم پر ہاتھ پھیر کر غیر مادی ذرائع سے شفا دے سکتا ہے تو پھر یہ چیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ قرار نہیں پاسکتی۔ لیکن ہم سب جانتے ہیں کہ یہ چیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ تھا اور معجزہ وہی چیز ہوتی ہے جو عام انسانوں کے بس کی بات نہ ہو۔

(۱) ماورائی علوم، ازقلم، اے صمد مسافر، ص ۱۱٤ تا ۱۱٦۔ علم و عرفان پبلشرز، لاہور۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر شفا بخشی کا یہ طریقہ کسی طرح سے آگے منتقل ہوسکتا ہے تو پھر سب سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود ہی اس کا انتظام فرماتے اور اپنے تمام حواریوں کو یہ چیز سکھا دیتے اور ان کے حواری آگے اپنے احباب میں اسے پھیلاتے مگر ہم دیکھتے ہیں کہ نہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ چیز اپنے حواریوں کو سکھائی اور نہ ہی حواریوں نے ایسا کوئی عمل ظاہر کیا۔

جہاں تک ڈاکٹر میکاؤ کا مذکورہ بالا قصے کا تعلق ہے تو یہ سرتاپا جھوٹا ہے۔ ایک تو اس لیے کہ یہ سب سنی سنائی باتیں ہیں جس میں رنگ آمیزی کی جھلک بھی صاف دکھائی دے رہی ہے۔ پھر یہ بھی ممکن ہے کہ جو کچھ ڈاکٹر میکاؤ کو دکھایا گیا، وہ سب شیطانی اثرات ہوں۔ علاوہ ازیں اگر ریکی سیکھنے سے انسان میں کوئی نور، یا روشنی داخل ہوتی ہے تو آج ریکی سیکھنے سکھانے والوں کو یہ دکھائی کیوں نہیں دیتی۔ اگر کوئی کہے کہ دکھائی دیتی ہے تو وہ صاف جھوٹ بولتا ہے۔

دراصل مغربی دنیا میں بھی ان چیزوں کو پڑھا لکھا طبقہ تسلیم نہیں کرتا۔ وہاں چونکہ منطق، دلیل اور مشاہدہ کی بنیاد پر بات قبول کی جاتی ہے، اس لیے یہ چیزیں وہاں مقبول نہ ہوسکیں۔ اگر یہ کہیں مقبول ہوئیں یا ہوسکتی ہیں تو وہ ایسے علاقے ہیں جہاں توہم پرستی کی وبا زیادہ ہو۔ پاک وہند میں چونکہ جہالت اور توہم پرستی کا رجحان زیادہ ہے، اس لیے بعض لوگ ان چیزوں کو یہاں پھیلانے میں مصروف ہیں اور آہستہ آہستہ کامیابی بھی حاصل کر رہے ہیں۔

چند ٹکوں کی خاطر لوگوں کے عقائد خراب کرنے والوں کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ کی نگاہ میں یہ سب سے بڑا گناہ ہے کہ انسان کفریہ وشرکیہ عقیدہ اختیار کر لے اور اس شخص کا گناہ تو اس سے بھی بڑھ کر ہوگا جو لوگوں کے عقائد خراب کرنے کی ذمہ داری اٹھا لے......!

......☆......

باب ۱۴

یوگا...... یوگ/ YOG

نجات کے حصول کا تصور تقریباً ہر مذہب میں پایا جاتا ہے گو کہ اس کا پس منظر ہر مذہب میں مختلف ہے۔ ہندوؤں کے ہاں 'آخرت' اور 'جنت و جہنم' کا کوئی تصور نہیں بلکہ ان کے ہاں اس کے برعکس آواگون یا تناسخ کا نظریہ پایا جاتا ہے۔ اس نظریہ کے مطابق انسان کے مرنے کے بعد اس کی روح کو دوبارہ کوئی اور جسم (قالب) دے کر اس دنیا میں لوٹا دیا جاتا ہے اور ہزاروں مرتبہ ایسا ہوتا ہے۔ اگر کوئی انسان ایک جنم میں برے کام کرے تو اگلے جنم میں اسے سزا دی جاتی ہے اور اس سزا کے نتیجے میں اسے کتے، گدھے یا کسی اور جانور وغیرہ کی شکل میں جسم ملتا ہے حتیٰ کہ جب تک ایک انسان انتہائی درجہ کی ریاضتیں، عبادتیں اور مشقتیں برداشت نہیں کر لیتا تب تک وہ اس آواگونی چکر سے نجات حاصل نہیں کر سکتا۔ اور ان کاموں کے لیے 'یوگا' جیسی مشقیں دریافت کی گئیں۔ ہندومت میں یوگا کی ان مشقوں کو روحانیت اور عبادت کا درجہ حاصل ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جب انسان یوگا کی ریاضتوں کے ذریعے کامیابی حاصل کر لیتا ہے تو اس کی روح دوبارہ کسی جسم میں لوٹنے کی بجائے سب سے بڑی روح (آتما یعنی خدا) کے ساتھ جا ملتی ہے اور یوں گویا وہ فنا فی اللہ ہو جاتی ہے اور دنیا میں واپس آنے سے نجات حاصل کر لیتی ہے۔

اسی سے ملتا جلتا تصور بدھ مت کے ماننے والوں کا ہے جو اسے 'نروان' (نجات) کا حصول قرار دیتے ہیں، اسی نجات کے حصول کے لئے ہندوؤں، بدھوؤں اور جینیوں (جین مت مذہب کے ماننے والوں) نے بہت سے مافوق الفطرت عمل شروع کیے مثلاً:

''یہ دور جنگلوں اور غاروں میں رہتے، اپنے جسم کو ریاضتوں سے طرح طرح کی تکلیفیں پہنچاتے۔ گرمی، سردی، بارش اور ریتلی زمینوں پر ننگے بدن رہنا انہوں نے اپنی ریاضتوں

کا مقدس عمل سمجھا۔ جہاں یہ اپنے آپ کو دیوانہ وار تکلیفیں پہنچا کر انگاروں پر لیٹ کر، درختوں کی شاخوں پر گھنٹوں لٹک کر اور اپنے ہاتھوں کو بے حرکت بنا کر، یا سر سے اونچا لے جا کر اتنے طویل عرصے تک رکھتے کہ وہ بے حس ہو جائیں اور سوکھ کر کانٹا بن جائیں۔ ان جسمانی ریاضتوں کے ساتھ انہوں نے دماغی اور روحانی مشقتوں کو بھی نجات کا ذریعہ بنایا۔

روحانی قوت اور ضبطِ نفس کے حصول کی خاطر ریاضت کا ایک اہم طریقہ ''یوگا'' ایجاد کیا گیا جس پر ہندومت، بدھ مت اور جین مت کے پیروکار سبھی عمل کرتے ہیں۔ اس طریقہ ریاضت میں یوگی اتنی دیر سانس روکتے ہیں کہ موت کا شبہ ہونے لگتا ہے، دل کی حرکت کا اس پر اثر نہیں ہوتا۔ سردی گرمی ان پر اثر انداز نہیں ہوتی۔ یوگی طویل ترین فاقے کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں...... سادھوؤں اور یوگیوں کا شعلہ افشاں انگاروں پر ننگے قدم چلنا اور بغیر جلے سالم نکل آنا، تیز دھار نوکیلے خنجر سے ایک گال سے دوسرے گال تک اور ناک کے دونوں حصوں تک اور دونوں ہونٹوں کے آر پار خنجر اتار دینا اور اس طرح گھنٹوں کھڑے رہنا، تازہ کانٹوں اور نوکیلی کیلوں کے بستر پر لیٹے رہنا یا رات دن دونوں پیروں یا ایک پیر کے سہارے کھڑے رہنا (ان کا معمول تھا)''۔[1]

اس سے معلوم ہوا کہ یوگا کی ریاضتیں ایک خاص پس منظر رکھتی ہیں، لہٰذا انہیں روحانی سکون یا محض جسمانی بہتری کی ورزشیں قرار دینا محل نظر ہے کیونکہ یوگا کی آڑ میں ہندومت اور بدھ مت کے، حصولِ نجات اور روحانیت وغیرہ کے غیر اسلامی فلسفوں کی تبلیغ کی جاتی ہے۔ ہوسکتا ہے اس کی بعض ورزشیں جسمانی صحت کے لیے مفید بھی ہوں مگر ہمارے ہاں یوگا کے نام سے جو لوگ مخصوص ریاضتیں کرواتے ہیں، ان کے پیش نظر جسمانی صحت کے علاوہ روحانی طاقت یا دوسرے لفظوں میں کائناتی قوت (انرجی) کا حصول ہوتا ہے اور اس انرجی کے حصول میں بھی وہی فلسفہ کارفرما ہے کہ اس کے ذریعے غیر مادی وغیر طبعی انداز میں

(۱) مقدمہ ارتھ شاستر، ص ۹۹، ۱۳۰ بحوالہ: کتاب التوحید، از: محمد اقبال کیلانی، ص ۶۸۔

اپنی اور دوسرے لوگوں کی مشکلیں، مصیبتیں اور بیماریاں دور کرنا ممکن ہے، چنانچہ یوگا کے حامی ایک صاحب لکھتے ہیں:

''یوگ سائنس یہ ثابت کرتی ہے کہ سانس کے ذریعے اپنی ماورائی صلاحیتیں بھی بیدار کی جاسکتی ہیں۔ اپنی جسمانی اور ذہنی صلاحیتوں میں اضافہ بھی کیا جاسکتا ہے۔علم یوگا کی رو سے پوری کائنات میں ایک لطیف انرجی (پرانایام) ہے جو پوری کائنات کا نظام چلا رہی ہے۔ یہ انرجی حیوان ،انسان، جمادات، نباتات اور ہر ذرہ میں موجود ہے۔اسلام میں اس کو اللہ کا نور کہتے ہیں۔ یہ نور یا انرجی جو پوری کائنات کو نظم و ڈسپلن میں لاتی ہے، حیوانات اور انسان طرزِ تنفس کے راستے سے اپنے دماغ اور باقی جسم میں ذخیرہ کر سکتا ہے۔ یہ قوت انسان مختلف سانسوں کی مشقوں کے ذریعے اپنے جسم میں ذخیرہ کرسکتا ہے اور گھنٹوں آکسیجن کے بغیر رہ سکتا ہے۔ یوگی چند گھنٹے بغیر سانس لیے پانی کے اندر بیٹھ سکتے ہیں۔ اور گرمی سردی ان پر اثر نہیں کرتی۔ کچھ ماہرین کا خیال ہے کہ سانسوں کے عمل سے انسان کے دماغ میں آکسیجن ذخیرہ ہو جاتی ہے۔ پرانایام (انرجی) کے علاوہ انسان پر کچھ اور کائناتی قوتیں بھی اثر انداز ہوتی ہیں، مثلاً ''ھا'' اور ''تھا'' کی قوتیں۔ کچھ کہکشاؤں کے اثر اور زمین کی مقناطیسی لہریں وغیرہ۔

''ھا'' کا مطلب چاند اور ''تھا'' کا مطلب ہے سورج۔ چاند سے منفی قوتیں نکل رہی ہیں اور سورج سے مثبت۔ چاند کی انرجی ہمارے بائیں نتھنے سے اندر جاتی ہے اور سورج کی انرجی ہمارے دائیں طرف کے نتھنے سے ہمارے جسم میں محوِ گردش ہوتی ہے۔ یہ دونوں توانائیاں انسان کے لیے لازمی اور حیات بخش سمجھی جاتی ہیں۔ یہ قوتیں انسان مختلف سانسوں کی مشقوں کے ذریعے جسم میں ذخیرہ کر کے اس کے ذریعے دماغی صلاحیتیں بھی بیدار کرسکتا ہے۔ ''ھا'' اور ''تھا'' کی قوتوں کی طرح زمین میں جو قوتیں موجود ہیں اور جو باقی کائنات میں ہیں، ہماری زندگی اور کارکردگی میں شامل ہیں۔ تنفس کے ذریعے یہ

تمام قوتیں ہم جذب کر سکتے ہیں۔ یوگا میں سانس پر اس لیے توجہ دی جاتی ہے کہ انسان کائنات میں دوسری مخلوق کے ساتھ سانس کے ذریعے رابطہ کر سکتا ہے۔"(۱)

یہ اقتباس سچ اور جھوٹ کا خوبصورت پلندہ ہے۔ہم اس سے صرف چند خطرناک باتوں کی طرف اشارہ کر کے ان پر تبصرہ کریں گے:

۱)......اس میں ایک انتہائی خطرناک بات یہ کہی گئی ہے کہ پوری کائنات میں ایک لطیف انرجی (پرانایام) ہے جو پوری کائنات کا نظام چلا رہی ہے۔اگر یہی بات ہے تو اللہ کی قدرت اور عمل دخل کا اسلامی تصور کہاں گیا؟ اسے اگر اللہ کے نور سے تشبیہ دیں تو یہ بھی غلط بات ہے، اللہ کا نور اس طرح کائنات یا انسانوں وغیرہ میں سرایت نہیں کرتا بلکہ قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حوالے سے یہ واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ

﴿ وَلَمَّا جَآءَ مُوسٰی لِمِیْقَاتِنَا وَکَلَّمَهٗ رَبُّهٗ قَالَ رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْكَ قَالَ لَنْ تَرٰىنِیْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِیْ فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوسٰی صَعِقًا فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَیْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴾

"اور جب موسیٰ ہمارے وقت پر آئے اور ان کے رب نے ان سے باتیں کیں تو (حضرت موسیٰ نے) عرض کیا کہ اے میرے پروردگار! مجھ کو اپنا دیدار کرا دیجیے کہ میں آپ کو ایک نظر دیکھ لوں۔ ارشاد ہوا کہ تم مجھ کو ہرگز نہیں دیکھ سکتے لیکن تم اس پہاڑ کی طرف دیکھتے رہو، وہ اگر اپنی جگہ پر برقرار رہا تو تم بھی مجھے دیکھ سکو گے۔پس جب ان کے رب نے اس (پہاڑ) پر تجلی فرمائی تو تجلی نے اس پہاڑ کے پرخچے اُڑا دیے اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔پھر جب ہوش میں آئے تو عرض کیا، بے شک آپ کی ذات منزہ ہے، میں آپ کی جناب میں توبہ کرتا ہوں اور میں سب سے پہلے ایمان لانے والا ہوں۔" [سورۃ الاعراف:۱۴۳]

(۱) ماورائی علوم اور ان کا خلاصہ، ص ۴۳،۴۴۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر نورالٰہی کی تجلی برداشت نہ کر پائے تو دیگر انسانوں کے لیے یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ ان میں اللہ کا نور سرایت کر جائے......!

۲)......اس اقتباس میں دوسری خطرناک بات یہ کہی گئی ہے کہ یوگا کی مشقوں کے ذریعے انسان کائنات میں دوسری مخلوق کے ساتھ رابطہ پیدا کرسکتا ہے۔ اگر تو دوسری مخلوق سے مراد فرشتے یا شیاطین ہیں تو ان میں سے شیاطین و جنات تو شاید ایسے گمراہ شخص کو مزید گمراہ کرنے کے لیے آ جائیں مگر فرشتے ایسے شخص سے رابطے کے لیے نہیں آئیں گے اور اگر اس سے مراد کوئی اور مخلوق ہے تو پھر یہ بات بھی غلط ہے، اس لیے کہ کائنات میں انسانوں، فرشتوں اور جنوں کے علاوہ اور کوئی باشعور مخلوق آباد نہیں۔

۳)......تیسری بات یہ ہے کہ انرجی اور کائناتی قوتوں کے حصول کے لیے جو ریاضتیں وغیرہ تجویز کی جاتی ہیں، یہ سب لایعنی اور فضول چیزیں ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم ایسی فضولیات کے پیچھے نہیں پڑے۔ لیکن اس کے باوجود ان کی روحانی قوت زیادہ تھی، ان کی دعائیں جلد قبول ہو جاتی تھیں، ان کے لیے کرامتیں بھی ظاہر ہوتیں اور رحمتیں بھی نازل ہوتیں۔ اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ وہ کوئی مخصوص ریاضتیں، چلے اور مجاہدے کرتے تھے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے احکام پر پوری تندہی سے عمل کرتے تھے۔ آج بھی اگر انسان اللہ کا صحیح فرمانبردار بن کر دکھائے تو اسے اللہ کی رحمت، نصرت اور تائید حاصل ہو جاتی ہے۔ اور اللہ کی فرمانبرداری کا راستہ صرف اور صرف ایک ہے، وہ یہ کہ انسان اللہ کی آخری کتاب قرآن مجید اور اس کے آخری رسول حضرت محمد ﷺ کی سنت پر صدقِ دل سے عمل پیرا ہو جائے۔ اسی میں دنیا و آخرت کی کامیابی ہے۔

......☆......

باب ۱۵

ٹیلی پیتھی

'ٹیلی پیتھی' یونانی زبان کا لفظ ہے جس کا معنی ہے فاصلہ اور احساس۔ اس کی تعریف اور توضیح کرتے ہوئے کہا جاتا ہے کہ

''ٹیلی پیتھی وہ علم ہے جس میں ایک شے دوسری شے کے ساتھ غیر مرئی توانائی کے ذریعے رابطہ کر سکے...... دوسرے لفظوں میں کسی وسیلے کے بغیر ایک دماغ کا دوسرے دماغ سے رابطہ قائم کرنے کو ٹیلی پیتھی کہتے ہیں۔ خواہ ایک دماغ دوسرے دماغ سے کتنی دور ہی کیوں نہ ہو۔ آپ ٹیلی پیتھی کی مثال وائرلیس اور موبائل فون کے ساتھ بھی دے سکتے ہیں۔ ٹیلی پیتھی کو اردو، عربی اور فارسی میں روحانی تکلم بھی کہتے ہیں اور انتقالِ خیالات و افکار بھی۔ اس کو واضح طور پر یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ دو افراد کے درمیان، چاہے وہ دور فاصلہ پر ہوں یا نزدیک، بغیر زبانی تکلم یا جسمانی اشارہ جات (جسمانی زبان) ذہنی بول چال کو ٹیلی پیتھی کہتے ہیں۔ ٹیلی پیتھک توانائی کا حامل شخص دوسرے لوگوں کے افکار و خیالات جذبات و احساسات کو کھربوں میل کے فاصلہ کے باوجود پڑھ سکتا اور محسوس بھی کر سکتا ہے۔''(۱)

ایک اور صاحب ٹیلی پیتھی کے بارے میں لکھتے ہیں:

''فاصلے پر موجود کسی دوسرے آدمی کی سوچ معلوم کرنے کو ٹیلی پیتھی کہتے ہیں لیکن کچھ لوگ رسالوں وغیرہ میں پڑھ کر سمجھتے ہیں اس میں فاصلے سے دوسرے انسان کا دماغ قابو کیا جا سکتا ہے جبکہ حقیقت میں ایسا کرنا بالکل ممکن نہیں۔ ٹیلی پیتھی میں عموماً یہ معلوم

---

(۱) ماورائی علوم کا خلاصہ، ص ۱۲۳۔

ہو جاتا ہے کہ دوسرا کیا سوچ رہا ہے۔ یہ ایک عام انسانی صلاحیت ہے، گومختلف لوگوں میں اس کی طاقت مختلف ہوتی ہے۔ بہت سے لوگوں کو دوسرے لوگوں کی سوچ معلوم ہوتی رہتی ہے، مگر اکثر لوگوں کوخود اس کا علم نہیں ہوتا۔ بہت سے لوگ دوسروں کی سوچیں پکڑ کر (Pick کرکے) اس کے مطابق لاشعوری طور پر ان پر عمل کرتے ہیں۔ اسی طرح اگر کسی کی سوچ طاقت ور ہے تو دوسرا اسے لاشعوری طور پر پکڑ کر اس پر عمل شروع کر دیتا ہے''۔[1]

اسی طرح یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ٹیلی پیتھی کی صلاحیت فطرتی طور پر ہر شخص میں ہوتی ہے البتہ اسے اجاگر کرنے کے لیے کسی ماہر استاد کی نگرانی اور تربیت ضروری ہے اور استاد کے بغیر اسے استعمال کرنا نقصان دہ بھی ہوسکتا ہے۔ علاوہ ازیں ٹیلی پیتھی کی قوت بڑھانے کے لیے یوگا کی مشقیں ضروری ہیں۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے دور بیٹھے لوگوں کا جسمانی علاج معالجہ بھی ممکن ہے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ٹیلی پیتھی کی مشقوں سے بعض لوگ ذہنی اور جسمانی بیماریوں میں بھی مبتلا ہوسکتے ہیں۔

ٹیلی پیتھی میں دماغ پر زور دے کر مراقبہ کیا جاتا ہے اور جس شخص کو کوئی پیغام دینا مقصود ہو، اس کا تصور کر کے اپنے ذہن کے ذریعے مطلوبہ پیغام بھیجا جاتا ہے۔ ادھر دور بیٹھے اس شخص کے ذہن میں وہی بات پیدا ہوتی ہے اور وہ اٹھ کر وہی کام شروع کر دیتا ہے جو پیغام بھیجنے والے نے اسے اپنے ذہن میں کہا ہوتا ہے۔

(۱) روحانیت، دانش اور حقیقتیں، از قمر اقبال صوفی، ص ۵۰۸۔

ہمارا تبصرہ

ہمارے نزدیک یہ سب جھوٹ ہے۔ایسا ممکن ہی نہیں ہے کہ آپ کسی شخص کا ذہن پڑھ لیں، یا بغیر مادی ذرائع کے اس کے ذہن میں کوئی چیز ڈال دیں۔اگر کوئی شخص یہ دعوٰی کرے کہ میں ٹیلی پیتھی میں ماہر ہوں تو آپ اس کے سامنے بیٹھ کر یہ کہیے کہ میں کچھ سوچتا ہوں، تم بتادو کہ میں نے کیا سوچا ہے۔ وہ تکے بازی تو کرے گا مگر آپ کی سوچی ہوئی چیز کا صحیح جواب نہیں دے پائے گا۔اسی طرح دوسرا شخص یہ کیسے جان سکتا ہے کہ آپ نے اپنے ذہن کے ذریعے اسے کوئی پیغام بھیجا ہے؟ اسے جاننے کی صورت یہی ہوسکتی ہے کہ آپ حسی ذرائع سے اسے باخبر کریں۔ ورنہ یہ مان لیں کہ انسان ٹیلی پیتھی کے ذریعے 'غیب دان' بن سکتا ہے، حالانکہ قرآن مجید کا صاف فیصلہ ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی غیب دان نہیں۔

البتہ اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ آپ کسی شخص کے بارے میں خیال کر رہے ہوتے ہیں اور ادھر اسی لمحے اس کا فون آجاتا ہے یا چند لمحوں بعد اس سے ملاقات ہوجاتی ہے اور آپ اسے بتاتے ہیں کہ میں ابھی تمہارے ہی بارے میں سوچ رہا تھا۔لیکن ایسا اتفاقاً ہوتا ہے، کیونکہ اس کے لیے نہ آپ نے کوئی مراقبہ کیا، نہ تصور کر کے اسے حکم دیا اور نہ ہی ٹیلی پیتھی کا کوئی کورس کیا ہوتا ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ یہ اتفاقیہ بات نہیں بلکہ حقیقت ہے تو پھر ہر مرتبہ ایسا ہی ہونا چاہیے کہ جس شخص کے بارے میں جو کچھ آپ سوچیں، وہی ظاہر ہوجائے یا آپ جب بھی تصور میں اسے حکم دیں، وہ اس حکم کی تعمیل بجا لائے، مگر ٹیلی پیتھی کا ماہر سے ماہر شخص بھی ایسا نہیں کرسکتا۔

......☆......

باب ۱۶

ہپناٹزم رمسمریزم

'ہپناسس' یا 'ہپناٹزم' (HYPNOTISM) کو مسمریزم بھی کہا جاتا ہے، اس لیے کہ مغربی دنیا میں جس شخص نے سب سے پہلے اس موضوع کو اجاگر کیا، اس کا نام مسمر تھا، اور اسی کے نام سے یہ مسمریزم کہلانے لگا۔ بعد میں جب اسے منظم شکل دی گئی تو اس کا نام مسمریزم کی بجائے 'ہپناٹزم' رکھ دیا گیا۔

بعض لوگ اسے جادو کی مجازی اقسام میں ذکر کرتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کا تعلق علم نفسیات سے ہے کیونکہ ہپناٹزم میں نفسیاتی حربوں کو استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ جادوگر اور شعبدہ باز بھی اپنے فن میں مہارت کے لیے اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اسے کس طرح استعمال کیا جاتا ہے، اسے سمجھنے سے پہلے علم نفسیات کی رو سے انسانی ذہن کے کام کو سمجھنا ضروری ہے۔ علم نفسیات کی رو سے انسانی ذہن کے تین حصے ہیں:

۱: شعور (Concious)

۲: تحت الشعور (Sub Concious)

۳: لاشعور (Un Concious)

۱)..... شعور سے مراد انسانی ذہن کی وہ موجودہ حالت ہے، جس سے انسان گزر رہا ہوتا ہے مثلاً اس وقت آپ یہ کتاب پڑھ رہے ہیں، اس میں لکھی چیزوں پر غور و فکر بھی کر رہے ہیں، یہ سب آپ کی شعوری حالت ہے۔

۲)..... 'تحت الشعور' سے مراد انسانی یادداشت کا ریکارڈ ہے۔ انسان جن حالات، حادثات اور واقعات سے گزرتا ہے، ذہن ان کا ایک ریکارڈ مرتب کر کے رکھ لیتا ہے اور ضرورت پڑنے پر انہیں انسان کے شعور میں لے آتا ہے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ آپ کو کئی سال

پرانا واقعہ فوراً یاد آ جاتا ہے، یہ آپ کے شعور سے غائب تھا اور تحت الشعور میں محفوظ تھا۔ جب آپ ذہن پر زور دیتے ہیں یا آپ کے ساتھ اس سے ملتا جلتا کوئی واقعہ پیش آتا ہے تو یہ تحت الشعور سے شعور میں آ جاتا ہے۔

۳)..... 'لاشعور' انسانی ذہن کا وہ حصہ ہے جو 'تحت الشعور' کی تمام اہم چیزیں اپنے اندر محفوظ کر کے انسان کی عادات کو کنٹرول کرتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ انسان کی طبعی و جبلی، ہر طرح کی حرکات و عادات لاشعور کے ساتھ مربوط ہیں۔ انسان بغیر سوچے سمجھے بھی جو کچھ کر رہا ہوتا ہے، وہ 'لاشعور' کے ذریعے کر رہا ہوتا ہے۔

ہپناٹزم کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ ایسا علم ہے جس میں کسی تصور یا خیال کو براہِ راست انسان کے لاشعور تک پہنچانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس مقصد کے لیے عامل اپنے معمول کی آنکھیں بند کروا کے اسے لمبے مراقبے میں لے جاتا ہے۔ جب معمول نیند اور بیداری کی درمیانی حالت میں جا پہنچتا ہے تو پھر عامل اپنا عمل کرتا ہے۔ یا تو وہ 'معمول' سے ایسے سوالات کرتا ہے جن کے صغرے، کبرے ملا کر وہ اس سے متعلقہ بہت سی معلومات حاصل کر لیتا ہے۔ یا پھر اس کے لاشعور میں کوئی چیز، نظریہ، تصور وغیرہ ڈالنے کی کوشش کرتا ہے اور جب وہ انسان کے لاشعور میں کوئی چیز ڈالنے میں کامیاب ہو جاتا ہے تو پھر 'معمول' کو ہوش میں لے آتا ہے اور ہوش میں آنے کے بعد معمول وہ چیز اسی طرح اور اسی وقت پر کرتا ہے، جس طرح عامل نے اس کے لاشعور میں بٹھائی تھی، مثلاً ایک عامل نے معمول کو ہپناٹائز کر کے اگر اس کے لاشعور میں یہ ڈال دیا تھا کہ تم ایک گھنٹے کے بعد فلاں کام کرو گے تو 'معمول' ہوش میں آنے کے بعد مقررہ وقت پر خود بخود وہی کام کرنا شروع کر دے گا۔ اسی طرح اگر معمول کسی چیز سے ڈرتا ہو اور عامل اسے ہپناٹائز کر کے اس کے لاشعور میں یہ ڈال دے کہ ہوش میں آنے کے بعد تم نے اس چیز سے کبھی نہیں ڈرنا، تو کہا جاتا ہے کہ پھر معمول واقعی اس چیز سے ڈرنا چھوڑ دیتا ہے۔

ہمارا تبصرہ

ہپناٹزم کے ماہرین خود ہی یہ کہتے ہیں کہ یہ نفسیاتی حربہ ہے۔اورنفسیاتی اصولوں کے مطابق ہی معمول کا وہم، بیماری، پریشانی، بے چینی،اورخوف وغیرہ دور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ہمارے نزدیک بھی اس کا ایک حدتک اثر ہوتا ہے،اس سے زیادہ نہیں۔اور جس حدتک اس کا اثر ہوتا ہے وہ ہپناٹائز کیے بغیر بھی ممکن ہے اور وہ اس طرح کہ آپ اللہ پر مضبوط ایمان،توکل،تقدیراورآخرت پر یقین کے ساتھ ان چیزوں کو حاصل کر سکتے ہیں اور ہپناٹزم سے زیادہ بہتر طریقے سے کر سکتے ہیں۔جب ایک شخص کو یہ یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ نے میری قسمت میں جو کچھ لکھ دیا ہے وہ ہو کر رہنا ہے تو اس کے بہت سے مسائل اس سوچ کے ساتھ ہی ختم ہو جاتے ہیں اوراسے پریشانی اور مصیبت پر صبر آ جاتا ہے۔اسی طرح اگر اسے یہ بھی یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ انسان کی مدد کرتے ہیں اوراللہ سے خلوص دل سے مانگی گئی دعا رد نہیں ہوتی تو وہ توکل علی اللہ اور دعا کے ذریعے اپنے بہت سے مسائل حل کر لیتا ہے۔

یہاں ہپناٹزم کے حوالے سے ایک لطیفہ بھی سن لیجیے۔کہیں پڑھا یا سنا تھا کہ ایک شخص نہایت بزدل اور ڈرپوک تھا،وہ ایک عامل کے پاس گیا تا کہ عامل اس کے ڈر اور خوف کو شجاعت اور بہادری میں بدل دے۔اس عامل نے اپنے معمول کو کہا کہ تمہیں مسلسل دس روز تک ایک عمل کرنا ہوگا اور وہ یہ کہ تم کئی منزلہ عمارت کی چھت پر چڑھ کر کنارے پر بیٹھ جاؤ اور زمین کی طرف دیکھتے ہوئے ایک ہزار مرتبہ یہ کہو کہ ''میں بہت بہادر ہوں، میں یہاں سے گر نہیں سکتا''۔چنانچہ اس شخص نے ایک عمارت ڈھونڈی اور یہ عمل شروع کر دیا۔ دسویں روز جب وہ یہ عمل کر چکا تو اس زعم میں کہ اب میں واقعی یہاں سے نہیں گر سکتا،تھوڑا سا آگے کو جھک گیا۔وہ پہلے ہی کنارے پر تھا،آگے جھکنے کی دیر تھی کہ زمین کی کشش ثقل نے اسے اپنی جانب کھینچ لیا اور وہ الٹے منہ نیچے جا گرا۔

اس لیے ایسے لوگوں کے پاس جانے سے گریز کرنا چاہیے جو ہپناٹزم سے کام لیتے ہیں، بالخصوص اگر کوئی جادوگر ایسا کرتا ہو تو اس کے پاس کسی صورت نہیں جانا چاہیے۔

باب ۱۷

مراقبہ اور چلہ کشی

پچھلے صفحات میں آپ نے ریکی، ٹیلی پیتھی، یوگا اور ہپناٹزم وغیرہ کے بارے میں جو کچھ پڑھا ہے، ان سب میں 'مراقبہ' اور 'چلہ کشی' کسی نہ کسی حیثیت میں موجود ہے۔ اس لیے مناسب ہے کہ یہاں مراقبہ اور چلہ کشی کے بارے میں بھی تھوڑی سی بات کر لی جائے۔

مراقبہ اور چلہ کشی کا عمل عام طور پر آبادیوں سے دور جنگل، صحرا، سمندر یا دریا کے کنارے کیا جاتا ہے، بعض لوگ گھر میں کمرہ مخصوص کر کے بھی یہ عمل کرتے ہیں۔ مراقبے کے لیے جس شخص کو اس کے عامل یا پیر یا گرو نے جو طریقہ بتایا ہو، وہ اسے ہی اختیار کرتا ہے۔ اسی طرح جو مختلف وظائف و عملیات بتائے جاتے ہیں، انہی پر عمل کیا جاتا ہے۔ بعض مراقبوں میں چپ سادھنا ضروری قرار دیا جاتا ہے یعنی مراقبے کے دوران کسی سے بات نہیں کرنی، خواہ مراقبہ کئی دنوں اور مہینوں تک محیط ہو۔ بعض اوقات مراقبے کی جگہ سے باہر نکلنا ممنوع کر لیا جاتا ہے حتی کہ کھانے پینے اور دیگر ضروریات کے لیے کسی اور کی مدد لی جاتی ہے۔

جادوگر اور کاہن لوگ مراقبے میں جنات کی مدد کے لیے کفریہ و شرکیہ عملیات بھی کرتے ہیں۔ عاملوں اور کاہنوں وغیرہ کے اکثر مراقبوں میں نماز و روزہ اور طہارت و پاکیزگی کا بھی خیال نہیں رکھا جاتا۔ ان مراقبوں اور چلہ کشیوں میں جس طرح حقوق اللہ سے لاپروائی کی جاتی ہے، اسی طرح حقوق العباد کو بھی بری طرح پامال کیا جاتا ہے۔

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ عہد نبویؐ اور عہد صحابہؓ میں مراقبہ کے حوالے سے سوائے ایک اعتکاف کے عمل کے ہمیں کوئی اور مثال نہیں ملتی جب کہ اعتکاف میں بھی جو تعلیمات دی گئی ہیں، وہ سب کے سامنے ہیں۔ اس میں نہ کوئی کفریہ و شرکیہ عمل کیا جاتا ہے، نہ نماز، روزہ وغیرہ کی بے حرمتی کی جاتی ہے بلکہ یہ تو عبادات میں رغبت و کثرت کے لیے مسنون و مستحب

قرار دیا گیا اور وہ بھی سال بھر میں چند دن کے لیے۔

بعض لوگ مراقبے کے جواز کے لیے نبی کریم ﷺ کے غارِ حرا میں عبادت کے لیے خلوت نشینی کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں حالانکہ وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ یہ واقعہ نبوت و رسالت سے پہلے کا ہے۔ جب آپ ﷺ کو نبی بنا دیا گیا تو اس کے بعد آخر دم تک آپ ﷺ ایک مرتبہ بھی غارِ حرا میں خلوت نشینی کے لیے نہیں گئے بلکہ دوسروں کو بھی ہر اس چیز سے روکتے اور منع کرتے جس سے ترکِ دنیا کی بو آتی۔ کیا یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ آنحضرت ﷺ نے چلوں اور مراقبوں کو ناپسند کیا ہے......!

صحابہ کرام کی زندگیاں ہمارے سامنے واضح ہیں کہ ان کے ہاں اعتکاف کے علاوہ کسی ایسے عمل کا کوئی وجود نہیں ملتا جسے آج کی اصطلاح میں مراقبہ یا چلہ کشی کہا جا سکتا ہو بلکہ وہ تو فرضی اور نفلی نمازیں پڑھتے، رات کو اٹھ کر تہجد پڑھتے، اللہ کے حضور دعا کرتے، روزے رکھتے اور ان چیزوں کے ساتھ دنیوی کاموں میں بھی وقت دیتے۔ کاروبار بھی کرتے، تجارت اور جہاد کے لیے سفر بھی کرتے مگر ان سب چیزوں کے ساتھ کبھی کوئی ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ملتا کہ کسی صحابی نے اپنے آپ کو کسی کمرے میں بند کر کے چلے اور مراقبے کا انتظام کیا ہو یا اس مقصد کے لیے لوگوں سے دور کسی صحرا یا جنگل میں نکل گیا ہو۔

بعض لوگ مراقبوں کو روحانیت میں ترقی کا ذریعہ قرار دیتے ہیں۔ لیکن ہم یہ پوچھتے ہیں کہ اگر مراقبہ روحانیت میں ترقی کا ذریعہ ہے تو پھر ہمارے نبیؐ اور آپؐ کے صحابہ اس سے کیوں پیچھے رہے، اور اگر وہ پیچھے رہے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ اسلامی روحانیت میں مراقبہ اور چلہ کشی وغیرہ کی کوئی حیثیت نہیں......!

اس بات سے کسی کو اختلاف نہیں ہو سکتا کہ حضور نبی کریم ﷺ اور آپؐ کے صحابہ روحانیت میں بلند تر درجے پر فائز تھے، اس کی وجہ چلہ کشی اور مراقبے نہیں بلکہ یہ تھی کہ انہوں نے اپنی زندگی اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ آج بھی اگر کوئی شخص اللہ کا صحیح فرمانبردار بن جائے، اس کے دین پر پورا پورا عمل کرنا شروع کر دے، تو اسے ایسی

روحانیت حاصل ہو جاتی ہے کہ اس کی دعائیں رد نہیں ہوتیں، اس کی قسم اللہ پوری فرماتے ہیں، اس پر اللہ کی طرف سے رحمت و برکت کا نزول شروع ہو جاتا ہے، اس کی زندگی بظاہر تنگ اور محدود ہی کیوں نہ ہو مگر اسے روحانی طور پر اطمینانِ قلب نصیب ہو جاتا ہے۔ اور یہ سب کچھ صرف اسی صورت ممکن ہے جب ہم اللہ کے دین پر حتی المقدور عمل پیرا ہو جائیں۔

ہم پورے اصرار اور تکرار کے ساتھ یہ بات کرتے ہیں کہ اسلامی روحانیت میں مراقبہ اور چلہ کشی کی کوئی گنجائش نہیں۔ جن مسلمان صوفیاء کے ہاں یہ چیز پائی جاتی ہے، دیگر مذاہب سے متاثر ہو کر انہوں نے یہ اختیار کی تھی۔ اور ظاہر ہے ایک چیز جب غلط ہو تو یہ نہیں دیکھا جاتا کہ اس کا کرنے والا کون ہے، بلکہ یہ دیکھا جاتا ہے کہ جو کچھ کیا جا رہا ہے، وہ قرآن اور حدیث کے مطابق ہے یا اس کے خلاف۔ اسی لیے اسلام میں فائنل اتھارٹی اللہ کے قرآن اور اس کے رسول ﷺ کے فرمان (حدیث) کو حاصل ہے۔

کچھ عرصہ سے پاکستان میں 'مراقبہ' کو عجیب و غریب انداز سے متعارف کروایا جا رہا ہے۔ اس مقصد کی تکمیل باقاعدہ اور منظم طریقہ سے جاری ہے اور طرہ یہ کہ اس کے کرتا دھرتا بعض نام نہاد مسلمان ہیں جن میں خواجہ شمس الدین عظیمی سرفہرست ہیں جنہوں نے سلسلہ عظیمیہ روحانیہ قائم کر رکھا ہے اور اس روحانی سلسلہ کا جال پورے ملک میں پھیلا رکھا ہے۔ کراچی اور لاہور میں بڑے بڑے 'مراقبہ ہال' تیار کر رکھے ہیں جہاں مرد و زن کو مخلوط ریاضتیں کروائی جاتی ہیں (نعوذ باللہ)۔ یہ لوگ ''روحانی ڈائجسٹ'' کے نام سے رسالہ جاری کرتے ہیں جس پر جلی حروف میں لکھا ہوتا ہے کہ

''یہ پرچہ بندہ کو خدا تک لے جاتا ہے اور بندہ کو خدا سے ملا دیتا ہے''۔

نیز ان لوگوں کا دعویٰ ہے کہ ہم مراقبوں کے ذریعے روحانی علاج کرتے ہیں اور یہ اپنے خود ساختہ روحانی طریقے سے ہر طرح کا مرض دور کرنے کا چیلنج کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں ان کے خیال کے مطابق ہر شخص کو حالتِ بیداری میں اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب پیغمبر ﷺ کا دیدار کروایا جاتا ہے اور نیک لوگوں کی روحوں سے بھی ملاقات کروائی جاتی ہے......!

حالانکہ یہ تمام دعوے جھوٹے ہیں اور گیان دھیان، ریاضتوں اور مراقبوں کا ایسا کوئی نظام قرآن وسنت میں موجود نہیں اور نہ ہی صحابہ کرام اس طرح کی مافوق الفطرت ریاضتیں اور واہیانہ حرکتیں کیا کرتے تھے۔

اسی طرح روحوں سے باتیں کروانا بھی ایک دھوکا اور جادوئی و شیطانی کام ہے۔ امام ابن تیمیہؒ روحوں کے حاضر ہونے کی حقیقت واضح کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ

''بسا اوقات مشرک لوگ کسی مردے کو پکارتے ہیں اور شیطان اس (مردے) کی شکل میں ان کے سامنے آ جاتا ہے اور بعض اوقات شیطان کسی زندہ شخص کی صورت میں ان کے سامنے نمودار ہو جاتا ہے اور وہ یہی سمجھتے ہیں کہ یہ وہی شخص ہے جسے ہم نے پکارا ہے حالانکہ وہ شیطان ہوتا ہے''۔ (۱)

امام موصوفؒ سورۂ اخلاص کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ

''بعض لوگوں نے اپنے شیخ کو دہائی دی اور ان کو اس شیخ کی صورت نظر آ گئی اور بعض اوقات تو وہ شیخ ان کا کوئی کام بھی کر دیتا ہے جس سے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کا شیخ حاضر ہوا تھا یا پھر کوئی فرشتہ اس شیخ کی صورت میں ظاہر ہوا تھا جو اس شیخ کی کرامت ہے۔ اس سے ان کا مشرکانہ عقیدہ اور زیادہ راسخ ہو جاتا ہے حالانکہ انہیں معلوم نہیں کہ اس طرح کے کام شیاطین، بت پرستوں کے ساتھ بھی کرتے رہتے ہیں اور وہ ان بت پرستوں کے سامنے بھی ظاہر ہوتے ہیں اور ان کے بعض کام بھی کر دیتے ہیں۔ لہٰذا یاد رہے کہ یہ تمام (شرکیہ امور) خیر القرون کے بعد کی پیداوار ہیں''۔ (۲)

قرآن وسنت کے محکم اور واضح احکام پر عمل کرنے ہی میں نجات ہے لہٰذا ان تمام جادوئی اور شیطانی ہتھکنڈوں سے دور رہنا چاہئے۔

یہ مراقبے انسان کو پاگل بھی کر دیتے ہیں

روحانیت کے نام پر جو مراقبے کروائے جاتے ہیں، ان سے انسان کے پاگل اور ذہنی

(۱) مجموع الفتاویٰ، ج۱۹ ص ۴۷۔ (۲) تفسیر سورۃ اخلاص، ص ۱۱۸۔

مریض ہونے کا بڑا خطرہ ہوتا ہے۔ میرے پاس کئی ایسے لوگ آئے ہیں جنہیں مراقبوں کا شوق رہا تھا اور انہوں نے خود یہ بتایا کہ لمبے مراقبوں کی وجہ سے ان کا ذہنی توازن بہت بگڑ گیا ہے۔

دراصل مراقبوں میں انسان کے ذہن پر بہت زور ڈالا جاتا ہے۔ اسے ایک طرف تو یہ کہا جاتا ہے کہ اپنے ذہن سے تمام موجود خیالات نکالنے کی کوشش کرو اور دوسری طرف یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں ہستی کا تصور کرلو۔ اگر کوئی اللہ یا اللہ کے رسول ﷺ کے دیدار کے چکر میں مراقبے کرتا ہے تو اسے خیالی طور پر اللہ اور رسول ﷺ کی تصویریں ذہن میں بٹھانے کی کوشش کرائی جاتی ہے۔ کسی کو پیر، بزرگ وغیرہ کے دیدار کا مراقبہ کروایا جاتا ہے۔ کسی کو فرشتوں اور شیطانوں کا، کسی کو ماضی کا، کسی کو مستقبل کا، کسی کو ملاءِ اعلیٰ کا، کسی کو آخرت اور جنت، جہنم کا مراقبہ کروایا جاتا ہے۔

یہ مراقبے ایک آدھ مرتبہ نہیں، بلکہ بے شمار مرتبہ کروائے جاتے ہیں، حتیٰ کہ مراقبہ کرنے والے کی کیفیت یہ ہو جاتی ہے کہ اسے سوتے جاگتے وہی چیز نظر آنے لگتی ہے، جس کا اسے مراقبہ کروایا جا رہا ہوتا ہے۔ یہ حقیقت نہیں ہوتی بلکہ محض وہ خیالات اور تصورات ہوتے ہیں جو اس کے ذہن میں ڈالے جاتے ہیں، یا جو وہ خود ہی ذہن میں بٹھا لیتا ہے۔ شروع شروع میں اس چیز کی فرضی تصویر بھی دکھائی جاتی ہے جس کے لیے مراقبہ مطلوب ہوتا ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کسی بچے کے ذہن میں کسی چیز کا خوف بٹھا دیا جائے تو وہ سوتے جاگتے اسی چیز کو دیکھتا، خیال کرتا اور اس سے ڈر اور خوف کا اظہار کرنے لگتا ہے۔

ان کاموں میں شیطان بھی دلچسپی لیتا ہے اور ایسے لوگوں کو مزید گمراہ کرنے کے لیے اپنے وسوسے تیز کر دیتا ہے۔ کبھی خواب میں آ کر اسے وہ صورتیں دکھاتا ہے، جن کا وہ مراقبے میں تصور کرتا ہے یا کبھی بیداری کی حالت میں آ کر اسے احساس دلاتا ہے کہ جس ہستی کا وہ مراقبہ میں تصور کرتا ہے، وہ اس کے سامنے آ گئی ہے۔ حتیٰ کہ بعض کے ساتھ تو شیطان گفتگو بھی کرتا

ہے۔اس سطح پر پہنچ کر یا تو انسان پاگل اور خبطی ہو جاتا ہے یا پھر اس کے لیے راہِ حق کی طرف پلٹنے کے دروازے تقریباً بند ہو جاتے ہیں اور وہ اپنے علاوہ سب کو غلط سمجھنا شروع کر دیتا ہے۔ایسی کسی آزمائش میں مبتلا ہونے سے بچاؤ کے لیے اللہ سے پناہ ہی مانگنی چاہیے۔اور جس کا ساتھ یہ صورت حال پیدا ہو جائے،اسے چاہیے کہ وہ خلوص دل سے توبہ کرے اور ہر وقت اللہ سے ہدایت اور خاتمہ بالایمان کی دعا کرتا رہے۔

اللہ کے نام کا مراقبہ

کچھ عرصہ پہلے میرے پاس ایک پرچہ آیا جس پر جلی حروف میں یہ لکھا تھا:

''اللہ کی پہچان اور رسائی کے لیے روحانیت سیکھو! خواہ آپ کا تعلق کسی بھی مذہب سے ہو۔''

اس پرچے میں بڑی عجیب و غریب باتیں لکھی ہوئی تھیں اور یہ ایک ایسے شخص کی طرف سے تھا جس نے اپنے بارے میں کبھی مسیح ہونے کا اور کبھی امام مہدی ہونے کا دعویٰ کیا تھا اور اس کے عجیب و غریب شرکیہ عقائد کی بنیاد پر اہل علم نے اس پر کافر و مرتد کا فتویٰ لگایا تھا یعنی ریاض احمد گوہر شاہی،یہ شخص اب فوت ہو چکا ہے۔اس پرچے میں اللہ کی پہچان کے لیے درج ذیل طریقۂ کار تجویز کیا گیا تھا:

''۱)......سفید سادہ کاغذ پر سیاہ روشنائی سے خوبصورت ''اللہ'' لکھیں اور جتنا زیادہ ممکن ہو اس لفظ کو دیکھیں۔

۲)......ایک چھوٹے بلب پر پیلی سیاہی سے ''اللہ'' لکھیں اور رات سونے سے پہلے کچھ دیر اس کو بغور دیکھیں۔اس عمل کو کرنے کے کچھ دن بعد ہی آپ دیکھیں گے کہ اللہ کا نام آپ کی آنکھوں میں جھلملا رہا ہے۔اب آپ بلب یا لکھے ہوئے اللہ کے نام کو دیکھنا بند کر دیں۔اب اس نام (اللہ) کو بہت توجہ اور ارتکاز سے کوشش کریں کہ یہ نام آپ کو اپنے دل پر نظر آ جائے۔جب آپ اپنے دل پر یہ اسم اللہ لکھا دیکھیں تو آپ محسوس

کریں کہ آپ کے دل کی دھڑکن بڑھ گئی ہے۔

۳)......اپنے دل کی دھڑکن کے ساتھ آپ پوری توجہ سے دل میں اللہ اللہ پڑھیں۔ اس طریقہ کے عملی نمونہ سے کچھ ہی دنوں میں آپ محسوس کریں گے کہ آپ کا دل صرف دھڑک ہی نہیں رہا بلکہ وہ اللہ کے نام سے گونج رہا ہے۔

۴)......رات کو سونے سے پہلے اپنے ہاتھ کی انگلیوں سے کچھ دیر تک اپنے دل کے مقام پر اللہ لکھیں اور لکھتے وقت تصور کریں کہ آپ کا پیرو مرشد امام روحانی استاد گرو جو بھی آپ کے مذہب میں ہو یا کوئی بھی ایسا شخص جس پر آپ کو اعتماد ہو وہ آپ کا ہاتھ پکڑے ہوئے ہے اور اللہ لکھ رہا ہے۔اب جو بھی ہستی آپ کے سامنے آئے وہی ہستی اللہ کی طرف سے آپ کی رہنمائی کے لیے بھیجی گئی ہے۔اب اپنی روحانی ترقی کے لیے آپ اس ہستی کو تلاش کریں جو آپ کے سامنے آئی تھی۔اگر آپ کے سامنے کوئی نہ آئے تو تصور کریں کہ میں (ریاض احمد گوہر شاہی) ہوں آپ مجھ سے رابطہ کریں۔''

ہمارا تبصرہ

اس پرچے میں اور بھی اس طرح کی عجیب وغریب خرافات پائی جاتی ہیں مگر سمجھانے کے لیے اتنا ہی نمونہ کافی ہے۔اسے پڑھ کر آپ خود ہی یہ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ اللہ تک رسائی کا یہ طریقہ اسلام سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ اللہ کے آخری پیغمبر جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے اسلام کی تبلیغ اور اللہ کی توحید کی طرف بلانے کے لیے ایسا کوئی طریقہ اختیار نہیں کیا۔آج جو لوگ اس طرح کی عجیب وغریب حرکتیں کرتے ہیں، یہ ذاتی مفاد کے لیے ایسا کرتے ہیں۔ خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ اللہ ان کے شر سے بچائے اور جو اس طرح گمراہی کی راہ پر چل رہے ہیں، انہیں ہدایت عطا فرمائے، آمین۔

......☆......

حصہ دوم: اسلام اور جادو جنات

باب ۱۸

جادو کا بیان

۱۔ جادو کی حقیقت

۲۔ جادو اور قرآن مجید

۳۔ جادو اور اَحادیث صحیحہ

۴۔ جادو کیسے کیا جاتا ہے؟

۵۔ جادو کرنا کروانا اور سیکھنا سکھانا؟

۶۔ جادو کا علاج جادو کے ذریعے

۷۔ جادوگر کی سزا، اور توبہ

......☆......

[1].....جادو کی حقیقت

جادو کیا ہے؟

'جادو'......اردو زبان کا معروف لفظ ہے، عربی میں اس کے لئے سِـحْـرٌ کالفظ استعمال ہوتا ہے جس کا لغوی معنی ہے: دھوکا دینا، حیلہ کرنا، فریفتہ کرنا، حقیقت سے پھیرنا، باطل کو حق کی صورت میں ظاہر کرنا، کسی چیز کو ایسا ملمع ساز کر کے پیش کرنا کہ دیکھنے والے حیران و ششدرره جائیں۔ (۱)

اصطلاحی طور پر جادو (سِـحْـر) کی تعریف اہل علم نے مختلف انداز میں کی ہے، لیکن سب میں قدر مشترک اس کے اسباب کا مخفی ہونا ہے، ذیل میں چند اہم تعریفیں ملاحظہ فرمائیں:

۱)......حافظ ابن قیمؒ کے نزدیک جادو (سِحْر) کی تعریف یہ ہے:

((اَلسِّحْرُ هُوَ مُرَكَّبٌ مِّنْ تَأْثِيرَاتِ الْأَرْوَاحِ الْخَبِيثَةِ وَانْفِعَالِ الْقُوَى الطَّبِيعِيَّةِ عَنْهَا))

''جادو مختلف خبیث روحوں اور ان کے قوائے طبعی سے ترکیب پانے والی چیز ہے (جس سے انسانی طبیعت متاثر ہو جاتی ہے)''۔ (۲)

۲)......یہی بات امام اَزہریؒ نے اس طرح بیان کی ہے:

''جادو ایک ایسا عمل ہے جو شیطان (جن) کی مدد سے کیا جاتا ہے۔'' (۳)

جنات وشیاطین ایک مخفی مخلوق ہونے کی وجہ سے انسانوں سے چھپ کر رہتی ہے، اس لیے ان کے ذریعے ترکیب پانے والا عمل (یعنی جادو) بھی ایک مخفی چیز ہے اور جادوگر بھی اسے

---

(۱) تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: لسان العرب، النهاية ، القاموس المحيط، المعجم الوسيط، معجم مقاييس اللغة، تهذيب اللغة، محيط المحيط، بذيل ماده: سحر۔

(۲) زادالمعاد، از: حافظ ابن القيم، ج٤ ص١١٥۔

(۳) لسان العرب، ج٤، ص٣٤٨۔

خفیہ طریقوں سے کرتا ہے۔ اور اس عمل کی وجہ سے جس شخص کی طبیعت، مزاج، عقل و تخیل وغیرہ متاثر ہو جائے، اس کے بارے میں سائنٹفک طور پر یہ تشخیص ہی نہیں کی جا سکتی کہ اسے کیا بیماری لاحق ہے اور اس کا سبب کیا ہے۔ بیماری اور اس کے اسباب کے مخفی ہونے کی وجہ سے بھی اسے سِحر کہا جاتا ہے۔

۳)......علامہ ابن قدامہ حنبلیؒ جادو (سِحر) کی تعریف میں رقم طراز ہیں کہ

((وَهُوَ عَقْدٌ وَ رُقًى وَ كَلَامٌ يَتَكَلَّمُ بِهِ اَوْ يَكْتُبُهُ اَوْ يَعْمَلُ شَيْئًا يُؤَثِّرُ فِي بَدَنِ الْمَسْحُوْرِ اَوْ قَلْبِهِ اَوْ عَقْلِهِ مِنْ غَيْرِ مُبَاشَرَةٍ لَهُ وَلَهُ حَقِيْقَةٌ فَمِنْهُ مَا يَقْتُلُ وَمَا يُمْرِضُ وَيَأْخُذُ الرَّجُلَ عَنْ امْرَأَتِهِ فَيَمْنَعُهُ وَطْأَهَا وَمِنْهُ مَا يُفَرِّقُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ زَوْجِهِ وَمَا يُبْغِضُ اِحْدٰهُمَا اِلَى الْآخَرِ أَوْ يُحَبِّبُ بَيْنَ اثْنَيْنِ، وَهٰذَا قَوْلُ الشَّافِعِيِّ......))

''جادو اُن تعویذ گنڈوں اور دم منتر والے کلمات کا نام ہے جنہیں پڑھا، یا لکھا جاتا ہے یا جادوگر اس کے ذریعے جادوئی عمل کرتا ہے جس کی وجہ سے کسی شخص کا جسم یا دل و دماغ چھوئے بغیر متاثر ہو جاتا ہے اور جادو ایک حقیقت ہے، بعض جادو اس قسم کے ہوتے ہیں کہ ان سے کسی شخص کو قتل یا بیمار بھی کیا جا سکتا ہے، نامرد بھی کیا جا سکتا ہے اور میاں بیوی کے درمیان جدائی بھی ڈالی جا سکتی ہے اور مرد و زَن کے درمیان محبت یا نفرت بھی جادو کے زور سے ڈالی جا سکتی ہے۔ یہ امام شافعیؒ کا قول ہے۔ جب کہ ان کے بعض اصحاب کا قول ہے کہ جادو کی کوئی حقیقت نہیں یہ محض تخیل ہی ہوتا ہے......۔ اسی طرح امام ابوحنیفہؒ کے اصحاب کا کہنا ہے کہ اگر جادو میں انسان تک کوئی چیز مثلاً دھواں وغیرہ پہنچے تو پھر اس سے مذکورہ بالا احوال پیش آ سکتے ہیں۔ لیکن اگر انسان تک کوئی (جادوئی) چیز بھی نہ پہنچے اور وہ بیمار ہو جائے یا مر جائے تو یہ بات درست نہیں، اس لیے کہ اس طرح (یعنی بغیر ظاہری اسباب کے) یہ خرق عادت معاملہ ثابت ہو گا جس سے انبیاء کے معجزات کی حیثیت متاثر ہو گی کیونکہ معجزات خرق عادت امور میں سے ہوتے ہیں اور اگر خرق عادت امور کا اظہار انبیاء کے علاوہ کوئی اور بھی کر دکھائے تو پھر انبیاء کے معجزات

اور ان کی نبوت کی نشانیاں معرضِ خطر میں جا پڑیں گی۔"(۱)

۴)......امام رازیؒ جادو (سِحر) کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

"جادو کا تعلق ہر اس کام کے ساتھ ہوتا ہے جس کا سبب مخفی ہو اور اسے اس کی حقیقت سے ہٹا کر پیش کیا جائے اور دھوکا دہی وغیرہ کا عنصر اس میں نمایاں ہو"۔(۲)

۵)......جادو (سِحر) کی ایک تعریف یہ بھی کی گئی ہے:

"ہر وہ چیز جس کا ماخذ اور بنیاد انتہائی لطیف اور دقیق ہو، جادو کہلاتی ہے۔"(۳)

۶)......اس کے علاوہ ایک تعریف یہ بھی کی جاتی ہے:

"مختلف الفاظ کا ایسا مجموعہ جس کے ذریعے غیر اللہ کی تعظیم کی جائے اور کائنات کی تقدیر غیر اللہ کی طرف منسوب کی جائے، جادو کہلاتا ہے"۔(۴)

۷)......امام راغب اصفہانیؒ کے نزدیک لفظ سِحر کا اطلاق درج ذیل معانی پر ہوتا ہے:

۱)......ایک تو اس کا اطلاق دھوکا دہی اور بے حقیقت تخیلات و توہمات پر ہوتا ہے جیسا کہ شعبدہ باز ہاتھ کی صفائی سے حقیقت کو نظروں سے پھیر دیتا ہے یا چغل خور ملمع سازی کر کے کانوں کو صحیح بات سننے سے روک دیتا ہے۔

۲)......شیطانوں کا کسی بھی طرح تقرب حاصل کر کے اور ان سے مدد لے کر کیا جانے والا عمل بھی سِحر (جادو) کہلاتا ہے۔

۳)......سِحر (جادو) کا تیسرا اطلاق اس چیز پر ہوتا ہے جو عوام کے ہاں معروف ہے یعنی ایک ایسا علم جس کے ذریعے صورتوں اور طبیعتوں کو بدلا جا سکتا ہے مثلاً انسان کو گدھا بنا کر دکھایا جاتا ہے۔[ساتھ ہی موصوف فرماتے ہیں:] لیکن حقیقت شناس علماء

---

(۱) المغنی، از: ابن قدامہ حنبلی، جلد ۱۲، ص ۲۹۹۔

(۲) تفسیر رازی (مفاتیح الغیب)، بذیل سورۃ البقرۃ، آیت ۱۰۲۔

(۳) ایضاً، نیز دیکھیے: لسان العرب، المعجم الوسیط، المنجد، بذیل مادہ: سحر۔

(۴) احکام القرآن، از: قاضی ابن العربی المالکی، ج ۱ ص ۳۱۔

کے نزدیک اس قسم کی کوئی حقیقت نہیں۔(۱)

گزشتہ تعریفات سے معلوم ہوا کہ اہلِ عرب کے ہاں ''جادو'' (یعنی لفظِ سِحْر) ایک وسیع مفہوم کے لئے استعمال ہوتا تھا جس میں ہر وہ چیز شامل تھی جس کے ذریعے دیکھنے والوں کو مسحور یا حیران یا دھوکے میں مبتلا کرنا ممکن ہوتا، حتی کہ شیطانوں (جنوں) اور جادوگروں کے ذریعے کسی کو متاثر کرنا بھی سِحْر ہی میں شمار ہوتا تھا۔ آنحضرتؐ کا درج ذیل ارشاد بھی اسی وسیع مفہوم کی نمائندگی کرتا ہے:

((إِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا))

''بعض اسالیبِ کلام (گفتگو) بھی جادوئی اثر رکھتے ہیں۔''(۲)

یعنی بعض لوگوں کو گفتگو کا ایسا فن حاصل ہوتا ہے جس کے ذریعے وہ سامع کو حیران کن حد تک متاثر کر دیتے ہیں، اگر کسی اچھے مقصد کے لئے ایسا زورِ بیان یا احسن انداز اختیار کیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں اور اگر برے مقصد کے لیے ایسا کیا جائے تو پھر یہ قابل مذمت ہے۔

جادو (سحر) کی مذکورہ بالا تعریفات کے پیش نظر عرف عام میں اس کا جو مفہوم مراد لیا جاتا ہے، ''شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا'' میں اسے ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

''جادو کے متعلق یہ بات سمجھنی چاہیے کہ اس میں دوسرے شخص پر اثر ڈالنے کے لیے شیاطین یا اَرواحِ خبیثہ یا ستاروں کی مدد مانگی جاتی ہے...... جادو دراصل ایک نفسیاتی اَثر ہے جو نفس سے گزر کر جسم کو بھی اسی طرح متاثر کرسکتا ہے جس طرح جسمانی اَثرات جسم سے گزر کر نفس کو متاثر کرتے ہیں مثلاً خوف ایک نفسیاتی چیز ہے مگر اس کا اثر جسم پر یہ ہوتا ہے کہ رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور بدن میں کپکپاہٹ سی ہو جاتی ہے۔ دراصل جادو سے حقیقت تبدیل نہیں ہوتی مگر انسان کا نفس اور اس کے حواس اس سے متاثر ہو کر یہ

(۱) تفصیل کے ملاحظہ ہو، مفردات القرآن، از: علامہ راغب اصفہانی، بذیل مادہ: سحر۔

(۲) بخاری، ح ۵۱٤٦۔ ابو داؤد، ح ۵۰۰۷۔ ترمذی، ح ۲۰۲۸۔ احمد، ج۲ ص ۱٦۔

محسوس کرنے لگتے ہیں کہ حقیقت تبدیل ہوگئی ہے۔"(۱)

جادو کی اَقسام

عربی زبان میں لفظِ سِحر کے وسیع تر مفہوم کے پیش نظر بعض اہل علم نے جادو کی بہت سی اَقسام ذکر کی ہیں مثلاً امام رازیؒ نے جادو کی تقریباً آٹھ مختلف قسمیں بیان کی ہیں۔ حافظ ابن کثیر انہیں بالترتیب ذکر کرنے کے بعد ان پر تنقید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"امام رازیؒ نے ان میں بعض ایسی قسمیں داخل کر دی ہیں جن کا دارو مدار محض باریک بینی پر ہے۔ (عرف عام میں انہیں جادو قرار نہیں دیا جا سکتا) کیونکہ سحر یعنی جادو لغوی طور پر ہر اس چیز کو شامل ہے جو نہایت لطیف اور مخفی سبب والی ہو"۔(۲) [جبکہ عرف عام میں ہر لطیف اور مخفی سبب والی چیز کو جادو نہیں کہا جاتا]

اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ بنیادی طور پر جادو کی دو ہی قسمیں ہیں، باقی سب اس کے ضمن میں خود بخود آ جاتی ہیں اور وہ دو قسمیں یہ ہیں: (۱) حقیقی جادو اور (۲) مجازی جادو۔

حقیقی جادو سے مراد جادو کی وہ قسم ہے جس کے ذریعے فی الواقع کسی انسان کو جسمانی طور پر تکلیف پہنچائی جا سکتی ہے حتی کہ اس جادو کے ذریعے متاثر شخص مریض بھی ہو سکتا ہے، مر بھی سکتا ہے، اسے خوفزدہ اور غمزدہ بھی کیا جا سکتا ہے، میاں بیوی میں محبت یا نفرت بھی پیدا کی جا سکتی ہے۔ رشتہ دار، اعزاء و اقرباء میں ناچاقی اور اختلاف بھی پیدا کیا جا سکتا ہے لیکن یہ سب اللہ تعالیٰ کے اذن و ارادے کے تابع ہوتا ہے کیونکہ دیگر اَسباب کی طرح جادو بھی ایک سبب ہے اور کوئی سَبب بذات خود مؤثر نہیں ہوتا بلکہ وہ اللہ مسبب الاسباب کے حکم کا پابند ہوتا ہے۔

مجازی جادو سے مراد جادو کی وہ قسمیں ہیں جن میں حقیقی طور پر کسی چیز کو متاثر نہیں کیا جاتا البتہ دیکھنے والوں کو یہ دھوکا دیا جاتا ہے کہ فلاں چیز کی حقیقت بدل گئی ہے یا کسی ساکن چیز کو متحرک یا متحرک کو ساکن کر کے دکھا دیا جاتا ہے۔ نظر بندی، ہاتھ کی صفائی اور شعبدہ بازی

(۱) شاہکار اسلامی انسائیکلو پیڈیا، مرتب: سید قاسم محمود، ص ۵۸۸۔
(۲) دیکھیے: تفسیر ابن کثیر، ج۱، ص ۲۱۷ تا ۲۲۰۔

وغیرہ سبھی اس میں شامل ہیں۔

شعبدہ بازی!

شعبدہ بازی سے مراد مجازی جادو کی وہ صورتیں ہیں جن میں ہاتھ کی صفائی کا عمل دخل زیادہ ہوتا ہے۔ یعنی اس میں کچھ ایسے کرتب اور کرشمے دکھائے جاتے ہیں جن سے دیکھنے والے دھوکا کھا جاتے ہیں حالانکہ ان شعبدوں کی تکنیکی مہارت حاصل کر کے ہر شخص اس طرح کے کرتب، کرشمے اور شعبدے دکھا سکتا ہے۔ اب تو اس موضوع پر بے شمار کتابیں لکھی جا چکی ہیں جن میں تکنیکی فارمولوں کی بنیاد پر شعبدہ بازی کے گر سکھائے جاتے ہیں اور کوئی بھی عقل مند آدمی انہیں سیکھ کر عجیب وغریب شعبدے دکھا سکتا ہے۔ بطور مثال راقم ایک دلچسپ واقعہ ذکر کیے دیتا ہے:

''میرے ایک دوست بتاتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک شعبدہ باز لوگوں کا مجمع باندھے اپنے کرتب دکھا رہا تھا۔ ہم بھی وہاں سے گذرتے ہوئے ذرا رک کر اسے دیکھنے لگے۔ اسی اثنا جادوگر نے اپنا دستی رومال زمین پر پھیلایا اور خالی ہاتھ لہرا کر عوام کو باور کرایا کہ میرے پاس کچھ نہیں مگر میں اس رومال کو اپنے 'کالے علم' کے ذریعہ جلا کر راکھ کر دوں گا۔ لہٰذا کوئی شخص اس رومال کا جائزہ یا میری تلاشی لینا چاہے تو لے سکتا ہے۔ وہ یہ کہتے ہوئے دائیں بائیں ٹہلتا رہا اور منہ ہلا کر یہ ظاہر کرتا رہا جیسے وہ کوئی وظیفہ (جادو، منتر) پڑھ رہا ہے۔ اسی اثنا ہمارا ایک دوست رومال کے قریب گیا اور کچھ جائزہ لینے کے بعد واپس آ گیا۔ کافی دیر گذر گئی مگر جادوگر اپنے دعوے کے مطابق رومال کو جلا نہ سکا بلکہ اب تو جادوگر کے چہرے سے پریشانی کے آثار دکھائی دینے لگے اور لوگ بھی اس کا مذاق اڑانے لگے کہ لگاؤ آگ...... ، کرو جادو...... ، دکھاؤ کرتب......!!

لیکن جب رومال جوں کا توں پڑا [illegible] ہو گیا اور سب اسے گالیاں بکتے اور برا بھلا کہتے چل دیئے۔ بعض لوگ [illegible] سمجھتے کہ یہ جھوٹا ہے، کسی کا کہنا تھا کہ ابھی اسے جادو میں مہارت نہیں، تاہم جتنے منہ اتنی باتیں، لیکن بعد میں ہمارے دوست

نے یہ راز فاش کیا کہ اس نام نہاد جادوگر کے پاس ایک جلنے والا کیمیکل تھا جسے اس نے رومال پر پھینک دیا تھا مگر جونہی میں نے یہ دیکھا تو چپکے سے اسے اٹھا لیا اور اسی کے ذریعے رومال کو آگ لگی تھی لیکن جب یہ مادہ ہی نہ رہا تو جادوگر آگ کیسے لگاتا۔"

دراصل بعض جلنے والے کیمیکل ایسے ہوتے ہیں کہ جب تک انہیں گیلی جگہ میں رکھا جائے، انہیں آگ نہیں لگتی اور جب وہ خشک ہوں یا انہیں خشک جگہ پر رکھا جائے تو ان سے خود بخود آگ پیدا ہو جاتی ہے اور جس کپڑے یا کاغذ وغیرہ پر ایسا کیمیکل رکھا ہو وہ بھی جل جاتا ہے۔ شعبدہ باز اس کیمیکل کی ہلکی سی مقدار اپنے منہ میں رکھ لیتا ہے جہاں یہ تر رہنے کی وجہ سے حرارت نہیں پکڑتا لیکن جب رومال وغیرہ پھیلا کر لوگوں کے ہجوم میں جادوگر اپنا منتر پڑھتا ہے تو پھونکیں مارتے مارتے وہ کیمیکل بھی رومال پر گرا دیتا ہے اور اگر سورج کی روشنی ہو تو پلک جھپکتے ہی رومال سے دھواں اٹھنے لگتا ہے اور پھر آگ روشن ہو جاتی ہے۔ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس کے پاس کوئی بڑا جادوئی عمل ہے جبکہ اس کی حقیقت محض ایک شعبہ بازی کی سی ہے جسے کوئی بھی شخص آزما سکتا ہے۔

ہپناٹزم / مسمریزم

جادو کی مجازی قسموں میں سے بعض ایسی بھی ہیں جن میں ایک جادوگر یا عامل اپنے عملیات کے ذریعے دیکھنے والوں کی آنکھیں، سننے والوں کے کان، سوچنے اور سمجھنے والوں کے دل و دماغ کو اس حد تک متاثر کر سکتا ہے کہ پھر وہ اپنے مخاطب سے جو کہے، وہ بھی وہی کہتا ہے اور اسے جو دکھائے، اسے بھی وہی نظر آتا ہے۔ اسے ہپناٹزم اور مسمریزم کہا جاتا ہے۔

ہپناٹزم کو اگرچہ جادو کی مجازی اقسام میں ذکر کیا جاتا ہے لیکن حقیقت میں اس کا تعلق نفسیات سے ہے کیونکہ ہپناٹزم میں نفسیاتی حربوں کے ذریعے معمول پر عمل کیا جاتا ہے مثلاً معمول پر غنودگی پیدا کی جاتی ہے، حتیٰ کہ جب وہ نیند اور بیداری کی درمیانی حالت میں جا پہنچتا ہے تو پھر عامل اس پر عمل کرتا ہے یا ایسے سوالات کرتا ہے جن کے صغرے، کبرے ملا کر وہ اس مریض سے متعلقہ بہت سی معلومات حاصل کر لیتا ہے۔

اسی طرح بعض عامل ہپناٹزم کے ذریعے جادو جنات کا علاج کرتے ہیں مثلاً بعض عامل مریض کی آنکھوں میں تیز دوا ڈال کر اسے مسلسل ایک دو گھنٹے تک آنکھیں بند رکھنے کی تلقین کرتے ہیں اور اس دوران نفسیاتی طور پر اس کا علاج کیا جاتا ہے مثلاً اسے کہا جاتا ہے کہ تم تصور کرو کہ تمہیں وہ جن نظر آ رہا ہے جو تمہیں تنگ کرتا ہے۔ جب وہ یہ تصور کر لیتا ہے تو پھر مریض سے کہا جاتا ہے کہ تصور ہی میں اسے مار ڈالو یا آگ لگا دو اور خیال کرو کہ وہ جل کر بھسم ہو گیا ہے، اور اس کی راکھ ہوا میں اڑا دو......وغیرہ وغیرہ اور جب مریض اس سارے تصوراتی عمل سے گزر جاتا ہے تو اسے نفسیاتی طور پر مطمئن کر دیا جاتا ہے کہ تمہارا جن مار دیا گیا ہے، اور تمہارا جادو بھی ختم کر دیا گیا ہے، لہٰذا اب تم بالکل ٹھیک ہو گئے ہو۔

اسی طرح ہپناٹزم رمسمریزم میں مہارت رکھنے والا، اپنے پاس آنے والے ہر شخص سے چند بنیادی سوال کرنے کے بعد اپنی طرف سے صغرے کبرے ملا کر بہت جلد اسے بتا دیتا ہے کہ تمہارا ذوق شوق کیا ہے، تمہاری عادات کیسی ہیں، تم کس طرح کی چیزوں کو پسند کرتے ہو اور کن کو ناپسند کرتے ہو وغیرہ وغیرہ۔ اس سے زیادہ اس علم کی کوئی حقیقت نہیں۔ اگر اسے بنیاد بنا کر کوئی شخص دوسروں کو بے وقوف بنائے اور غیب دانی کا دعویٰ کر کے پیسہ بٹورے تو یہ انتہائی قبیح حرکت ہے۔

بعض لوگوں کے شیطانوں کے ساتھ تعلقات ہوتے ہیں جن کی مدد سے وہ اپنے پاس آنے والوں کے بارے میں پہلے ہی سے بعض باتیں معلوم کر لیتے ہیں اور جب انہیں بغیر پوچھے وہ باتیں بتاتے ہیں تو لوگ حیران وششدر رہ جاتے ہیں کہ اسے ہمارے گھریلو اور نجی معاملات کی کیسے خبر ہوئی؟ چنانچہ وہ اسے نہ صرف یہ کہ بہت 'پہنچا ہوا' اور غیب دان سمجھ بیٹھتے ہیں بلکہ ان سے یہ امید بھی کرتے ہیں کہ یہ ہماری قسمت کا صحیح حال جانتے ہیں، چنانچہ مستقبل کے کاموں کے حوالے سے ان سے مشورے لینا ضروری سمجھ لیا جاتا ہے۔ میں نے خود دیکھا کہ بڑے بڑے پڑھے لکھے اور بظاہر سمجھ دار لوگ بھی اس طرح کے عاملوں کے دھوکے میں آ جاتے ہیں۔

[2].....جادو اور قرآنِ مجید

قرآنِ مجید کی مختلف آیات میں کم وبیش ساٹھ مرتبہ لفظ سِحر (جادو) استعمال ہوا ہے۔ ان آیات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جادو سے فی الواقع کسی انسان کو متاثر کیا جا سکتا ہے، جسمانی طور پر اسے تکلیف پہنچائی جا سکتی ہے، اسے خوفزدہ اور پریشان بھی کیا جا سکتا ہے، میاں بیوی میں محبت یا نفرت بھی پیدا کی جا سکتی ہے، تاہم یہ سب اللہ تعالیٰ کے اِذن کے تابع ہوتا ہے۔

بعض لوگ جادو کی حقیقت واثرات کو غلط سمجھتے ہیں اور اسے خلافِ قرآن کہہ دیتے ہیں حالانکہ یہ چیز خلافِ قرآن نہیں بلکہ قرآن مجید کے مطالعہ سے تو اس کے وجود اور تاثیر کی تائید ہوتی ہے۔ البتہ جادوئی عملیات کرنے کروانے کو قرآن کفریہ عمل قرار دیتا ہے۔

آئندہ سطور میں بعض اُن قرآنی آیات/مقامات کی وضاحت پیش کی جارہی ہے جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید بھی جادو کو بطور ایک حقیقت تسلیم کرتا ہے۔

پہلا مقام

اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو نہایت عالی شان حکومت اور عظیم الشان سلطنت سے نواز رکھا تھا حتی کہ آپ وہ واحد حکمران اور پیغمبر تھے جنہیں انسانوں، جنوں، پرندوں، ہواؤں اور دیگر مخلوقات پر حکومت عطا کی گئی تھی اور یہ تمام چیزیں آپ کے تابع فرمان کر دی گئی تھیں لیکن آپ کی وفات کے بعد بعض لوگوں نے یہ مشہور کر دیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جادوگر تھے اور جادو کے زور سے حکومت کیا کرتے تھے۔ آنحضرت ﷺ کے دور میں بھی یہودیوں کا یہی خیال تھا جس کی تردید کے لئے اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرۃ کی درج ذیل آیات نازل فرمائیں:

﴿ وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ

كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَا اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَ مَارُوْتَ وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَا اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ﴾ [البقرة: ۱۰۱، ۱۰۲]

''اور وہ اس چیز کے پیچھے لگ گئے جسے شیاطین سلیمان (علیہ السلام) کی حکومت میں پڑھتے تھے، سلیمانؑ نے تو کفر نہ کیا تھا بلکہ یہ کفر شیطانوں☆ کا تھا، وہ لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے اور بابل (شہر) میں ہاروت و ماروت، دو فرشتوں پر جو اتارا گیا تھا، وہ دونوں بھی کسی شخص کو اس وقت تک نہیں سکھاتے تھے جب تک یہ نہ کہہ دیتے کہ ہم تو ایک آزمائش ہیں، لہٰذا تم کفر نہ کرو، پھر (بھی) لوگ ان سے وہ سیکھتے جس سے خاوند بیوی میں جدائی ڈال دیں اور دراصل وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ یہ لوگ تو وہ چیز سیکھتے ہیں جو انہیں نقصان پہنچائے اور نفع نہ پہنچا سکے۔''

آیاتِ مذکورہ کے حوالے سے چند اہم نکات

مذکورہ بالا آیات سے درج ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:

۱۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے دور میں جادو کا وجود تھا۔ اگر جادو کی کوئی تاثیر نہ ہوتی تو جادو کو مؤثر سمجھنے والے لوگوں (یہودیوں) کی اس غلط فہمی کو اللہ تعالیٰ ضرور واضح فرما دیتے، لیکن ان آیات میں ایسی کوئی بات نہیں کہی گئی جس سے جادو کی حقیقت کی نفی ہوتی ہو بلکہ الٹا اسے تسلیم کیا گیا ہے۔

۲۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت و سلطنت جادو کے زور پر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے قائم ہوئی تھی۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے یہ تو کہا ہے کہ سلیمانؑ جادوگر نہیں تھے مگر [illegible] کوئی حقیقت نہیں۔ اگر جادو کی [illegible]

☆...... اس آیت میں لفظ ''شیطانوں'' سے مراد یا تو واقعی شیطان (جنات) ہیں جو انسانی روپ میں لوگوں کو جادوئی عملیات سکھاتے، یا پھر اس سے مراد وہ انسان ہیں جو شیطانی کاموں کے دلدادہ تھے اور ان کے شیطانی کاموں ہی کی وجہ سے انہیں شیطان کہہ دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ اس حقیقت سے ضرور پردہ اٹھا دیتے، کیونکہ قرآن مجید تو لوگوں کے عقائد و اعمال کی اصلاح کرتا ہے۔

۳۔ حضرت سلیمان علیہ السلام جادوگر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے ایک برگزیدہ پیغمبر تھے۔

۴۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے دور میں جادو پھیلانے والوں کو شیطان کہا گیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ جادو سیکھنا، سکھانا اور کرنا کروانا شیطانی کام ہے۔

۵۔ جادو سیکھنا، یا جادوئی عمل کرنا کرانا اسی آیت میں کفریہ کام بھی قرار دیا گیا ہے۔

۶۔ ہاروت اور ماروت نامی دو فرشتوں کو بھی لوگوں کی آزمائش کے لئے یہ دے کر بھیجا گیا تھا۔

۷۔ جادو کے ذریعے لوگوں کو جسمانی، ذہنی یا معاشی طور پر اذیت پہنچائی جا سکتی ہے۔

۸۔ اگر اللہ کا حکم و اذن ہو تو جادو نقصان دیتا ہے، ورنہ ہرگز نہیں۔

۹۔ جادو کا نتیجہ ہمیشہ بُرا ہی ہوتا ہے، خواہ یہ اچھے مقصد کے لئے کیا جائے۔

۱۰۔ میاں بیوی میں جدائی ڈالنا شیطانوں اور جادوگروں کے نزدیک پسندیدہ عمل ہے۔

آیاتِ مذکورہ کے حوالے سے چند شبہات اور ان کا ازالہ

مذکورہ بالا آیات اس بات کا قطعی ثبوت ہیں کہ جادو ایک حقیقت ہے اور اس کے ذریعے کسی انسان کو جسمانی و نفسیاتی طور پر جو نقصان پہنچتا ہے، وہ کوئی غیر ممکن بات نہیں۔ لیکن منکرین جادو ان آیات کی تفسیر و تاویل میں مختلف شبہات اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ جادو کی حقیقت سے انکار ممکن ہو۔ آئندہ سطور میں ان شبہات کی حقیقت پیش کی جا رہی ہے:

پہلا شبہ

۔ اکثر و بیشتر مفسرین نے مذکورہ بالا آیت میں لفظ مَـا سے مائے موصولہ مراد لیا ہے، مائے نافیہ نہیں اور لفظ مَـلَکَیْنِ سے مراد دو فرشتے لیا ہے جن کا نام اس آیت ہی میں ہاروت و ماروت مذکور ہے۔ قرآنِ مجید کے ظاہری الفاظ اور مَلَکَیْنِ کی قرأت متواترہ بھی چونکہ اسی کی تائید کرتی ہے، اس لیے ہمیں بھی اس سے اتفاق ہے مگر بعض لوگ لفظ مَـا کو نافیہ مراد لیتے ہیں اور مـلـکـیـن سے یا تو فرشتے مراد لیتے ہی نہیں یا پھر فرشتے مراد لیں بھی تو

مائے نافیہ کی وجہ سے اس کا ترجمہ یہ کرتے ہیں کہ ''ملکین پر بھی (جادو) نہیں اتارا گیا''۔ اس بنیاد پر وہ جادو کی حقیقت کا انکار کر دیتے ہیں حالانکہ اگر زیرِ نظر آیت کے سیاق وسباق پر غور کیا جائے تو ان کے اس موقف کی کمزوری واضح ہو جاتی ہے اور وہ اس طرح کہ اگر مَلَکَین پر جادو نہیں اتارا گیا تھا تو پھر وہ کون سی چیز تھی جو وہ لوگوں کو سکھایا کرتے تھے اور اس کا سیکھنا سکھانا واضح طور پر کفر تھا......!!

پھر اگر آیت کا یہ حصہ اختلاف کے پیشِ نظر الگ کر کے غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اسی آیت میں جادو کا ذکر پھر بھی ایک حقیقت کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے، بطورِ مثال آیت کے اس حصے پر ذرا غور کریں:

﴿ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ﴾

''بلکہ یہ کفر شیطانوں کا تھا، وہ لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے۔''

اگر جادو کی کوئی حقیقت نہ ہوتی تو پھر یہاں شیاطین (جنات یا شیطان نما انسانوں) کے اس جادوئی عمل کو کفر قرار نہ دیا جاتا بلکہ ان کی بے وقوفی اور حماقت قرار دیا جاتا اور ان کی اس بے وقوفی کی یہ کہہ کر وضاحت بھی ضرور کر دی جاتی کہ جسے تم جادو سمجھتے ہو وہ تو محض توہماتی اور خیالی چیز ہے، مگر ایسا نہیں کیا گیا بلکہ جادو کو ایک حقیقت تسلیم کرتے ہوئے اس عمل کے کرنے کرانے کو کفریہ کام کہا گیا ہے۔

اب لامحالہ یا تو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ جادو ایک حقیقت ہے، کوئی افسانہ یا توہماتی چیز نہیں۔ یا پھر یہ ماننا پڑے گا کہ معاذ اللہ، اللہ تعالیٰ سے کوئی غلطی یا بھول ہوگئی کہ یہ تو قرآن مجید میں ذکر کر دیا کہ ''وہ لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے۔'' مگر اس کے بعد جادو کو حقیقت سمجھنے والوں کی نفی یا تردید کرنا اللہ تعالیٰ کو یاد نہ رہا۔ نعوذ باللہ من ذلك!

اگر کوئی یہ کہے کہ اس آیت: ﴿ يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ﴾ میں سِحر سے مراد جادو نہیں بلکہ اس سے مراد فریب اور دھوکا وغیرہ ہے تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر یہ چیز کفر کیسے ہوگئی کیونکہ اس سے متصل پہلے اس چیز کو کفر قرار دیا جا رہا ہے اور کیا محض اس بنیاد پر ایک دھوکا باز اور فریبی شخص جو کفر و شرک سے بری ہو، کو کافر قرار دیا جا سکتا ہے......!

دوسرا شبہ

۲)......ہاروت وماروت کو کون سا علم دے کر بھیجا گیا تھا کہ جس کا سیکھنا کفر تھا؟ جمہور مفسرین کے بقول وہ جادو ہی کا علم تھا مگر بعض کے بقول وہ جادو کا علم نہیں تھا، چنانچہ وہ اس سلسلہ میں مختلف تاویلیں کرتے ہیں جیسا کہ مولانا امین احسن اصلاحی صاحب رقم طراز ہیں کہ

''اس سے مراد اشیاء اور کلمات کے روحانی خواص وتاثیرات کا وہ علم ہے جس کا رواج یہود کے صوفیوں اور پیروں میں ہوا، جس کو انہوں نے گنڈوں، تعویذوں اور مختلف قسم کے عملیات کی شکل میں مختلف اَغراض کے لیے استعمال کیا مثلاً بعض امراض یا تکالیف کے ازالہ کے لیے یا نظر بد اور جادو وغیرہ کے اثرات دور کرنے کے لیے یا شعبدہ بازوں وغیرہ کے فتنوں کا مقابلہ کرنے کے لیے یا محبت اور نفرت کے اثرات ڈالنے کے لیے۔ یہ علم اس اعتبار سے جادو اور نجوم وغیرہ کے علم سے بالکل مختلف تھا کہ اس میں نہ تو شرک کی کوئی ملاوٹ تھی اور نہ اس میں شیطان اور جنات کا کوئی دخل تھا لیکن اپنے اثرات ونتائج کے پیدا کرنے میں یہ جادو ہی کی طرح زور اثر تھا۔''(۱)

مولانا موصوف کو فرشتوں پر جادو کا علم اتارے جانے کو تسلیم کرنے پر کیوں تردد ہے؟ اس کا اظہار خود موصوف نے اس طرح فرمایا ہے:

''فرشتوں کے متعلق یہ بات مسلم ہے کہ شرک وکفر کی ہر آلائش سے ان کے دامن پاک ہیں۔ ان کے مزاج اللہ تعالیٰ نے ایسے بنائے ہیں کہ اس طرح کی گندگی کی ان کو بھی چھوت بھی نہیں لگتی۔ فرشتے ہمیشہ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق و عدل کے قیام اور خیر وفلاح کی دعوت وتعلیم کا ذریعہ بنے ہیں اور یہی چیزیں ان کے شایانِ شان ہیں۔ اس وجہ سے جادو کے علم کا ان پر اترنا اور ان کا اس کی اشاعت کرنا (اگرچہ کتنی ہی احتیاط کے ساتھ کیوں نہ ہو) عقل سے بعید بات ہے۔ اگر فرشتے اس طرح کے کام کرنے لگ جائیں تو پھر شیاطین کے لیے کیا کام باقی رہ جائے گا۔''(۲)

---

(۱) تدبر قرآن، از: مولانا امین احسن اصلاحی، ج ۱ ص ۲۸۵۔ (۲) ایضاً، ص ۲۸۴۔

مولانا اصلاحی صاحب کے مندرجہ بالا دونوں اقتباسات سے دو باتیں معلوم ہو رہی ہیں:
ایک تو یہ کہ مولانا جادو کا وجود تسلیم کرتے ہیں اور یہی علمائے اہل السنہ کا موقف ہے جس میں شک وشبہ اور اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں۔ دوسری یہ کہ وہ اس کے شیطانی علم ہونے کی وجہ سے فرشتوں پر اس کے نزول کو نہیں مانتے بلکہ ان کے بقول فرشتوں پر جو کچھ نازل ہوا، وہ دم درود وغیرہ جیسا علم تھا، جادو نہیں تھا۔ لیکن ہمیں مولانا موصوف کی اس رائے سے اختلاف ہے، اس لیے کہ

۱)...... آیت کے سیاق وسباق میں سحر (جادو) کا بیان ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان فرشتوں کو بھی جادو ہی کا علم دے کر بھیجا گیا تھا۔

۲)...... دوسری بات یہ ہے کہ فرشتوں کا کام حکم الٰہی کی تعمیل ہے۔ انہیں اس بات سے سروکار نہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ غیر اللہ کو سجدہ ہے! بلکہ وہ تو یہ دیکھتے ہیں کہ یہ اللہ کا حکم ہے جس کی نافرمانی گناہ ہے۔ اسی طرح اگر ہاروت وماروت کو جادو کا علم دے کر بھیجا گیا تو یہ ان کے خالق ومالک کی حکمت ومنشا کے مطابق تھا، لہٰذا اسے بعید از عقل قرار نہیں دیا جا سکتا۔

۳)...... تیسری بات یہ کہ اگر یہ جادو کا علم نہیں تھا تو ہاروت وماروت اپنے پاس جادو کا علم سیکھنے کے لیے آنے والوں کو فَلَا تَكْفُرْ (کفر نہ کرو) نہ کہتے۔ کیونکہ جادو بہرصورت کفریہ کام ہے مگر دیگر وظائف واَوراد کی ہر صورت تو کفریہ نہیں ہے جیسا کہ خود مولانا نے بھی اس سے اتفاق کیا ہے۔ ان کے پہلے اقتباس کے اس جملہ کو دوبارہ ملاحظہ فرمائیں:

"یہ علم اس اعتبار سے جادو اور نجوم وغیرہ کے علم سے بالکل مختلف تھا کہ اس میں نہ تو شرک کی کوئی ملاوٹ تھی اور نہ اس میں شیطان اور جنات کا کوئی دخل تھا لیکن اپنے اثرات ونتائج کے پیدا کرنے میں یہ جادو ہی کی طرح زوراَثر تھا۔"

اگرچہ مولانا اصلاحی صاحب نے ان الفاظ: فَلَا تَكْفُرْ (کفر نہ کرو) کی بھی ایک

تاویل کی ہے چنانچہ وہ آیت کے اس حصے : ﴿ وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَا اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ﴾ کی وضاحت کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ

''مدعا یہ ہے کہ اپنے اس علم کا اگر کسی پر انکشاف کرتے تو ساتھ ہی اس کو یہ تنبیہ بھی ضرور کر دیتے کہ دیکھو ہمارا یہ علم ایک فتنہ ہے تو تم اس کو برے مقاصد میں استعمال کر کے کفر میں نہ پڑ جانا بلکہ اس کو صرف اچھے مقاصد میں استعمال کرنا۔''

حالانکہ ﴿ نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ﴾ کا معنی تو یہ ہے کہ ''ہم آزمائش (کے لیے) ہیں لہٰذا تم کفر نہ کرو''۔ اور سیاق وسباق کی روشنی میں اس سے مراد یہی ہوسکتا ہے کہ ہمیں تو جادو کا علم دے کر اس لیے بھیجا گیا کہ تمہارا امتحان لیں لہٰذا تم اسے سیکھنے آ کر کفر کا ارتکاب نہ کرو۔ گویا فرشتوں کا آنا برائے آزمائش ہے نہ کہ ان کا علم۔ اسی طرح جو علم وہ لائے ہیں اس کا سیکھنا ہی کفر ہے خواہ وہ اچھے مقصد کے لیے سیکھا جائے یا برے کے لیے کیونکہ اس سے مراد جادو ہی ہے کچھ اور نہیں۔ اور جادو سیکھنا سکھانا اور اسے کام میں لانا کفر ہے۔ پھر آیت کا سیاق وسباق اس کی اجازت نہیں دیتا کہ اس سے یہ مفہوم اخذ کیا جائے کہ...... ''بلکہ اس کو صرف اچھے مقاصد ہی میں استعمال کرنا'' ......آخر یہ اضافہ آیت کے کن الفاظ سے ماخوذ ہے؟

یہاں جو یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ جادو جو بذات خود کفریہ کام ہے، وہ آخر فرشتوں کے ذریعے لوگوں کو کیوں سکھایا جانے لگا تھا؟ اس کا جواب مولانا مودودیؒ نے بہت اچھا دیا ہے، آپ لکھتے ہیں:

''رہا فرشتوں کا ایک ایسی چیز سکھانا جو بجائے خود بری تھی تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے پولیس کے بے وردی سپاہی رشوت خوار حاکم کو نشان زدہ سکے اور نوٹ لے جا کر رشوت کے طور پر دیتے ہیں تاکہ اسے عین حالتِ ارتکابِ جرم میں پکڑیں اور اس کے لیے بے گناہی کے عذر کی گنجائش باقی نہ رہنے دیں''۔ (۲)

(۱) ایضاً، ص ۲۸۶۔ (۲) تفہیم القرآن، ج۱، ص ۹۸۔

تیسرا شبہ

۳)......بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر ہاروت و ماروت کو جادو کا علم دے کر بھیجا گیا تھا تو پھر آج وہ علم کہاں گیا؟ اگر آج وہ علم موجود نہیں تو اس کا مطلب ہے کہ انہیں جو علم دیا گیا تھا، وہ جادو تھا ہی نہیں......!!

حالانکہ یہ اعتراض سرے سے غلط ہے، اس لیے کہ اگر اسے درست تسلیم کرلیا جائے تو پھر اس سے یہ لازم آتا ہے کہ ہر اس چیز کا انکار کر دیا جائے جسے اللہ تعالیٰ نے دنیا میں نازل یا ظاہر تو کیا مگر آج وہ ہمارے سامنے موجود نہیں یا موجود ہے تو اس کی صحت کے بارے یقین نہیں مثلاً حضرت نوح ؑ کی کشتی، حضرت صالح کی اونٹنی، حضرت موسیٰ ؑ کا عصا اور وہ تابوت جس میں تورات کے صحائف وغیرہ تھے، تو کیا ان سب مسلمہ چیزوں کا محض اس لیے انکار کر دینا درست ہے کہ یہ دنیا میں موجود نہیں ہیں؟ کیا کسی چیز کے وجود کے ختم یا غائب ہونے کی بنا پر یہ دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ وہ چیز کبھی دنیا میں تھی ہی نہیں!

پھر یہ بات بھی یاد رہے کہ جادو کا وجود حضرت سلیمان علیہ السلام سے پہلے بھی تھا اور بعد میں بھی یہ سلسلہ کسی نہ کسی شکل میں باقی رہا۔ اگر ہم یہ تسلیم کرلیں کہ......"جادو کی کوئی حقیقت نہیں اور اگر کبھی دنیا میں جادو نام کی کوئی چیز تھی بھی تو بعد میں اس کا کوئی وجود باقی نہیں رہا"......تو اس سے نبی کریم ﷺ کی ان تمام صحیح اَحادیث کا انکار لازم آتا ہے جن میں جادو اور جادوگر کی مذمت و شنیعت کے بارے کئی اَحکام ملتے ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ جادو کی حقیقت سے انکاری ہیں، وہ ان تمام صحیح و مستند احادیث کا بھی صاف انکار کر دیتے ہیں جن میں جادو کی تاثیر کے حوالے سے کوئی نہ کوئی بات مذکور ہے، یا ان کی عجیب و غریب تاویلات کرنے لگتے ہیں۔ اللہ ہی انہیں ہدایت دے، آمین!

دوسرا مقام

قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حوالے سے مختلف مقامات پر جادو کا ذکر ملتا

ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جادو ایک حقیقت ہے۔ صورتِ واقعہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ کے دور میں جادو، زوروں پر تھا اور ہر طرف بڑے بڑے جادوگر پائے جاتے تھے۔ حضرت موسیٰ ؑ کو اس دور کی مناسبت سے اللہ تعالیٰ نے ایسے معجزات عطا فرمائے جن کے ذریعے بڑے بڑے جادوگروں کو شکست دینا ممکن تھا مثلاً آپ کی لاٹھی اللہ کے حکم سے اژدھا بن جاتی تھی۔ اسی طرح آپ اپنا ہاتھ بغل میں دبانے کے بعد باہر نکالتے تو وہ سورج کی طرح روشن اور چمکدار ہو جاتا تھا اور کوئی جادوگر ان چیزوں میں آپ کا مقابلہ نہیں کرسکتا تھا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت موسیٰ کو عطا کردہ معجزات تھے مگر آپ کے دور کے فرعون اور اس کے حواریوں نے یہ سمجھا کہ آپ بھی جادوگروں کی طرح ایک جادوگر ہیں، چنانچہ وہ آپ پر ایمان نہ لائے بلکہ آپ کو جادوگر سمجھتے ہوئے ملک کے نامی گرامی جادوگروں کو آپ کا مقابلہ کرنے کے لیے جمع کرلائے اور اس مقابلہ میں بھی وہ بری طرح ناکام ہوئے۔ عجیب بات یہ ہے کہ مقابلہ کے لیے آنے والے جادوگر جب شکست کھا گئے تو وہ سب بیک وقت حضرت موسیٰ پر ایمان لے آئے مگر فرعون اور اس کے حواری پھر بھی اپنی ضد پر اَڑے رہے۔

اب اس واقعہ سے متعلقہ آیات ملاحظہ فرمایئے:

جب موسیٰ ؑ فرعون کے دربار میں دعوتِ حق لے کر پہنچے تو فرعون نے آپ ؐ سے کہا:

﴿قَالَ اِنۡ كُنۡتَ جِئۡتَ بِاٰيَةٍ فَاۡتِ بِهَاۤ اِنۡ كُنۡتَ مِنَ الصّٰدِقِيۡنَ فَاَلۡقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِىَ ثُعۡبَانٌ مُّبِيۡنٌ وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِىَ بَيۡضَآءُ لِلنّٰظِرِيۡنَ قَالَ الۡمَلَاُ مِنۡ قَوۡمِ فِرۡعَوۡنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيۡمٌ يُّرِيۡدُ اَنۡ يُّخۡرِجَكُمۡ مِّنۡ اَرۡضِكُمۡ فَمَاذَا تَاۡمُرُوۡنَ﴾

'' ''اس (فرعون) نے کہا: اگر آپ کوئی معجزہ لے کر آئے ہیں تو اس کو پیش کیجیے، اگر آپ سچے ہیں!''، آپ (موسیٰ ؑ) نے اپنا عصا ڈال دیا تو اچانک وہ ایک صاف اژدھا بن گیا اور آپ (موسیٰ ؑ) نے اپنا ہاتھ باہر نکالا تو وہ یکا یک سب دیکھنے والوں کے لیے بہت ہی چمکتا ہوا ہوگیا۔ قوم فرعون میں جو سردار تھے، انہوں نے کہا کہ واقعی یہ شخص بڑا

ماہر جادوگر ہے، یہ چاہتا ہے کہ تم کو تمہاری سرزمین سے باہر نکال دے، تو تم لوگ کیا مشورہ دیتے ہو''۔ [سورۃ الاعراف: ۱۰۶ تا ۱۱۰]

جادوگر کا توڑ بالعموم اس سے بڑا جادوگر ہی کرتا ہے اور فرعونیوں نے چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیگر جادوگروں کی طرح ایک زبردست جادوگر خیال کیا تھا، اس لیے انہوں نے دوسرے جادوگروں کے ذریعہ آپ کا جادو توڑنے کے لیے فرعون اکبر کو یہ مشورہ دیا کہ

﴿قَالُوْا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَاَرْسِلْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ وَجَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوْٓا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ﴾

''انہوں (فرعون کے مشیروں) نے کہا کہ آپ ان کو اور ان کے بھائی کو مہلت دیجئے اور شہروں میں ہرکارے (جمع کرنے والے سرکاری نمائندے) بھیج دیجئے تاکہ وہ ہر ماہر جادوگر کو آپ کے پاس لاکر حاضر کر دیں۔ (پھر جس وقت) وہ جادوگر فرعون کے پاس حاضر ہوئے تو کہنے لگے کہ اگر ہم غالب آئے تو کیا ہم کو کوئی بڑا صلہ ملے گا؟ فرعون نے کہا: ہاں اور تم مقرب لوگوں میں داخل ہو جاؤ گے''۔ [الاعراف: ۱۱۱ تا ۱۱۴]

اس کے بعد حضرت موسیٰ اور جادوگروں کے درمیان کھلے میدان میں ایک مقابلہ ہوا، قرآن مجید نے اسے اس انداز میں بیان کیا ہے:

﴿قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ قَالَ اَلْقُوْا فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ وَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِي الْمَدِيْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَآ اَهْلَهَا فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ وَمَا تَنْقِمُ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا

بِاٰيٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّ تَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ﴾
''ان جادوگروں نے کہا: ''اے موسیٰ! خواہ آپ (کچھ) پیش کریں یا پھر ہم (کچھ) پیش کریں؟'' (حضرت موسیٰ) نے جواب دیا: ''تم ہی (کچھ) پیش کرو''۔ جب انہوں نے پیش کیا، تو لوگوں کی نظر بندی کردی اور ان پر ہیبت غالب کردی اور ایک طرح کا بڑا جادو دکھلایا اور ہم نے موسیٰ کو اشارہ کیا کہ اپنا عصا (لاٹھی) پھینک۔ عصا کا پھینکنا تھا کہ اس نے ان کے سارے بنے بنائے کھیل کو نگلنا شروع کردیا۔ پس حق ظاہر ہوگیا اور انہوں نے جو کچھ بنایا تھا سب جاتا رہا، پس وہ لوگ اس موقع پر ہار گئے اور خوب ذلیل ہوئے اور وہ جو جادوگر تھے، سب سجدہ میں گر گئے اور کہنے لگے: ''ہم ایمان لائے رب العالمین پر جو موسیٰ اور ہارون کا بھی رب ہے''۔ فرعون کہنے لگا: ''تم موسیٰ پر ایمان لائے ہو بغیر اس کے کہ میں تم کو اجازت دوں؟ بے شک یہ سازش تھی جو تم نے اس شہر میں کی ہے، تاکہ تم سب اس شہر سے یہاں کے رہنے والوں کو باہر نکال دو۔ سو اب تم کو حقیقت معلوم ہو جاتی ہے۔ میں تمہارے لیے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹوں گا۔ پھر تم سب کو سولی پر لٹکا دوں گا''۔ انہوں (یعنی ایمان لے آنے والے جادوگروں) نے جواب دیا کہ ''ہم (مرنے کے بعد) اپنے مالک ہی کے پاس پلٹ کر جائیں گے اور تو جس بات پر ہم سے انتقام لینا چاہتا ہے وہ اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ ہمارے رب کی نشانیاں جب ہمارے سامنے آ گئیں تو ہم نے انہیں مان لیا۔ اے ہمارے رب! ہمارے اوپر صبر کا فیضان فرما اور ہمیں دنیا سے اٹھا تو اس حالت میں کہ ہم تیرے فرماں بردار ہوں۔'' [سورۃ الاعراف: ۱۱۵ تا ۱۲۶]

مذکورہ بالا آیات میں جادو کے حوالے سے سب سے اہم بات یہ ہے کہ جادوگروں نے لوگوں کی آنکھوں اور خیالات پر جادو کردیا تھا جس کی وجہ سے جادوگروں کی پھینکی ہوئی رسیاں اور لاٹھیاں جو فی الواقع ساکن وجامد پڑی تھیں، جادو کی وجہ سے ایسے محسوس

ہونے لگیں کہ شاید یہ حرکت کرنے والے سانپ بن گئی ہیں جبکہ فی الواقع وہ سانپ نہیں بنی تھیں بلکہ جادو کے زور سے سانپ محسوس ہونے لگی تھیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جادو انسان کے خیالات اور بصارت وغیرہ پر اثر انداز ہو سکتا ہے۔

پھر یہ بھی یاد رہے کہ جادو کا یہ اثر صرف عام لوگوں کی حد تک نہیں تھا بلکہ حضرت موسیٰ بھی اس سے متاثر ہوئے جیسا کہ قرآن مجید کی درج ذیل آیات سے معلوم ہوتا ہے:

﴿ فَإِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ إِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ أَنَّهَا تَسْعَىٰ فَأَوْجَسَ فِي نَفْسِهِ خِيفَةً مُّوسَىٰ قُلْنَا لَا تَخَفْ إِنَّكَ أَنتَ الْأَعْلَىٰ ﴾[سورة طٰہٰ:٦٦تا٦٨]

''پھر ان کے جادو کے اثر سے (حضرت موسیٰ) کو ایسے معلوم ہوتا تھا کہ ان کی رسیاں اور لاٹھیاں یکدم دوڑنے لگی ہیں۔ یہ دیکھ کر موسیٰ اپنے دل میں ڈر گئے۔ ہم نے (وحی کے ذریعے) انہیں کہا: ''ڈرو مت! تم ہی غالب رہو گے۔''

اس آیت میں یہ الفاظ قابل غور ہیں: ﴿ يُخَيَّلُ إِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ أَنَّهَا تَسْعَىٰ ﴾ [''ان کے جادو کے اَثر سے (حضرت موسیٰؑ) کو ایسے معلوم ہوتا تھا کہ ان کی رسیاں اور لاٹھیاں یکدم دوڑنے لگی ہیں''۔]

اس سے پوری صراحت کے ساتھ معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت موسیٰ کی نہ صرف آنکھوں پر بلکہ خیالات پر بھی جادوگروں کا جادو چل گیا تھا اور اگر ایک نبی پر جادو چل سکتا ہے، خواہ وہ کتنی ہی معمولی شکل میں کیوں نہ ہو، تو دوسرے انسانوں پر بالاولیٰ چل سکتا ہے۔ لیکن نبی پر جادو چلنے کا یہ مطلب نہیں کہ یہ چیز نبی کی شانِ نبوت کے منافی ہے، اور اس سے اس کے منصب نبوت میں خلل آتا ہے، بلکہ یہ دیگر جسمانی عوارض کی طرح ایک عارضہ ہے۔ اگر کسی پیغمبر کو کوئی بیماری لگ سکتی ہے، بینائی زائل ہو سکتی ہے، بخار کی شکایت ہو سکتی ہے، جنگ وغیرہ میں زخم لگ سکتے ہیں تو پھر جادوئی اثر ہونے میں کیا مانع ہو سکتا ہے؟!

اسی طرح اس آیت کے یہ الفاظ بھی قابل توجہ ہیں: ﴿ فَأَوْجَسَ فِي نَفْسِهِ خِيفَةً مُّوسَىٰ قُلْنَا لَا تَخَفْ ﴾[یہ دیکھ کر موسیٰ اپنے دل میں ڈر گئے۔ ہم نے (وحی کے ذریعے) انہیں کہا:

''ڈرومت!''] اس سے یہ معلوم ہورہا ہے کہ حضرت موسیٰ کو ڈر لاحق ہوا تھا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں تسلی دیتے ہوئے کہا: ''ڈرو نہیں''۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ نبی کو ڈر لاحق نہیں ہوسکتا۔ لیکن ان کی یہ بات قرآن مجید کی اس صریح آیت کے خلاف ہے۔

باقی رہی یہ بات کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کس چیز سے ڈر پیدا ہوا تھا؟ تو اس بارے دو جواب ممکن ہیں۔ ایک تو یہ کہ انہیں اپنے بارے ڈر لاحق ہوا اور وہ اس طرح کہ جب انہوں نے جادوگروں سے کہا کہ تم اپنا جادو پیش کرو تو بہت بڑی تعداد میں آئے ہوئے جادوگروں نے یکبارگی اپنی لاٹھیاں اور رسیاں پھینک دیں جو سانپ دکھائی دینے لگیں اور حضرت موسیٰ کو محسوس ہوا کہ یہ بے شمار سانپ میری طرف بڑھتے چلے آرہے ہیں۔ اس غیر متوقع چیز سے انہیں بشری تقاضوں کے پیش نظر کچھ خوف محسوس ہوا لیکن فوراً ہی اللہ کی طرف سے وحی آگئی کہ ''اے موسیٰ! ڈرو نہیں تم ہی غالب آؤ گے۔''

دوسرا جواب یہ ہوسکتا ہے کہ حضرت موسیٰ کو اپنی ذات کے لیے ڈر محسوس نہیں ہوا بلکہ دوسرے لوگوں کے حوالے سے یہ ڈر لاحق ہوا کہ جس طرح میری لاٹھی سانپ بن جاتی ہے، اسی طرح ان جادوگروں کی لاٹھیاں جو جادو کے زور سے سانپ محسوس ہورہی ہیں، کہیں میرے اس معجزے سے اس قدر مشابہ جادو دیکھ کر یہ لوگ میرے بارے بھی جادوگر ہونے کی غلط فہمی کا شکار نہ ہوجائیں۔ اور یہ بات واضح ہے کہ حضرت موسیٰ اور جادوگروں کا کھلے میدان میں یہ مقابلہ اس بنیاد پر نہ تھا کہ دونوں طرف سے کون بڑا جادو یا کرتب دکھاتا ہے بلکہ اس بنیاد پر تھا کہ حضرت موسیٰ بھی جادوگر ہیں یا واقعی اللہ کے پیغمبر ہیں اور اگر وہ جادوگر ثابت ہو جاتے تو جادو ہی کے ذریعے ان کا توڑ ہوجاتا یا اگر وہ جادو ہی کے زور پر جیت بھی جاتے تو پھر بھی لوگوں کو ان پر ایمان لانے اور انہیں اللہ کا پیغمبر تسلیم کرنے کی ضرورت نہ تھی اور اگر یہ ثابت ہوجاتا کہ آپ اللہ کے سچے پیغمبر ہیں، جادوگر نہیں ہیں تو پھر لوگوں کے لیے ایمان لانا آسان ہوجاتا یا کم ازکم ان پر حجت قائم ہوجاتی۔ اور یہ اسی صورت ممکن تھا جب لوگ آپ کو جادوگر کی بجائے پیغمبر سمجھتے اور آپ کو یہی ڈر لاحق ہوا کہ کہیں یہ لوگ میرے معجزہ ہی سے ملتا

جلتا ایک جادوئی عمل دیکھ کر مجھے بھی جادوگر نہ سمجھ بیٹھیں اور یوں مزید کسی فتنے کا شکار نہ ہوں۔
مذکورہ بالا دونوں جوابات اس آیت کے مفہوم میں شمار کیے جا سکتے ہیں، تاہم ہمارے نزدیک ان میں سے پہلا جواب قرآنی سیاق وسباق سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے، جب کہ دوسرے جواب کو تسلیم کر لینے کا بھی یہ مطلب نہیں کہ حضرت موسیٰ پر جادو کا اثر نہ ہوا یا انہیں دوسرے لوگوں کے بارے ڈر لاحق نہ ہوا، بلکہ یہ دونوں صورتیں ہی پیش آئی تھیں اور ایک پیغمبر کے ساتھ ان چیزوں کا پیش آنا کسی بھی طرح منصبِ نبوت کے منافی نہیں ہے۔

تیسرا مقام

جادوگروں کے ہاں یہ بات معروف ہے کہ جس شخص پر جادو کرنا ہو، اس کے بال یا کپڑا یا دھاگا یا اسی طرح کی کوئی اور چیز لے کر اس میں جادوئی منتر پڑھ کر پھونکیں ماری جاتی اور گرہیں لگائی جاتی ہیں۔ قرآن مجید نے جادوگروں کی ان پھونکوں اور گرہوں سے کیے جانے والے جادو کے اثرات سے پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ سورۃ الفلق میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ﴾[سورۃ الفلق: ۱ تا ۵]

''(اے نبیؐ!) آپ کہہ دیجیے کہ میں صبح کے رب کی پناہ میں آتا ہوں، ہر اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی ہے، اور اندھیری رات کی تاریکی کے شر سے جب اس کا اندھیرا پھیل جائے اور گرہ لگا کر پھونکنے والیوں (یا پھونکنے والوں) کے شر سے (بھی) اور حسد کرنے والے کی برائی سے بھی کہ جب وہ حسد کرے''۔

اس سورت میں یہ آیت قابل توجہ ہے: ﴿وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ﴾ [اور گرہ لگا کر پھونکنے والیوں (یا پھونکنے والوں) کے شر سے (بھی تیری پناہ میں آتا ہوں)] اگر اس طرح کے جادوئی عملیات سے کسی کو کوئی نقصان اور تکلیف نہیں پہنچ سکتی اور یہ بالکل لغو اور غیر حقیقی چیز تھی تو پھر قرآن مجید اس سے بچاؤ کے لیے اللہ کے حضور پناہ مانگنے کا کبھی حکم نہ دیتا۔ لیکن

آپ دیکھ لیجیے کہ اس آیت میں صاف طور پر اس چیز کا حکم دیا جا رہا ہے جس کا مطلب ہی یہ ہے کہ جادو بھی نقصان اور تکلیف کا ایک سبب ہے اور اگر اللہ کی پناہ شاملِ حال ہو تو مسلمان اس سے تحفظ میں رہتا ہے۔ان آیات کے شان نزول کا مطالعہ کیا جائے تو اس سے بھی اسی بات کی تائید ہوتی ہے۔ان آیات کے شان نزول سے متعلقہ تفصیل آگے ''احادیث اور جادو'' کے تحت آ رہی ہے۔ان شاء اللہ!

جادو کا انکار کرنے والے بعض لوگوں نے اس آیت کا معنی ومفہوم بدلنے کی کوشش کی ہے مثلاً ایک صاحب لکھتے ہیں:

''(اکثر مترجمین اس آیت کا ترجمہ کرتے ہیں:'گانٹھوں پر پڑھ پڑھ کر پھونکنے والوں یا والیوں کے شر سے میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں')''۔پھر آگے لکھتے ہیں:''اصل تشریح''، اور پھر اس سرخی کے تحت فرماتے ہیں:

''اس آیت کریمہ میں دو الفاظ قابل غور ہیں:ایک اَلنَّفّٰثٰتِ دوسرا عقد۔نَفّٰثٰتِ کا مطلب ایسی پھونکیں ہیں جن میں تھوک بھی شامل ہو یعنی حقارت بھری پھونکیں مارنا اور عقد کا مطلب ہے معاہدہ یا عہد و پیمان (Contract,Agreement,Treaty, Promise) نیز عربی زبان میں نکاح کو بھی عقد کہتے ہیں۔یہ حقیقت ہر شخص کے علم میں ہے اور وقتاً فوقتاً اس کا مشاہدہ بھی ہوتا رہتا ہے کہ معاہدہ ہو جانے کے بعد ایک فریق کی نیت میں فتور آنے لگتا ہے اور وہ معاہدے کی مختلف شقوں کی الگ الگ توجیہات کرنے لگ جاتا ہے؛ محاورے کی زبان میں انہیں خوش دلی سے تسلیم کر لینے کی بجائے ان پر حقارت سے پھونکیں مارنے لگ جاتا ہے۔اس عمل سے شر پیدا ہوتا ہے۔''

ان صاحب کے نزدیک اس آیت کا ''اصل ترجمہ'' کیا ہے،وہ بھی ملاحظہ فرمالیں،موصوف اس آیت کا یہ ترجمہ کرتے ہیں:

''اور ان لوگوں کے شر سے بھی پناہ مانگتا ہوں جو معاہدے کرنے کے بعد ان کی شقوں کی

وضاحت نفرت وغرور سے کرتے ہیں (تاکہ ان کے نفاذ میں رخنے ڈالے جائیں)''[1]

گویا موصوف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اکثر مترجمین نے جو اس آیت کا ترجمہ: گانٹھوں، گرہوں پر پڑھ پڑھ کر پھونکنے والوں (یعنی جادو کرنے والوں) کے شر سے پناہ مانگنے کے ساتھ کیا ہے، وہ سب غلطی پر ہیں اور اصل ترجمہ وتشریح وہ ہے جو میں کر رہا ہوں۔ اور ان کے بقول اس آیت میں: ''عــقــد کا مطلب ہے معاہدہ یا عہد و پیمان'' حالانکہ عہد و پیمان کے لیے قرآن مجید میں عُـقُـوْدُ کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کی واحد ہے: عَـقْد اور اس کا مطلب ہے: عہد و پیمان۔ اور یہی لفظ نکاح کے لیے بھی بولا جاتا ہے مگر اس سورت (الفلق) میں یہ لفظ استعمال نہیں ہوا (نہ واحد کے صیغہ سے اور نہ ہی جمع سے) بلکہ اس کی بجائے عُـقَـدُ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اور اس کی واحد ہے عُـقْـدَة۔ جس کا مطلب عہد و پیمان نہیں بلکہ گرہ ہے۔ سورۃ الفلق میں اسی لفظ کی جمع استعمال کی گئی ہے یعنی عُـقَـد، اور یہ لفظ نکاح کے لیے ہرگز استعمال نہیں کیا جاتا بلکہ وہ دوسرا لفظ (یعنی عَقْد) ہے۔

اب جس شخص کو اتنے معمولی فرق کا علم نہ ہو اور وہ تمام مفسرین ومترجمین کے تراجم کو بیک قلم غلط قرار دے رہا ہو اور ان کے مقابلہ میں اپنی تفسیر ہی کو حرف آخر قرار دے رہا ہو جو کہ صریح طور پر غلط بھی ہے، اس کی اس جرأت پر داد ہی دی جا سکتی ہے......! (اللہ اس کی اصلاح فرمائے اور اسے ہدایت دے، آمین!)

......☆......

(۱) جنات اور جادو ٹونہ کی حقیقت، آئینہ قرآن میں، ص ۳۲۔ از: خواجہ محمد اسلم، امیر تحریک رحمت، ۱۵۳۔ پی گلبرگ ۲، لاہور۔ یہ دراصل ایک غیر مطبوعہ مگر کتابت شدہ مسودہ ہے جو خود ان صاحب نے ۲۰۰۵ یا ۲۰۰۶ء میں اس موقع پر مجھے دیا جب میں ان کے ہاں 'جنات وشیاطین' کے سلسلہ میں ایک لیکچر کے لیے بلایا گیا۔ ان صاحب کی گفتگو سے مجھے اندازہ ہوا کہ انہیں قرآن کی کوئی آیت صحیح پڑھنے بھی نہیں آتی جب کہ ان کے مبلغ علم کا اندازہ اسی ایک مثال سے بخوبی ہو جاتا ہے جس پر متن میں ہم تبصرہ کر رہے ہیں۔

[3]..... جادو اور اَحادیثِ صحیحہ

بعض صحیح اَحادیث سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ جادو ایک ایسی حقیقت ہے جس سے کوئی شخص ذہنی یا جسمانی طور پر متاثر ہوسکتا ہے۔ کسی شخص کا جادو کے ذریعے متاثر ہونا بڑی بات نہیں، خود نبی کریم ﷺ پر بھی جادو ہو گیا تھا اور یہ بات صحیح روایات میں بیان ہوئی ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعہ کی تفصیل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتی ہیں:

"بنی زُریق کے ایک یہودی شخص لبید بن اعصم نے رسول اللہ ﷺ پر جادو کر دیا تھا اور اس جادو کی وجہ سے آنحضرت ﷺ کسی کام کے متعلق خیال کرتے کہ آپؐ نے وہ کرلیا ہے حالانکہ آپؐ نے وہ کام نہ کیا ہوتا۔ ایک دن یا ایک رات آنحضرت ﷺ مسلسل دعا کرتے رہے، پھر (دعا کے بعد) آپؐ نے فرمایا: عائشہ! تمہیں معلوم ہے اللہ سے جو بات میں پوچھ رہا تھا، اللہ نے اس کا جواب مجھے دے دیا ہے، چنانچہ میرے پاس دو فرشتے (یعنی حضرت جبریل اور حضرت میکائیل) آئے، ایک میرے سر کی طرف کھڑا ہو گیا اور دوسرا میرے پاؤں کی طرف۔ ایک نے اپنے دوسرے ساتھی سے پوچھا: ان صاحب کی بیماری کیا ہے؟ دوسرے نے کہا: ان پر جادو ہوا ہے۔ پہلے نے پوچھا: کس نے جادو کیا ہے؟ دوسرے نے جواب دیا: لبید بن اعصم نے۔ پہلے نے پوچھا: کس چیز میں؟ دوسرے نے جواب دیا: کنگھی اور کنگھی سے ٹوٹے ہوئے بالوں میں، جو ایک نر کھجور کے خوشے کے غلاف میں ہے۔ پہلے نے سوال کیا: یہ جادو ہے کہاں؟ دوسرے نے جواب دیا: ذَرْوَان کے کنویں میں۔

پھر آنحضرت ﷺ اپنے چند صحابہ کے ساتھ اس کنویں پر تشریف لے گئے اور جب

واپس آئے تو مجھ سے فرمایا: عائشہ! اس کا پانی ایسا (سرخ) تھا جیسے مہندی کا نچوڑ ہوتا ہے اور اس کے کھجور کے درختوں کے سر (اوپر کا حصہ) شیطان کے سروں کی طرح تھے۔ (یعنی پرانا اور ویران کنواں ہونے کی وجہ سے اس کی یہ حالت تھی) حضرت عائشہ فرماتی ہیں: میں نے عرض کیا: یارسول اللہؐ! آپؐ نے اس جادو کو باہر کیوں نہیں کر دیا؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سے شفا دے دی، اس لئے میں نے مناسب نہیں سمجھا کہ اب میں خواہ مخواہ لوگوں میں اس شر کو پھیلاؤں۔ پھر آنحضرت ﷺ نے اس جادو کا سامان (کنگھی بال وغیرہ) اسی میں دفن کرا دیا"۔ [1]

یہ صحیح بخاری کی حدیث ہے، دیگر کتب احادیث میں بھی الفاظ کے جزوی فرق کے ساتھ یہ روایت موجود ہے۔ اس کی صحت کے بارے شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں اور نہ ہی محدثین و فقہاء میں سے کسی نے اس حدیث کی صحت کو کبھی چیلنج کیا۔ آج بھی اس کی صحت کو چیلنج نہیں کیا جا سکتا۔ جس طرح یہ حدیث اپنی صحت واستناد میں ہر شک وشبہ سے بالا ہے، اسی طرح یہ اپنے معنی ومفہوم میں بھی پوری طرح واضح ہے اور اس بارے کسی تاویل کی محتاج نہیں کہ واقعتاً اللہ کے رسولؐ پر جادو ہوا تھا اور جسمانی طور پر آپؐ اس جادو سے تھوڑا بہت متاثر بھی ہوئے تھے۔ دیگر روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کے علاج کے لیے معوذتین سورتیں نازل ہوئیں اور پھر قرآن مجید کا حصہ بن گئیں، چنانچہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ اسی واقعہ کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ

"ایک یہودی کا نبی کریم ﷺ کے پاس آنا جانا تھا، اس نے آپ ﷺ کے ہاں اپنا بڑا اعتماد پیدا کر رکھا تھا۔ چنانچہ اس نے آپؐ کے لیے گرہیں لگوائیں (یعنی جادو کروایا) اور

(۱) صحیح البخاری، کتاب الطب، باب السحر، ح ۵۷۶۳۔ نیز دیکھیے: مسند احمد، ج ۶ ص ۵۷، ۶۳، ۹۶۔ نیز: ج ۴ ص ۳۶۷۔ مستدرك حاکم، ج ۴ ص ۳۶۰۔ مصنف ابن ابی شیبة، ج ۸ ص ۲۔ المعجم الکبیر، ح ۵۰۱۶۔ طبقات ابن سعد، ج ۲ ص ۱۹۹۔ مجمع الزوائد، ج ۶ ص ۲۸۹۔ شرح مشکل الآثار، ح ۵۹۳۵۔

اسے ایک انصاری کے کنویں میں ڈال دیا۔اس جادو کے اثر سے آپ ﷺ کو کئی روز تکلیف رہی، (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت کے مطابق چھ ماہ تک تکلیف رہی)۔ پھر آپ ﷺ کی عیادت کے لیے دو فرشتے آئے،ان میں سے ایک آپؐ کے سر کے پاس اور دوسرا پاؤں کے پاس بیٹھ گیا۔ایک نے دوسرے سے پوچھا: کیا آپ کو معلوم ہے کہ آنحضرت ﷺ کو کیا تکلیف ہے؟ دوسرے نے جواب دیا کہ فلاں آدمی جو آنحضرت ﷺ کے پاس آتا جاتا تھا،اس نے آپؐ پر گرہیں باندھ کر جادو کیا ہے اور فلاں انصاری کے کنویں میں وہ جادوئی چیزیں ڈال رکھی ہیں۔اگر آپ ﷺ کسی شخص کو اس کنویں کی طرف بھیجیں جو اس میں سے وہ گرہیں (جادو) نکالے تو وہ دیکھے گا کہ جادو کے اثر سے اس کنویں کا پانی بھی زرد ہو چکا ہوگا۔ پھر حضرت جبریلؑ معوذتین سورتوں کا حکم لے کر آپؐ کے پاس آئے اور آپؐ سے کہا کہ فلاں یہودی آدمی نے آپؐ پر جادو کیا ہے جو فلاں کنویں میں ہے، آپ ﷺ نے ایک آدمی (حضرت علیؓ) کو بھیجا تو انہوں نے دیکھا کہ واقعی اس کنویں کا پانی زرد ہو چکا ہے، چنانچہ انہوں نے وہ جادوئی اشیاء وہاں سے نکالیں اور اللہ کے رسول ﷺ کے پاس لے آئے۔ (حضرت جبریلؑ نے آنحضرت ﷺ کو وہ جادوئی گرہیں کھولنے اور ایک ایک آیت پڑھنے کی ہدایت کی) چنانچہ آپ (معوذتین کی) ایک ایک آیت پڑھتے جاتے اور گرہ کھولتے جاتے۔اور جیسے جیسے گرہیں کھلتی گئیں، ویسے ویسے آپؐ فرق محسوس کرتے گئے حتی کہ آپ بالکل ٹھیک ہو گئے۔ (ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ ایسے ہو گئے جیسے آپ بندھی ہوئی رسیوں سے آزاد ہو گئے ہیں) اس واقعہ کے بعد بھی وہ شخص آنحضرت ﷺ کے پاس آتا جاتا رہا مگر آپ ﷺ نے اس سے اس جادو کا کبھی ذکر نہ کیا اور نہ ہی مرتے دم تک آپؐ نے اس سے اس کا بدلہ لیا''۔ (۱)

(۱) دیکھیے: سلسلة الاحاديث الصحيحة، للالبانی، ج ۲۷٦۱، بحوالہ: المعجم الكبير للطبرانی، ج ۵، ص ۲۰۱۔ المستدرك، للحاكم، ج ٤، ص ۳٦۰۔

صحیح بخاری کی مذکورہ بالا حدیث کے بارے میں علماء کی آراء:

۱)......امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ "جب آنحضرت ﷺ سے جادو دور ہوا تو آپؐ نے فرمایا: ((إِنَّ اللّٰهَ شَفَانِيْ)) "اللہ تعالیٰ نے مجھے شفا عطا فرما دی ہے"۔اور شفا اسی وقت ہوتی ہے جب کوئی مرض اور بیماری موجود ہو، پھر وہ ختم ہو جائے تو اسے شفا کہا جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ فی الواقع آپؐ پر جادو کا اثر ہوا تھا اور قرآن و حدیث سے واضح طور پر جادو کے ثبوت پر قطعی دلائل موجود ہیں اور اسی پر اہل علم کا اجماع ہے۔ البتہ معتزلہ وغیرہ کا، جادو کی حقیقت سے انکار کرنا، ناقابلِ اعتبار ہے کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظامؒ میں سے کسی نے بھی جادو سے انکار نہیں کیا اور یہ جادو ان کے دور میں بلکہ اس سے بھی بہت پہلے سے موجود اور معروف تھا"۔ (۱)

۲)......حافظ ابن حجرؒ اس حدیث کی شرح میں امام رازیؒ کے حوالے سے رقم طراز ہیں کہ "بعض اہل بدعت نے اس حدیث کو اس خیال کی بنا پر رد کر دیا کہ آنحضرت ﷺ پر جادو کا اثر ہونا منصبِ نبوت کے منافی ہے۔ ان کے زعم باطل میں ایسی تمام اَحادیث مردود ہیں جن میں آپ ﷺ کا جادو سے متاثر (مریض) ہونا مذکور ہے کیونکہ اہل بدعت یہ سمجھتے ہیں کہ اگر ان روایات کو تسلیم کر لیا جائے تو پھر کئی شرعی مسائل پر اثر پڑتا ہے مثلاً اس بنیاد پر ممکن ہے کہ آپؐ نے یہ خیال کیا ہو کہ آپؐ جبریل علیہ السلام کو دیکھ رہے ہیں جبکہ فی الواقع آپؐ جبریل کو نہ دیکھ رہے ہوں یا آپ سمجھ رہے ہوں کہ وحی نازل ہو رہی ہے اور فی الواقع اس وقت آپؐ پر کوئی وحی نازل نہ ہو رہی ہو......

امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ 'یہ تمام اعتراضات مردود ہیں، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے آسمانی پیغام کی تبلیغ میں آنحضرت ﷺ منجانب اللہ معصوم عن الخطاء ہیں اور آپؐ نے پوری سچائی کے ساتھ اللہ کا پیغام پہنچا دیا جیسا کہ بے شمار معجزات آپ کی صداقت پر گواہ

(۱) تفسیر قرطبی، ج۲ ص ٤٦۔

ہیں، لہٰذا ان گواہوں اور دلائل کے برخلاف کسی چیز (اعتراض) کو تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ آنحضرتؐ اپنے بعض ایسے دنیوی معاملات میں جادو کی وجہ سے متاثر ہوئے جن کا آپؐ کے منصبِ رسالت سے کوئی تعلق نہ تھا اور جسمانی طور پر جادو سے متاثر ہونا ایسے ہی ہے جیسے دیگر اَمراض سے آپؐ متاثر ہوتے تھے۔ لہٰذا دنیوی امور کے حوالے سے تو یہ تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ آپ کو کوئی خیال پیدا ہوتا ہو کہ ایسا ہوا ہے جبکہ فی الواقع ویسا نہ ہوا ہوتا لیکن دینی معاملات میں آپ کے معصوم عن الخطاء ہونے کی وجہ سے یہ تسلیم نہیں کیا جا سکتا کہ آپؐ دینی معاملات میں بھی جادو سے متاثر ہوئے ہوں۔''[1]

۳)......حافظ ابن قیمؒ آنحضرتؐ پر ہونے والے جادو اور اس کے علاج کے حوالے سے رقمطراز ہیں کہ

''بعض لوگوں نے جادو کا انکار کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ 'آنحضرتؐ پر جادو نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ عیب اور نقص ہے'۔ لیکن ان کا یہ دعویٰ قطعی غلط ہے، اس لیے کہ آپؐ پر جادو ہوا تھا۔ اس کی مثال اس طرح ہے جیسے آنحضرتؐ دیگر جسمانی اَمراض میں مبتلا ہوا کرتے تھے اور یہ جادو بھی ایک مرض ہے (جس کا آپ کو سامنا کرنا پڑا)۔ نیز جس طرح آپ ﷺ کو زہر کی تکلیف پہنچی تھی، اسی طرح جادو سے بھی آپ کو جسمانی تکلیف پہنچی جیسا کہ بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ پر جادو ہوا اور آپ کو یہ محسوس ہوتا تھا کہ آپؐ اپنی بیویوں کے پاس گئے ہیں مگر فی الواقع ایسا نہیں ہوتا تھا اور یہ جادو کی سب سے سخت اور شدید صورت ہے۔''[2]

اس حدیث پر اعتراضات

دور حاضر میں بھی بعض لوگوں نے ایسی روایات سے انکار کرنے کی کوشش کی ہے جن میں

---

(۱) فتح الباری، از: حافظ ابن حجر، ج۱۰ ص ۲۲۶۔

(۲) زادالمعاد، ج۴، ص ۱۱۳، ۱۱۴۔

آنحضرتؐ پر جادو ہوجانے کا بیان ملتا ہے۔ گویا ان کے نزدیک آنحضرت ﷺ کا مسحور (یعنی جادو سے متاثر) ہونا محال اور شانِ نبوت کے منافی ہے لیکن ان کی یہ بات قطعی غلط ہے جس کی بنیاد پروہ بے دریغ صحیح اَحادیث کی تکذیب اور تردید کی کوشش کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ قرآن مجید میں حضرت موسیٰ کا مسحور ہونا بھی مذکور ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِیُّهُمْ یُخَیَّلُ اِلَیْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰی فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِهٖ خِیْفَةً مُّوْسٰی قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰی ﴾ [سورۃ طٰہٰ:٦٦تا٦٨]

''پھر ان کے جادو کے اثر سے اسے (یعنی حضرت موسیٰؑ) کو ایسے معلوم ہوتا تھا کہ ان کی رسیاں اور لاٹھیاں یکدم دوڑنے لگی ہیں۔ یہ دیکھ کر موسیٰ اپنے دل میں ڈر گئے۔ ہم نے (وحی کے ذریعے) انہیں کہا: 'ڈرو مت! تم ہی غالب رہو گئے'۔''

اس سے معلوم ہوا کہ واقعی حضرت موسیٰ جادوگروں کے جادو سے متاثر ہوگئے تھے۔ لہٰذا جب یہ بات قرآن مجید سے ثابت ہے کہ حضرت موسیٰ جیسے اولوالعزم پیغمبر بھی مسحور ہوگئے تھے تو حضور نبی کریمؐ کے مسحور ہوجانے کو تسلیم کرنے میں کیا مانع ہے؟ علاوہ ازیں ایسے لوگوں کو سوچنا چاہیے کہ اگر وہ اَحادیث کا محض اس بنیاد پر انکار کردیں کہ نبی اکرمؐ پر جادو نہیں ہو سکتا تھا تو کیا پھر مذکورہ قرآنی آیات کا بھی انکار کردیں گے کیونکہ ان میں بھی تو حضرت موسیٰ جیسے جلیل القدر پیغمبرؑ پر جادو چل جانے کا ذکر ہے؟!

اسی طرح ایک یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ...... ''اگر نبیؐ کا مسحور ہونا تسلیم کیا جائے تو اس سے لازم آئے گا کہ آپؐ سے اس حالت میں وحی سننے اور پہنچانے میں بھول چوک ہوسکتی تھی جبکہ آپؐ نے من وعن وحی ہم تک پہنچادی ہے لہٰذا آپؐ پر جادو نہیں ہوا ہے۔''

اس اعتراض میں بھی کوئی وزن نہیں، کیونکہ جادو سے آنحضرت ﷺ کی بشری حیثیت بعض پہلوؤں سے ضرور متاثر ہوئی تھی مگر آپ ﷺ کی نبوی حیثیت پر کوئی اثر واقع نہیں ہوا

تھا۔مولانا مودودیؒ اس بات کی توضیح اس طرح فرماتے ہیں کہ

''اس جادو کا اثر نبیؐ پر ہوتے ہوتے پورا ایک سال لگا،دوسری ششماہی میں کچھ تغیر مزاج محسوس ہونا شروع ہوا، آخری چالیس دن سخت اور آخری تین دن زیادہ سخت گزرے۔مگر اس کا زیادہ سے زیادہ جو اثر حضورؐ پر ہوا وہ بس یہ تھا کہ آپؐ گھلتے چلے جارہے تھے ۔کسی کام کے متعلق خیال فرماتے کہ وہ کرلیا ہے مگر نہیں کیا ہوتا تھا۔اپنی اَزواج کے متعلق خیال فرماتے کہ آپؐ ان کے پاس گئے ہیں مگر نہیں گئے ہوتے تھے۔ اور بعض اوقات آپ کو اپنی نظر پر بھی شبہ ہوتا تھا کہ کسی چیز کو دیکھا ہے مگر نہیں دیکھا ہوتا تھا۔ یہ تمام اَثرات آپؐ کی ذات تک محدود رہے حتیٰ کہ دوسرے لوگوں کو یہ معلوم تک نہ ہوسکا کہ آپؐ پر کیا گزر رہی ہے ۔رہی آپؐ کے نبیؐ ہونے کی حیثیت تو اس میں آپؐ کے فرائض کے اندر کوئی خلل واقع نہ ہونے پایا۔کسی روایت میں یہ نہیں کہ اس زمانے میں آپ قرآن کی کوئی آیت بھول گئے ہوں یا کوئی آیت آپؐ نے غلط پڑھ ڈالی ہو یا اپنی صحبتوں میں اور اپنے وعظوں اور خطبوں میں آپؐ کی تعلیمات کے اندر کوئی فرق واقع ہوگیا ہو یا کوئی ایسا کلام آپؐ نے وحی کی حیثیت سے پیش کردیا ہو جو فی الواقع آپؐ پر نازل نہ ہوا ہو یا آپؐ سے نماز چھوٹ گئی ہو اور اس کے متعلق بھی کبھی آپؐ نے سمجھ لیا ہو کہ پڑھ لی ہے مگر پڑھی نہ ہو۔ایسی کوئی بات معاذ اللہ پیش آجاتی تو دھوم مچ جاتی اور پورا ملک عرب اس سے واقف ہوجاتا کہ جس نبیؐ کو کوئی طاقت چت نہ کرسکتی تھی اسے ایک جادوگر کے جادو نے چت کردیا لیکن آپ کی حیثیتِ نبوت اس سے بالکل غیر متاثر رہی او رصرف اپنی ذاتی زندگی میں آپؐ اپنی جگہ اسے محسوس کرکے پریشان ہوتے رہے...... اس میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو آپؐ کے منصب نبوت میں قادح ہو۔ذاتی حیثیت سے اگر آپ کو زخمی کیا جاسکتا تھا جیسا کہ جنگِ اُحد میں ہوا، اگر آپؐ گھوڑے سے گر کر چوٹ کھاسکتے تھے، جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے،اگر آپ کو

بچھو کاٹ سکتا تھا، جیسا کہ کچھ اور احادیث میں وارد ہوا ہے، اور ان میں سے کوئی چیز بھی اس تحفظ کے منافی نہیں ہے جس کا نبی ہونے کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ نے آپؐ سے وعدہ کیا تھا، تو آپؐ اپنی ذاتی حیثیت میں جادو کے اثر سے بیمار بھی ہو سکتے تھے۔"(۱)

کیا یہ اَحادیث قرآن مجید کے خلاف ہیں

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ روایات قرآن مجید کے خلاف ہونے کی وجہ سے قابل قبول نہیں ہوسکتیں، اس لیے کہ اگر ان روایات کی بنیاد پر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ نبی کریم ﷺ پر جادو ہوا تھا تو اس سے کفار کی اس بات کی تصدیق ہو جاتی ہے جو انہوں نے آنحضرت ﷺ کی نبوت کا انکار کرتے ہوئے کہی تھی کہ یہ شخص نبی نہیں بلکہ دیوانہ ہے، اور جادو اور آسیب کے ذریعے اس کا دماغ چل گیا ہے، اس لیے یہ بہکی بہکی باتیں اور عجیب وغریب دعوے کرتا ہے۔ نبوت کا دعویٰ بھی اس نے اسی بنیاد پر کیا ہے۔ (نعوذ باللہ من ذٰلک)

یہ اعتراض دو طرح کے لوگ کرتے ہیں؛ ایک تو وہ جو جادو کے قائل ہیں۔ ان کے بقول عام انسانوں پر جادو ہو سکتا ہے مگر انبیاء ورسل چونکہ اللہ کی خصوصی حفاظت میں رہتے ہیں، اس لیے ان پر ایک لمحہ کے لیے بھی ایسا کوئی حملہ نہیں ہو سکتا۔ [ان کا جواب ہم بعد میں دیں گے]

اور دوسرے وہ جو سرے سے جادو اور آسیب وغیرہ کے قائل نہیں ہیں۔ ان میں زیادہ تر منکرین حدیث شامل ہیں۔ ان لوگوں کو اس سلسلہ میں کم از کم ان تمام آیات کا لغت عربی اور اس سے استدلال کے مسلمہ اصولوں کی روشنی میں مطالعہ کر لینا چاہیے جن میں کسی نہ کسی پہلو سے جادو (سحر) کا ذکر ہے۔ انہیں معلوم ہو جائے گا کہ ان آیات کے سیاق وسباق میں کہیں بھی جادو (سحر) کو فرضی اور خیالی چیز نہیں کہا گیا بلکہ اس سلسلہ میں جو بات بھی کہی گئی ہے، جادو کو ایک حقیقت تسلیم کرتے ہوئے ہی کہی گئی ہے مثلاً انبیاء کے حوالے سے قرآن مجید کا مطالعہ کریں تو معلوم ہو گا کہ ان کے دور کے کفار ان کے معجزات وغیرہ کی طرف دیکھتے

---

(۱) دیکھیے: تفہیم القرآن، از: مولانا مودودی، ج۶ ص ۵۵۴ تا ۵۵۶۔

تو انہیں ساحر (جادوگر) کہتے اور اگر ان کے دعوائے نبوت، آخرت اور جزا و سزا سے متعلقہ ان کی باتیں اور دعوت و تبلیغ کے لیے ان کی دن رات کی انتھک محنت و کوشش کی طرف دیکھتے تو انہیں مسحور و مجنون کہنا شروع کر دیتے۔ اب قرآن مجید نے اپنے مخصوص اسلوبِ بیان کے ساتھ انبیاء و رسل کے حوالے سے لوگوں کے اس اعتراض کی تو ضرور نفی کی کہ وہ جادوگر یا جادوزدہ اور دیوانے نہیں مگر یہ کہیں نہیں کہا کہ انبیاء و رسل کے حوالے سے جس جادو کا تم الزام لگاتے ہو وہ تو سراسر فرضی اور غیر حقیقی چیز ہے، لہٰذا پہلے اپنی یہ جہالت دور کرو اور پھر کوئی اور بات کرنا!

قرآن مجید کے بیان کے مطابق کفار نے ساحر یا مسحور یا مجنون کا اعتراض قریب قریب سبھی انبیاء و رسل کے بارے میں کیا، مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ﴾

''اسی طرح ان (کفار) کے پاس جو بھی رسول آیا، انہوں نے کہا کہ یہ جادوگر ہے یا مجنون''۔ [سورۃ الذٰریات: ۵۲]

اسی طرح فرعون اور اس کے حواری حضرت موسیٰ کو کبھی جادوگر (ساحر) کہتے اور کبھی جادوزدہ (مسحور)۔ بطور دلیل درج ذیل دو آیات ملاحظہ فرمائیے:

۱ ...... ﴿فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّىْ لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا﴾ [الاسراء: ۱۰۱]

''تو فرعون نے اس سے کہا: اے موسیٰ! میں تو تمہیں سمجھتا ہوں کہ تم پر جادو ہو گیا ہے۔''

۲ ...... ﴿فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ وَقَالَ سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ﴾ [سورۃ الذرایات: ۳۹]

''پس اس نے اپنے بل بوتے پر منہ موڑا اور کہنے لگا: یہ جادوگر ہے یا دیوانہ ہے''۔

اسی طرح حضرت صالح علیہ السلام کے بارے کفار کہا کرتے تھے:

﴿قَالُوْا اِنَّمَا اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ﴾ [سورۃ الشعرآء: ۱۵۳]

''انہوں نے کہا: بے شک تو تو آسیب زدہ (جادوزدہ) ہے۔''

اسی طرح حضرت شعیب علیہ السلام کے بارے کفار کہا کرتے تھے:

﴿ قَالُوْا اِنَّمَا اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ وَمَا اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴾

''انہوں نے کہا: بے شک تو تو آسیب زدہ (جادوزدہ) ہے، اور تو ہماری ہی طرح کا ایک انسان ہے اور ہم تو یقیناً تجھے جھوٹوں میں سے سمجھتے ہیں۔'' [سورۃ الشعراء: ۱۸۵،۱۸۶]

اسی طرح نبی کریم ﷺ کے بارے میں کفار مکہ یہ کہا کرتے تھے:

﴿ اِذْ يَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ﴾[سورۃ الاسراء: ۴۷]

''جبکہ یہ ظالم (ایمان والوں کے لیے) کہتے ہیں کہ تم اس شخص کی تابعداری میں لگے ہوئے ہو جو جادوزدہ ہے۔''

اب اگر آپ نیک نیتی کے ساتھ قرآن مجید پکڑ کر مذکورہ بالا ان تمام آیات کا سیاق وسباق ملاحظہ کریں تو آپ پر یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ قرآن مجید نے کفار کے اعتراضات کا ذکر کرتے ہوئے یہ تو ضرور اشارہ کیا کہ یہ لوگ انبیاء ورسل ہیں، جادوگر یا دیوانے اور مخبوط الحواس (مجنوں) نہیں ہیں مگر کہیں ادنیٰ سا اشارہ بھی اس طرف نہیں کیا کہ جادو نام کی دنیا میں کوئی حقیقت نہیں۔ اگر یہ کوئی فرضی اور افسانوی چیز ہوتی تو قرآن مجید اس کا تذکرہ کرتے ہوئے سیاق وسباق میں لازماً اس کی وضاحت کر دیتا، ورنہ اسے اس انداز میں ہرگز ذکر نہ کرتا جس سے اسے ایک حقیقت سمجھنے کی تائید ہوتی ہے۔

اب آیئے ان لوگوں کی طرف جو جادو کے تو قائل ہیں مگر ان کے بقول عام انسانوں پر جادو ہو سکتا ہے، انبیاء ورسل پر ایسا کوئی حملہ نہیں ہو سکتا۔ ان لوگوں کے نزدیک ایسی تمام روایات نا قابل حجت ہیں جن میں نبی ﷺ پر جادو کیے جانے کا ذکر ہے۔ ان لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ قرآن مجید میں کفار مکہ کے حوالے سے یہ بات ملتی ہے کہ وہ نبی ﷺ پر یہ اعتراض کیا کرتے تھے کہ آپؐ جادو زدہ ہیں، لہٰذا اگر یہ روایات تسلیم کر لی جائیں تو اس سے کفارِ مکہ کے اس اعتراض کی تائید ہوتی ہے اور قرآن مجید کی تردید لازم آتی ہے کیونکہ قرآن مجید میں

آنحضرت ﷺ کے بارے کفارِ مکہ کے اس اعتراض کے جواب میں یہ کہا گیا ہے کہ

﴿مَا اَنۡتَ بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ بِمَجۡنُوۡنٍ﴾ [سورة القلم:٢]

''(اے نبیؐ!) تو اپنے رب کے فضل سے دیوانہ نہیں ہے۔''

اس بنیاد پر یہ لوگ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ پر جادو کیے جانے کے حوالے سے مروی تمام احادیث قرآن کے خلاف ہیں اور قرآن کے خلاف ہونے کی وجہ سے ناقابلِ قبول ہیں، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ اصل بات کیا ہے، اسے سمجھنے کی کوشش کیجیے:

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ کفارِ مکہ نبی کریم ﷺ کی نبوت پر اعتراض کرتے ہوئے آپ کو مجنون (یعنی جادو سے پاگل ہو جانے والا) کہا کرتے تھے، مگر ان کے اس اعتراض کو اسی طرح نظر انداز کیا گیا جس طرح ان کے اس اعتراض کو فضول سمجھا گیا جو وہ آپ کے جادوگر ہونے کے بارے میں کیا کرتے تھے۔ [دیکھیے: سورۃ ص، آیت ۴] یہی نہیں بلکہ ان کے اس اعتراض کی نفی بھی کی گئی ہے۔

اور دوسری طرف صحیح احادیث میں یہ تسلیم بھی کیا گیا کہ آپؐ جادو سے متاثر ہوئے تھے۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ جب یہ بات تسلیم کی گئی اس وقت کفار نے اس بات پر کوئی شور نہ مچایا اور نہ ہی یہ کہا کہ لو دیکھو! ہمارا اعتراض درست ثابت ہو گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ کفار نے مکہ مکرمہ میں اس وقت یہ اعتراض کیا جب آپ کی نبوت کا ابتدائی دور تھا اور جب آپ پر جادو ہوا، اس وقت آپ مدینہ ہجرت فرما چکے تھے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کفار کے اعتراض سے متعلقہ مکی سورتوں کی آیات اور آپ ﷺ پر جادو کیے جانے سے متعلقہ اَحادیث دونوں کا سیاق وسباق اور موقع ومحل الگ الگ ہے اور جس طرح ان دونوں کا سیاق اور موقع ومحل جدا ہے، اسی طرح ان دونوں کا موضوع ومدعا بھی جدا ہے۔ اس لیے ان دونوں چیزوں (یعنی قرآن اور حدیث) میں کوئی اختلاف نہیں۔ اب ہم اس بات کی مزید وضاحت کرتے ہیں۔

جادو کے حوالے سے نبی کریمؐ پر کفار مکہ کا اصل اعتراض کیا تھا؟

جادو کے حوالے سے نبی کریم ﷺ پر کفار مکہ کا الزام وہی تھا جو آپؐ سے پہلے دیگر انبیاء ورسل پر ان کی کافر قومیں لگاتی رہی ہیں اور قرآن کریم کی روشنی میں ہم یہ بتا آئے ہیں کہ جب کفار و مشرکین اپنی طرف آنے والے انبیاء ورسل کے معجزات وغیرہ کی طرف دیکھتے تو انہیں ساحر (جادوگر) کہنا شروع کر دیتے اور جب ان کے دعوائے نبوت، آخرت اور جزا و سزا سے متعلقہ ان کی باتیں اور دعوت و تبلیغ کے لیے ان کی دن رات کی اَنتھک محنت وکوشش کی طرف دیکھتے تو انہیں دیوانہ اور پاگل سمجھتے ہوئے مسحور و مجنون کہنا شروع کر دیتے۔ جب نبی کریم ﷺ نے نبوت کا دعویٰ کیا تو یہی اعتراض مکہ مکرمہ میں نبی کریم ﷺ پر بھی کیا گیا کہ یا تو یہ ساحر ہے، یا پھر مجنون[1]۔ (معاذ اللہ!) بلکہ اس کے علاوہ یہ بھی کہا گیا کہ یا پھر یہ کاہن ہے، یا شاعر[2]۔

گویا وہ کسی ایک بات پر متفق نہ تھے، اس لیے کہ انہیں یقین تھا کہ جو الزام وہ لگا رہے ہیں، آپ ﷺ اس سے بری ہیں۔ چنانچہ وہ ایک الزام لگاتے اور جب دیکھتے کہ بات نہیں بنی تو پھر خود ہی اس کی جگہ کوئی اور الزام بنا لاتے۔ جہاں تک کفار کی طرف سے آپؐ پر پاگل پن کے الزام کا تعلق ہے تو اس الزام کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ آپ کے دعوائے نبوت اور آخرت پر ایمان اور عذاب خداوندی سے متعلقہ باتیں کفار کے لیے نہایت عجیب ثابت ہوئیں اور وہ یہ

---

(۱) ساحر کے اعتراض کے لیے دیکھیے: سورۃ صٓ، آیت ٤۔ اور مجنون کے اعتراض کے لیے دیکھیے: سورۃ الحجر: آیت ٦۔ سورۃ الشعراء: آیت ٢٧۔ سورۃ الصفت: آیت ٣٦۔ اور سورۃ الدخان: آیت ١٤۔ اور یاد رہے کہ یہ تمام سورتیں مکی ہیں اور اس بات کی دلیل ہیں کہ یہ اعتراض مکی دور ہی میں کیے گئے۔

(۲) کاہن کے اعتراض کے لیے دیکھیے: سورۃ الحاقۃ: آیت ٤٢۔ اور شاعر کے اعتراض کے لیے دیکھیے: سورۃ الحاقۃ: آیت ٤١۔ اور سورۃ الطور: آیت ٣٠۔

سمجھنے لگے کہ یہ شخص جسے ہم صادق وامین جانتے ہیں، شاید اسے پاگل پن کا مرض لاحق ہو گیا ہے کہ یہ اچانک اس طرح کی عجیب وغریب باتیں کرنے لگا ہے اور جنت وجہنم اور حیات بعد الممات کے افسانے سنانے لگا ہے۔

دوسری وجہ یہ تھی کہ جب انہوں نے دیکھا کہ لوگ آنحضرت ﷺ کی دعوت سے متاثر ہوتے چلے جارہے ہیں تو وہ لوگوں کو آپؐ سے متنفر کرنے کے لیے آپؐ کے بارے یہ پروپیگنڈا کرنے لگے کہ یہ شخص پاگل اور دیوانہ ہوگیا ہے، اس لیے اس کی بات نہ سنو، ورنہ تم بھی گمراہ یا اپنے عقائد کے بارے شکوک وشبہات کا شکار ہو جاؤ گے۔

یہ سارے الزامات کفار مکہ کی طرف سے تھے اور ظاہر ہے مکہ ہی میں انہوں نے آپؐ پر ان الزامات کی بوچھاڑ کی تھی، چنانچہ مکہ مکرمہ ہی میں اللہ تعالیٰ نے کفارِ مکہ کے ان تمام الزامات کو جھوٹا ثابت کرتے ہوئے واضح کر دیا کہ نہ تو یہ پیغمبر کوئی دیوانہ اور مجنوں ہے، نہ شاعر اور نہ ہی کاہن وساحر وغیرہ[1]۔

یہاں یہ بات یاد رہے کہ اہل عرب کے ہاں مجنون اس شخص کو کہا جاتا تھا جو پاگل اور دیوانہ ہو جاتا تھا۔ میڈیکل سائنس کی جدید تحقیقات کے مطابق پاگل پن کا مرض بعض طبی اسباب کی بنیاد پر لاحق ہوتا ہے مگر جب تک یہ تحقیقات سامنے نہیں آئی تھیں، لوگ اس مرض کو جادو جنات کا اثر سمجھتے تھے اور اسی مناسبت سے اہل عرب بھی ایسے شخص کے لیے مسحور اور مجنون کا لفظ استعمال کرتے، کیونکہ جادو جنات کے زور دار اثرات جب کسی شخص پر پوری طرح غالب آ جائیں، تو وہ رفتہ رفتہ پاگلوں اور دیوانوں کی طرح ہو کر رہ جاتا ہے۔

اس لیے بے خوفِ تردید یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ کفار مکہ آپ کو مجنون یا مسحور کہہ کر پاگل قرار دینا چاہتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن مجید کی مکی سورتوں میں ان کے اس الزام کی

---

(۱) دیکھیے: سورۃ الطور: آیت ۲۹، سورۃ القلم: آیت ۲، آیت ۵۱، سورۃ التکویر: آیت ۲۲۔ یہ تمام سورتیں بھی مکی ہیں۔

تردید کرتے ہوئے یہ کہا کہ جسے تم پاگل اور دیوانہ کہہ رہے ہو، وہ پاگل نہیں بلکہ ہمارا سچا پیغمبر ہے مگر اس کے باوجود وہ اپنی بات پر اڑے رہے لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ ان کا یہ اعتراض اپنے اندر کوئی وزن نہیں رکھتا اور نہ ہی غیر جانب دار لوگ اس اعتراض کو کوئی اہمیت دینے کو تیار ہیں بلکہ وہ تو آپ کی طرف کھنچے چلے جا رہے ہیں اور آپ کی دعوت روز بروز بڑھتی ہی چلی جا رہی ہے تو وہ خود ہی اس الزام سے باز آ گئے حتی کہ جب مدینہ منورہ میں یہودیوں کی سازش سے آپ پر جادو کیا گیا تو اس وقت بھی کفار مکہ نے اپنا یہ الزام دہرانے کی کوشش نہ کی، اس لیے کہ وہ یہ نہیں کہتے تھے کہ پیغمبری کا دعوی کرنے والے پر جادو نہیں ہو سکتا بلکہ ان کا اعتراض یہ تھا کہ آپ معاذ اللہ پاگل ہو گئے ہیں، اس لیے رسالت و نبوت اور آخرت وغیرہ کی باتیں کرنے لگے ہیں، لیکن جب انہوں نے دیکھ لیا کہ آپ ﷺ کئی جنگوں میں واضح طور پر فتوحات حاصل کر چکے ہیں اور ہمارے اس الزام کو اب کوئی ماننے کے لیے تیار نہیں تو وہ خود ہی اس الزام سے بھی باز آ گئے۔

یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ جادو ہو جانے کے بعد بھی آپ ﷺ پر جادو کا کوئی ایسا اثر نہیں ہوا کہ کفارِ مکہ کے لیے یہ الزام پھر سے دہرانے کی نوبت آتی کیونکہ جادو کا جو تھوڑا بہت اثر ہوا، وہ آپ کی ذات تک محدود رہا جبکہ آپ کی نبوت اس سے بالکل غیر متاثر رہی۔

جادو کے بارے میں دیگر اَحادیث

جادو کے بارے میں قرآن و حدیث کی روشنی میں گزشتہ صفحات میں جو بحث کی گئی ہے، اس کی تائید میں اور بھی احادیث پیش کی جا سکتی تھیں مگر ازراہ اختصار اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے، البتہ بعض احادیث آئندہ صفحات میں ''جادو کرنا، کروانا اور سیکھنا حرام ہے'' کے تحت ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔

......☆......

[4]..... جادو کیسے کیا جاتا ہے؟

جادو کے حوالے سے یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ اس کی بعض صورتیں تو وہ ہیں جن کا دارو مدار تخیلات پر یا شعبدہ بازی اور ہاتھ کی صفائی پر ہوتا ہے، انہیں 'سحر مجازی' بھی کہا جاتا ہے۔ البتہ جادو کی وہ صورت جسے 'سحر حقیقی' کہا جاتا ہے اور جس میں مطلوبہ شخص کو جسمانی اور ذہنی اَذیت سے دوچار کرنا مقصود ہوتا ہے، یہ اس وقت تک نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ جادوگر شخص جنوں اور شیطانوں کی ہر بات تسلیم کر کے انہیں راضی نہ کر لے۔ کیونکہ سحر حقیقی میں زیادہ تر یہ ہوتا ہے کہ جادوگر شیطانوں کے بتائے ہوئے کفریہ وشرکیہ منتر پڑھتا ہے اور ان کے سکھائے ہوئے عجیب وغریب عمل کرتا ہے جس کی وجہ سے وہ جنات اور شیاطین اس جادوگر کی مدد کرتے ہوئے مطلوبہ شخص کو تکلیف پہنچانے کے لئے حرکت میں آ جاتے ہیں، کبھی تو یہ ہوتا ہے کہ جادوگر کی مدد کرنے والا جن متعلقہ شخص کے جسم میں داخل ہو کر اسے تکلیف پہنچاتا ہے یا اس کے گھر، دکان اور جائے رہائش پر آ کر مختلف طریقوں سے اسے تنگ کرتا ہے۔ کبھی گھر کی چیزیں توڑ کر نقصان کرتا ہے اور کبھی براہِ راست اسے تکلیف پہنچاتا ہے۔

یہ بات ذہن نشین رہے کہ جادوئی عملیات کے ذریعے مذکورہ بالا مقاصد کا حصول جہاں انسان کو کفریہ وشرکیہ اعمال کا مرتکب بناتا ہے، وہاں یہ کوئی آسان کام نہیں کہ ہر شخص چند ٹوٹکے اور منتر سیکھ کر جادوگر بن جائے بلکہ اپنے آپ کو جادوگر کہلانے والے اکثر و بیشتر حضرات برائے نام جادوگر ہوتے ہیں لیکن وہ اپنی دوکانداری چلانے کے لئے کوئی نہ کوئی بظاہر مؤثر حربہ اختیار کر لیتے ہیں مثلاً بعض جادوگر کسی کاغذ کے تعویذ کے ساتھ زہر کا سپرے کر کے اپنے گاہک کے حوالے کرتے ہیں اور گاہک اپنے مطلوبہ شخص کو وہ تعویذ کسی نہ کسی طرح پلا

دیتا ہے جس سے وہ شخص مر جاتا ہے یا سخت مریض ہو جاتا ہے۔ اب گاہک سمجھتا ہے کہ یہ جادوگر کے جادوئی تعویذ کا اثر ہے جبکہ اسے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اس جادوگر نے اس پر زہر کی پان چڑھائی تھی، ورنہ یہی کام تو وہ (گاہک) خود بھی کر سکتا تھا......!

اسی طرح شیاطین (جنات) اور جادوگر کے درمیان بعض ایسے عہد و پیان ہوتے ہیں کہ جادوگر ان پر عمل کرنے پر مجبور ہوتا ہے اور صاف سی بات ہے کہ شیطان جو انسان کا اَزلی دشمن ہے اور اسے کسی نہ کسی طرح جہنم میں پہنچانے کے لئے کوششیں کرتا رہتا ہے، وہ یقیناً جادوگر کو خود یا اپنے چیلوں چانٹوں کے ذریعے ایسے ہی عمل بتائے گا جن کے ارتکاب سے وہ جہنم کا مستحق بن سکے۔ یہی وجہ ہے کہ جادوگر جنات وشیاطین کو راضی کرنے کے لیے ان کے کہنے پر انتہائی قبیح قسم کی حرکتیں کرتے ہیں، مثلاً:

۱۔ بعض اوقات جنات اس جادوگر کو کھلم کھلا کفر و شرک کا حکم دیتے ہیں مثلاً سورج، چاند، ستاروں وغیرہ کو سجدہ کرنے کا حکم دیتے ہیں، یا اپنے اور دیگر شیطانوں کے نام پر جانور ذبح کرنے اور ان سے مدد مانگنے کے لئے انہیں پکارنے کا حکم دیتے ہیں اور جادوگر ان کے حکم کی تعمیل میں یہ سب کر گزرتے ہیں۔

۲۔ بعض اوقات جادوگر کی مدد کرنے والا جن اپنے جادوگر سے کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرواتا ہے مثلاً محرمات (ماں، بہن، بیٹی وغیرہ) سے زنا کرواتا ہے، یا حرام اور ممنوعہ چیزوں کے کھانے کا حکم دیتا ہے، اور جادوگر اسے راضی کرنے اور اس سے مدد حاصل کرنے کے لیے اس کے یہ سارے تقاضے پورے کرتا ہے۔

۳۔ بعض اوقات جادوگر سے قرآن مجید کی توہین کروائی جاتی ہے مثلاً کبھی (معاذ اللہ) قرآن مجید پر بیٹھ کر نہانے کا اسے حکم دیا جاتا ہے، کبھی حیض کے گندے خون سے قرآنی آیات لکھنے کا حکم دیا جاتا ہے، کبھی قرآن مجید کو گندگی میں پھینکنے اور پاؤں تلے روندنے کا حکم دیا جاتا ہے اور جادوگر اپنے ایمان سے ہاتھ دھو کر ان سارے جرائم کا ارتکاب

کرتا ہے۔ (استغفر اللہ من ذلک!)

۴۔اسی طرح جادوگر کو یہ حکم دیا جاتا ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ نجس، ناپاک اور گندا رہے۔ کئی کئی مہینے بلکہ سال ہا سال غسل نہ کرنے کا حکم دیا جاتا ہے حتیٰ کہ بعض اوقات شیطانوں کو راضی کرنے کے لئے گندگی بھی کھانا پڑتی ہے اور حیض کا خون جسم پر ملنا پڑتا ہے۔ (استغفر اللہ من ذلک!)☆

یاد رہے کہ مذکورہ بالا تمام کام ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے غیظ وغضب کو بھڑکاتے اور اس کے عذاب کو دعوت دیتے ہیں اور شیطان کا مقصد ہی یہ ہے کہ لوگوں کو غلط کاموں میں مبتلا کر کے انہیں گمراہ کر دے۔ چنانچہ اس نے انسان کی تخلیق ہی کے موقع پر اللہ کے حضور یہ کہہ دیا تھا:

﴿ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ﴾[سورة ص:۸۲]

''اس (شیطان) نے کہا: تیری عزت کی قسم! میں ان سب کو ضرور گمراہ کروں گا''۔

جو جادوگر کفر وشرک اور گناہوں کی نجاست سے جس قدر لتھڑا ہو گا، اسی قدر شیاطین اس کی زیادہ مدد کریں گے جبکہ یہی جادوگر کفریہ وشرکیہ کاموں سے بچنے کی اگر کوشش کرنے لگے، تو شیاطین اس کے بھی دشمن بن جاتے ہیں۔ اس لئے جو جادوگر، جادو وغیرہ سے سچی توبہ نہیں کرتا، اسے شیطانوں سے اپنے مقاصد پورے کروانے کے لیے مجبوراً ان تمام گناہوں کا ارتکاب کرنا پڑتا ہے، تب جا کر شیاطین اس کے پاس اپنی 'آمد و رفت' شروع کرتے ہیں۔ اسی صورتحال کی طرف قرآن مجید نے اس طرح اشارہ کیا ہے:

﴿ هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلَىٰ مَن تَنَزَّلُ الشَّيَاطِينُ تَنَزَّلُ عَلَىٰ كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ يُلْقُونَ السَّمْعَ وَأَكْثَرُهُمْ كَاذِبُونَ ﴾ [سورة الشعراء:۲۲۱،۲۲۳]

''کیا میں تمہیں بتاؤں کہ شیطان کس پر اترتے ہیں؟ وہ ہر ایک کذاب گنہگار پر اترتے

☆...... علامہ ابن تیمیہؒ نے بھی جادوگروں اور شیاطین کے حوالے سے ان صورتوں کی طرف اشارہ کیا ہے، ملاحظہ ہو: مجموعۃ الفتاوی، ج۱ص۲۵۰۔

ہیں اور (انہیں اچٹتی ہوئی) سنی سنائی پہنچا دیتے ہیں اور ان میں سے اکثر جھوٹ بولتے ہیں''۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مختلف صحیح احادیث سے بھی یہ بات ثابت ہے کہ شیاطین قطار بنا کر آسمان کی طرف جاتے ہیں اور وہاں سے اللہ تعالیٰ کی باتیں چرانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کوشش میں کبھی تو وہ کامیاب ہو جاتے ہیں اور کبھی دہکتے ہوئے انگاروں رشعلوں کا شکار ہو جاتے ہیں اور جب کبھی یہ کسی بات کو چرانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو زمین پر موجود اپنے کاہن (عامل، جادوگر نجومی وغیرہ) دوستوں کو آ کر اس سے مطلع کر دیتے ہیں''۔ (۱)

مذکورہ بالا بحث سے معلوم ہوا کہ جادوئی عملیات کے لیے شیاطین وجنات کا سہارا لیا جاتا ہے اور اس سلسلہ میں شیاطین وجنات کی تمام کفریہ وشرکیہ باتوں پر عمل بھی کرنا پڑتا ہے تب جا کر وہ عامل وجادوگر کی مدد کرتے ہیں ورنہ ان جنات وشیاطین کو راضی کیے بغیر جادوگر اپنے مقاصد میں کامیابی حاصل نہیں کر سکتا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ان لوگوں کی بات غلط ہے جو یہ کہتے ہیں کہ شیاطین وجنات کو قابو کیا جا سکتا ہے بلکہ الٹا خود یہ جادوگر اور عامل لوگ جنات وشیاطین کے قابو میں آ جاتے ہیں۔ اس کی مزید تفصیل آگے آئے گی۔

ایک سابق جادوگر کی سچی عبرتناک داستان

مختلف اخباروں، رسالوں اور ماہناموں میں بسا اوقات ایسے مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں جن میں جادوگروں کے 'شرکیہ اعمال' اور کفر پر مبنی اقدامات منظر عام پر آ جاتے ہیں۔ اسی نوعیت کا ایک واقعہ خود ایک جادوگر نے تائب ہونے کے بعد قلمبند کروایا۔ یہ سن ۲۰۰۰ کی بات ہے، تائب ہونے والے جادوگر کا نام استاد بشیر احمد ہے۔

''اس نے اپنی آپ بیتی میں اعتراف کیا کہ میں نے جن نکالنے اور جنوں سے کام لینے کے لئے شیطانی اور کالا علم سیکھنے کے شوق میں اپنی زندگی کے 15 سے زائد قیمتی سال

---

(۱) بخاری، کتاب التفسیر، باب: حتی اذا فزعت عن قلوبهم قالوا ماذا قال ربکم، ح ۴۸۰۰۔

ضائع کیے ہیں۔ اس میدان میں آ کر مجھ پر منکشف ہوا کہ شیطانی علوم سیکھنے کی پہلی شرط ہی شرک ہے۔ مجھ سے جو پہلا عمل کرایا گیا، اسے ایک مرتبہ پڑھنے پر دس منٹ صرف ہوئے اور اسے 101 مرتبہ روزانہ پڑھنا ہوتا تھا۔ یوں اندازہ لگائیں کہ اس عمل میں مسلسل 16، 17 گھنٹے صرف ہوتے۔ اس دوران نماز وغیرہ تو دور کی بات، حقوق العباد بھی ادا نہیں کیے جا سکتے جبکہ یہ عمل 71 دن مسلسل کرنا تھے۔ اتنے طویل عمل کے بعد ایسا انسان کسی کو نارمل بھی نظر نہیں آ سکتا اور نہ وہ نارمل زندگی گزار سکتا ہے۔

اس کے بعد جو اگلا عمل اسے بتایا اس میں صرف مردوں کو پکارنا تھا۔ یہ بھی ایک شیطانی عمل تھا لیکن اتنے سخت عمل کرنے کے بعد اسے وہ کچھ حاصل نہ ہو سکا جو وہ حاصل کرنا چاہتا تھا۔ زیادہ تر عامل پیسہ ہی لوٹتے رہے۔ آخر اس نے اپنے خراد کے استاد عبد القیوم سے بات کی تو اس نے پہلے تو صاف طور پر کہا: دو رنگی چھوڑ دے، یک رنگ ہو جا۔ اپنے آپ کو مسلمان بھی کہلواتے ہو اور یہ علم بھی مانگتے ہو!

یعنی اس کالے علم کے بڑے بڑے استادوں نے بھی اعتراف کیا کہ یہ سراسر شیطانی اور شرکیہ علم ہے اور جب تک شرک نہ کیا جائے یہ علم سیکھا نہیں جا سکتا لیکن بشیر پر شیطان سوار تھا، وہ جادو سیکھنے کے لئے ہر جائز و ناجائز کام کرنے پر تیار ہو گیا۔

بشیر احمد توحید پرست تھا لیکن شیطان نے اسے پوری طرح اپنا مرید کر لیا۔ بہت سے خطرناک اور شرکیہ عمل کرنے کے بعد وہ جنوں سے اپنی مرضی کے کئی کام کرانے کے قابل ہو گیا لیکن دراصل جب انسان شرک کی راہ پر چل پڑتا ہے تو شیطان اسے یہ راہ کامیاب دکھانے کے لئے بعض معاملات میں اس کی مدد بھی کرتا رہتا ہے اور انسان سمجھتا ہے کہ میں اپنے اور لوگوں کے بڑے بڑے کام کرنے کے قابل ہو گیا ہوں۔ ان شیطانی علوم کو حاصل کرنے والوں کا انجام خراب ہوتا ہے۔ عمل کرنے والوں کو عمل الٹے پڑ جاتے ہیں۔ اکثر پراسرار طریقے سے مر جاتے ہیں یا بالآخر وہ نفسیاتی مریض

اور پاگل بن کر کپڑوں سے بے نیاز سڑکوں پر لوگوں سے پتھر کھاتے پھرتے ہیں۔
استاد بشیر احمد کے بقول یہ شیطانی علم حاصل کرنے کے بعد میرے ہاں جو اولاد پیدا ہوتی، فوت ہو جاتی۔ بچے کی پیدائش کے فوراً بعد اس کے جسم کی رنگت نیلی ہو جاتی۔ علاج معالجہ سے بھی کوئی فرق نہ پڑتا۔اس دوران میرے چار بچے فوت ہو گئے۔اس طرح بشیر احمد کے استاد عبدالقیوم کی داستان بھی عبرتناک رہی۔ وہ جنگلوں اور بیابانوں میں انتہائی خطرناک عمل کر کے بہت بڑا عامل بنا لیکن اس کے ہاں بھی کوئی اولاد نہ ہو سکی۔اس کی بیوی نے بھی بالآخر اس سے ڈر کر اسے چھوڑ دیا اور وہ ساری عمر اولاد کی حسرت لئے دنیا سے کوچ کر گیا۔اس کے استاد کہتے تھے کہ مجھے ان عملیات کی بدولت بہت شہرت اور عزت نصیب ہوئی۔ دوست احباب کا بھی وسیع حلقہ قائم ہوا لیکن یہ سب کچھ میرے کس کام کا؟ نہ ہی میری بیوی میرے پاس رہی اور نہ ہی اللہ کی خاص نعمت اولاد مجھے ملی۔ اب میرے بعد میرا نام لینے والا کوئی نہ ہو گا۔وہ کہا کرتے تھے:''میں نے اپنی زندگی اپنے ہاتھوں سے تباہ کر لی''!![1]

[5].....جادو کرنا، کروانا اور سیکھنا حرام ہے

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ جادو اور جادوئی عملیات انسان کو کفر وشرک کی طرف لے جاتے ہیں۔اسی لئے قرآن مجید نے جادو کو کفریہ کام قرار دیا ہے جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے واقعہ میں مذکور ہے کہ

﴿وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلَكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ﴾[البقرة:١٠١]
''سلیمانؑ نے تو کفر نہ کیا تھا بلکہ یہ کفر شیطانوں کا تھا، وہ لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے''
یاد رہے کہ یہودی حضرت سلیمان علیہ السلام کو نعوذ باللہ کافر نہیں کہتے تھے بلکہ وہ جادو کی

(١) دیکھیے: ماہنامہ: مجلة الدعوة، جولائی ٢٠٠٠، ص ٨، بحوالہ: انصاف سنڈے سپیشل۔

نسبت آپ کی طرف کرتے تھے اور جادو کی اکثر و بیشتر صورتیں چونکہ کفر پر مبنی ہوتی ہیں اور لامحالہ جادوگر پر کفر کی نسبت صادق آتی ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے جادو کی جگہ لفظِ کفر استعمال کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

﴿وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ﴾ ''حضرت سلیمان علیہ السلام نے کفر نہیں کیا۔''

یعنی انہوں نے جادو کا عمل کبھی نہیں کیا اور شیاطین جو لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے، کفر کا کام تو وہ کرتے تھے۔ امام قرطبیؒ اور بعض دیگر مفسرین نے اس آیت کی یہی تفسیر کی ہے۔ نیز امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ

((فَأَثْبَتَ كُفْرَهُمْ بِتَعْلِيمِ السِّحْرِ)) (۱)

''اللہ تعالیٰ نے شیاطین کو کافر اس لئے قرار دیا کہ وہ لوگوں کو جادو کی تعلیم دیتے تھے۔''

اسی طرح قرآنِ مجید کی اسی آیت میں یہ بھی ہے کہ ہاروت اور ماروت کے پاس جب لوگ جادو سیکھنے کے لئے جاتے تو ہاروت و ماروت ان سے کہتے:

﴿إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ﴾ [البقرۃ:۲:۱۰۲]

''ہم تو آزمائش کے لئے ہیں لہٰذا تم (جادو سیکھنے کی وجہ سے) کفر کے مرتکب نہ بنو''۔

اس آیت میں بھی جادو سیکھنے کو کفر قرار دیا گیا ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ اس آیت کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے رقمطراز ہیں کہ

((فعرفا ان السحر من الکفر))

''ہاروت اور ماروت نے بتا دیا کہ جادو کفر کی ایک قسم ہے''۔ (۲)

حافظ ابن حجرؒ اس آیت کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ

''اس آیت سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ جادو کا علم سیکھنا کفر اور اسے سیکھنے والا کافر ہے، چنانچہ جادو کی بعض صورتوں سے خود بخود یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ان میں

(۱) تفسیر قرطبی، ج۲، ص۴۳۔

(۲) تفسیر ابن کثیر، ج۱ ص۲۱٤۔

جنات وشیاطین اور ستاروں کی پرستش کی جاتی ہے، البتہ جادو کی وہ صورتیں جو شعبدہ بازی کی قبیل سے ہوں، انہیں سیکھنے سے اصلاً کفر لازم نہیں آتا''۔ (۱)

امام شوکانیؒ نے بھی اس آیت کی تفسیر میں جادو سیکھنے یا کرنے کروانے کے عمل کو کفر قرار دیا ہے۔ اسی طرح حافظ ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ

''اس آیت: ﴿ وَلَـٰكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ ﴾ [سورۃ البقرۃ:۱۰۱] میں اللہ تعالیٰ نے جادو کو کفر قرار دیا ہے۔''(۲)

جادو کی حرمت کے حوالے سے بعض صحیح روایات

آئندہ سطور میں ہم ان احادیث کو ذکر کرتے ہیں جن میں صاف طور پر جادو کو یا تو کبیرہ گناہ قرار دیا گیا ہے یا پھر اسے شیطانی اور کفریہ عمل کہا گیا ہے:

(۱): ((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ قَالُوا يَارَسُولَ اللهِ! وَمَاهُنَّ؟ قَالَ: اَلشِّرْكُ بِاللهِ وَالسِّحْرُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَكْلُ الرِّبَا وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ وَالتَّوَلِّي يَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصِنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ)) (۳)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے اجتناب کرو، لوگوں نے کہا یارسول اللہ! وہ کون سی چیزیں ہیں؟

آپ ﷺ نے فرمایا:

۱۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا

۲۔ جادو کرنا کروانا یا سیکھنا سکھانا۔

---

(۱) فتح الباری، ج ۱۰ ص ۲۲٤۔

(۲) المحلی، از: ابن حزم، ج ۲ ص ۲۲٤۔

(۳) بخاری، کتاب الحدود، باب رمی المحصنات، ح ٦٨٥٧۔ مسلم، کتاب الایمان، ح ٢٥٨۔ ابو داؤد، ح ٢٨٧٤۔ سنن نسائی، ح ٣٦٧٣۔ المعجم الکبیر، ج ١٧ ص ١٠٢۔

۳- کسی کو ناحق قتل کرنا

۴- سود کھانا

۵- یتیم کا مال ناحق ہڑپ کرنا

۶- میدانِ جنگ سے راہِ فرار اختیار کرنا

۷- معصوم پاکدامن مومنہ عورتوں پر برائی کی تہمت لگانا''۔

(۲) : ((عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَطَيَّرَ أَوْ تُطُيِّرَ لَهُ أَوْ تَكَهَّنَ أَوْ تُكُهِّنَ لَهُ وَ سَحَرَ أَوْ سُحِرَ لَهُ وَمَنْ عَقَدَ عُقْدَةً وَمَنْ أَتَى كَاهِنًا فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُولُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلَى مُحَمَّدٍ))(۱)

''حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ شخص ہم میں سے نہیں جو بدفالی لے یا اس کے لئے بدفالی لی جائے یا جو کاہن بنے یا جس کے لئے کہانت کا عمل کیا جائے یا جو جادو کرے یا جادو کروائے۔ اور جو شخص گرہ لگائے یا کسی عامل کے پاس آئے اور اس کی باتوں کی تصدیق کرے تو گویا اس نے اس چیز کے ساتھ کفر کیا جو محمد ﷺ پر نازل کی گئی ہے''۔

جادو کرنے کروانے والے کے پاس جانا جب اتنا شدید گناہ ہے تو اس شخص کے بارے میں خود ہی فیصلہ کر لیجیے جو خود یہ عمل کرتا ہے۔ ہمارے ہاں خواتین میں یہ بیماری زیادہ ہے وہ دوسروں پر جادو ٹونہ کرنے کے لیے جادوگروں اور عاملوں کے گرد چکر کاٹتی ہیں۔ ایمان بھی ضائع کرتی ہیں اور عصمت و دولت بھی۔

(۳) : ((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: مَنْ عَقَدَ عُقْدَةً ثُمَّ نَفَثَ فِيهَا فَقَدْ سَحَرَ وَمَنْ سَحَرَ فَقَدْ أَشْرَكَ))(۲)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: جس شخص

(۱) مسند بزار، ح ۳۰۴۳۔المعجم الکبیر، ج۱۸ ص ۳۵۵۔مجمع الزوائد، ج۵ ص ۱۱۷۔ حاکم، ج۱ ص۸۔الترغیب والترھیب، ح ۴۴۶۷۔صحیح الجامع الصغیر، ح ۵۴۳۵۔

(۲) سنن نسائی، کتاب التحریم، باب الحکم فی السحرۃ، ح ۴۰۸۴،حسن بشواھدہ۔

نے گرہ لگائی پھر اس میں پھونکا تو گویا اس نے جادو کا عمل کیا اور جس نے جادو کیا اس نے درحقیقت شرک کیا"۔

یعنی جو جادوئی عملیات میں پڑ گیا تو پھر سمجھو وہ کفر و شرک کی دلدل میں جا گرا۔

(٤) : ((عَنْ اَبِیْ مُوْسٰیؓ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: ثَلَاثَةٌ لَا یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ ؛ مُدْمِنُ خَمْرٍ وَ قَاطِعُ رَحِمٍ وَ مُصَدِّقٌ بِالسِّحْرِ))(1)

"حضرت ابوموسیٰ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "تین شخص جنت میں نہیں جائیں گے: (۱) دائمی شراب خور۔ (۲)۔ رشتہ داری توڑنے والا۔ (۳)۔ جادو کو جائز سمجھنے والا"۔

ایک صاحب جو جادو ٹونے کے مؤثر ہونے کے منکر تھے، نے اس حدیث کے آخری جملہ یعنی مُصَدِّقٌ بِالسِّحْرِ کا بڑا غلط مفہوم لیا، ان کے بقول اس کا معنی ہے کہ جادو کو پر تاثیر اور حقیقت سمجھنے والا جنت میں نہیں جائے گا، حالانکہ یہ بات صریح غلط ہے، اس لیے کہ جادو کا ایک حقیقت اور پر تاثیر ہونا خود قرآن اور دیگر صحیح احادیث سے ثابت ہے جیسا کہ بالتفصیل پیچھے گزر چکا ہے۔ باقی رہا اس حدیث کے آخری جملہ کا مطلب تو وہ یہ ہے کہ اسے جائز سمجھنے والا جنت میں نہیں جائے گا، اس لیے کہ وہ ایک حرام چیز کو حلال سمجھ رہا ہے اور اس کی سزا اسے ملے گی۔

(٥) : ((عَنْ صَفِیَّةَ عَنْ بَعْضِ اَزْوَاجِ النَّبِیِّ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: مَنْ اَتٰی عَرَّافًا فَسَأَلَهٗ عَنْ شَیْءٍ لَمْ تُقْبَلْ لَهٗ صَلَاةٌ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً))

"حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ کی ایک زوجہ مطہرہؓ [یعنی خود حضرت صفیہؓ ہی] فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی عراف (کاہن/

---

(۱) مسند احمد، ج٤ ص٣٩٩۔ ابن حبان، ح٦١٣٧۔ مسند ابی یعلیٰ، ح٧٢٤٨۔ مستدرک حاکم، ج٤، ص١٤٦۔ مجمع الزوائد، ج٥ ص٧٤۔ امام ہیثمی فرماتے ہیں کہ اس روایت کو احمد، ابویعلیٰ اور طبرانی نے روایت کیا ہے اور احمد اور ابویعلیٰ کی روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

عامل/جادوگروغیرہ) کے پاس آیا اور اس سے کسی (غیبی) چیز کے متعلق سوال کیا، تو اس کی چالیس روز کی نماز قبول نہیں ہوگی''۔ (۱)

(٦) : ((عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَنْ أَتٰى كَاهِنًا أَوْ عَرَّافًا فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُوْلُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ))

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی کاہن یا عراف (عامل/جادوگروغیرہ) کے پاس آیا اور اس کی بات کی تصدیق کی تو گویا اس نے اس چیز (دین) کا کفر کیا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی ہے۔'' (۲)

گزشتہ آیات واحادیث سے ثابت ہوا کہ جادو کا سیکھنا سکھانا اور کرنا کروانا کفریہ کام ہے۔

[6].....جادو کا توڑ جادو کے ذریعے؟

جادو کا علاج جادو کے ذریعے بھی کیا جاتا ہے مگر اسلام نے اس سے منع فرمایا ہے جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جادو کا توڑ جادو کے ذریعے کرنے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((هي من عمل الشيطان))

''یہ شیطانی طریقہ ہے''۔ (۳)

البتہ قرآن وسنت کے وظائف و اوراد پر مشتمل دم وغیرہ کے ذریعے جادو کا علاج کرنا

(۱) مسلم، کتاب السلام، باب تحریم الکهانة ......، ح ۲۲۳۰۔ احمد، ج٤، ص٦٨۔ حلیة الاولیاء، ج١٠، ص٤٠٦۔ سنن بیهقی، ج٨، ص١٣٨۔ المعجم الاوسط، ح١٤٢٤۔ مجمع الزوائد، ج٥، ص١١٨۔ البزار، ح٣٠٤٥۔ صحیح الجامع الصغیر، ح٥٩٤٠۔

(۲) احمد، ج۲ ص٤٢٩۔ حاکم، ج١ ص٨۔ امام حاکم اور ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔ارواء الغلیل، ج٥ ص٦٩۔ صحیح الجامع الصغیر، ح٥٩٣٩۔ شیخ البانی نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔

(۳) احمد، ج٣، ص٢٩٤۔ سنن ابی داؤد، ح٣٨٦٨۔ مصنف عبدالرزاق، ح١٩٧٦٢۔ حاکم، ج٤، ص٤١٨۔ السنن، للبیهقی، ج٩، ص٣٥١۔ ابن ابی شیبه، ج٧، ص٣٨٧۔ حافظ ابن حجر نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے، دیکھیے: فتح الباری، ج١٠، ص٢٣٣۔

جائز اور مسنون ہے جیسا کہ آنحضرت ﷺ پر جب جادو کیا گیا تو آپ ﷺ کا معوذتین کے ساتھ علاج کیا گیا۔ اس لئے تمام اہل علم نے اس بات کی اجازت دی ہے کہ جادو کا علاج دم وغیرہ کے ذریعے کیا جا سکتا ہے۔ آئندہ صفحات میں جادو اور جنات وغیرہ کا صحیح اور مشروع روحانی علاج معالجہ کا مکمل طریقہ ذکر کیا جائے گا۔ انشاء اللہ!

[7]....جادوگر کی سزا

جمہور فقہاء و علماء اسلام کا جادوگر کے بارے میں بالعموم یہ نقطہ نظر رہا ہے کہ جادوگر کی سزا قتل ہے، یا تو اس لیے کہ وہ جادوئی عملیات کے ذریعے کفر کرتا ہے اور کفر کی وجہ سے مرتد ہو جاتا ہے اور مرتد ہونے کی بنیاد پر اس کی سزا قتل ہے۔ یا یہ سزا اسے اس بنیاد پر دی جائے گی کہ اس کے جادو سے لوگ تکلیفیں اور اذیتیں اٹھا کر ہلاکت سے دوچار ہوتے ہیں یا یہ سزا اس لیے ہے کہ لوگوں کو اس کے شر سے بچانے کے لیے اس کا خاتمہ کر دیا جائے۔ اس سلسلہ میں جن دلائل کو پیش کیا جاتا ہے، ان میں ایک تو یہ حدیثِ نبویؐ ہے:

((عن جُنْدَبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: حَدُّ السَّاحِرِ ضَرْبَةٌ بِالسَّيْفِ))(۱)

''حضرت جندبؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جادوگر کی سزا قتل ہے''۔

اس روایت کی صحت پر کلام ہے۔ امام ترمذی اسے روایت کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ''صحیح بات یہ ہے کہ یہ روایت حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے موقوفاً (یعنی خود صحابی کا قول نہ کہ حدیث نبیؐ) مروی ہے۔ لیکن اس کے باوجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وغیرہ کا اس حدیث (میں ذکر ہونے والے مسئلہ) پر عمل رہا ہے اور امام مالکؒ کا بھی یہی موقف ہے (کہ جادوگر کو بہر صورت قتل کیا جائے گا) جبکہ امام شافعیؒ کا موقف یہ ہے کہ جادوگر کو اس وقت قتل کیا جائے گا جب اس کا جادو کفر کی حد تک پہنچ چکا ہو لیکن اگر اس کا جادو کفر تک نہ پہنچا تو ہو تو پھر اسے قتل نہیں کیا جائے گا''۔(۲)

صحابہ کرام کے حوالے سے مروی ہے کہ انہوں نے جادوگروں کو قتل کیا تھا مثلاً:

(۱) ترمذی، ابو اب الحدود، باب ماجاء فی حد الساحر، ح ۱٤٦۰۔ حاکم، ج٤ ص ۳٦۰۔ دارقطنی، ج۳ ص ۱۱٤۔ السنن، للبیهقی، ج۸ ص ۱۳٦۔ (۲) ترمذی ایضاً۔

۱)...... حافظ ابن کثیرؒ امام احمد بن حنبلؒ کے حوالے سے رقمطراز ہیں کہ

((صح عن ثلاثة من اصحاب النبی فی قتل الساحر))(۱)

''تین صحابہ سے بسند صحیح ثابت ہے کہ انہوں نے جادوگروں کو قتل کیا تھا۔''

۲)...... اسی طرح حضرت بجالہؒ فرماتے ہیں کہ

''ہمارے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک (حکم نامہ بذریعہ) خط پہنچا کہ

((اقتلوا کل ساحر فقتلنا ثلاث سواحر))

''ہر جادوگر کو قتل کی سزا دو''۔ چنانچہ ہم نے ایک ہی دن میں تین جادوگر قتل کیے۔''(۲)

۳)...... اسی طرح ایک روایت میں ہے: ''حضرت حفصہؓ کی ایک لونڈی نے ان پر جادو کروایا تو انہوں نے اسے قتل کی سزا دلوائی''(۳)

۴)...... امام بخاریؒ نے اپنی کتاب التاریخ الکبیر میں اور بعض اور اہل علم نے بھی اپنی تصنیفات میں ایک روایت نقل کی ہے کہ ابو عثمان نہدیؒ فرماتے ہیں:

''ولید بن عقبہ کے پاس ایک شخص جادوئی عملیات دکھا رہا تھا، اس نے جادو کے ذریعے یہ دکھایا کہ اس نے ایک شخص کو ذبح کر کے اس کا سرتن سے جدا کر دیا ہے، ہمیں یہ دیکھ کر بڑا تعجب ہوا مگر اس نے پھر اس کا سر واپس جوڑ دیا۔ پھر ایک صحابی حضرت جندب رضی اللہ عنہ نے اس جادوگر کو قتل کر دیا۔''(۴)

بعض روایات میں ہے کہ ولید بن عقبہ کے حکم سے اس جادوگر کو پہلے قید میں ڈالا گیا اور بعد میں اسے قتل کیا گیا۔(۵)

---

(۱) تفسیر ابن کثیر، ج۱ ص ۲۱۵۔

(۲) مصنف عبدالرزاق، کتاب اللقطه، باب قتل الساحر، ج ۱۰ ص ۱۸۱،۱۷۹۔ دارمی، ح ۲۵۰۱۔ ابن ابی شیبه، کتاب الحدود، ج ۱۰ ص ۱۳۶۔ السنن، للبیهقی، ج۸، ص ۱۳۶۔ مسند بزار، ح ۱۰۶۰۔ ابو یعلیٰ، ح ۸۶۰۔ بغوی، ح ۳۷۵۰۔

(۳) عبدالرزاق، ایضاً۔ نیز دیکھیے: ابن ابی شیبه، ج۹ ص ۴۱۶۔ السنن الکبریٰ، ج۸ ص ۱۳۶۔ تفسیر ابن کثیر، ج۱ ص ۲۱۵۔ حافظ ابن کثیر نے اس روایت پر صحت کا حکم لگایا ہے۔

(۴) التاریخ الکبیر، للبخاریؒ، ج۲ ص ۲۲۲۔ تاریخ الاسلام، للذهبیؒ، ج۳ ص ۳۔

(۵) دیکھیے: دلائل النبوة، والسنن الکبریٰ، للبیهقی، ج۸، ص ۱۳۶۔

محتاط رائے

بعض علماء احتیاط کے پیش نظر یہ رائے رکھتے ہیں کہ جادوگر کو قتل کی سزا صرف اس صورت میں دی جائے گی جب اس کے جادو کے ذریعے کوئی شخص ہلاک ہوا ہو کیونکہ قصاص کے طور پر جادوگر کی سزا بھی قتل قرار پاتی ہے۔ یا قتل کی سزا جادوگر کو اس وقت دی جائے گی جب اس کا جادو اسے کفر و شرک کا مرتکب بنا چکا ہو اور اس نے اس سے سچی توبہ بھی نہ کی ہو۔ اور اگر وہ توبہ کر لے یا اس کا جادو کفر و شرک تک نہ پہنچا ہو اور نہ ہی اس کے جادو سے کوئی شخص قتل ہوا ہو تو پھر اسے قتل کے علاوہ حسبِ حال کوئی اور سزا دی جائے گی۔ اور یہی رائے زیادہ قوی اور محتاط ہے۔

[8]....جادوگر کی توبہ

کیا جادوگر کو سزا دینے سے پہلے اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا یا بغیر مطالبہ کیے اسے قتل کر دیا جائے گا؟

اس مسئلہ میں بھی اہل علم کا اختلاف ہے۔ بعض اہل علم کے نزدیک جادوگر سے توبہ کی اپیل کیے بغیر ہی اسے اس کے جادو کی وجہ سے قتل کی سزا دی جائے گی جبکہ بعض اہل علم کے نزدیک اگر جادوگر نے اپنے جادو کے ذریعے کسی کو قتل نہیں کیا تو پھر اسے سزا دینے سے پہلے توبہ کا حکم دیا جائے گا اور اگر وہ توبہ کر لے تو اسے قتل کی سزا نہیں دی جائے گی۔ (۱)

یہی آخری رائے قوی ہے، اس لیے کہ سب سے بڑا گناہ شرک ہے اور قرآن و سنت کے مستند دلائل سے ثابت ہے کہ مشرک بھی اپنے شرک سے سچی توبہ کر لے تو اس کا گناہ معاف کر دیا جاتا ہے، لہٰذا جب سچی توبہ کے ذریعے شرک جیسا گناہ معاف ہو سکتا ہے تو جادو کا گناہ تو بالاولیٰ معاف ہو سکتا ہے بشرطیکہ حقوق العباد کے ضمن میں اس پر کوئی ایسا حق اور دعویٰ نہ ہو جو اسے قتل کا مجرم ثابت کرتا ہو۔

(۱) فتح الباری، ج۱ ص ۲۲٤۔ شرح مسلم للنووی، ج۱ ص ۳٦٦۔

باب ۱۹

منکرین جادو اور ان کے اعتراضات کا بیان

گزشتہ صفحات میں قرآن وحدیث کے دلائل کی روشنی میں ہم یہ واضح کر چکے ہیں کہ جادو یک ثابت شدہ حقیقت ہے۔ جو لوگ اس سلسلہ میں مختلف شبہات کی وجہ سے غلط فہمی کا شکار ہوئے، ان کی تشفی کے لیے ان شبہات کا ازالہ بھی ساتھ ساتھ کر دیا گیا ہے، لہٰذا اس تفصیل کا یہاں اعادہ نہیں کیا جائے گا، البتہ اس سلسلہ میں منکرین جادو کے چند مزید اعتراضات اور ان کے جوابات یہاں پیش کیے جا رہے ہیں تا کہ یہ بحث ممکنہ حد تک مکمل ہو جائے۔

۱)...... جادو کو تسلیم کرنا شرک ہے؟

جادو کی حقیقت کا انکار کرنے والے اس سلسلہ میں ایک اعتراض یہ کرتے ہیں کہ ''اگر یہ مان لیا جائے کہ جادو ایک حقیقت ہے اور جادو کے ذریعے کسی کو بیمار کرنا، یا اذیت پہنچانا، یا قتل کر دینا، یا بچوں کی پیدائش روک دینا ممکن ہے تو پھر اس میں اور شرک میں کیا فرق باقی رہا کیونکہ غیر اللہ سے نفع ونقصان کا ایسا ہر عقیدہ شرک ہی تو ہے۔''

اسی طرح بعض لوگ جادو کو اس لیے نہیں مانتے کہ ''جادو کے ذریعے جتنے دعوے کیے جاتے ہیں، وہ سب مافوق الاسباب امور سے تعلق رکھتے ہیں اور اگر کوئی شخص خواہ وہ جادوگر ہو یا کوئی اور، یہ دعویٰ کرے کہ میں مافوق الاسباب کام کر سکتا ہوں تو یہ بھی شرک ہے اور جو کام بذات خود شرک ہو، اسے کیسے مانا جا سکتا ہے!''

جواب:

یہ دونوں اعتراض تقریباً ایک جیسے ہیں، اب ذیل میں ان دونوں کا جواب ملاحظہ فرمائیے:

اگر تو کوئی یہ سمجھے کہ جادو بذات خود مؤثر ہے اور اللہ تعالیٰ کے ارادہ واختیار کو اس میں کوئی

عمل دخل حاصل نہیں تو پھر یقیناً یہ چیز شرک کے زمرے میں آئے گی خواہ یہ سوچ کسی کلمہ گو مسلمان ہی کی کیوں نہ ہو مگر یہ اچھی طرح یاد رکھیے کہ جادو کے بارے میں اسلامی نقطہ نظر یہ نہیں ہے، بلکہ یہ ہے کہ جادو بھی دیگر اسباب کی طرح ایک سبب ہے اور یہ سبب بھی اللہ کے اذن واختیار کے بغیر مؤثر نہیں ہوسکتا۔ اسے سمجھنے کے لیے ایک مثال ملاحظہ فرمائیے:

زہر ایک موذی چیز ہونے کی وجہ سے ہلاکت کا سبب بنتی ہے، لہٰذا جو جاندار بھی زہر کھائے گا، وہ ہلاک ہو جائے گا کیونکہ زہر میں ہلاکت کی یہ تاثیر قدرتی طور پر اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے مگر اللہ چاہے تو کوئی جاندار انتہائی زہریلی چیز کھانے کے باوجود بچ بھی سکتا ہے۔ اور اگر زہر کی طبی تحقیق کر کے دیکھا جائے کہ یہ ہلاکت کا سبب کیوں بنتا ہے تو اس کی کئی وجوہات واَسباب سامنے آتے ہیں اور یہ اَسباب روزِ اول سے انسان کو معلوم نہیں تھے بلکہ صدیوں کی تحقیقات ومشاہدات کے ساتھ رفتہ رفتہ معلوم ہوئے ہیں۔ اب اگر کوئی شخص زہر کی ہلاکت خیزی کی وجہ سے اسے بذات خود ایک مؤثر حقیقت مان لے اور اسے اللہ تعالیٰ کے ارادہ و اختیار کے تابع نہ سمجھے تو وہ صریح غلطی پر ہے اور اس کی اس غلطی کی نشاندہی مذہبی نقطہ نظر ہی سے کی جائے گی۔ اسی طرح جو شخص اس کی ہلاکت خیز تاثیر کے بارے میں سن کر اسے اللہ کا شریک اور مد مقابل چیز سمجھتے ہوئے سرے سے اس کا انکار ہی کر دے تو وہ بھی غلطی پر ہے اور اس کی اس غلطی کی نشاندہی بلا تفریق مذہب ہر صاحب علم کرے گا کیونکہ وہ ایسی چیز کا انکار کر رہا ہے جو ہزار ہا لوگوں کے تجربہ ومشاہدہ سے گزر چکی ہے۔

اسی طرح جادو بھی نقصان پہنچانے والی ایک سببی چیز ہے اور اس کی تائید اول تو مذہبی نقطہ نظر سے ہوتی ہے اور دوم اس بات سے ہوتی ہے کہ ہزار ہا لوگوں نے مشاہدہ وتجربہ سے بھی اسے معلوم کیا ہے۔ ان میں ایسے لوگ بھی شامل ہیں جن کی سچائی، اخلاص اور تقویٰ پر شبہ بھی نہیں کیا جا سکتا۔

علاوہ ازیں جادوگر کے بارے میں یہ سمجھنا کہ وہ ما فوق الاسباب امور میں عمل دخل کی

طاقت رکھتا ہے، فی الواقع ایسا نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جادو کا عمل بالعموم جنات کی مدد سے ہوتا ہے۔ جنات وشیاطین ماہر جادوگروں کے پاس آتے جاتے ہیں، ان کے کئی کام انجام دیتے ہیں، انہیں مختلف خبریں پہنچاتے ہیں، ضرورت پڑنے پر ان کے سامنے کسی محسوس شکل میں بھی آ جاتے ہیں مگر ایک پوشیدہ مخلوق ہونے کی وجہ سے جنات چونکہ ہمیں نظر نہیں آتے، یا مختلف علامتوں کے ذریعے اپنے وجود کا ہمیں احساس نہیں دلاتے، اس لیے ہم سمجھتے ہیں شاید جادوگر جو ہماری ہی طرح ایک عام سا انسان ہے، وہ مافوق الاسباب قسم کے کام کر رہا ہے، حالانکہ وہ اس طرح کا کوئی کام نہیں کرتا اور نہ اس کے لیے ایسا کرنا ممکن ہے بلکہ جنات وشیاطین اس کے لیے عجیب وغریب کام انجام دیتے ہیں۔ اور جنات وشیاطین کا بھی ہر کام مختلف اَسباب ہی کے ساتھ معلق ہوتا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ انہیں انسانوں کی نسبت کچھ زیادہ طاقت اور اختیارات دیے گئے ہیں اور دوسرا یہ کہ ان کے کام کی نوعیت ہمارے سامنے واضح نہیں ہوتی۔ اس لیے ہم سمجھتے ہیں کہ شاید ان کے ذریعے انجام پانے والا عمل ظاہری اسباب کا محتاج نہیں ہے۔

اب یہی بات ذرا واقعاتی و معروضی حقائق کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کریں:

آپ سنتے ہیں کہ جادو کے ذریعے صحت مند کو بیمار یا قتل کیا جا سکتا ہے۔ محبت و مودت کو بغض و عداوت، خوشحالی کو بدحالی اور کامیابی کو ناکامی میں بدلا جا سکتا ہے۔ چلتے کاروبار کو بند کیا جا سکتا ہے۔ شادی اور بچوں کی پیدائش میں رکاوٹ ڈالی جا سکتی ہے، تو بظاہر یہ عجیب سا محسوس ہوتا ہے مگر اس کی وجوہات اگر سمجھ آ جائیں کہ ایسا کیوں ہوتا ہے تو پھر یہ عجیب محسوس نہیں ہوگا۔ اور ایسا اس لیے ہوتا ہے کہ جنات وشیاطین ان کاموں میں جادوگر کی مدد کر رہے ہوتے ہیں مثلاً جادوگر کا جادو اگر کامیاب ہو جائے اور جنات وشیاطین اس کی مدد کے لیے تیار ہو جائیں تو ہوتا یہ ہے کہ جنات وشیاطین متعلقہ شخص کو تنگ کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اس کے فکر و احساس، قلب ونظر اور قویٰ پر قبضہ جما کر اسے اپنے تابع کر لیتے ہیں۔ انسان کی قوت

متخیلہ متاثر ہو تو قوائے جسمانی خود بخود متاثر ہونے لگتے ہیں، چنانچہ جسم کے مختلف حصوں میں ناقابل تشخیص درد اٹھنے لگتی ہے۔ نظام اِنہضام متاثر ہوتا ہے تو صحت روبہ زوال ہونے لگتی ہے، قوت متخیلہ متاثر ہوتی ہے تو دیگر مسائل کے علاوہ میاں بیوی کے باہمی تعلقات میں ناقابل فہم بندش واقع ہونے لگتی ہے۔ اب ایک شخص اس طرح کی عجیب وغریب بیماری میں مبتلا ہو جائے تو صاف ظاہر ہے نہ وہ صحیح طور پر کاروبار میں محنت کر سکے گا، نہ گھربار اور دوست احباب کے تقاضے پورے کر سکے گا، نہ اِزدواجی وخانگی ذمہ داریاں پوری کر سکے گا اور نہ ہی اپنے لیے سکون اور اطمینان محسوس کرے گا۔ اب اس کا نتیجہ ظاہر ہے، یہی ہوگا کہ اس کے تمام شعبہ ہائے زندگی سخت متاثر ہوں گے اور اگر بروقت اور مناسب طریقے سے ان جادوئی اثرات کا علاج نہ کیا جائے، یا جادوئی عملیات کا مسلسل حملہ ہوتا رہے تو یہی پریشانیاں اور بیماریاں انسان کی موت کا سبب بن جاتی ہیں۔

اسی طرح جنات وشیاطین جسم کے اندر نفوذ کر جائیں تو اور مسائل بھی پیدا ہوتے ہیں مثلاً عورت کے نظام تولید پر اگر یہ اثر انداز ہونے میں کامیاب ہو جائیں تو اس سے بچوں کی پیدائش میں رکاوٹ یا ماں کے پیٹ میں بچوں کی موت جیسے مسائل بھی واقع ہونے لگتے ہیں۔ اب ان حقائق کو سمجھنے والا ان چیزوں کو ہرگز مافوق الاسباب امور نہیں سمجھتا اور جسے ان حقائق سے آگاہی نہ ہو وہ کم علمی کی بنیاد پر اس بارے اس طرح کی باتیں کر سکتا ہے یا ان چیزوں کا انکار بھی کر سکتا ہے کیونکہ یہ اس کے علم ومشاہدہ میں نہیں آئیں۔

میں بذات خود ایسے کئی مریضوں کو جانتا ہوں جنہیں ان مسائل کا سامنا رہا اور مدتوں رہا، طبی دنیا میں ان کا مسئلہ ڈاکٹروں اور حکیموں کی سمجھ میں نہیں آیا اور ایسے مسائل چونکہ ایک غیبی مخلوق (جنات وشیاطین) کی مدد سے انجام پا رہے ہوتے ہیں، اس لیے سائنسی تحقیقات سے یہ ہمیشہ بالا رہتے ہیں۔ ایسے ہی ایک جوڑے کا میں نے بھی علاج کیا اور اللہ کے حکم سے انہیں شفا ملی۔ اب ان کے گھر اولاد کی رونق بھی ہے۔

میں یہاں ایک اور حقیقت بھی واضح کرنا چاہتا ہوں، وہ یہ کہ بعض اوقات جنات وشیاطین کی مدد کے بغیر بھی جادو اپنا کام دکھاتا ہے۔ اگرچہ زیادہ تر اہل علم اس بارے یہی رائے رکھتے ہیں کہ جادو ہمیشہ جنات وشیاطین کی مدد سے اثر کرتا ہے مگر میرا علم ومشاہدہ اس بارے یہ کہتا ہے کہ بعض اوقات جادوئی عملیات جنات وشیاطین کی مدد کے بغیر بھی اثر انداز ہوتے ہیں لیکن ایسا کس طرح ہوتا ہے کہ جادوگر کے منہ سے نکلے ہوئے جادوئی منتر اور تعویذ گنڈے بلاواسطہ کسی شخص کو متاثر کر دیں، تو اس کی توجیہ ابھی تک کوئی پیش نہیں کر سکا۔ یقیناً اس کے پیچھے بھی کوئی نہ کوئی اَسباب ضرور ہوں گے اور ہوسکتا ہے وہ جنات وشیاطین ہی کی مدد کی کوئی صورت ہو مگر اس کے واضح نہ ہونے کا بھی یہ مطلب نہیں کہ ہم اس بنیاد پر جادو کی حقیقت کا انکار کر دیں۔ ورنہ اس سے یہ لازم آئے گا کہ آپ کائنات کے ان تمام حقائق کا انکار شروع کر دیں جن کی علت وتوجیہ آپ کے لیے پوشیدہ ہے اور یہ صریح حماقت ہوگی!

۲)...... جادو کوئی سائنٹفک حقیقت نہیں ہے

بعض لوگ جادو کے وجود کا محض اس لیے انکار کر دیتے ہیں کہ اس کا کوئی ایسا سائنٹفک پروف نہیں ہے کہ جسے دو اور دو چار کی طرح تسلیم کرنا ممکن ہو۔

جواب

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جادو کے بارے میں ابھی تک کوئی سائنٹفک پروف سامنے نہیں آیا، لیکن سوال یہ ہے کیا کسی چیز کو ماننے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس کی کوئی سائنٹفک حقیقت ہو یا سائنسی بنیادوں پر اس کا ثبوت فراہم کیا جاسکتا ہو۔ ایک دہریہ، مادہ پرست اور خدا کا منکر تو یہ بات کر سکتا ہے مگر اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھنے والا شخص اس دلیل سے اتفاق نہیں کر سکتا کیونکہ ایک مومن کا عقیدہ شروع ہی غیبیات پر ایمان سے ہوتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ پر ایمان، روز آخرت پر ایمان، حیات بعد الممات اور سزا وجزا پر ایمان، [illegible] نتوں پر ایمان وغیرہ۔ یہ چیزیں ایسی ہیں جن کی سائنسی بنیادوں پر معقول توجیہ اور دلیل پیش کرنا مشکل ہے

بلکہ بعض کی توجیہ تو پیش ہی نہیں کی جاسکتی۔

اسی طرح انبیاء ورسل کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ نے جو معجزات ظاہر فرمائے، وہ بھی سائنسی پیمانوں اور مادی اصولوں پر پورا نہیں اتر سکتے کیونکہ معجزہ تو کہتے ہی اسے ہیں جو سائنسی و مادی (طبعی) اصولوں سے ہٹ کر خالصتاً اللہ کی قدرت کا کرشمہ ہوں۔ اب مسلمانوں میں سے بھی جو لوگ ہر چیز کو سائنسی پیمانوں پر جانچتے ہیں، وہ جادو ہی نہیں معجزات وغیرہ کے بھی صاف منکر ہیں۔

پھر یہ حقیقت بھی سامنے رہنی چاہیے کہ ہر چیز کو سائنسی پیمانوں پر ماپنے والے بھی بہت سی ایسی چیزوں کو ماننے پر مجبور ہیں جن کی ابھی تک کوئی سائنٹفک توجیہ نہیں کی جاسکی۔ انسان کے غور وفکر کا منبع کیا ہے اور وہ کس طرح غور وفکر کا کام انجام دیتا ہے؟ انسان کی روح کیا ہے، کہاں سے آئی اور نکل کر کہاں چلی جاتی ہے، اس روح کو کیسے پکڑا اور قابو کیا جاسکتا ہے۔ یہ سب باتیں ابھی تک سائنسی تحقیقات سے بالا ہیں اور ایک معمہ ہونے کے باوجود انہیں مادہ پرستوں میں بھی تسلیم کیا جاتا ہے۔

۳)......جادو صرف ہندوپاک میں ہے، کہیں اور کیوں نہیں؟

بعض لوگ جادو کا انکار کرتے ہوئے ایک اعتراض یہ بھی کرتے ہیں کہ اگر جادو اتنی ہی خطرناک چیز ہے تو پھر ہندوپاک کے علاوہ باقی دنیا میں اسے کام میں کیوں نہیں لایا جاتا۔

جواب

یہ اعتراض دراصل کم علمی پر مبنی ہے کیونکہ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ ہندوپاک کے علاوہ باقی دنیا میں بھی جادو کو کام میں لایا جاتا رہا ہے اور اب بھی دنیا کے ہر خطے میں ایسے لوگ موجود ہیں جو جادو کو ایک حقیقت سمجھتے ہیں۔ مغربی دنیا میں سائنس اور ٹیکنالوجی کی موجودہ ترقی کے باوجود ایسے لوگ موجود ہیں جو جادوئی عملیات کی تاثیر کے قائل ہیں۔ زیادہ تر عقل پرست ہی ایسی چیزوں کا انکار کرتے ہیں، وہ خواہ مغربی ممالک کے عقل پرست

ہوں یا مشرقی ممالک کے۔ لیکن اس کے باوجود یہود و نصاریٰ میں سے مذہبی سوچ رکھنے والے لوگ جادو کے قائل ہیں، اس لیے کہ ان کی مذہبی کتابوں میں اسے بطور ایک حقیقت کے پیش کیا گیا ہے لیکن جادو کرنے کروانے کو انتہائی ناپسند کیا گیا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ ان کے بہت سے مذہبی سکالر نہ صرف جادو جنات کی تاثیر کے قائل ہیں بلکہ وہ ان چیزوں کے توڑ کے لیے روحانی علاج معالجہ کا کام بھی کرتے ہیں۔

منکرین جادو اگر اس سلسلہ میں مزید تشفی چاہتے ہوں تو وہ شکاگو (امریکہ) سے شائع ہونے والا مشہور و معروف مخزن علوم یعنی 'انسائی کلوپیڈیا بری ٹے نیکا' (Encyclopedia Britannica) کا جادو سے متعلقہ حصہ ملاحظہ کرلیں، یقیناً انہیں اس تاریخی حقیقت سے متعلقہ ایسے بیانات مل جائیں گے کہ ہر دور، مذہب اور ہر خطے میں جادو کے قائلین موجود رہے ہیں اور آج بھی موجود ہیں۔ مزید تفصیل کے لیے درج ذیل کتب بھی دیکھی جاسکتی ہیں:

1- Encyclopedia of Religion and Ethics.

2- Encyclopedia of Religion.

3- Unclean Spirits:Possession and Exorcism in France and England,(Author: D.P.Walker) Scholor press, London.

4- The Christian Healing Ministry (Author:Maddocks,Morris) London: SPCK,1981.

5- Diabolical Possession and Exorcism.

باب ۲۰

جنّات وشیاطین کا بیان

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ جادوگر اور جنات میں باہمی تعلق یا رابطہ ہوتا ہے حتی کہ جادو کو زیادہ سے زیادہ مؤثر بنانے کے لیے جنات وشیاطین ہی بنیادی کردار ادا کرتے ہیں ۔اور حقیقت یہ ہے کہ کوئی جادوگر اس وقت تک صحیح معنوں میں اپنے کالے علم (جادو) میں کامیاب نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ جنات کے ساتھ گہرا تعلق نہ استوار کر لے۔لہٰذا جس جادوگر نے کسی شیطان کے ساتھ دوستی کر لی ہو یا کسی نہ کسی طرح اسے راضی کر رکھا ہو، اسے اپنے میدان میں بہت جلد عروج مل جاتا ہے اور اس کا شیطان جن، جس قدر مضبوط اور طاقتور ہوتا ہے اسی قدر اس کا جادو زور آور ثابت ہوتا ہے۔جادوگروں کی اصطلاح میں انہی شیطانوں کا مؤکل کہا جاتا ہے۔

لوگوں کو تکلیف پہنچانے کے لیے جادوگروں کا چونکہ ان جنوں اور شیطانوں کے ساتھ گہرا اور براہِ راست تعلق ہوتا ہے اور جادو جنات کے علاج کے طریقے بھی قریب قریب ملتے جلتے ہیں، اس لیے جنوں کے حوالے سے کچھ بنیادی معلومات پہلے پیش کی جارہی ہیں۔اس کے بعد جادو اور جنات کے توڑ کا قرآنی وروحانی علاج معالجہ پیش کیا جائے گا۔ان شاء اللہ!

جنوں کا وجود:

بعض لوگ محض اس بنیاد پر جنوں کے وجود سے انکار کرتے ہیں کہ......''اگر جن موجود ہیں تو ہمیں دکھائی کیوں نہیں دیتے......!''

یہ فضول اعتراض ہے، اول تو اس لیے کہ اگرچہ جنات عام طور پر انسانوں کو دکھائی نہیں دیتے بلکہ جنات کو جن کہا بھی اسی لئے جاتا ہے کہ وہ نظروں سے مخفی اور پوشیدہ رہتے

ہیں[1] لیکن اس سے یہ نتیجہ نکالنا درست نہیں کہ ''یہ چونکہ دکھائی نہیں دیتے ، اس لیے ان کا وجود ہی نہیں''۔ کیونکہ یہ بات حقائق کے خلاف ہے ۔ بے شمار چیزیں ہمیں دکھائی نہیں دیتیں مگر اس کے باوجود ہم ان کے وجود کو تسلیم کرتے ہیں مثلاً اللہ تعالیٰ کی ذات ہمیں اس وقت دنیا میں دکھائی نہیں دیتی مگر اس کے باوجود ہم اللہ تعالی پر ایمان رکھتے ہیں ۔ اسی طرح فرشتے ، جنت ، جہنم ، روح وغیرہ بے شمار ایسی چیزوں کو ہم تسلیم کرتے ہیں جو ہماری نگاہوں سے اوجھل ہیں ۔

قرآن مجید میں واضح طور پر جنوں کے وجود کی تصدیق کی گئی ہے ۔ چند آیات اور احادیث ہم ذیل میں ذکر کر رہے ہیں ، جبکہ اس باب میں اس کے علاوہ بے شمار آیات اور احادیث اپنی جگہ پر آئیں گی ۔

(۱) : ﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ ﴾ [سورة الذاريات:٥٦]

''میں نے جنوں اور انسانوں کو محض اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں ۔''

(۲) : ﴿ قُلْ أُوْحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا ﴾

''(اے نبیؐ!) آپ فرما دیجیے کہ مجھے یہ وحی آئی ہے کہ جنوں میں سے بعض نے (مجھ سے قرآن) سنا پھر وہ (اپنی قوم کے پاس جا کر) کہنے لگے کہ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے''۔ [سورة الجن:۱]

(۳) : ﴿ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ إِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ أَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ إِلَّا بِسُلْطٰنٍ ﴾ [سورة الرحمٰن:٣٣]

''اے جن وانس کی جماعت ! اگر تم آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکلنے کی طاقت رکھتے ہو تو نکل جاؤ لیکن تم بغیر قوت کے نہیں نکل سکتے ۔''

(۴) : حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات ہم اللہ کے

(۱) لسان العرب و کتب لغات بذیل مادہ 'جن'۔ اور قرآن مجید میں بھی اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ﴿ إِنَّهُ يَرٰكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهُ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ﴾ (سورة الاعراف،۲۷) ''وہ (شیطان) اور اس کا قبیلہ تمہیں وہاں سے دیکھتا ہے جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھ سکتے''۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ اچانک آپؐ ہم سے جدا ہو گئے۔ہم نے مختلف وادیوں اور گھاٹیوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کیا مگر آپؐ نہ ملے، ہم نے سمجھا شاید آپ کو اغوا کر لیا گیا ہے یا آپؐ راستہ بھول گئے ہیں۔ہم نے وہ رات بڑی تکلیف سے نکالی اور جب صبح ہوئی تو آپؐ غارِ حرا کی طرف سے تشریف لا رہے تھے۔ہم نے کہا یا رسول اللہ! آپ کو گم پا کر ہم تو ساری رات بڑا پریشان رہے۔آپؐ نے فرمایا کہ میرے پاس جنوں کا قاصد آیا تھا اور میں اس کے ساتھ چلا گیا اور جنوں کو جا کر قرآن سنایا۔پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں وہاں لے گئے اور جنوں کے پاؤں اور ان کی آگ کے نشانات ہم کو دکھائے''۔ (۱)

(۵) : حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مؤذن کی اذان کی آواز جو کوئی جن، انسان یا ذی روح چیز سنتی ہے، وہ قیامت کے دن اس کے حق میں گواہی دے گی''۔ (۲)

انسانوں کے علاوہ دیگر مخلوقات جنات وشیاطین کو دیکھتی ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اِذَا سَمِعْتُمْ صِيَاحَ الدِّيْكَةِ فَاسْأَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ، فَاِنَّهَا رَأَتْ مَلَكًا، وَاِذَا سَمِعْتُمْ نَهِيْقَ الْحِمَارِ، فَتَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ ، فَاِنَّهُ رَاٰى شَيْطَانًا)) (۳)

''جب تم مرغ کو بانگ دیتے سنو تو اللہ سے اس کے فضل کا سوال کرو، کیونکہ اس نے [بانگ دیتے وقت] فرشتے کو دیکھا ہے۔اور جب تم گدھے کو آواز نکالتے (ہینگتے) سنو تو شیطان سے اللہ کی پناہ مانگو کیونکہ اس نے (آواز نکالتے وقت) شیطان کو دیکھا ہے''

اسی طرح ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی

---

(۱) مسلم، کتاب الصلاۃ، باب الجهر بالقراۃ فی الصبح والقراۃ علی الجن، ح ۴۵۰۔

(۲) صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الجن، ح ۳۲۹۶۔

(۳) ایضاً، باب خیر مال المسلم غنم یتبع بها شغف الجبال، ح ۳۳۰۳۔ مسلم، ح ۲۷۲۹۔

کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب تم کتوں کو بھونکتے اور گدھوں کو ہینکتے ہوئے سنو تو اللہ کی پناہ طلب کرو کیونکہ یہ ان چیزوں (جنات وشیاطین) کو دیکھتے ہیں جن کو تم نہیں دیکھ پاتے۔''(۱)

جنات کو کب پیدا کیا گیا؟

جنات کو آج سے کتنی صدیاں پہلے پیدا کیا گیا، اس بارے ہمارے پاس کوئی مستند جواب نہیں، البتہ قرآن مجید کے مطالعہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جنوں کو انسانوں کی تخلیق سے پہلے پیدا کیا گیا ہے، چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

﴿ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ وَالْجَانَّ خَلَقْنَاهُ مِن قَبْلُ مِن نَّارِ السَّمُومِ ﴾ [سورة الحجر: ٢٦، ٢٧]

''یقیناً ہم نے انسان کو خشک مٹی سے، جو کہ سڑے ہوئے گارے کی تھی، سے پیدا کیا اور اس سے پہلے جنوں کو ہم نے لو والی آگ سے پیدا کیا تھا۔''

جنات کو کیوں پیدا کیا گیا؟

اللہ تعالیٰ نے جنوں کو بھی انسانوں ہی کی طرح اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے اور انسانوں کی طرح انہیں بھی یہ اختیار دیا ہے کہ چاہے تو وہ اللہ کی عبادت واطاعت کی راہ اختیار کریں اور چاہے تو سرکشی اور نافرمانی کی راہ اختیار کر لیں، لیکن جس طرح انسانوں میں سے بعض اس اختیار کو صحیح استعمال کرتے ہیں اور اللہ کی عبادت واطاعت کی راہ اپنا لیتے ہیں اور بعض کفر وفسق اور معصیتِ خداوندی کی راہ اختیار کر لیتے ہیں، اسی طرح جنوں میں سے بھی بعض جن اپنے ارادہ واختیار کی طاقت کو درست سَمت میں استعمال کرتے ہوئے اللہ کے مطیعِ فرمان (یعنی مسلمان) بن جاتے ہیں جبکہ بہت سے سرکشی اور بغاوت کی راہ چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ خود قرآن مجید میں جنوں کا یہ قول مذکور ہے کہ

(۱) صحیح سنن ابی داؤد، للألبانی، ح٤٢٥٦۔

﴿وَأَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُونَ وَمِنَّا الْقَاسِطُونَ فَمَنْ أَسْلَمَ فَأُولَٰئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا وَأَمَّا الْقَاسِطُونَ فَكَانُوا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا﴾ [سورة الجن: ١٤، ١٥]

''ہاں، ہم میں بعض تو فرمانبردار (یعنی مومن) ہیں اور بعض ظالم ہیں، پس جو فرمانبردار ہو گئے، انہوں نے تو راہِ راست کا قصد کیا اور جو ظالم ہیں وہ جہنم کا ایندھن بن گئے۔''

جنات کو کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے؟

قرآن وسنت کے حوالے سے یہ بات ثابت ہے کہ جنوں کو آگ سے پیدا کیا گیا۔اس کے چند دلائل درج ذیل ہیں:

(۱) : ﴿وَخَلَقَ الْجَانَّ مِن مَّارِجٍ مِّن نَّارٍ﴾ [سورة الرحمٰن:١٥]

''اور جنات کو آگ کے شعلہ سے پیدا کیا گیا ہے۔''

(۲) : ﴿وَالْجَانَّ خَلَقْنَاهُ مِن قَبْلُ مِن نَّارِ السَّمُومِ﴾ [سورة الحجر:٢٧]

''اور جنوں کو ہم نے اس (انسان) سے پہلے خالص آگ سے پیدا کیا۔''

(۳) : حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فرشتے نور سے اور جنات آگ سے پیدا کیے گئے ہیں اور آدم کو اس چیز سے پیدا کیا گیا ہے جو تمہارے لیے بیان کر دی گئی ہے۔ (یعنی مٹی سے)[1]

یہاں ایک اشکال پیدا ہوتا ہے کہ اگر جنوں کو آگ سے پیدا کیا گیا ہے تو پھر انہیں جہنم کی آگ کا عذاب تو کچھ تکلیف نہیں دے گا کیونکہ یہ تو خود آگ ہیں۔ اس اشکال کو حل کرنے کے لیے اگرچہ بہت سے جواب پیش کیے گئے ہیں مگر ہمارے نزدیک اس کا مناسب جواب یہ ہے کہ جو گنہگار جن جہنم میں جائیں گے، انہیں عذاب دینا اللہ کی قدرت کاملہ سے کچھ بعید نہیں۔ البتہ اس عذاب کی کنہ وحقیقت ہم نہیں جانتے!

جن اور شیطان میں فرق:

بعض اوقات جنوں کی جگہ شیطانوں کا اور شیطانوں کی جگہ جنوں کا لفظ استعمال ہوتا ہے،

(۱) مسلم، کتاب الزھد، باب فی احادیث متفرقة، ح٢٩٩٦۔

جس سے یہ مسئلہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ دونوں ایک مخلوق ہیں یا دو الگ الگ مخلوقیں؟

بنیادی طور پر جن اور شیطان دونوں آگ سے پیدا کیے گئے ہیں۔ جنوں کے آگ سے پیدا ہونے کے دلائل گذر چکے ہیں جب کہ شیطان کے آگ سے پیدا کیے جانے کی دلیل خود شیطان کا یہ قول ہے جو قرآن مجید میں اس طرح مذکور ہے:

﴿ أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِي مِنْ نَارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ ﴾ [سورة الاعراف: ١٢]

''شیطان نے کہا کہ میں اس (آدمؑ) سے بہتر ہوں کیونکہ مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا ہے اور اسے مٹی سے پیدا کیا ہے''۔

شیطان نے یہ بات اس وقت کہی جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سمیت اسے بھی یہ حکم دیا تھا کہ سب آدمؑ کو سجدہ کرو، تو شیطان نے ازراہِ تکبر آگے سے یہ جواب دیا: 'مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا ہے اور اسے مٹی سے پیدا کیا ہے!'۔ یہ کہہ کر اس نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔ اسی موقع پر اللہ تعالیٰ نے شیطان کے بارے میں فرمایا:

﴿ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهٖ ﴾ [سورة الكهف: ٥٠]

''وہ جنوں میں سے تھا پس اس نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی۔''

معلوم ہوا کہ جنات اور ابلیس کی جنس ایک ہی ہے۔ اسی طرح قرآن مجید میں ایک اور مقام پر اس بات کی صراحت ہے کہ ابلیس جنات میں سے ایک جن تھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهٖ ﴾ [سورة الكهف: ٥٠]

''اور جس وقت ہم نے حکم دیا فرشتوں کو کہ آدم کے سامنے سجدہ ریز ہو جاؤ، پس سب سجدے میں گر پڑے، سوائے ابلیس کے۔ وہ جنات میں سے تھا، سو اس نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی۔''

اس آیت سے ایک تو یہ بات معلوم ہوئی کہ شیطان جنوں میں سے تھا اور دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ وہ فرشتہ ہرگز نہیں تھا۔ لیکن بعض اہل علم کا خیال ہے کہ'' شیطان فرشتوں میں

سے ایک نیک فرشتہ تھا پھر عبادت و ریاضت کی بدولت بڑے عالی مرتبہ پر فائز ہونے کے بعد متکبر بن چکا تھا اور جب اللہ تعالی نے آدم کے لیے سجدہ کرنے کا اسے حکم دیا تو اس نے صاف انکار کر دیا۔"

لیکن ہم یہ سمجھتے ہیں کہ شیطان کو فرشتوں میں شامل کرنا درج ذیل وجوہات کی بنا پر درست نہیں ہے:

۱۔ قرآن مجید میں شیطان کو جنوں کی جنس قرار دیا گیا ہے۔لہٰذا اسے فرشتہ قرار دینا قرآن مجید کے ان صریح نصوص سے مطابقت نہیں رکھتا۔

۲۔ قرآن وسنت میں کوئی ایک بھی ایسی واضح دلیل موجود نہیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ شیطان جنوں میں سے نہیں بلکہ فرشتوں میں سے تھا۔

۳۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمہم اللہ کی عمومی رائے یہی تھی کہ شیطان جنوں میں سے تھا، البتہ ان میں سے بعض کی طرف بعض ایسی روایات منسوب ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شیطان ابلیس فرشتوں کی جنس سے ہے لیکن ان میں سے اکثر و بیشتر کی اسناد محل نظر ہیں۔[1]

۴۔فرشتے نہ مذکر ہیں نہ مؤنث ۔نہ کھاتے ہیں نہ پیتے۔نہ نکاح کرتے ہیں اور نہ ہی ان میں توالد وتناسل کا کوئی سلسلہ ہے جبکہ جنات میں یہ ساری باتیں پائی جاتی ہیں۔اس پہلو سے جب ہم ابلیس شیطان کے بارے میں غور کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ شیطان ابلیس کی اولاد بھی ہے،اس لیے یہ فرشتوں میں سے نہیں ہوسکتا۔شیطان کی اولاد کا ذکر قرآن مجید میں اس طرح کیا گیا ہے:

﴿ أَفَتَتَّخِذُونَهُ وَذُرِّيَّتَهُ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِي وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ﴾

"کیا تم مجھے چھوڑ کر اس (شیطان) کو اور اس کی اولاد کو دوست بناتے ہو حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں"۔[سورۃ الکھف:۵۰]

(۱) ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں ان روایات پر کلام کیا ہے۔دیکھئے: ابن کثیر، ج۳ ص ۱۴۵، ۱۴۶۔

گزشتہ بحث سے ثابت ہوا کہ جن اور شیطان دونوں بنیادی طور پر ایک ہی جنس (یعنی جنوں کی جنس) سے ہیں اور دونوں آگ سے پید کیے گئے ہیں۔ اس لحاظ سے جنات اور شیاطین میں کوئی فرق نہیں البتہ ایک دوسرے لحاظ سے ان دونوں میں فرق ہے۔ وہ یہ کہ جنوں میں نیک و بد، مسلم و غیر مسلم ہر طرح کے جن پائے جاتے ہیں جبکہ شیاطین عام طور پر ان جنوں کو کہا جاتا ہے جو انتہائی بد، شریر، غیر مسلم اور کافر ہیں۔ گویا ہر وہ جن جو انتہائی سرکش، نافرمان اور اللہ تعالیٰ کا باغی ہو، اسے شیطان کہا جاتا ہے کیونکہ شیطان کا لغوی مطلب ہے: 'سرکش'۔ یہی وجہ ہے کہ انسانوں، جنوں اور جانوروں میں سے جو کوئی سرکشی کرے، اسے عربی لغت کی رو سے 'شیطان' کہہ دیا جاتا ہے۔(۱)

چنانچہ سرکش اور باغی انسانوں کو شیطان قرار دیتے ہوئے قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا﴾ [سورة الانعام: ۱۱۲]

''ہم نے شیطان صفت انسانوں اور جنوں کو ہر پیغمبر کا دشمن بنایا۔ یہ دھوکا دہی کے لیے آپس میں ایک دوسرے کے دل میں ملمع کی ہوئی باتیں ڈالتے رہتے ہیں''۔

علاوہ ازیں صحیح مسلم کی اس روایت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے جس میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''مدینہ کے کچھ جن مسلمان ہو گئے ہیں، تم میں سے جو شخص کوئی سانپ دیکھے تو اسے تین مرتبہ یہ کہے کہ وہ گھر سے نکل جائے اور اس کے باوجود اگر وہ نہ جائے تو اسے قتل کر دو کیونکہ وہ 'شیطان' ہے۔''(۲)

گویا اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے سرکش جنوں کو 'شیطان' قرار دیا ہے۔

(۱) ملاحظہ ہو: لسان العرب، بذیل مادہ 'شطن'۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب السلام، ح ۱٤۱۔

جنات کی اقسام:

جس طرح قوت وطاقت، عادات وصفات، رنگ ومذہب اور وطن ونسل کے لحاظ سے انسانوں کی مختلف اقسام ہیں، اسی طرح جنات کی بھی مختلف اقسام ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''جنات تین قسم کے ہیں: (۱) ہوا میں اڑنے والے (۲) سانپوں اور کتوں کی شکل اختیار کر لینے والے، (۳) مختلف جگہ پڑاؤ اور کوچ کرنے والے۔''[۱]

بعض اہل علم نے اپنے علم وتجربے کی بنیاد پر جنات کو مختلف اقسام ودرجات میں تقسیم کیا ہے مثلاً کہا جاتا ہے کہ ''جب جنات کا عمومی انداز میں تذکرہ ہو تو ان کے لیے جِنّیٌ یا جِنٌّ کا لفظ بولا جاتا ہے۔ جب انسانوں کی آبادیوں میں بسنے والے جنات کا ذکر ہو تو ان کے لیے عَامِرٌ اور عَمَّارٌ کا لفظ بولا جاتا ہے۔ جب ان جنات کا بیان مقصود ہو جو بچوں کو تنگ کرتے ہیں تو ان کے لیے اَرْوَاحُ (یعنی بدروحیں) کا لفظ بولا جاتا ہے۔ جب خبیث اور ہٹ دھرم قسم کے جنات کا ذکر کیا جائے تو ان کے لیے شَیطَانٌ کا لفظ بولا جاتا ہے۔ جب ان جنات کی خباثت اور سرکشی حد سے بڑھ جائے تو انہیں مَارِدُ (سرکش) کا نام دیا جاتا ہے اور جو جنات قوت وطاقت اور طغیانی وسرکشی میں ان سے بھی بڑھ کر ہوں، انہیں عِفرِیْتٌ کہا جاتا ہے۔''[۲]

جنات کی خوراک

صحیح اَحادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ جن بھی انسانوں کی طرح کھانے پینے والی مخلوق ہے۔ نیز یہ بھی ثابت ہے کہ جنات اپنی خوراک دو طرح سے حاصل کرتے ہیں:

(۱)...... ایک تو وہ خوراک جو انسان کھاتے ہیں اور یہ جنات بھی چوری چھپے ان کے ساتھ شامل ہو کر اسے کھا لیتے ہیں جیسا کہ درج ذیل اَحادیث سے یہ بات ثابت ہے:

---

(۱) صحیح الجامع الصغیر للألبانی، ج ۳۱۱٤ ـ مستدرك حاکم، ج ۲ ص ٤٥٦ ـ الاسماء والصفات، للبیهقی، ص ۳۸۸ ـ

(۲) دیکھیے: آکام المرجان، ص ۸ ـ

(۳) صحیح مسلم: کتاب الاشربة: باب آداب الطعام ...... ح ۲۰۱۲ ـ

۱۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کھانا کھاؤ تو دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور جب پانی پیو تو دائیں ہاتھ سے پیو کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا اور بائیں ہی سے پیتا ہے۔ (۱)

۲۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب ہم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی کھانے میں حاضر ہوتے تو اس وقت تک کھانے کے لیے اپنا ہاتھ آگے نہ بڑھاتے جب تک کہ آپؐ شروع نہ فرمالیتے۔ ایک مرتبہ ہم آپ کے ساتھ کھانے کے لیے حاضر تھے کہ ایک لڑکی اس طرح بھاگ کر آئی کہ گویا اسے کوئی دھکیل کر لایا ہے، وہ اپنا ہاتھ کھانے کے لیے بڑھانا چاہتی تھی کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ پھر اسی طرح ایک دیہاتی آیا گویا کوئی اسے بھی دھکیل کر لایا ہو۔ آپؐ نے اس کا بھی ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا کہ شیطان اس کھانے کو اپنے لیے حلال سمجھتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا ہو۔ اور اس لیے شیطان اس لڑکی کو دھکیل کر لایا تا کہ اس کے ساتھ وہ کھانا حلال کر سکے۔ مگر میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا تھا پھر شیطان اس کو دھکیل کر لایا تا کہ اس کے ذریعے کھانا اپنے لیے حلال کر سکے مگر میں نے اس کا بھی ہاتھ پکڑ لیا۔ قسم اس ذات کی! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، بلاشبہ شیطان کا ہاتھ ان دونوں کے ہاتھوں سمیت میرے ہاتھ میں ہے......! (۲)

(۲)......اس کے علاوہ جنات کی الگ اور مستقل خوراک کا تذکرہ اَحادیث میں ملتا ہے مثلاً حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنوں نے مجھ سے اپنی خوراک کے بارے میں سوال کیا تو میں نے کہا:

((لَكُمْ كُلُّ عَظْمٍ فِيْ اَيْدِيْكُمْ اَوْفَرَ مَا يَكُوْنُ لَحْمًا وَكُلُّ بَعْرَةٍ عَلَفٌ لِدَ وَابِكُمْ ......فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَنْجُوْا بِهِمَا فَاِنَّهُمَا طَعَامُ اِخْوَانِكُمْ))

”ہر وہ ہڈی جس پر اللہ کا نام لیا جائے، وہ تمہاری خوراک ہے اور اللہ کا نام لینے کی

(۱) صحیح مسلم: کتاب الاشربۃ : باب آداب الطعام، ح۲۰۲۰۔ (۲) ایضاً، ح۲۰۱۷۔

برکت سے وہ تمہارے ہاتھوں میں گوشت سے بھر پور ہو جائے گی اور مینگنیاں تمہارے جانوروں کا چارہ ہیں ...... پھر اللہ کے رسول ﷺ نے (صحابہ رضی اللہ عنہم سے) فرمایا کہ ان دونوں چیزوں سے استنجا نہ کرو کیونکہ یہ ہمارے ان بھائیوں (یعنی مسلمان جنوں) کی خوراک ہے۔"(1)

جنات کی رہائش:

تجربہ کی بنیاد پر یہ بات کہی جاتی ہے کہ جنات عموماً ویران مقامات مثلاً کھنڈرات، قبرستانوں، جنگلوں، پہاڑوں، صحراؤں، دریاؤں، جزیروں اور غاروں وغیرہ میں رہائش رکھتے ہیں۔ جن گھروں میں رہائش نہ ہو یا وہاں اللہ کا نام نہ لیا جاتا ہو وہاں بھی جنات بسیرا کر لیتے ہیں۔ اسی طرح ایک حدیث میں بازار کو بھی جنات وشیاطین کا میدانِ جنگ کہا گیا ہے۔(2)

بعض اہل علم کے بقول مسلمان اور متقی جنات خاص طور پر بیت اللہ کا قرب وجوار، اور مکہ ومدینہ جیسے معزز وافضل شہروں اور مسجدوں وغیرہ جیسی پاک جگہ کو اپنی رہائش کے لیے منتخب کرتے ہیں اور ان کے برعکس شریر اور غیر مسلم جن، گندی جگہوں مثلاً بیت الخلاء، کوڑا کرکٹ کے ڈھیر اور معنوی یا حسّی طور پر نجاست سے لبریز جگہوں اور کفر وشرک اور برائی کے اڈوں کو اپنی رہائش کے لیے پسند کرتے ہیں۔ اسی لیے آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم بیت الخلاء میں داخل ہونے لگو تو یہ دعا پڑھ لیا کرو:

((اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ))

"یا اللہ! میں جنوں اور جنیوں (چڑیلوں) سے بچاؤ کے لیے تیری پناہ میں آتا ہوں"(3)

ایک روایت میں واضح طور پر یہ بات موجود ہے کہ

"ان گندی جگہوں پر شیطان رہتے ہیں، لہٰذا جب کوئی بیت الخلاء میں جائے تو یہ دعا

(1) ایضاً، کتاب الصلاۃ، باب الجهر بالقراءۃ فی الصبح، ح ٤٥٠۔

(2) مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل ام سلمة، ح ٢٤٥١، ٢٣٤٥١۔

(3) صحیح البخاری، کتاب الوضو، باب مایقول عند الخلاء۔

(درج بالا) پڑھ لیا کرے۔"(۱)

جنات وشیاطین کی شکل وصورت:

جنات وشیاطین کی اپنی اصل شکل وصورت کیسی ہے، اس کے بارے یقین وقطعیت کے ساتھ کچھ کہنا مشکل ہے، اس لیے کہ قرآن وحدیث میں اس بارے صراحت کے ساتھ کچھ نہیں بتایا گیا۔ علاوہ ازیں جنات چونکہ انسانوں کو نظر نہ آنے والی مخلوق ہے، اس لیے مشاہدہ کی بنیاد پر بھی اس بارے کوئی رائے نہیں دی جا سکتی۔ جنات یا تو کسی فرضی شکل میں انسانوں کے پاس آتے ہیں جو خوبصورت بھی ہو سکتی ہے اور بدصورت بھی۔ یا پھر ایسے ہیولیٰ اور دھواں نما حالت میں کہ اسے الفاظ سے بیان کرنا ممکن نہیں ہوتا۔

کیا جن اپنی شکل تبدیل کر سکتا ہے؟

قرآن وسنت سے ثابت ہے کہ جن اپنی شکل تبدیل کر سکتے ہیں چند دلائل ملاحظہ ہوں۔

۱ : سورۂ انفال میں جنگ بدر کے حوالے سے مذکور درج ذیل چند آیات ملاحظہ فرمائیں:

﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّرِئَاءَ النَّاسِ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ وَإِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ أَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَإِنِّي جَارٌ لَّكُمْ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتَانِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَقَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِّنْكُمْ إِنِّي أَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ إِنِّي أَخَافُ اللّٰهَ وَاللّٰهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾

"ان لوگوں جیسے نہ بنو جو اِتراتے ہوئے اور لوگوں میں خود نمائی کرتے ہوئے اپنے گھروں سے چلے اور اللہ کی راہ سے روکتے تھے۔ جو کچھ وہ کر رہے ہیں اللہ اسے گھیر لینے والا ہے جبکہ ان کے اعمال، شیطان انہیں زینت دار دکھا رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ لوگوں میں سے کوئی بھی آج تم پر غالب نہیں آ سکتا۔ میں خود بھی تمہارا حمایتی ہوں لیکن جب دونوں جماعتیں نمودار ہوئیں تو اپنی ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹ گیا اور کہنے لگا کہ میں تو تم سے بری ہوں۔ میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے۔ میں اللہ سے ڈرتا

(۱) مستدرك حاكم، ج۱ ص۱۸۷۔ امام حاکمؒ اور ذہبیؒ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

ہوں اور اللہ تعالیٰ سخت عذاب والا ہے۔" [سورۃ الانفال :٤٤٧]

ان آیات کی تفسیر میں مفسرین نے لکھا ہے کہ جب مشرکینِ مکہ جنگ بدر کے لیے روانہ ہوئے تو شیطان سراقہ بن مالک نامی ایک مشرک سردار کا روپ دھار کر آیا تھا اور انہیں اپنے اور اپنے قبیلے بنوبکر بن کنانہ کے تعاون کا بھرپور وعدہ دلایا کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔اس نے بنوبکر قبیلے کے تعاون کا یہ وعدہ اس لیے دلایا کیونکہ یہ قبیلہ قریش مکہ کا حریف تھا[(۱)]۔ اور قریش مکہ کو اس طرح اس قبیلے کی طرف سے کسی بھی طرح کی کارروائی سے بے خوف کیا جا سکتا تھا۔

۲ : حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مدینہ میں کچھ جنوں نے اسلام قبول کرلیا ہے لہٰذا اگر تم کوئی سانپ دیکھو تو اسے تین مرتبہ اذن (حکم) دو کہ وہ چلا جائے اور اگر وہ اس کے بعد بھی نہ جائے تو اسے قتل کردو کیونکہ وہ شیطان ہے۔"[(۲)]

۳: حضرت ابو سائب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے ملاقات کے لیے گیا تو وہ نماز میں مشغول تھے چنانچہ میں ان کے انتظار میں بیٹھ گیا، دریں اثناء ان کے گھر کے ایک طرف ان کے بستر کے نیچے سے مجھے سانپ کی حرکت محسوس ہوئی اور میں نے دیکھا تو واقعی سانپ تھا، چنانچہ میں اسے مارنے کے لیے آگے بڑھا تو ابو سعید رضی اللہ عنہ نے مجھے اشارہ کیا کہ بیٹھے رہو۔ میں بیٹھ گیا اور جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو انہوں نے مجھے ایک گھر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ وہاں ایک نو بیاہتا جوڑا رہتا تھا۔ جب ہم جنگ خندق میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے تو اس شخص نے دوپہر کے وقت آپؐ سے اپنے گھر جانے کی اجازت طلب کی۔ آپؐ نے اسے فرمایا کہ مجھے بنوقریظہ کے یہودیوں سے خطرہ ہے، لہٰذا تم اپنا ہتھیار بھی ساتھ لے جاؤ۔

جب وہ صحابی رضی اللہ عنہ اپنے گھر کے قریب پہنچا تو اس کی بیوی گھر کی دہلیز پر کھڑی تھی۔اس

(۱) دیکھیے : تفسیر ابن کثیر،تفسیر قرطبی ، تفسیر فتح القدیر،بذیل آیت مذکورہ۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب السلام، باب اجتناب لمجذوم ونحوه ،ح۲۲۳٦،١٤١۔

صحابی کی غیرت نے جوش مارا اور اس نے اس پر حملہ کرنے کے لیے اپنا نیزہ تان لیا۔ اس کی بیوی نے کہا کہ اپنا نیزہ دور رکھو اور پہلے گھر میں داخل ہو کر دیکھو کہ کس چیز نے مجھے باہر نکلنے پر مجبور کیا ہے۔ وہ گھر میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ بستر پر ایک بہت بڑا سانپ کنڈلی مارے بیٹھا ہے، اس نے فوراً سانپ کو اپنا نیزہ چبھویا اور اسے نیزہ میں پرو کر نیزہ صحن میں گاڑ دیا۔ وہ سانپ نیزے پر تڑپنے لگا اور پھر یہ معلوم نہیں کہ سانپ پہلے مرا، یا اسے مارنے والا صحابی؟ پھر حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور آپ کو اس واقعہ کی اطلاع دی اور فرمائش کی کہ آپؐ اللہ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس کو زندہ کر دیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ اپنے ساتھی کے لیے استغفار کرو پھر فرمایا کہ مدینہ میں کچھ جنوں نے اسلام قبول کر لیا ہے لہٰذا جب تم کوئی جن (سانپ وغیرہ کی شکل میں) دیکھو تو اسے تین دن تک (اور بعض روایات میں ہے: تین مرتبہ) نکل جانے کی وارننگ دو۔ پھر اس کے باوجود اگر وہ نہ جائے تو اسے قتل کر دو کیونکہ وہ شیطان ہے۔"[1]

معلوم ہوا کہ وہ سانپ اصل میں جن تھا جس نے اپنا روپ بدلا ہوا تھا۔

٤: اسی طرح حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کا ایک معروف واقعہ ہے کہ وہ صدقہ کی کھجوروں کی حفاظت پر مامور تھے کہ شیطان ایک آدمی کی شکل میں آ کر چوری کرنے لگا۔ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے اسے پکڑ لیا اور اس کی منت سماجت کی وجہ سے اسے چھوڑ دیا۔ تین دن مسلسل ایسا ہوتا رہا کہ وہ شیطان انسانی روپ میں آتا مگر ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ اسے ہر مرتبہ پکڑ لیتے۔ پھر تیسرے دن اس نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ مجھے چھوڑ دو میں تمہیں ایسا وظیفہ بتاتا ہوں کہ اگر تم سوتے وقت اسے پڑھ لو تو صبح تک شیطان تمہارے قریب نہیں آئے گا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک محافظ تمہارے لیے مقرر کر دیا جائے گا پھر اس نے کہا تم آیۃ الکرسی پڑھ لیا کرو حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے اللہ کے رسول

---

(۱) صحیح مسلم: کتاب السلام، باب قتل الحیات و غیرھا، ح ۲۲۳۶، ۱۳۹۔

ﷺ کے پاس اس کا ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ وہ شیطان تھا...... خود تو جھوٹا تھا مگر تمہیں سچی بات بتا گیا ہے۔ (۱)

مذکورہ بالا دلائل سے ثابت ہوا کہ شیاطین و جنات اپنی شکلیں تبدیل کر سکتے ہیں لیکن یہ شکلوں کی تبدیلی کیسے اور کیونکر ہوتی ہے اس کی کنہ و حقیقت اور کیفیت ہم نہیں جانتے۔

جنات حضور نبی کریمؐ کی شکل اختیار نہیں کر سکتے!

اَحادیث ہی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جنات و شیاطین حضور نبی کریمؐ کی شکل اختیار نہیں کر سکتے، جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ رَآنِیْ فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِیْ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ لَایَتَمَثَّلُ بِیْ)) (۲)

"جس نے خواب میں مجھے دیکھا اس نے واقعی مجھے دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کرسکتا"۔

شیطان اللہ کے رسول ﷺ کی صورت تو ہرگز اختیار نہیں کرسکتا مگر وہ یہ ضرور کرسکتا ہے کہ کسی اور خوب صورت شکل میں آ کر کہے کہ میں تمہارا نبی ہوں اور اس طرح لوگوں کو دھوکا دے۔ اس دھوکا سے بچاؤ کی اہلِ علم ایک تدبیر تو یہ بتاتے ہیں کہ ہم نے چونکہ نبی کریم ﷺ کو حالتِ حیات میں دیکھا نہیں اس لیے ہم آپ کو پہچان ہی نہیں سکتے لہٰذا ایسا کوئی معاملہ ہو تو فوراً سمجھ لینا چاہئے کہ لامحالہ ایسی تصویر شیطان ہی کی ہوگی۔

دوسری تدبیر یہ بتائی جاتی ہے کہ خواب میں جو صورت دکھائی گئی ہو، اگر وہ غیر شرعی حالت میں نہ ہو اور نہ ہی وہ کوئی خلافِ شرع حکم دے تو پھر ممکن ہے کہ وہ نبی کریمؐ کی تصویر ہو، اور شیطان نہ ہو۔ واللہ اعلم!

جنات کی شادیاں اور اولاد:

قرآن وسنت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جنات میں مذکر و مؤنث کا تصور موجود ہے

(۱) صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن، باب فضل سورۃ البقرۃ، ح ۵۰۱۰۔

(۲) ایضاً، کتاب التعبیر، باب من رأی النبیؐ فی المنام، ح ۶۹۹۴۔ مسلم ۲۲۶۶، ۲۲۶۸۔

اور ان میں بھی آپس میں شادی بیاہ، عشق ومحبت اور زنا کاری وفحاشی وغیرہ جیسے تمام کام اسی طرح پائے جاتے ہیں جس طرح یہ انسانوں میں پائے جاتے ہیں۔ جنات کی اولاد کے بارے میں قرآن مجید میں ہے کہ

﴿ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ﴾

''اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ تم آدمؑ کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے، جو جنوں میں سے تھا۔ اس نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی۔ کیا پھر بھی تم مجھے چھوڑ کر اسے اور اس کی اولاد کو اپنا دوست بنا رہے ہو؟ حالانکہ وہ تم سب کے دشمن ہیں۔ ایسے ظالموں کا کیا ہی برا بدل ہے۔'' [سورۃ الکھف ۵۰]

اس سے معلوم ہوا کہ جنوں کی شادیاں ہوتی ہیں تبھی تو ان کی اولاد کے بارے میں بتایا گیا ہے۔ اسی طرح اَحادیث میں بیت الخلاء میں داخل ہونے کی جو یہ دعا مذکور ہے: ((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ)) ''یا اللہ! میں جنوں اور جنیوں (چڑیلوں) سے بچاؤ کے لیے تیری پناہ میں آتا ہوں۔''

اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جنات میں نر اور مادہ دونوں پائے جاتے ہیں۔

جنات کی سرعتِ رفتار:

جنات وشیاطین کو جس سرعتِ رفتار سے نوازا گیا وہ انسانوں کو حاصل نہیں مثلاً حضرت سلیمان علیہ السلام کے واقعہ میں مذکور ہے کہ

﴿ قَالَ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ وَاِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ ﴾

''جب آپ (یعنی حضرت سلیمانؑ) نے کہا: اے سردارو! تم میں سے کوئی ہے جو اِن (یعنی اہلِ یمن) کے مسلمان ہو کر پہنچنے سے پہلے ہی اس ('سبا' نامی ملکۂ یمن) کا تخت

مجھے لا دے؟ ایک قوی ہیکل جن کہنے لگا کہ آپ کے اپنی اس مجلس سے اٹھنے سے پہلے ہی میں اسے آپ کے پاس لا دیتا ہوں اور یقین مانیے کہ میں اس پر قادر ہوں اور ہوں بھی امانت دار"۔ [سورۃ النمل:۳۸،۳۹]

کہا جاتا ہے کہ حضرت سلیمانؑ اس وقت یروشلم میں تھے اور وہاں سے ملکۂ سبا کا تخت تقریباً ڈیڑھ دو ہزار کلومیٹر دور تھا۔ اور یہ عرش تھا بھی بہت وزنی۔ مگر قوی ہیکل جن نے کہا کہ میں آپ کی یہ مجلس برخواست ہونے سے پہلے پہلے یہ عرش آپ کی خدمت میں حاضر کر سکتا ہوں۔ ظاہر ہے کہ یہ کام ایک انسان بغیر مادی اسباب کے نہیں کر سکتا مگر جنوں کو اتنی سرعت رفتار اور قوت وطاقت سے نوازا گیا ہے......!

جنات کی فضاؤں میں اُڑان:

جنات کو فضاؤں میں اڑنے اور سرعتِ رفتار سے ایک جگہ سے دوسرے جگہ جانے کی قوت بھی دی گئی ہے حتی کہ جنات زمین سے آسمانوں میں بھی پہنچ جاتے ہیں اور وہاں اللہ تعالیٰ کی فرشتوں کے ساتھ دنیوی اُمور کے حوالے سے جو مجلس ہوتی ہے، اسے سننے اور راز چوری کرنے کی یہ کوشش بھی کرتے ہیں۔

بے پناہ قوت وطاقت، تجربہ وذہانت اور عقل وشعور!

درج ذیل آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ جنات کو بے پناہ قوت وطاقت، تجربہ وذہانت اور عقل وشعور سے نوازا گیا ہے:

﴿ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِإِذْنِ رَبِّهٖ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ﴾ [سورۃ السبا:۱۲،۱۳]

"اور اس کے رب کے حکم سے بعض جنات اس (سلیمانؑ) کی ماتحتی میں اس کے سامنے کام کرتے تھے اور ان میں سے جو بھی ہمارے حکم کی سرتابی کرے ہم اسے بھڑکتی

ہوئی آگ کے عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔ جو کچھ سلیمانؑ چاہتے جنات تیار کر دیتے مثلاً قلعے، مجسمے، بڑے بڑے حوض جیسے لگن اور اپنی جگہ سے نہ ہٹنے والی بھاری دیگیں''۔

جنات وشیاطین زبردستی کسی کو گمراہ نہیں کر سکتے......!

اللہ تعالیٰ کے نیک، صالح بندوں پر جنات وشیاطین غلبہ نہیں پا سکتے اور نہ ہی زبردستی کسی کو گمراہ کر سکتے ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿ إِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ إِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ﴾

''بلاشبہ میرے (صالح) بندوں پر تجھے کوئی غلبہ نہیں لیکن ہاں جو گمراہ لوگ ہوں گے وہی تیری پیروی کریں گے۔'' [سورۃ الحجر:۴۲]

اسی طرح جہنم میں جانے کے بعد شیطان ابلیس خود جہنمی لوگوں سے کہے گا:

﴿ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطَانٍ إِلَّا أَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْا أَنْفُسَكُمْ...... ﴾ [سورۃ ابراھیم:۲۲]

''میرا تم پر کچھ زور نہ تھا سوائے اس کے کہ میں نے تمہیں (اپنی طرف) بلایا تو تم نے میری بات مان لی، لہٰذا (آج) تم مجھے ملامت نہ کرو بلکہ اپنے آپ کو ملامت کرو۔''

بعض نیک لوگوں سے جنات وشیاطین ڈرتے ہیں!

صحیح بخاری میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

((وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ مَا لَقِيَكَ الشَّيْطَانُ قَطُّ سَالِكًا فَجًّا إِلَّا سَلَكَ فَجًّا غَيْرَ فَجِّكَ))

''اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، جب کبھی شیطان کسی راستے سے تمہیں آتا ہوا دیکھ لیتا ہے تو وہ اس راستے کو چھوڑ کر کسی اور راستے کی طرف بھاگ جاتا ہے۔''(۱)

(۱) صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة ابلیس وجنوده، ح۳۲۹۴۔

اسی طرح ایک روایت میں صراحت کے ساتھ آنحضرت ﷺ کا یہ فرمان موجود ہے کہ
((إِنَّ الشَّيْطَانَ لَيَخَافُ مِنْكَ يَاعُمَرُ)) ''اے عمر! شیطان تجھ سے ڈرتا ہے۔''(۱)

جنات وشیاطین قرآن جیسا معجزہ لانے سے قاصر ہیں!

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں تمام انس وجن کو یہ چیلنج دیا کہ
﴿ قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ﴾ [سورة الاسراء:۸۸]
''(اے نبیؐ!) آپ کہہ دیجیے کہ اگر تمام انسان اور جنات مل کر اس قرآن کے مثل لانا چاہیں تو ان سب سے اس کے مثل لانا، ناممکن ہے گو وہ (آپس میں) ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جائیں۔''
چنانچہ کفار اور غیر مسلم انسانوں کی طرح جنات وشیاطین بھی آج تک اس چیلنج کا جواب نہ دے سکے اور نہ رہتی دنیا تک ان کے لیے ایسا کرنا ممکن ہے۔

جنات وشیاطین بند اور ڈھکی ہوئی چیز کو کھول نہیں سکتے!

جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:
((إِذَا كَانَ جُنْحُ اللَّيْلِ فَكُفُّوا صِبْيَانَكُمْ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ تَنْتَشِرُ حِينَئِذٍ فَإِذَا ذَهَبَ سَاعَةٌ مِّنَ اللَّيْلِ فَخَلُّوهُمْ وَاغْلِقُوا الْأَبْوَابَ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَفْتَحُ بَابًا مُغْلَقًا))(۲)
''جب شام کا اندھیرا پھیلنے لگے تو اپنے بچوں کو گھروں میں روک کر رکھو کیونکہ اس وقت جنات پھیلتے ہیں۔ البتہ جب رات کا کچھ حصہ گزر جائے تو پھر انہیں چھوڑ سکتے ہو۔ اور اللہ کا نام لے کر (یعنی بسم اللہ پڑھ کر) دروازے بند کرلو کیونکہ جن کسی بند دروازے کو

(۱) صحیح سنن ترمذی، للألبانی، ح۲۹۱۳۔
(۲) بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة ابلیس، ح۳۳۰۴۔ صحیح مسلم، ح۲۰۱۲۔

نہیں کھول سکتا۔'' (بشرطیکہ وہ اللہ کا نام لے کر بند کیا گیا ہو)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''برتن ڈھک دو، مشک کا منہ باندھ دو، دروازہ بند کردو، چراغ بجھادو کیونکہ شیطان نہ مشک کا منہ کھول سکتا ہے، نہ بند دروازہ کھول سکتا ہے اور نہ ہی ڈھکا ہوا برتن ننگا کر سکتا ہے۔ اور اگر کوئی اتنا ہی کرسکتا ہے کہ برتن پر لکڑی (شاخ) رکھ دے یا بسم اللہ پڑھ لے، تو اسے یہی کر لینا چاہیے۔''[1]

جنات وشیاطین، انسانوں کی آبادی پر حملہ آور نہیں ہو سکتے......!

جنات وشیاطین کے حملے اگرچہ غیر مرئی شکل میں ہوتے ہیں اور کبھی کبھار یہ کسی انسان پر جسمانی حملے بھی کرتے ہیں مگر ایسا کبھی نہیں ہوا کہ جنات وشیاطین کے کسی لشکر نے انسانوں کی بستی پر حملہ کر کے انہیں ملیامیٹ کیا ہو۔

جنات کو موت بھی آتی ہے:

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اس کائنات میں ہر جاندار کو موت آتی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ﴾ [سورۃ آل عمران:۱۸۵]

''ہر جان نے موت کو چکھنا ہے''۔

اسی طرح سورۃ الرحمٰن میں ہے:

﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقَى وَجْهُ رَبِّكَ ذُوالْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ﴾

''زمین پر جو ہیں سب فنا ہونے والے ہیں، صرف تیرے رب کی ذات جو عظمت اور عزت والی ہے، وہی باقی رہ جائے گی۔'' [سورۃ الرحمٰن:۲۶،۲۷]

(۱) صحیح مسلم ایضاً، ح۹۶-۲۰۱۲۔

اسی طرح ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ کی یہ دعا مذکور ہے:

((اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِعِزَّتِكَ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ وَالْجِنُّ وَالْاِنْسُ یَمُوْتُوْنَ))

''یا اللہ! میں تیری عزت کے ساتھ تیری پناہ مانگتا ہوں، تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں، تو وہ ذات ہے جسے موت نہیں آتی جبکہ جن وانس کو موت آتی ہے۔''(۱)

یاد رہے کہ جنات وشیاطین میں سے شیطان اکبر یعنی ابلیس قیامت تک کے لیے موت سے اس لحاظ سے مستثنیٰ ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لیے زندگی دے رکھی ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی بہت سی حکمتیں کارفرما ہیں۔ تفصیل کے لیے ہماری کتاب: انسان اور شیطان ملاحظہ فرمائیں۔

جنات جنت میں جائیں گے یا جہنم میں؟

گزشتہ سطور میں ''جنات کی اقسام'' کے تحت یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ جنوں میں مسلمان بھی ہوتے ہیں اور غیر مسلم بھی جیسا کہ سورۃ الجن کی آیت چودہ اور پندرہ میں اس بات کی صراحت موجود ہے، اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ مسلمان جن جنت میں اور غیر مسلم جن جہنم میں جائیں گے۔ اس بارے امام ابن تیمیہؒ رقم طراز ہیں:

''اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ کافر جن جہنم میں داخل کیے جائیں گے اور جمہور اہل علم کے بقول مسلمان جن جنت میں جائیں گے۔''(۲)

......☆......

(۱) صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب: وھو العزیز الحکیم۔ صحیح مسلم، ح۲۰۸۶۔

(۲) مجموع الفتاوی، ج۱۹ ص۳۸۔

باب ۲۱

انسان اور جادو، جنات کا بیان

اس باب میں قرآن و حدیث کے دلائل کی روشنی میں ہم یہ واضح کریں گے کہ جادو، جنات کے اثرات سے انسان متاثر ہوسکتا ہے۔ نیز یہ اثرات کس حد تک ہو سکتے ہیں، اس کی تفصیل بھی ساتھ ہی ذکر کی جارہی ہے۔

انسان اور جادو

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ انسان جادو جنات کے اثرات کا شکار ہوسکتا ہے جیسا کہ کتاب ہٰذا کے پہلے باب ''جادو کا بیان'' کے تحت ہم نے قرآن وحدیث کی روشنی میں ایسے دلائل کا ذکر کیا ہے۔ ان میں ایک دلیل خود نبی کریم ﷺ کا جسمانی طور پر جادو سے متاثر ہونے سے متعلق بھی تھی جس سے کم از کم یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اگر پیغمبر پر جادو کا اثر ہوسکتا ہے، خواہ وہ کتنا ہی معمولی کیوں نہ ہو تو پھر عام انسانوں پر بھی اس کا اثر بالاولیٰ ہوسکتا ہے۔ اس موضوع کی تفصیلات پہلے باب کے تحت گزر چکی ہیں۔

انسان اور جنات

جس طرح انسان اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ ایک مخلوق ہے، اسی طرح جنات بھی اللہ ہی کی پیدا کردہ مخلوق ہیں اور بنیادی طور پر انہیں بھی انسانوں ہی کی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت واطاعت کے لیے پیدا کیا ہے۔ یہ دونوں مخلوقیں اگر چہ اپنی پیدائش، عادات وصفات اور وسائل وضروریات کے لحاظ سے ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں، تاہم یہ دونوں اسی ایک جہاں میں آباد ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ جنات اپنی اصل شکل میں انسانوں کو نظر نہیں آتے مگر وہ انسانوں کو ہر آن دیکھ سکتے ہیں۔ اس لیے جب وہ انسانوں کو کوئی نقصان پہنچاتے ہیں تو بالعموم دیکھتے اور سمجھتے بوجھتے پہنچاتے ہیں اور اگر انسانوں کے ہاتھوں انہیں کوئی نقصان

پہنچتا ہے تو بالعموم غیر شعوری طور پر پہنچتا ہے۔اسی طرح انہیں جو اختیارات دیے گئے ہیں،ان کی وجہ سے وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچنے کے لیے روشنی کی سی تیز رفتاری سے کام لے سکتے ہیں، آسمانوں اور فضاؤں میں اڑ سکتے ہیں جب کہ انسانوں میں یہ چیز نہیں ہے۔

یہ دونوں مخلوقیں اپنی عادات وصفات،طرزِ زندگی، وسائلِ ضروریات وغیرہ کے لحاظ سے ایک دوسرے سے چونکہ مختلف ہیں، اس لیے اس ایک ہی جہاں میں آباد ہونے کے باوجود دونوں ایک دوسرے کے نہ محتاج ہیں اور نہ ہی ایک دوسرے کے معاملات میں دخل اندازی کرتے ہیں،سوائے چند مستثنیٰ صورتوں کے۔ یہ مستثنیٰ صورتیں بنیادی طور پر دو حصوں میں تقسیم کی جاسکتی ہیں یعنی: (۱) انسانوں کو تکلیف پہنچانا۔ (۲) اور انسانوں کی مدد کرنا۔

اب آئندہ سطور میں ان دونوں کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

[۱]......جنات کا انسانوں کو تکلیف پہنچانا

جنات مختلف طریقوں سے انسانوں کو تکلیف پہنچاتے ہیں مثلاً کبھی یہ بیرونی طور پر عجیب و غریب شرارتیں کر کے انسان کو تنگ کرتے ہیں اور جسے تنگ کیا جا رہا ہوتا ہے، اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ کوئی انسان ایسا نہیں کر رہا۔کبھی جنات انسان کے جسم کے اندر گھس جاتے ہیں اور اسے اَذیت میں مبتلا کیے رکھتے ہیں۔قرآن و حدیث اور واقعاتی مشاہدات ان باتوں کے گواہ ہیں، آئندہ سطور میں ہم اس موضوع سے متعلقہ دلائل کو بالتفصیل ذکر کرتے ہیں۔

۱۔انسان کے جسم میں جن کا داخل ہونا (یعنی جن چمٹنا)

ہمارے ہاں اسے 'جن چمٹنا' بھی کہتے ہیں۔قرآن مجید میں اس کے لیے مَسّ کی اصطلاح استعمال ہوئی ہے اور جس شخص کو یہ شکایت ہو،اس کے لیے عربی میں مَـجْـنُـونٌ اور مَصْرُوعٌ کے لفظ استعمال ہوتے ہیں۔'جن چمٹنا' ایک حقیقت ہے،اس کے چند اہم دلائل درج ذیل ہیں:

۱)......قرآنی دلائل:

جس انسان پر جنات کا اثر ہو جائے، اسے دورے پڑنے لگتے ہیں اور وہ پاگلوں اور دیوانوں کی سی حرکتیں کرنے لگتا ہے اوراہل عرب بھی اس حقیقت سے آگاہ تھے،اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایک جگہ اس کی تمثیل بیان کرتے ہوئے ارشادفرمایا:

﴿ اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ﴾
''وہ لوگ جوسود کھاتے ہیں،(روزِ قیامت اپنی قبروں سے)اس طرح اٹھیں گے ،جس طرح وہ شخص اٹھتا ہے جسے شیطان نے چھوکر دیوانہ بنادیا ہو۔'' [سورۃ البقرۃ:۲۷۵]

''شیطان کا چھوکر دیوانہ بنانا'' وہی چیز ہے جسے ہمارے ہاں آسیب زدگی کہا جاتا ہے۔اگر آسیب زدگی (جنات چمٹنے) کی کوئی حقیقت نہ ہوتی تو قرآن مجید میں تائیدی انداز میں اس کی تمثیل ہرگز نہ دی جاتی۔ اس آیت میں آسیب زدگی کی طرف تائیدی اشارہ کیا گیا ہے، یہی وجہ ہے کہ بہت سے مفسرین نے اس آیت سے آسیب زدگی پر استدلال کیا ہے مثلاً مفسر قرطبیؒ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:

''جولوگ جنات کے ذریعے آسیب زدگی کونہیں مانتے اور نہ ہی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ شیطان انسان میں داخل ہوکر(خون کی طرح) گردش کرتا ہے اورنہ انسان کوچمٹ سکتا ہے، بلکہ دیوانگی کی اس حالت کوبھی وہ طبی مرض ہی قرار دیتے ہیں،یہ آیت ان کے اس نقطۂ نظر کی غلطی پرصاف دلالت کرتی ہے۔''(۱)

جناتی دورہ اورمرگی کا دورہ

بعض لوگوں کوعجیب وغریب قسم کے دورے پڑتے ہیں۔ دورے کی حالت میں ان پر بے ہوشی، پاگل پن اور دیوانگی کی کیفیت طاری ہوجاتی ہے، دماغ اور اعضائے رئیسہ کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔اس حالت کوطبی اصطلاح میں ''مرگی کا دورہ'' کہا جاتا ہے اوراس دورے کی کئی ایک طبی وجوہات ہوتی ہیں۔لیکن ضروری نہیں کہ اس طرح کے ہر دورے کے پیچھے

(۱) تفسیر قرطبی، ج۳ص ۳۵۵۔

ہمیشہ طبی وجوہات ہی کارفرما ہوں بلکہ بعض اوقات جناتی اثرات کی وجہ سے بھی اس طرح کا دورہ پڑ جاتا ہے۔ گویا دورے کی دو قسمیں ہیں؛ ایک مرگی کا دورہ اور دوسرا جناتی دورہ۔

مذکورہ بالا آیت میں اسی جناتی و شیطانی دورے ہی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ بعض احادیث سے بھی اس جناتی دورے کا ثبوت ملتا ہے۔ اگلی سرخی کے تحت اس طرح کی ایک حدیث آرہی ہے۔

۲)......احادیث سے دلائل

۱۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنَ الْإِنْسَانِ مَجْرَى الدَّمِ))(۱)

''یقیناً شیطان انسان کے اندر اس طرح گردش کرتا ہے جیسے خون گردش کرتا ہے''۔

اگر اس حدیث کا ظاہری مفہوم مراد لیں تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جنات و شیاطین انسان کے جسم میں داخل ہو کر اس طرح گردش کرتے ہیں، جس طرح انسان کا خون اس کے جسم میں گردش کرتا ہے۔ اور اگر اس حدیث کا مجازی معنی مراد لیں تو پھر اس کا مفہوم یہ ہو گا کہ جس طرح خون اس وقت تک جسم میں گردش قائم رکھتا ہے جب تک زندگی قائم ہے، اسی طرح شیطان بھی انسان کو گمراہ کرنے کے لیے اس وقت تک اس کے تعاقب میں رہتا ہے جب تک اس کی حیات باقی ہے۔

اس حدیث میں چونکہ دونوں طرح کا معنی و مفہوم مراد لینے کی گنجائش ہے، اس لیے ذیل میں ہم اس سے بھی واضح تر دلیلیں پیش کر رہے ہیں۔

۲۔ کتبِ احادیث میں بعض ایسی روایات مذکور ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں آسیب زدگی کے بعض واقعات پیش آئے اور آپؐ نے ان کا علاج فرمایا جس کے نتیجے میں جن بھاگ نکلا، مثلاً حضرت یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

''میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں تین ایسی چیزیں دیکھی ہیں جنہیں

(۱) مسلم، کتاب السلام، باب بیان انه یستحب لمن رؤی خالیا بامرأة، ح ۲۱۷۴، ۲۱۷۵۔
نیز دیکھیے: بخاری، کتاب الادب، باب التکبیر و التسبیح عند التعجب، ح ۶۲۱۹۔

مجھ سے پہلے یا بعد میں کسی نے نہ دیکھا ہوگا۔ (ان میں سے ایک یہ ہے کہ) میں اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ سفر میں تھا۔ راستے میں ہم نے دیکھا کہ ایک عورت اپنا بچہ لے کر بیٹھی ہے، جب اس نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا تو آپؐ کے پاس آ کر کہنے لگی: 'میرے اس بچے کو جنوں کا اثر ہے اور ہمیں بھی اس بچے سے بعض اوقات تکلیف پہنچتی ہے، حتی کہ جنات اسے ایک ہی دن میں اتنی مرتبہ اذیت سے دوچار کرتے ہیں کہ ہم شمار نہیں کر سکتے ......!'

آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ بچہ مجھے پکڑاؤ۔ اس عورت نے بچہ آپ ﷺ کی طرف بڑھایا۔ آپؐ نے بچے کو پکڑ کر اپنے سامنے بٹھایا اور اس کا منہ کھول کر (کچھ پڑھا اور) اس پر تین مرتبہ پھونکا (تھتکارا) اور کہا: ((بِسْمِ اللّٰهِ أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ وَاخْسَأْ عَدُوَّ اللّٰهِ......)) 'اللہ کے نام کے ساتھ شروع کرتا ہوں، میں اللہ کا بندہ ہوں، اے اللہ کے دشمن! ذلیل و خوار ہو جا'۔ پھر آپؐ نے وہ بچہ اس عورت کے سپرد کر دیا اور فرمایا کہ واپسی پر اسی جگہ ہمارا انتظار کرنا اور ہمیں بتانا کہ بچے کا کیا حال ہے۔

یہی صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر ہم چلے گئے اور واپسی پر اسی جگہ پر وہ عورت ہمیں دوبارہ ملی اور اس کے پاس تین بکریاں تھیں۔ نبی کریمؐ نے دریافت فرمایا کہ اب تمہارے بچے کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا: 'قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، آپؐ کے (دَم کے) بعد تا حال ہمارا بچہ بالکل ٹھیک اور محفوظ رہا ہے۔ لہٰذا آپؐ میری طرف سے یہ تین بکریوں کا تحفہ قبول فرمالیں'۔ آپؐ نے اپنے ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ان میں سے ایک بکری لے لو اور باقی اس عورت کو واپس کر دو"۔ (۱)

---

(۱) احمد، ج٤ ص ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۳۔ دلائل النبوۃ، لابی نعیم، ح ۳۹٤۔ دلائل النبوۃ، للبیھقی، ج٦ ص ۱۸، ۱۹۔ المعجم الکبیر، ح ۸۳٤۷۔ مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۱۱ ص ٤۸۸ تا ٤۹٦۔ بعض روایات میں ہے کہ آنحضرتؐ نے تین بار فرمایا: ((أُخرج یا عدو اللہ! انا رسول اللہ)) "اے اللہ کے دشمن! اس بچے سے نکل جا اور سن میں اللہ کا رسول ہوں"۔

مسند دارمی کی روایت میں ہے کہ اس عورت نے کہا:

((يَا رَسُولَ اللّٰهِ! اِنَّ ابْنِي هٰذَا يَأْخُذُهُ الشَّيْطَانُ كُلَّ يَوْمٍ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ))

''اے اللہ کے رسولؐ! میرے اس بچے کو شیطان روزانہ تین مرتبہ تکلیف دیتا ہے''۔ تو اللہ کے رسول ﷺ نے اس بچے کو پکڑا اور اس پر دم کرنے کے بعد تشریف لے گئے۔

پھر واپسی پر اس عورت نے آکر کہا کہ

((فَوَ الَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا عَادَ اِلَيْهِ بَعْدُ))

''اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے، آپ کے دم کے بعد وہ جن دوبارہ کبھی نہیں آیا۔''(۱)

اسی واقعہ سے متعلقہ بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ آپؐ نے بچے پر دم کرنے کے بعد اس کی ماں سے یہ بھی فرمایا: ''اپنے بچے کا خیال رکھنا، اب اس پر کوئی چیز باقی نہیں اور نہ ہی کوئی چیز اسے ستانے کے لیے دوبارہ آئے گی۔''(۲)

ایک اور واقعہ

۳۔ حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب اللہ کے رسول ﷺ نے مجھے طائف کا گورنر بنا کر بھیجا تو مجھے یوں محسوس ہوتا کہ جیسے میری نماز کے دوران کوئی چیز میرے سامنے آجاتی ہے حتی کہ مجھے پھر یہ شعور بھی نہ رہتا کہ میں نماز پڑھ رہا ہوں۔ جب میری یہ حالت ہوئی تو میں اللہ کے رسول ﷺ کی طرف لوٹ آیا۔ آپؐ نے

(۱) مسند دارمی، مقدمه، كتاب علامات النبوة، باب ما اكرم الله به نبيه من ايمان الشجر به والبهائم والجن، ح ۱۸۔ مجمع الزوائد، ج۹ ص۶۔ امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت کو امام احمد نے دو سندوں سے بیان کیا ہے اور اسی طرح طبرانی نے بھی روایت کیا ہے جبکہ امام احمد کی دو سندوں میں سے ایک سند کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

(۲) دیکھیے: دارمی، ج۱، ص۱۰۔ مجمع الزوائد، ج۹، ص۹۔ البتہ بعض روایات میں یہ اضافہ بھی ملتا ہے کہ ''اس بچے نے قے کی اور اس کے پیٹ سے کتے کے چھوٹے بچے کی طرح کوئی چیز نکلی'' (بحوالہ: دارمی، ح ۲۰) مگر یہ اضافہ صحیح سند سے ثابت نہیں، البتہ بقیہ واقعہ حسن ہے۔

جب مجھے دیکھا تو فرمایا: 'یہ ابو العاص کا بیٹا عثمان ہے؟' میں نے کہا: 'جی ہاں، اللہ کے رسول!'۔ آپؐ نے پوچھا: 'تم واپس کیوں آگئے ہو؟' میں نے کہا: 'یا رسول اللہ دورانِ نماز مجھے کوئی چیز تنگ کرتی ہے اور مجھے یہ بھی پتا نہیں چلتا کہ میں کیا پڑھ رہا ہوں'۔ آپ ﷺ نے فرمایا: 'یہ تو شیطان ہے، ذرا میرے قریب آؤ'۔ میں آپؐ کے قریب ہو کر پاؤں کے بل بیٹھ گیا۔ آپؐ نے میرے سینے پر مارا اور میرے منہ میں (دم کر کے) تھوکتے ہوئے فرمایا:

((أُخْرُجْ عَدُوَّ اللّٰه)) 'اللہ کے دشمن نکل جا'۔

آپؐ نے تین مرتبہ اس طرح کہا پھر مجھ سے فرمایا کہ جاؤ اور اپنی ذمہ داری انجام دو۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بخدا! اس کے بعد وہ جن کبھی واپس میرے سامنے نہیں آیا۔"(۱)

بعض روایات میں ہے کہ حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: 'یارسول اللہ! پہلے میرا حافظہ سب لوگوں سے بہتر تھا، پھر میرے اندر کوئی چیز حلول کر گئی ہے اور اب مجھے بعض باتیں بھولنا شروع ہو گئی ہیں'۔ تو آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک میرے سینے پر رکھا اور فرمایا:

((اَللّٰهُمَّ اَخْرِجْ عَنْهُ الشَّيْطَانَ)) "یا اللہ! اس سے شیطان کو نکال دے"۔(۲)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد مجھے بھول چوک کی یہ شکایت نہ رہی۔

۳)......لوگوں کے ذاتی مشاہدات:

جنات کے لوگوں کو تنگ کرنے کے حوالے سے بہت سے واقعات ہمیں معلوم ہیں۔ بعض واقعات خود ہمارے سامنے رونما ہوئے اور بعض ثقہ و قابل اعتماد لوگوں سے ہم نے سنے

---

(۱) ابن ماجہ، کتاب الطب، باب الفزع والأرق وما يتعوذ منه، ح ۳۵۴۸۔ امام بوصیریؒ فرماتے ہیں: هذا اسناد صحيح ورجاله ثقات، "اس کی یہ سند صحیح ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں"۔

(۲) مسلم، کتاب السلام، باب التعوذ من شيطان الوسوسة، ح ۳۳۰۳۔ احمد، ج ۴/۲۱۶۔

ہیں۔ ان واقعات کو جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ آئندہ سطور میں چند ایک واقعات ملاحظہ فرمائیں۔

امام احمد بن حنبلؒ

امام احمد بن حنبلؒ کے بارے میں بعض لوگوں نے روایت کیا ہے کہ ایک مرتبہ وہ اپنی مسجد میں بیٹھے تھے کہ ان کے پاس ان کے اصحاب میں سے ایک شخص آیا اور کہنے لگا: مجھے خلیفہ متوکل نے یہ پیغام دے کر بھیجا ہے کہ ہمارے گھر میں ایک لڑکی ہے جسے جنات کا اثر ہے، آپ اس کے لیے اللہ سے عافیت کی دعا کریں۔ امام احمدؒ نے اس پیغام لانے والے سے کہا کہ یہ لکڑی کی کھڑائیں (جوتیاں) ہیں، انہیں خلیفہ کے ہاں لے جاؤ اور اس لڑکی کے سرہانے بیٹھ کر جن سے کہنا:

''احمد بن حنبلؒ نے تجھ سے پوچھا ہے کہ تجھے یہ پسند ہے کہ اس لڑکی کے جسم سے نکل جائے یا یہ پسند ہے کہ ان کھڑاؤں کے ساتھ تجھے ستر مرتبہ مارا جائے''۔

وہ شخص گیا اور جا کر اسی طرح کہا تو اس جن نے لڑکی کی زبان سے جواب دیا:

''امام احمد کا حکم تو سر آنکھوں پر، اگر وہ ہمیں یہ حکم دیں کہ ہم عراق ہی چھوڑ جائیں تو ہم ان کا یہ حکم ماننے کے لیے بھی تیار ہیں۔ امام احمدؒ چونکہ اللہ کے فرمانبردار ہیں، اس لیے جو اللہ کی فرمانبرداری کرتا ہے، ہر چیز اس کی فرمانبردار بن جاتی ہے''۔

یہ کہہ کر وہ جن اس لڑکی کے جسم سے نکل گیا، پھر اس لڑکی کی شادی بھی ہوئی اور اولاد بھی۔ مگر جب امام احمد بن حنبل کی وفات ہوئی تو وہی جن دوبارہ اس لڑکی پر لوٹ آیا، چنانچہ خلیفہ وقت نے اس کے علاج کے لیے امام احمدؒ کے ایک شاگرد کو بھلایا۔ امام صاحب کا وہ شاگرد امام صاحب کی وہی کھڑاؤں کے ساتھ حاضر ہوا اور اس جن سے کہنے لگا:

''اس کے جسم سے نکل جا، ورنہ تجھے ان کھڑاؤں سے مار پڑے گی۔''

جن نے جواب دیا:

''میں تیرا حکم نہیں مانوں گا اور نہ ہی اس کے جسم سے نکلوں گا۔ رہی بات امام احمد کی، تو ان کا حکم ماننے کا ہمیں اس لیے پابند بنا دیا گیا تھا کہ وہ اللہ کے بڑے فرمانبردار بندے

تھے (مگر اب ایسا نہیں ہے)''۔ (۱)

امام ابن تیمیہؒ کے تجربات

حافظ ابن قیمؒ اپنے استاد ابن تیمیہؒ کے بارے میں اپنی کتاب 'زاد المعاد' میں رقم طراز ہیں:

''ہمارے شیخ بعض اوقات جنوں سے متاثر (مریض) شخص کی طرف اپنا کوئی نمائندہ بھیجتے جو مریض کے جسم میں موجود جن سے مخاطب ہو کر کہتا کہ شیخ نے پیغام بھیجا ہے کہ تو اس جسم سے نکل جا کیونکہ اس جسم میں داخل ہو کر اس مریض کو تنگ کرنا تیرے لیے جائز نہیں۔ چنانچہ وہ جن صرف اتنا ہی پیغام سن کر بھاگ جاتا اور مریض تندرست ہو جاتا۔ بعض اوقات شیخ خود بھی جنوں سے ہم کلام ہوتے اور اگر جن زیادہ ہی سرکش ہوتا تو شیخ اسے مارتے پیٹتے اور جب مریض کے ہوش و حواس قائم ہوتے تو اس کے جسم پر مار کا نشان یا تکلیف بالکل نہیں ہوتی تھی اور ایسا بے شمار مرتبہ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے...... شیخ اکثر و بیشتر ایسے مریض کے کان میں یہ آیت پڑھتے تھے:

﴿ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ﴾ [المؤمنون:۱۱۵]

''کیا تمہارا خیال یہ ہے کہ ہم نے تمہیں فضول پیدا کیا ہے اور تم ہماری (اللہ کی) طرف واپس نہیں لوٹائے جاؤ گے!''۔

...... حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھے میرے شیخ (ابن تیمیہؒ) نے بتایا کہ انہوں نے جن زدہ (مریض) کے کان میں یہ آیت پڑھی تو جن نے جواب دیا، ہاں! ہم اللہ کی طرف لوٹائے جائیں گے اور یہ جواب بڑی اونچی آواز میں دیا۔ تو شیخ نے لاٹھی پکڑ کر اس کی گردن کی رگوں پر مارنا شروع کر دیا حتی کہ مار مار کر ان کے ہاتھ تھک گئے اور لوگوں نے سمجھا کہ یہ مریض مر جائے گا۔ اسی دوران جن بولا: ''میں اس شخص سے محبت کرتا ہوں''۔ شیخ نے جواب دیا: ''لیکن یہ تم سے محبت نہیں کرتا''۔ اس جن نے

(۱) آکام المرجان فی احکام الجان، ص ۱۱۴، ۱۱۵۔

کہا: ’’میں اسے حج کروانا چاہتا ہوں‘‘۔ شیخ نے کہا: ’’یہ تمہارے ساتھ حج بھی نہیں کرنا چاہتا‘‘۔ پھر جن نے کہا: ’’میں آپ کی بزرگی کے پیش نظر اسے چھوڑتا ہوں‘‘۔ شیخ نے کہا: ’’نہیں! بلکہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہوئے اسے چھوڑ دو‘‘۔ اس جن نے کہا: ’’اچھا میں چھوڑ دیتا ہوں‘‘۔ پھر وہ مریض اٹھ کر بیٹھ گیا اور حیرانی سے پوچھنے لگا کہ شیخ صاحب کیوں آئے ہیں اور یہ لاٹھی وغیرہ سب کچھ کیا ہے؟ میں نے کوئی گناہ تو نہیں کیا، مجھے کیوں مارنے لگے ہو؟ حالانکہ اس مریض کو علم ہی نہ تھا کہ اسے تو مار پڑ چکی ہے۔‘‘[۱]

حافظ ابن قیمؒ یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ ’’ہمارے شیخ جن زدہ کے علاج کے لیے آیۃ الکرسی کی تلاوت کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ جن زدہ شخص خود اور جو اس کا جن نکالنا چاہے دونوں کو چاہیے کہ آیۃ الکرسی کی بکثرت تلاوت کیا کریں۔ علاوہ ازیں آپ آیۃ الکرسی کے ساتھ معوذتین پڑھنے کا بھی کہا کرتے تھے۔‘‘[۲]

علامہ ابن تیمیہؒ نے مجموع الفتاوی[۳] میں لکھا ہے کہ

’’اہل السنہ والجماعۃ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جن انسان کے جسم میں داخل ہوسکتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

﴿اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِىْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ﴾

’’جو لوگ سود کھاتے ہیں، ان کا حال اس شخص کا سا ہوتا ہے جسے چھو کر شیطان نے باؤلا کر دیا ہو‘‘۔ [البقرۃ:۲۷۵]

صحیح بخاری میں آنحضرتؐ سے مروی ہے کہ: ’شیطان ابن آدم کے جسم میں خون کی طرح دوڑتا ہے‘۔

---

(۱) زاد المعاد، لابن قیم، ج ٤، ص ٦٢، ٦٣۔

(۲) الطب النبوی، لابن قیمؒ، ص ٦٩۔

(۳) مجموع الفتاوی، ج ٢٤ ص ٢٧٦۔

امام احمد بن حنبلؒ کے صاحبزادے عبداللہ کہتے ہیں: 'میں نے اپنے والد سے کہا: کچھ لوگ کہتے ہیں کہ جن آسیب زدہ کے جسم میں داخل نہیں ہوتا۔ والد صاحب نے جواب دیا: بیٹا! یہ لوگ جھوٹ کہتے ہیں، سچ یہ ہے کہ جن ہی انسان کی زبان سے بات کرتا ہے'۔''

امام ابن تیمیہؒ کہتے ہیں کہ: 'امام احمد بن حنبلؒ نے جو بات کہی، وہ مشہور و معروف ہے۔ جن انسان پر سوار ہوتا ہے اور انسان ایسی زبان میں بات کرنے لگتا ہے جو سمجھ میں نہیں آتی۔ اس کے جسم پر اتنی مار پڑتی ہے کہ اگر کسی اونٹ کو مارا جائے تو اس کے بدن پر نشان پڑ جائیں۔ اس کے باوجود اس شخص کو نہ پٹائی کا احساس ہوتا ہے نہ اس گفتگو کا جو اس نے اپنی زبان سے کی۔ آسیب زدہ شخص کبھی تو دوسرے انسانوں کو گھسیٹتا اور کبھی جس چیز پر وہ بیٹھا ہوا ہوتا ہے، اسی کو کھینچنے پھاڑنے لگتا ہے، کبھی دیوہیکل مشینوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کر دیتا ہے۔ اس کے علاوہ اور بہت سی حرکتیں کرتا ہے جو شخص اس کا بچشم خود مشاہدہ کرے گا اسے بدیہی طور پر معلوم ہو جائے گا کہ جو چیز انسان کی زبان سے بات کرتی ہے اور ان چیزوں کو الٹ پلٹ کر رکھ دیتی ہے، وہ انسان کے علاوہ کوئی اور مخلوق ہوتی ہے'۔

ابن تیمیہؒ مزید فرماتے ہیں: 'ائمہ مسلمین میں کوئی بھی اس بات کا منکر نہیں کہ جن آسیب زدہ شخص کے جسم میں داخل ہوتا ہے۔ جو اس کا انکار کرے اور یہ دعویٰ کرے کہ شریعت سے اس کا ثبوت نہیں ملتا، وہ شریعت پر تہمت لگاتا ہے، شرعی دلائل میں ایسی کوئی بات نہیں ملتی جس سے اس کی تردید ہوتی ہو'۔

امام موصوفؒ نے مزید لکھا ہے کہ 'جن لوگوں نے آسیب زدہ کے جسم میں جن کے داخل ہونے کا انکار کیا ہے، وہ معتزلہ کا ایک گروہ ہے جس میں جبائی اور ابوبکر رازی وغیرہ شامل ہیں'۔''[1]

---

(۱) مجموع الفتاوی، ج ۱۹ ص ۱۲۔

علامہ ابوبکر جابر الجزائریؒ:

ابوبکر جابر الجزائریؒ اپنی کتاب عقیدۃ المؤمن میں ''کیا جن انسان کو ستاتے ہیں؟'' کے تحت اپنا ایک آنکھوں دیکھا دردناک واقعہ بیان کرتے ہیں:

''یہ میری اپنی عزیز بہن سعدیہ کا دردناک سانحہ ہے۔ بچپن میں اس اَلمیہ کو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور تب سے دل پر اس صدمہ کا داغ اٹھایا ہے۔ قصہ یوں ہے کہ ایک روز ہم چھوٹے چھوٹے بچے کھجور کی خشک لکڑیوں کا گٹھا بنا کر ایک رسی کی مدد سے مکان کی چھت پر اسے چڑھا رہے تھے۔ میری بہن سعدیہ جو عمر میں مجھ سے کچھ ہی بڑی تھی، چھت پر تھی اور اوپر سے رسی کھینچ کر لکڑیاں ایک طرف رکھتی جاتی تھی۔ اتفاق سے ایک مرتبہ جب سعدیہ نے رسی کھینچی تو گٹھا بھاری ہونے کی وجہ سے اس سے کھینچا نہ جا سکا۔ چنانچہ رسی اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی اور گٹھا نیچے گر گیا۔

سوئے اتفاق کہ گٹھا جہاں گرا، وہاں کوئی جن براجمان تھا اور یہ گٹھا ٹھیک اس کے اوپر گرا۔ جس سے اس کو تکلیف ہوئی لیکن اس خبیث نے نادانستگی کی اس اَذیت کا بدلہ اس طرح لینا شروع کیا کہ رات کو جب میری بہن محوِ خواب ہوتی، تو یہ آ کر اس کا نیند میں گلہ دباتا اور بے چاری بہن انتہائی کرب کے عالم میں ذبح کی گئی بکری کی طرح تڑپ اٹھتی اور زمین پر اپنی ایڑیاں رگڑتی اور جب تک اَدھ موئی نہ ہو جاتی یہ ظالم جن اسے نہ چھوڑتا۔ ہفتہ میں کئی کئی دن اس طرح ہوتا۔ ایک دن بہن کی زبانی اس ملعون جن، نے اس کا اظہار بھی کیا کہ فلاں فلاں دن کی اَذیت کا وہ اس طرح بدلہ لے رہا ہے۔ ہماری بہن سعدیہ اس ایک روز کی معمولی خطا کی پاداش میں دس سال کے طویل عرصہ تک یہ کربناک اَذیت سہتی رہی اور ہفتہ عشرہ میں کئی کئی دن ایسا ہوتا کہ موت اس کے قریب آ کر لوٹ جاتی۔ آخر ایک روز اس جن نے اس کا گلا اس زور سے دبایا کہ اس کا سانس اُکھڑ گیا۔ اس نے آخری بار زمین پر اپنی ایڑیاں رگڑیں اور پھر اس کی

روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ اللہ تعالیٰ بال بال اس کی مغفرت فرمائے اور اپنی رحمت کے سائے میں اسے جگہ دے۔ آمین''!

علامہ جزائری یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:'' یہ کوئی افسانہ نہیں بلکہ ہمارے اپنے سروں پر پڑی ہوئی افتاد ہے۔ اس کی صداقت کی اس سے بڑی نشانی اور کیا ہوگی کہ ہماری ان آنکھوں نے اسے ہوتا ہوا دیکھا ہے......!''۔[1]

راقم الحروف کے ذاتی مشاہدات

خود راقم الحروف نے کئی ایسے لوگوں کا روحانی علاج کیا ہے جنہیں جادو جنات کا اثر تھا۔ اس علاج کے دوران جنات سے باتیں بھی ہوئیں، انہیں سزا بھی دی گئی اور خود ان کی ایذا دہی کی وجوہات اور اس سے بچاؤ کی تدابیر بھی معلوم ہوئیں۔ یہاں صرف اپنا ایک واقعہ بالاختصار ذکر کرتا ہوں۔

ایک دینی ادارے میں ایک صاحب دم منتر کیا کرتے تھے مگر انہیں جن نکالنے کا طریقہ نہیں آتا تھا اور وہاں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو جنوں کے انسانوں پر اثر انداز ہونے اور انسانی جسم کے اندر جنات کے داخل ہونے کے بارے شک کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ان کے پاس جنات سے متاثر ایک مریض آیا، جب وہ دم کر رہے تھے تو مجھے اندازہ ہوگیا کہ یہ محض جادو زدہ نہیں بلکہ جن زدہ ہے۔ چنانچہ میں نے انہیں جن نکالنے کا طریقہ سکھانے کے لیے اس مریض کا از خود علاج شروع کر دیا اور ساتھ ان لوگوں کو بھی جمع کر لیا جو جنات کے انسانی جسم میں داخل ہونے کے بارے شکوک وشبہات کا شکار تھے۔ یہ رمضان المبارک کا مہینا تھا، اس مریض کا علاج کرنے کے لیے مجھے چار گھنٹے لگے۔ اس دوران جن سے کئی طرح کی باتیں ہوئی، جن کی پٹائی بھی کی گئی اور بالآخر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے جن بھاگ نکلا۔ اس واقعہ کو آنکھوں سے دیکھ لینے کے بعد شکوک وشبہات رکھنے والے احباب کو بھی یقین آ گیا کہ جنات انسانوں کو تکلیف پہنچا سکتے ہیں۔

(۱) عقیدۃ المؤمن، اردو ترجمہ، ص ۲۲۹، ۲۳۰۔

۲)...... جنات کا جسم میں داخل ہوئے بغیر انسان کو تنگ کرنا:

بعض اوقات جنات انسانی جسم میں داخل ہوئے بغیر بھی انسانوں کو تنگ کرتے ہیں مثلاً کبھی کوئی چیز اٹھا لی، کبھی سوتے میں کوئی شرارت کر گئے، کبھی گھر میں آ کر عجیب وغریب حرکتیں شروع کر دیں۔ آئندہ سطور میں اس نوعیت کے دو تین واقعات ذکر کیے جا رہے ہیں، جن سے واضح طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ جنات ایسی شرارتیں کر سکتے ہیں۔

(۱)...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ ایک رات انہوں نے شیطان (جن) کو پکڑ لیا (کیونکہ وہ اناج چوری کر رہا تھا) اور کہا کہ میں تمہیں ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔ اس نے کہا کہ مجھے چھوڑ دو، میں تمہیں اس کے بدلے ایسے کلمات سکھا دیتا ہوں کہ اگر تم انہیں پڑھ کر بستر پر سو جاؤ تو صبح تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم پر ایک پہرے دار مقرر کر دیا جائے گا اور کوئی شیطان صبح تک تمہارے پاس نہیں پھٹکے گا۔ (ابو ہریرہؓ کہتے ہیں) میں نے کہا کہ ہاں بتاؤ، تو اس نے مجھے آیۃ الکرسی والے کلمات بتائے اور میں نے اسے چھوڑ دیا۔ صبح کے وقت میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ سارا واقعہ سنایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: 'وہ تھا تو جھوٹا مگر تمہیں ایک سچی بات بتا گیا ہے۔'' (۱)

یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ آگے ''جادو، جنات سے پیشگی تحفظات کا بیان'' کے تحت آئے گا۔

۲)...... اسی طرح کا ایک واقعہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ ان کی کھجوریں روزانہ کوئی کھا جایا کرتا تھا۔ ایک رات انہوں نے پہرہ دیا اور ایک جن پکڑ لیا اور اس جن نے اقرار کیا کہ ہم ہی آپ کی کھجوریں کھایا کرتے تھے۔ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا کہ یہ بتاؤ کہ ہم تم سے محفوظ کس طرح رہ سکتے ہیں؟ اس نے کہا کہ جو شخص آیۃ الکرسی صبح کے وقت پڑھ لے وہ شام تک اور جو شام کو پڑھے، وہ صبح تک ہم سے محفوظ

(۱) بخاری، کتاب الوکالۃ، باب اذا وکل رجلا، ح ۲۳۱۱۔ دلائل النبوۃ، للبیہقی، ج ۷، ص ۱۰۷۔ عمل الیوم واللیلۃ ح ۹۵۸۔ شرح السنۃ، ح ۱۱۹۶۔ السنن الکبریٰ، ح ۱۰۷۹۵۔

ہو جاتا ہے۔ ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ بات اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس خبیث شیطان نے سچی بات کہی ہے۔ (۱)

۳)......اسی طرح کا ایک واقعہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بھی مذکور ہے۔ (۲)

ان تینوں واقعات سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے جس کی طرف عنوان میں اشارہ کیا گیا ہے۔

۳)......جنات کا انسانوں کو تنگ کرنے کے اَسباب و وجوہات:

درج ذیل وجوہات کے پیش نظر جنات انسانوں کو تکلیف پہنچاتے ہیں:

۱)......عشق و بدکاری کی خاطر

۲)......غیر شعوری ظلم کا انتقام لینے کی خاطر

۳)......محض شرارت کے پیش نظر

۴)......جادوگروں کے لیے

۵)......شیطان اکبر یعنی ابلیس لعین کے لیے۔

ان میں سے پہلی تین وجوہات کے بارے میں امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ

''جنات کا انسانوں میں داخل ہونا کبھی تو عشق و محبت کی وجہ سے ہوتا ہے (کہ جن کسی مرد یا عورت پر اس طرح عاشق ہو جاتا ہے) جس طرح انسانوں میں سے کوئی شخص دوسرے کا عاشق ہو جاتا ہے۔ حتی کہ بسا اوقات انسانوں اور جنوں کے آپس میں ملاپ کے ذریعے سے بچہ بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ ایسی معروف باتیں ہیں جنہیں بے شمار علماء نے بیان کیا ہے۔ البتہ علماء نے انسانوں کا جنوں کے ساتھ رضا مندی کے ساتھ شادی

---

(۱) عمل الیوم واللیلة، للنسائی، ح۹۶۱، ۹۶۲۔ شرح السنة، للبغوی، ح۱۱۹۷۔ دلائل النبوة، للبیهقی، ج ۷، ص ۱۰۸۔ ابن حبان، ح۷۸٤۔

(۲) دیکھیے: مستدرك حاكم، ج۲ ح۲۱۰۸۔

کرنے کو بھی حرام قرار دیا ہے۔

اور اکثر وبیشتر اس طرح ہوتا ہے کہ کوئی انسان غیر دانستہ طور پر کسی جن کو تکلیف پہنچا بیٹھتا ہے مثلاً غیر شعوری طور پر وہ کسی جن پر پیشاب کر بیٹھتا ہے یا کسی جن پر گرم پانی پھینک دیتا ہے یا نادانستہ طور پر کسی جن کو قتل کر بیٹھتا ہے تو دوسرے جن اس کا بدلہ لینے کے لیے اسے تکلیف پہنچانا شروع کر دیتے ہیں۔ اور پھر وہ ایسے انسان کو اس کے نادانستہ طور پر سرزد ہونے والے عمل کے نتیجہ میں بہت زیادہ سزا دیتے ہیں۔ بعض جن بے وقوف اور شرارتی ہوتے ہیں، وہ بلاوجہ انسانوں کو تکلیف دینا شروع کر دیتے ہیں۔ ان کی مثال ایسے ہے جیسے بعض بے وقوف انسان بلاوجہ دوسرے انسانوں کو اذیت دیتے ہیں۔''(۱)

جنوں کے تکلیف پہنچانے کی چوتھی وجہ کی تفصیل آگے ''جنات کا انسانوں کی مدد کرنا'' کے تحت آئے گی، البتہ پانچویں وجہ کی تفصیل بغرض اختصار ہم یہاں پیش نہیں کر رہے۔ شائق حضرات اس کی تفصیل پڑھنا چاہیں تو ہماری کتاب: ''انسان اور شیطان'' کا مطالعہ فرمالیں۔

۴)...... جنات سے ڈرنا نہیں چاہیے:

یہاں ہم یہ بھی بتا دیں کہ جنات سے خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں، اس لیے کہ اگر یہ انسان کو تکلیف پہنچانے اور تنگ کرنے کی طاقت رکھتے ہیں، تو انسان بھی ان سے بدلہ لینے اور ان کی اذیتوں اور شرارتوں سے بچنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ جس طرح جنات کے اختیارات اور عادات وصفات سے ناواقف بہت سے انسان ان سے ڈرتے ہیں، اسی طرح بہت سے جنات بھی انسانوں سے ڈرتے ہیں۔

اگر انسان پانچ وقت نماز پڑھے، پاک صاف رہے، جھوٹ اور گناہ کے کاموں سے بچے، صبح وشام اور سونے جاگنے کے مسنون اذکار اور وظائف کا اہتمام کرتا رہے، وقتاً فوقتاً اپنے

(۱) مجموع الفتاوی، ج۱۹، ص۳۹، ۴۰۔ نیز: ج۱۳، ص۳۷۔

اوپر آیۃ الکرسی، سورۃ الفاتحہ، معوذات وغیرہ کے ساتھ دم کرتا رہے تو یہ شیاطین و جنات اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے، اس لیے کہ اللہ کے کلام کی برکت اسے حاصل ہو جاتی ہے۔ حتی کہ اگر انسان بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت بسم اللہ پڑھ لے تو یہ اسے دیکھ بھی نہیں سکتے۔ کسی چیز پر بسم اللہ پڑھ دے تو یہ اس چیز کو اٹھا نہیں سکتے، کسی چیز کو بسم اللہ پڑھ کر بند کر دے تو یہ اسے کھول نہیں سکتے۔

اسی طرح اگر جنات و شیاطین کسی انسان پر حملہ آور ہو جائیں یا اسے نقصان پہنچاتے اور تنگ کرتے ہوں تو کلامِ الٰہی اور مسنون اذکار کی برکت سے یہ دور بھاگ جاتے ہیں، اس لیے کہ کلامِ الٰہی اور مسنون اَذکار کی پڑھائی کرنے سے جنات و شیاطین کو سخت تکلیف ہوتی ہے جس کا انسان کو اندازہ نہیں ہوتا مگر اس تکلیف سے جنات و شیاطین دور بھاگ جاتے ہیں۔ آئندہ صفحات میں ''جادو، جنات سے بچاؤ کے پیشگی تحفظات کے بیان'' میں ان میں سے اکثر چیزوں کی تفصیل آ رہی ہے۔

[۲]...... جنات کا انسانوں کی مدد کرنا

جنات دو وجہ سے انسانوں کی مدد کرتے ہیں؛ ایک دشمنی کی بنیاد پر اور دوسری وجہ دوستی اور خیر خواہی ہوتی ہے۔ اب ان دونوں کی تفصیل ملاحظہ کریں:

ا۔ پہلی وجہ؛ دشمنی

آپ حیران ہوں گے کہ دشمن بھی بھلا کسی کی مدد کرتا ہے؟ لیکن اس میں حیران ہونے کی کوئی بات نہیں۔ اس لیے کہ جنات و شیاطین کی دشمنی عام انسانوں کی دشمنی سے مختلف ہے اور وہ اس طرح کہ ان کی دشمنی کا اصل مقصد انسان کو گمراہ کرنا اور کفر و شرک کا مرتکب بنانا ہے اور اگر کسی کو کفر و شرک تک لانا ان کے لیے مشکل ہو تو پھر یہ نافرمانی و معصیت کی دوسری

صورتوں کا مرتکب بنانے میں کوئی کمی نہیں کرتے، چنانچہ اسی مقصد کے لیے جنات وشیاطین انسانوں کی مدد بھی کرتے ہیں۔

آپ نے گزشتہ صفحات میں ''جادو کیسے سیکھا جاتا ہے؟'' کے ضمن میں یہ پڑھا ہے کہ جادوئی عملیات کرنے والوں کو جنات وشیاطین کی ہر بات ماننا ہوتی ہے اور اس سلسلہ میں جنات و شیاطین ان عاملوں سے صریح کفریہ وشرکیہ عمل کرواتے ہیں، تب جا کر وہ ان کی تھوڑی بہت مدد بھی کر دیتے ہیں۔ گویا یہ مدد انسان کی گمراہی کے بدلے میں کی جاتی ہے۔

جنات قابو کرنے کی حقیقت

یہاں سے یہ بات بھی سمجھ آ جاتی ہے کہ جو لوگ جنات قابو کرنے کے دعوے کرتے ہیں، ان کے دعووں کی کیا حقیقت ہے۔ اس لیے کہ انسان کے لیے یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ جنات قابو میں کر لے بلکہ اصل بات یہ ہے کہ جنات خود عاملوں، جادوگروں کو اپنے قابو میں کیے ہوتے ہیں، اور وہ اس طرح کہ اصل حکم جنات کا چل رہا ہوتا ہے چنانچہ جادوگر اور عامل لوگ جنات کی خوشنودی کے لیے ان کے ہر حکم کی تعمیل کر رہے ہوتے ہیں۔

آپ نے دیکھا ہوگا کہ عامل حضرات اپنے گاہکوں سے کبھی اُلو وغیرہ کے خون کا مطالبہ کریں گے، کبھی بکرے کی سری کا، کبھی مردوں کی کھوپڑیوں کا اور کبھی کسی اور چیز کا۔ ایسا نہیں کہ ان چیزوں میں کوئی خاصیت ہے بلکہ یہ سب جنات کے حکم سے ہوتا ہے، ان عاملوں کا کام اپنے جنات کو بس راضی کرنا ہی ہوتا ہے۔

ایک مرتبہ ایک عامل نے اپنے گاہک سے کہا کہ تمہارا کام صرف اسی وقت ہو سکتا ہے جب تم اپنے فلاں رشتہ دار کے سات سالہ بچے کو فلاں قبرستان میں ذبح کر کے اس کا خون لے کر آ ؤ، چنانچہ اس سفاک درندے نے ایسا کیا اور بعد میں پکڑا گیا۔ یہ واقعہ سن ۲۰۰۶ء میں کسی اخبار میں، میں نے پڑھا تھا اور ایسے واقعات آئے روز ہوتے رہتے ہیں۔ اب اس

طرح کے واقعات میں شیاطین و جنات کا مقصد لوگوں میں جھگڑے پیدا کرنا بھی ہوتا ہے۔

بعض جھوٹے عاملوں کو آپ یہ دعویٰ کرتے ہوئے بھی سنیں گے کہ ہم نے جن بوتل میں قید کر رکھے ہیں، حالانکہ ایسا ممکن نہیں۔ اگر آپ ان سے یہ پوچھیں کہ کتنے عرصہ سے تم نے جن کو قید کر رکھا ہے اور اتنے عرصے سے اس کی بھاری بھرکم خوراک کہاں سے پوری کر رہے ہو اور کس طرح وہ بوتل میں بغیر کھائے پیے زندہ ہے تو اس کے جوابات سے آپ خود معلوم کر لیں گے کہ یہ جھوٹ بول رہا ہے کیونکہ وہ بوتل میں خوراک کہاں سے ڈالے گا، اگر کھولے گا تو جن بھاگ جائے گا اور اگر نہیں کھولے گا تو جن بھوک پیاس ہی سے مر جائے گا......!!

بعض لوگ حضرت سلیمان علیہ السلام کے حوالے سے یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ انہوں نے جن قابو کر رکھے تھے، اس لیے انہیں قابو کیا جا سکتا ہے۔ مگر وہ یہ نہیں سوچتے کہ جن و شیاطین کے سلسلہ میں انبیاء ورسل کا معاملہ عام انسانوں سے مختلف ہے، ایک تو اس لیے کہ انبیاء انسانوں کی طرح جنات کے لیے بھی رسول بنا کر بھیجے جاتے ہیں، چنانچہ جنات کو تبلیغ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ انبیاء کے لیے مواقع مہیا کر دیتے ہیں۔

علاوہ ازیں جنات کو تابع فرمان بنا کر ان سے مدد لینا حضرت سلیمان علیہ السلام کا معجزہ تھا اور انہی کے ساتھ خاص تھا، اور خود نبی کریمؐ نے بھی ایک مرتبہ حالت نماز میں حملہ آور ہونے والے جن کو یہ کہہ کر چھوڑ دیا کہ مجھے اپنے بھائی سلیمان کی دعا یاد آ گئی تھی۔ اور وہ دعا یہ تھی کہ 'یا اللہ! مجھے ایسی حکومت دے جو میرے بعد کسی کو نہ ملے۔ اور انہیں ایسی حکومت اللہ نے عطا کی کہ انسان ہی نہیں جنات سمیت دیگر مخلوقات بھی ان کے تابع فرمان بنا دی۔ اس دعا کے پیش نظر آنحضرتؐ نے جن کو چھوڑ دیا۔

دوسری وجہ؛ دوستی

بعض جنات دوستی کی بنیاد پر کسی انسان کی مدد کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ ان کی یہ مدد ایسے

ہی ہوتی ہے جیسے کوئی نیک اور ہمدرد کسی شریف، نیک یا عالم شخص کی مدد کرنا باعث نیکی سمجھتا ہے۔ اس طرح کی مدد میں اگر دینی و اخلاقی نقطۂ نظر سے کسی غلط چیز کا ارتکاب نہ کیا جائے تو بہت سے ائمہ کرام اس مدد کو جائز سمجھتے ہیں۔ تاہم میں یہاں یہ ضرور کہنا چاہوں گا کہ جنات وشیاطین بعض اوقات کسی انسان کے پاس آمدورفت شروع کرتے ہیں اور اسے یہی باور کراتے ہیں کہ ہم تمہارے دوست ہیں اور تمہاری مدد کرنا چاہتے ہیں مگر وہ دوست نہیں ہوتے بلکہ دوستی کے لبادہ میں اسے اذیت پہنچانے اور گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

میں ایک مدرسہ میں پڑھتا تھا، وہاں ایک لڑکے کے پاس جنات آتے تھے اور اسے کہا کرتے تھے کہ ہم تمہارے دوست ہیں۔ شروع میں تو وہ اسے تکلیف نہیں پہنچاتے تھے مگر آہستہ آہستہ انہوں نے اپنی اصلیت ظاہر کرنا شروع کر دی، پھر اس لڑکے کی حالت یہ ہوگئی کہ ہر وقت بیمار رہتا، اور پاگل پن کی کیفیت اس پر طاری رہا کرتی تھی۔ مہینوں نہیں برسوں اس کے ساتھ یہی معاملہ رہا۔ میں نہیں جانتا کہ اب وہ زندہ ہے یا نہیں اور زندہ ہے تو کس حالت میں ہے۔

اگر کسی کے ساتھ یہ صورت پیدا ہو تو اسے چاہیے کہ اذکار مسنونہ کا ورد کرے، نماز کے بعد آیۃ الکرسی ضرور پڑھے اور ان تمام تدابیر پر عمل کرے جو ہم آگے جنات کے توڑ میں بیان کریں گے۔

......☆......

باب ۲۲

روحانی علاج اور اس سے متعلقہ چند اُصولی مسائل کا بیان

آئندہ ابواب میں جادو جنات کے حوالے سے جو کچھ بیان کیا جائے گا، وہ چونکہ روحانی علاج معالجے کی ایک شکل ہے، اس لیے ضروری ہے کہ روحانی علاج کی حقیقت اور اس کی ضرورت و اہمیت کے حوالے سے کچھ بنیادی باتیں پہلے ذہن نشین کر لی جائیں۔ ان باتوں کا تعلق مریض کے ساتھ بھی ہے اور معالج کے ساتھ بھی۔

۱)......ایک بنیادی اور ضروری قاعدہ

روحانی علاج کے سلسلہ میں سب سے پہلے یہ اصول ذہن نشین رہے کہ دنیا میں بڑے سے بڑا جن، شدید سے شدید تر جادو اور عظیم سے عظیم تر قوت و طاقت والا دشمن بھی اس وقت تک کسی شخص کو نقصان نہیں پہنچا سکتا جب تک کہ اس نقصان میں اللہ تعالیٰ کی مرضی اور اس کی طے کردہ تقدیر کا فیصلہ شامل نہ ہو۔ یعنی اگر اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے بارے میں پہلے سے تقدیر میں کوئی نقصان، تکلیف، مرض، دکھ یا مصیبت وغیرہ لکھ رکھی ہے تو پھر وہ ضرور واقع ہو کر رہے گی لیکن اگر اللہ تعالیٰ نے کسی کے لیے اس کی تقدیر میں پہلے سے کوئی تکلیف نہیں لکھی تو پھر دنیا کی کوئی طاقت بھی اس شخص کو وہ تکلیف نہیں پہنچا سکتی۔

اس حقیقت پر ایمان و یقین ہی کا دوسرا نام ایمان بالتقدیر ہے جو ہر مسلمان کے بنیادی عقائد کا جزو لاینفک ہے۔ ایمان کے درج ذیل چھ ارکان ہیں:

(۱)......اللہ تعالی پر ایمان لانا

(۲)......فرشتوں پر ایمان لانا

(۳)......اللہ تعالی کی آسمانی کتابوں پر ایمان لانا

(۴)......اللہ تعالی کے رسولوں کو سچا ماننا

(۵)......یوم آخرت پر ایمان رکھنا

(۶)......تقدیر کے اچھا یا برا ہونے پر ایمان لانا۔

تقدیر سے مراد ہر انسان کا وہ عملی ریکارڈ ہے جو اللہ تعالی نے اپنے علم کامل کے ساتھ پیشگی لکھ رکھا ہے کہ یہ انسان کون سے اچھے یا برے کام کرے گا......، اس کو کیا نفع یا نقصان ہوگا ...... اور کن کن ذرائع سے ہوگا...... زندگی خوشحالی میں گزرے گی یا بدحالی میں ...... یہ سب باتیں اللہ تعالی نے تقدیر میں لکھ رکھی ہیں، جنہیں دنیا کی کوئی طاقت بدل نہیں سکتی۔ البتہ صحیح اَحادیث کے مطابق صرف مقبول دعا اس تقدیر کو بدل سکتی ہے جیسا کہ ارشادِ نبویؐ ہے:

((لَا یَرُدُّ الْقَضَاءَ اِلَّا الدُّعَاءُ))[1]

''دعا کے علاوہ اور کوئی چیز تقدیر کو نہیں بدلتی''۔

قرآن وسنت میں مختلف پہلوؤں سے اس بنیادی اصول یعنی تقدیر پر پختہ ایمان رکھنے کی ترغیب وتاکید کی گئی ہے، مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ مَا اَصَابَ مِنْ مُّصِیبَةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِیْ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِیْ كِتَابٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرٌ لِكَیْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَا آتٰكُمْ وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ﴾ [سورة الحدید ۲۲،۲۳]

''نہ کوئی مصیبت دنیا میں آتی ہے نہ خاص تمہاری جانوں میں، مگر اس سے پہلے کہ ہم اس کو پیدا کریں وہ ایک خاص کتاب میں لکھی ہوئی ہے۔ یہ کام اللہ تعالیٰ پر بالکل آسان ہے تاکہ تم کسی ایسی چیز پر رنجیدہ نہ ہو جاؤ جو تم سے فوت (ضائع) ہو جائے اور نہ کسی ایسی چیز پر فخر کرو جو اللہ نے تمہیں عطا کی ہو۔ اور فخر وتکبر کرنے والے شیخی خوروں کو اللہ پسند نہیں فرماتا''۔

(۱) ترمذی، کتاب القدر، باب ماجاء لا یرد القدر الا الدعاء، ح۲۱۳۹۔ احمد، ۲۷۷/۵۔

تقدیر پر ایمان کے حوالے سے اَحادیث میں بھی واضح رہنمائی موجود ہے، چند احادیث ملاحظہ فرمائیں:

۱)......حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے ارض و سما کو پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے ہی تمام لوگوں کی تقدیریں لکھ دی تھیں جبکہ اس وقت اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا۔''(۱)

۲)......حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ مجھ سے فرمایا: ''اے لڑکے! میں تمہیں کچھ باتیں بتانے لگا ہوں (غور سے سنو): اللہ تعالیٰ کو یاد رکھو، اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت کریں گے اور اللہ کو یاد رکھو گے تو اپنی مشکل میں اللہ تعالیٰ کو مددگار پاؤ گے۔ جب بھی مانگو، اللہ ہی سے مانگو اور جب بھی مدد کی فریاد کرو، اللہ ہی سے کرو۔ جان لو کہ اگر ساری امت اس بات پر جمع ہو جائے کہ تمہیں کوئی فائدہ پہنچایا جائے تو جو اللہ تعالیٰ نے لکھ رکھا ہے، اس سے زیادہ فائدہ نہیں پہنچا سکتی اور اگر ساری امت اس بات پر جمع ہو جائے کہ تمہیں کوئی نقصان پہنچایا جائے تو پھر بھی جو نقصان اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تقدیر میں لکھ رکھا ہے اس کے سوا یہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ (تقدیر لکھنے والے) قلم اٹھا لیے گئے ہیں اور صحیفے (جن پر تقدیر لکھی گئی ہے وہ) خشک ہو چکے ہیں''۔(۲)

۲)......تقدیر اور جادو، جنات

قرآن میں جادو کے پس منظر میں تقدیر کی حقیقت کی طرف اس طرح اشارہ کیا گیا ہے:

﴿ وَمَا هُمْ بِضَارِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ﴾ [سورة البقرة:۱۰۲]

''حالانکہ وہ اس جادو کے ساتھ اللہ کے حکم کے بغیر کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے''۔

اللہ کے حکم سے کسی کو کیا نقصان یا کیا فائدہ پہنچنا ہے، یہ سب اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کی

(۱) مسلم، کتاب القدر، باب حجاج آدم و موسی، ح۲۶۵۳۔
(۲) ترمذی، کتاب صفة القيامة، باب۵۹، ح ۲۵۱۶۔ احمد، ج۱ ص۳۹۴۔ حاکم، ۵۴۱/۳۔

تقدیر میں پہلے سے لکھ رکھا ہے۔ لہٰذا اس قرآنی اصول کو ہمیشہ کے لیے ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی مرضی نہ ہو تو کوئی لاکھ جادو کرتا رہے، نہ وہ کامیاب ہو سکتا ہے اور نہ ہی اس کے کیے گئے جادو سے کوئی نقصان پہنچ سکتا ہے اور نہ ہی اللہ کے اِذن کے بغیر کوئی جن کسی انسان کو کچھ تکلیف دے سکتا ہے۔ اس لیے جادو، جنات کے حوالے سے خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔

۳)......مرض اور علاج کی حقیقت

جس طرح دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ ہر اچھی سے اچھی اور معیاری چیز استعمال اور مرورِ زمانہ کے ساتھ عیوب و نقائص کا شکار ہوتی رہتی ہے اور حسبِ ضرورت اس کی مرمت وغیرہ کر کے ایک عرصہ تک اسے قابل استفادہ بنایا جاتا رہتا ہے لیکن ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ وہ چیز دوبارہ مرمت کی قابلیت نہ رکھتے ہوئے فنا ہو جاتی ہے۔ تقریباً اسی طرح انسان بھی اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ایسی مخلوق ہے جس میں عیوب و نقائص پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ کبھی کوئی دکھ، کبھی کوئی تکلیف، کبھی کوئی مرض اور کبھی بڑھاپا۔ ان عیوب کو دور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے علاج معالجے اور دوا کا بندوبست بھی ایک وقت تک کے لیے کر رکھا ہے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا درج ذیل ارشاد اس کی طرف رہنمائی کرتا ہے:

((مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ دَاءً إِلَّا أَنْزَلَ لَهُ شِفَاءً)) (۱)

''اللہ تعالیٰ نے کوئی بیماری ایسی نازل نہیں کی جس کی شفا نہ اتاری ہو''۔

لیکن ایک وقت ہر انسان پر ایسا آتا ہے کہ وہ بڑھاپے جیسے لا علاج مرض کا شکار ہو کر بالآخر اس دنیا سے اپنا تعلق چھوڑ جاتا ہے۔ لہٰذا جب تک انسان اس دنیا میں موجود رہتا ہے، وہ مختلف جسمانی اور روحانی بیماریوں کا بھی وقتاً فوقتاً شکار ہوتا رہتا ہے اور ان کے تدارک کے لیے اللہ تعالیٰ نے مختلف اَسباب بھی پیدا کر رکھے ہیں۔ اسی لیے آنحضرت ﷺ سے جب بعض لوگوں نے دریافت کیا کہ کیا ہم علاج معالجہ کے اَسباب اختیار کر سکتے

(۱) صحیح البخاری، کتاب الطب، باب ما انزل اللہ داء الا۔۔۔، ح۵۶۷۸۔

ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((نَعَمْ يَا عِبَادَ اللّٰهِ ! تَدَاوَوْا فَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ لَمْ يَضَعْ دَآءً اِلَّا وَضَعَ لَهُ شِفَاءً غَيْرَ دَآءٍ وَاحِدٍ قَالُوْا: وَمَا هُوَ ؟ قَالَ: اَلْهَرَمُ))(۱)

''ہاں اللہ کے بندو، علاج معالجہ کروایا کرو کیونکہ اللہ تعالی نے کوئی بیماری ایسی نہیں اتاری کہ جس کی شفا اور دوا نہ اتاری ہو، سوائے ایک بیماری کے۔صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ کون سی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ بڑھاپا ہے''۔

آنحضرت ﷺ نے خود بھی اپنے مرض الموت میں دوا استعمال کی تھی اور آپ مختلف اوقات میں صحابہؓ کے لیے بھی بعض چیزیں بطور علاج تجویز فرمایا کرتے تھے مثلاً:

''ایک مرتبہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے آ کر عرض کی: یا رسول اللہ! میرے بھائی کو اسہال (دست کا مرض) ہے۔تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے شہد پلاؤ۔ وہ شخص چلا گیا اور دوبارہ حاضر ہو کر عرض کرنے لگا کہ میں نے اسے شہد پلایا ہے مگر اس کا مرض بڑھ گیا ہے۔آپ ﷺ نے اسے فرمایا کہ دوبارہ شہد پلاؤ۔ وہ شخص گیا اور پھر واپس آ کر اس نے یہ عرض کی کہ شہد پلانے کی وجہ سے مرض بڑھتا جارہا ہے۔ دو یا تین مرتبہ ایسا ہوا، تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے اور اللہ تعالی کا فرمان سچا ہے (یعنی یہ کہ شہد میں شفا ہے) لہٰذا اسے پھر شہد پلاؤ۔اس مرتبہ جب اس نے شہد پلایا تو اس کا بھائی ٹھیک ہو گیا۔''(۲)

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ علاج معالجہ سنتِ رسولؐ ہے جبکہ بعض صوفیا وزہاد قسم کے لوگ بلاوجہ علاج معالجہ کو توکل کے منافی قرار دیتے ہیں حالانکہ توکل کا یہ معنی ہرگز نہیں کہ علاج نہ کرایا جائے، بلکہ اصل توکل یہ ہے کہ جائز حدود میں رہتے ہوئے وہ تمام دنیوی

---

(۱) ابو داؤد، کتاب الطب، باب فی الرجل یتداوی، ح ۳۸۵۵۔ترمذی، کتاب الطب، ح ۲۰۳۸۔

(۲) بخاری، کتاب الطب، باب الدواء بالعسل، ح ۵۶۸۴۔مسلم، کتاب السلام، باب التداوی بسقی العسل، ح ۲۲۱۷۔

اسباب و وسائل ضرور اختیار کیے جائیں جو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائے ہیں لیکن اس کے ساتھ یہ عقیدہ رکھا جائے کہ شفا صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کی مرضی ہوگی تو یہ اَسباب مؤثر و مفید ثابت ہوں گے، ورنہ یہ اَسباب بھی اللہ کی تقدیر کے سامنے بے بس ہیں۔ ہماری اس بات کی تائید درج ذیل حدیث سے بھی ہوتی ہے:

''ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں اپنی سواری کو باندھ کر پھر اللہ کے سپرد کروں یا اسے چھوڑ کر اللہ پر توکل کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سواری کو باندھو (یعنی محفوظ کرو اور) پھر اللہ پر بھروسہ رکھو۔''(۱)

۴)......روحانی علاج کی حقیقت

یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ شفا اور صحت، صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی مرضی ہو تو شفا نصیب ہوتی ہے ورنہ دنیا جہاں کی کوئی دوا اور ترکیب فائدہ نہیں دیتی۔ روحانی علاج کا دارومدار چونکہ دم، درود اور دعا وغیرہ پر ہوتا ہے، لہٰذا اس میں کامیابی کے لیے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا، اللہ کا قرب و رضا حاصل کرنے کی کوشش کرنا اور ہر لمحہ اس کی فرمانبرداری اختیار کرنے کی جستجو میں لگے رہنا بہت ضروری ہے، ورنہ ممکن ہے کہ علاج کرنے اور علاج کروانے والے میں سے کوئی بھی اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو۔ اس لیے دونوں میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ سب سے پہلے وہ اپنے آپ کو پکا سچا دیندار بنائے اور سابقہ تمام گناہوں سے اللہ کے حضور سچے دل سے معافی مانگے اور آئندہ گناہوں سے بچنے کا وعدہ کرے۔ نیز نماز روزے کی پابندی کرے، فرائض کی بجا آوری اور حرام کاموں سے اجتناب کرے، بالخصوص گاجوں باجوں، شیطانی محفلوں، برائی کے اڈوں اور گندی چیزوں سے دور رہے۔

اسی طرح روحانی معالج کو چاہیے کہ جب وہ کسی مریض کا علاج کرنے لگے تو اسے توبہ تائب ہونے اور دین پر عمل کرنے کی دعوت دے۔

(۱) صحیح ترمذی، ح ۲۰٤۔

۵)......روحانی علاج کی ضرورت و اہمیت

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ بے شمار لوگ جادو جنات کا شکار ہوتے رہتے ہیں جبکہ قرآن وسنت کی روشنی میں ان کا صحیح روحانی علاج کرنے والے لوگ شاذ و نادر ہی دکھائی دیتے ہیں جس کی وجہ سے آسیب زدہ مریض ایسے عاملوں، جادوگروں اور نجومیوں وغیرہ کے پاس جاتے ہیں، جو مریض کا علاج کرنے کے بہانے ان سے کفریہ و شرکیہ کاموں کا ارتکاب کرواتے ہیں جبکہ بھاری بھرکم فیسیں اس کے علاوہ ہوتی ہیں اور اس طرح مریض دین دنیا دونوں طرف سے نقصان اٹھاتے ہیں۔ یہ صرف ان لوگوں کی بات نہیں جو دین سے ناواقف ہیں بلکہ اچھے بھلے دیندار اور اپنے آپ کو مؤحد کہلانے والے بھی ہم نے عاملوں کے ہاتھوں دین و دنیا برباد کرتے دیکھے ہیں......!

دراصل مصیبت زدہ لوگوں کو جب قرآن وسنت کی مطابق روحانی علاج کرنے والے عامل نہیں ملتے تو وہ مایوسی اور بے صبری میں ایسے نام نہاد عاملوں کے پاس چلے جاتے ہیں جو خود بھی کفر وشرک کا ارتکاب کرتے ہیں اور اپنے پاس آنے والوں سے بھی غیر اسلامی کام کرواتے ہیں۔ اس لیے اس لحاظ سے روحانی علاج کی ضرورت و اہمیت بہت بڑھ جاتی ہے جبکہ قرآن وسنت کے مطابق روحانی علاج کرنا کوئی مشکل کام بھی نہیں ہے۔

اسی ضرورت کے پیش نظر راقم الحروف نے کتاب ہذا میں روحانی علاج معالجہ سے متعلقہ مستند چیزیں پیش کرنے کی حتی المقدور کوشش کی ہے تاکہ دینی جذبہ رکھنے والے اسے باآسانی سیکھ لیں اور مریضوں کا علاج کر کے انہیں قرآن وسنت کے مطابق زندگی گزارنے کا پابند بنا کر عند اللہ ماجور ہوں۔

٦)......روحانی علاج اور فتنوں کا اندیشہ

یا در ہے کہ روحانی معالج کو بہت سے فتنوں سے بھی واسطہ پڑے گا۔ ان میں ایک تو عورتوں کا فتنہ ہے کیونکہ روحانی معالج کے پاس بغرض علاج غیر محرم عورتوں کی آمد و رفت

ہوتی ہے جس کی وجہ سے برائی کا اندیشہ رہتا ہے۔ اور ایسے موقع پر شیطان کی بھی بھرپور کوشش ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کو برائی اور گناہ میں مبتلا کرے۔ اس فتنے سے بچاؤ کے لیے روحانی علاج کرنے والے کو درج ذیل ہدایات مدنظر رکھنی چاہییں:

۱۔ روحانی معالج شادی شدہ ہونا چاہیے۔

۲۔ غیر محرم عورتوں کا علاج کرتے وقت ستر وحجاب کا اہتمام رکھیں اور ان کے محرم رشتہ داروں کی موجودگی ہی میں ان کا علاج کریں۔

۳۔ جو معالج اپنے نفس پر کنٹرول کرنے میں کمزور ہو، وہ صرف مردوں کا علاج کرے، عورتوں کا روحانی علاج ہرگز نہ کرے۔

۴۔ عورتوں کا روحانی علاج عورتوں سے کروائیں اور یاد رکھیں کہ عورت بھی روحانی علاج کر سکتی ہے جیسا کہ امام بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر دم کرنے والی حدیث اس سلسلہ میں بطور دلیل ذکر کی ہے۔[۱]

اسی طرح ایک صحیح حدیث میں ہے کہ ایک عورت پھوڑے پھنسیوں کا علاج کرتی تھی اور پھر اس نے دم کرنا چھوڑ دیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ فلاں مریض پر دم کرو اور یہ دم حفصہ رضی اللہ عنہا کو بھی سکھا دو۔ ذیل میں وہ روایت درج کی جاتی ہے:

''ابوبکر بن سلیمان سے مروی ہے کہ ایک انصاری صحابی کو دانے نکل آئے تو لوگوں نے کہا کہ شفا بنت عبداللہ نامی ایک عورت ایسے پھوڑے پھنسیوں پر دم کرتی ہے، چنانچہ وہ صحابی اس عورت کے پاس چلا گیا اور اس سے دم کرنے کی درخواست کی۔ اس نے کہا: اللہ کی قسم جب سے میں مسلمان ہوئی ہوں، تب سے میں نے کبھی دم نہیں کیا۔ تو وہ انصاری اس عورت کا جواب سن کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پاس پہنچ گیا اور اس عورت کے بارے میں بتایا (کہ اس نے دم سے انکار کر دیا ہے) تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو بلوایا اور کہا: اپنا دم پیش کرو۔ اس نے آپؐ کے سامنے اپنا دم پیش کیا تو آپ

(۱) دیکھیے: صحیح البخاری، کتاب الطب، باب المرأۃ ترقی الرجل، ح ۵۷۵۱۔

صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کہا کہ اس مریض پر یہ دم کردو اور یہ دم حفصہ رضی اللہ عنہا (جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھیں) کو بھی اسی طرح سکھا دو جس طرح تم نے اسے لکھنا سکھایا ہے''۔ (۱)

ان دونوں حدیثوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عورت نہ صرف یہ کہ روحانی علاج معالجہ کر سکتی ہے بلکہ مرد کا علاج بھی کر سکتی ہے۔ البتہ جہاں کسی فتنہ کا اندیشہ ہو وہاں سد ذرائع (برائی سے بچنے کی احتیاط) کے پیش نظر یہ احتیاط ملحوظ خاطر رکھی جائے کہ مرد، مردوں کا اور عورت، عورتوں کا روحانی علاج کرے، الا یہ کہ کوئی عذر اور مجبوری ہو۔

علاوہ ازیں روحانی معالج کو یہ بات بھی ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ جنوں کے نکالنے اور روحانی علاج کرنے کی وجہ سے جنات کے ساتھ دشمنی پیدا ہو جاتی ہے۔ اگرچہ شیطان کے ساتھ انسان کی یہ دشمنی اَزل سے ہے اور تا اَبد رہے گی، تاہم روحانی علاج معالجہ کی وجہ سے بہت سے جنات بھی ایسے معالج سے دشمنی مول لیتے ہیں اور پھر ان جنات کی یہ کوشش رہتی ہے کہ جب بھی موقع ملے، اس معالج کو نقصان سے دوچار کیا جائے۔ لہٰذا ان سے بچاؤ کے لیے معالج حضرات درج ذیل باتیں پیش نظر رکھیں:

۱)...... ہر وقت باوضو اور پاک صاف رہنے کی کوشش کریں۔

۲)...... اپنی زبان ہمیشہ اللہ کے ذکر سے تر رکھیں۔

۳)...... ہر طرح کی برائی، معصیت، نافرمانی اور جرائم سے اجتناب کریں۔

۴)...... اپنے دل میں پروردگارِ عالم کا تصور ہر دم قائم رکھیں۔

۵)...... سونے جاگنے، گھر اور بیت الخلاء میں داخل ہونے، نکلنے، اسی طرح دیگر امورِ زندگی میں مسنون وظائف کا اہتمام ضرور کریں۔ صبح و شام کے اَذکار میں بھی سستی نہ کریں۔

---

(۱) حاکم، ج٤ ص٥٦۔ حاکم اور ذہبی نے اس کی سند کو صحیح کہا۔ نیز شیخ البانی نے بھی اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، دیکھیے: السلسلة الصحيحة، ح١٧٨۔ علاوہ ازیں یہ روایت مختلف الفاظ کے ساتھ ان کتابوں میں بھی موجود ہے: احمد، ج٦ ص٣٢٧۔ ابو داؤد، كتاب الطب، ح٣٨٨٧۔ شرح معانی الآثار، ج٢ ص٣٨٨۔ نيل الاوطار، ج٤، ص١٧٠۔

۷)......روحانی معالج کی صفات

روحانی معالج میں درج ذیل صفات ہونی چاہییں:

۱۔ روحانی معالج کا اللہ پر پختہ ایمان ہونا چاہیے اور اس کا یہ اعتقاد ہو کہ اللہ کے حکم کے بغیر کچھ نہیں ہوتا۔ بیماری بھی اللہ کے حکم سے آتی ہے اور صحت وشفا بھی اللہ ہی کے اذن سے ملتی ہے۔

۲۔ روحانی معالج شہرت وریا کاری کی خاطر یہ کام نہ کرے، بلکہ اسے ایک خدمت سمجھے اور کامیابی کی صورت میں تکبر وغرور کا مظاہرہ بھی نہ کرے۔

۳۔ روحانی علاج کے سلسلہ میں معالج کسی ایسے طریقۂ علاج کو اختیار نہ کرے جسے وہ مشکوک یا واضح طور پر حرام سمجھتا ہے۔

۴۔ روحانی معالج کی ذاتی زندگی بھی تقویٰ اور خدا خوفی کے جذبہ سے معمور ہونی چاہیے۔ اسے چاہیے کہ گناہوں سے کنارہ کشی، نیکیوں میں رغبت، عبادت کا شوق، مسنون اذکار اور وظائف کا خاص اہتمام کرے۔ ایک معالج کی زندگی میں ان چیزوں کا جتنا اہتمام ہوگا، اسی قدر اس کے دم میں تاثیر ہوگی۔

۵۔ روحانی معالج کو جادو اور جنات وشیاطین وغیرہ سے متعلقہ ضروری مسائل سے واقفیت ہونی چاہیے تاکہ علاج معالجہ میں اسے کامیابی نصیب ہو۔

۶۔ روحانی معالج کا اس بات پر یقین ہونا چاہیے کہ قرآنی آیات اور مسنون وظائف بحکم الٰہی روحانی وجسمانی ہر طرح کی بیماریوں کا انتہائی شفا بخش تریاق ہیں، لہٰذا اسے چاہیے کہ وہ خود بھی ان کا سہارا لے اور مریض کو بھی ان کے ورد اور دم کی تلقین کرے۔ بعض عامل اتنے لمبے وظیفے بتا دیتے ہیں جو مریض کی استطاعت سے باہر ہوتے ہیں یا مشقت کی وجہ سے مریض زیادہ دنوں تک ان پر عمل نہیں کر پاتا۔ اس لیے صرف اسی قدر وظیفہ بتائیں جو مریض کی استطاعت میں ہو۔

۷۔ روحانی معالج علاج معالجہ کے دوران یا اس کے علاوہ عام حالات میں بذات خود جادو

جنات وغیرہ سے خوفزدہ نہ رہتا ہو۔

۸۔ روحانی معالج کو چاہیے کہ وہ مریض کی دلجوئی کرے، اسے اور اس کے اہل وعیال کو حوصلہ اور تسلی دے۔ اگر مریض جادوئی و جناتی اثرات کی وجہ سے خوفزدہ ہے تو اس کا خوف دور کرے۔

۹۔ روحانی معالج اگر اپنے پاس آنے والے مریض میں کوئی جسمانی عیب یا راز کی بات دیکھے تو اسے چاہیے کہ اس کی پردہ پوشی کرے۔

۱۰۔ روحانی معالج کو چاہیے کہ اپنے پاس آنے والے ہر مریض کو دین کی دعوت دے، نماز روزے کی پابندی کی رغبت دلائے۔ بالخصوص اس کے عقائد کی طرف لازماً توجہ دے۔ اگر اس میں عقیدہ کی خرابی ہو تو اس کی ضرور اصلاح کرے۔

۸)......مریضوں کے لیے ہدایات

۱۔ مریض کو معلوم ہونا چاہیے کہ جسمانی و روحانی بیماریوں کا علاج کروانا مسنون عمل ہے، لہٰذا اسے چاہیے کہ اپنے روحانی علاج کے لیے کسی ایسے معالج کا انتخاب کرے جو بذاتِ خود موحد ہو، صحیح عقائد کا حامل ہو، جادوئی اور شیطانی عملیات کا سہارا نہ لیتا ہو۔ ورنہ ممکن ہے کہ مریض اپنے علاج کے سلسلہ میں کسی غلط عامل کے ہتھے چڑھ جائے جو اس کا عقیدہ و ایمان ہی خراب کر دے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مریض ایسے عامل کی پہچان کیسے کرے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جو عامل مسنون وظائف واذکار کے علاوہ پراسرار کام کرتا ہو مثلاً مریض کا کپڑا طلب کرتا ہو، پتلے بنا کر سوئیاں لگاتا ہو، دھوئے سے دھونی دیتا ہو، کیل یا کسی اور ایسی چیز پر کچھ پڑھ کر گھر میں اسے لگانے کا عمل بتاتا ہو، تو اسے مشکوک سمجھیے اور ایسے کسی بھی عامل کے پاس جانے سے گریز کریں۔ اسی طرح ایسے عامل کے پاس بھی نہ جایئے جو واضح طور پر جادوئی وشیطانی عملیات کرتا ہو، یا کفریہ وشرکیہ حرکتیں کرتا ہو، اسلام کی بنیادی تعلیمات سے لاپروائی کا مظاہرہ کرتا ہو مثلاً بے نماز ہو یا اخلاقی طور پر سخت مشکوک ہو۔

۲۔ مریض کو چاہیے کہ وہ یہ بات اچھی طرح ذہن میں بٹھا لے کہ اللہ تعالیٰ نے تقدیر میں جو کچھ لکھ دیا ہے، وہ ہو کر رہے گا، اِلاَّ یہ کہ انسان اپنے لیے خیر و بھلائی کی دعائیں کرتا رہے اور ان دعاؤں میں سے کوئی دعا قبول ہو جائے جس کی وجہ سے وہ کسی آنے والی مصیبت سے محفوظ ہو جائے اور یہ بات صحیح اَحادیث سے ثابت ہے۔ لہٰذا مریض کو چاہیے کہ ہر حال میں صبر و شکر والا رویہ اپنائے اور ظاہری علاج معالجہ کے علاوہ اللہ سے خیر و بھلائی اور صحت و شفا کی دعا بھی کرتا رہے۔

۳۔ مریض کو یاد رکھنا چاہیے کہ بیماری کے علاج کے باوجود شفا اسی وقت حاصل ہوتی ہے جب اللہ کا حکم ہو، لہٰذا اگر علاج معالجہ کے باوجود شفا نہ مل رہی ہو تو پھر بھی اس پر صبر کرنا چاہیے اور اللہ سے بہتری اور ایمان پر ثابت قدمی کی دعا کرتے رہنا چاہیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ایک عورت کو بڑے سخت دورے پڑا کرتے تھے۔ وہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئی کہ میرے لیے صحت کی دعا کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم صبر کرو، تو تمہارے لیے جنت کی ضمانت ہے۔ اس نے کہا کہ ٹھیک ہے میں صبر کروں گی[۱]۔

اسی طرح بعض اَحادیث کے مطابق صبر کرنے والوں کو بغیر حساب کتاب جنت میں داخلے کی ضمانت دی گئی ہے[۲]۔

۴۔ بعض اوقات مریض اپنی بیماری سے بڑا پریشان ہوتا ہے اور وہ بیماری بھی دُور ہونے کا نام نہیں لیتی، ایسی صورت میں مریض کو صبر کے علاوہ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ صحیح حدیث نبویؐ کے مطابق یہ بیماریاں انسان کو گناہوں سے پاک کرنے کا ذریعہ بھی ہیں۔ یہ سوچ بھی مریض کے صبر کو تقویت دے گی۔

۵۔ روحانی علاج سے متعلقہ بہت سے وظائف ایسے ہیں جو بیمار اور متاثر شخص کو خود کرنے

---

(۱) بخاری، کتاب المرضی، باب فضل من یصرع من الریح، ح۵۶۵۲۔

(۲) بخاری، کتاب الطب، باب من اکتوی او کوی غیرہ، ح۵۷۰۵۔

چاہییں۔ لہٰذا مریض کو چاہیے کہ وہ ان وظائف کو یاد کرے اور خود بھی وقتاً فوقتاً ان کے ساتھ دم کرتا رہے۔

۶۔ مریض کو معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے ہر کام میں حکمت ہوتی ہے۔ اس پہلو سے بیماریوں کے بارے میں غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس میں یہ حکمت ہے کہ انسان کو اپنی بے بسی اور کمزوری نظر آتی ہے، چنانچہ وہ قوت واقتدار والی ہستی یعنی اللہ بزرگ و برتر کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت محسوس کرتا ہے۔ اسی طرح اسے اپنی موت اور اگلی زندگی کا انجام کار یاد آتا ہے، چنانچہ اس کے لیے یہ بہترین موقع ہوتا ہے کہ وہ صدق دل سے اللہ تعالیٰ سے اپنے سابقہ گناہوں کی معافی مانگے اور آئندہ کے لیے نیک و متقی بن کر رہنے کا پختہ ارادہ کرلے۔ یہی عمل توبہ کہلاتا ہے اور اس سے اللہ راضی ہوجاتے ہیں۔

۹)......روحانی علاج پر اُجرت ومعاوضہ کا مسئلہ

ہماری رائے میں اس مسئلہ کی تین صورتیں ہیں:

۱)......ایک صورت تو یہ ہے کہ جنات اور جادو کا مریض ایک لحاظ سے مظلوم ہے اور مظلوم کی مدد کرنا انسان کا فرض ہے، بشرطیکہ وہ اس کی استطاعت رکھتا ہو، جیسا کہ حدیث نبویؐ ہے:

((اُنْصُرْ اَخَاكَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا))

''اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم''[1]۔ (واضح رہے کہ ظالم کو اس کے ظلم سے روکنا اور اسے سمجھانا ہی اس کی مدد کرنا ہے)

لہٰذا اس اَخلاقی و دینی فریضہ کے پیشِ نظر نہ صرف مسلمان بلکہ غیر مسلم کا علاج کرنا اور اسے جنات سے نجات دلانا بھی ہر مسلمان پر بقدرِ استطاعت واجب ہے۔ دینی و اَخلاقی فریضے پر انسانوں سے اُجرت طلب کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ سے اجر وثواب

(۱) بخاری، کتب المظالم، باب اعن اخاك ظالما او مظلوما، ح۲۴۴۳۔

کی امید رکھنا ہی مستحب اور پسندیدہ امر ہے، لہٰذا اُجرت کا مطالبہ نہ کرنا بالاتفاق ایک مستحب عمل ہے۔

۲)......دوسری صورت یہ ہے کہ آپ روحانی علاج پر کسی اُجرت ومعاوضہ کا صراحۃً یا کنایۃً مطالبہ نہیں کرتے لیکن مریض کی طرف سے بطورِ تحفہ آپ کو کوئی چیز پیش کی جاتی ہے، تو اسے قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں اور نہ ہی اہل علم میں سے کسی کو اس بارے کوئی اختلاف ہے۔ آئندہ صفحات میں ''جنات کا توڑ'' کے عنوان کے تحت یہ حدیث آئے گی کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے ایک عورت کے بچے کا جن نکالا اور اس نے بطورِ تحفہ کچھ چیزیں آپ ﷺ کو پیش کیں جنھیں آپ ﷺ نے قبول فرمالیا۔

۳)......تیسری صورت یہ ہے کہ آپ روحانی علاج معالجہ پر باقاعدہ فیس (اجرت) طے کر لیتے ہیں، اگرچہ اس طرح معاوضہ اور اجرت لینے میں کچھ اہل علم نے اختلاف کیا ہے تاہم ہمارے نزدیک راجح موقف یہی ہے کہ اس میں شرعاً کوئی ممانعت نہیں بلکہ بعض ایسی صحیح احادیث موجود ہیں کہ صحابہ کرام نے علاج سے پہلے اجرت طے کی اور علاج کے بعد اجرت وصول کر کے آنحضرت ﷺ کو اس سے آگاہ کیا اور آپ ﷺ نے اس پر کسی کراہت، قباحت یا ممانعت کا اظہار نہیں کیا۔ انہی احادیث کی بنیاد پر بہت سے فقہاء اور محدثین نے روحانی علاج پر اجرت وصول کرنے کی دلیل پکڑی ہے۔

سعودی عرب کے مشہور عالم الشیخ ابن جبرین اور شیخ الفوزان سمیت فتاوی کے لیے قائم کمیٹی کا فتویٰ بھی اجرت لینے کے جواز ہی کے بارے میں ہے۔[1]

روحانی علاج کی اُجرت پر افراط وتفریط اور اس کا حل

راقم کے علم و تجربہ کے مطابق اس مسئلہ میں افراط وتفریط بھی پائی جاتی ہے۔ یعنی بعض اوقات اس طرح ہوتا ہے کہ ایک روحانی معالج اپنا وقت نکال کر کسی مریض کا علاج کرتا ہے یا کرایہ خرچ کر کے اور اپنے کاروبار یا دیگر مشاغل کو چھوڑ کر کسی مریض کے پاس جاتا

(۱) دیکھیے: فتاوی الذھبیہ فی الرقی الشرعیۃ، ص۳۸،۵۶،۱۰۵۔

اور پوری تندہی سے اس کا علاج کرتا ہے حتی کہ بعض اوقات کئی روز تک وہ اس علاج معالجہ کے سلسلہ میں مصروف رہتا ہے جبکہ دوسری طرف مریض کے اہل و عیال استطاعت رکھنے کے باوجود اس معالج کے ساتھ کوئی تعاون نہیں کرتے حتی کہ اسے آنے جانے کا کرایہ بھی نہیں دیتے۔ یہ رویہ کسی طرح بھی درست قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اس لئے کہ معالج نے جو محنت اور وقت صرف کیا ہے، اس کا معاوضہ لینا شرعی و اخلاقی ہر اعتبار سے اس کا حق ہے اور اگر اس محنت کے باوجود وہ معاوضہ نہیں لیتا تو یہ اس کی فیاضی اور احسان ہے۔

اس سلسلہ میں دوسری انتہا یہ دیکھنے میں آئی ہے کہ بعض روحانی معالج اس قدر خود غرضی اور مادہ پرستی کا شکار ہو جاتے ہیں کہ علاج سے پہلے بڑے بڑے مطالبات کرنے لگتے ہیں اور یہ بھی نہیں دیکھتے کہ مریض اور اس کے اہل و عیال ان مطالبات کو پورا کرنے کی استطاعت بھی رکھتے ہیں یا نہیں۔ یہ رویہ بھی درست نہیں ہے۔

خلاصہ یہ کہ عوام اور معالج دونوں کو افراط و تفریط سے گریز کرنا چاہئے اور ایک دوسرے کے ساتھ نیکی اور تعاون کی راہ اختیار کرنی چاہیے تا کہ دونوں کی ضرورتیں پوری ہوں۔

۱۰)......قرآنی تعویذ کے جواز اور عدم جواز کا مسئلہ

عربی زبان میں 'تعویذ' سے مراد ہر وہ چیز ہے جسے مختلف بیماریوں کے روحانی علاج کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے، خواہ وہ دم جھاڑ اور ٹونے ٹوٹکے کی صورت میں ہو یا گلے میں لٹکائی جانے والی کسی چیز کی شکل میں (اور اسے ہی اہل عرب کی اصطلاح میں تَمِیمَہ کہا جاتا تھا)۔
ہماری عرفی اصطلاح میں 'تعویذ' کے یہی مؤخر الذکر معنی مشہور ہیں یعنی ہر وہ چیز جس پر دم اور منتر وغیرہ لکھ کر اسے مریض کے گلے میں ڈال دیا جائے۔ آئندہ سطور میں ہم اسی پر گفتگو کریں گے، جبکہ دم وغیرہ سے متعلقہ مسائل کی تفصیل آگے ''دم جھاڑ'' کے تحت آ رہی ہے۔
دورِ جاہلیت میں لوگ اپنے بچوں، مریضوں اور جانوروں کے گلے میں ایسے تعویذ ڈالا کرتے تھے جن پر عموماً شرکیہ و کفریہ کلمات درج ہوتے تھے۔ علاوہ ازیں وہ لوگ یہ اعتقاد

رکھتے تھے کہ یہ تعویذات بذات خود اتنی تاثیر رکھتے ہیں کہ ان کے ذریعے بیماروں کو صحت ملتی ہے اور جسے تعویذ ڈال دیا جائے وہ اس تعویذ ہی کی برکت سے شیطانی اثرات اور نظر بد وغیرہ سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

یہ لوگ کاغذ اور چمڑے وغیرہ کے تعویذوں کے علاوہ مختلف منکوں اور سیپیوں وغیرہ کے ہار بنا کر اسی اعتقاد کے ساتھ بچوں اور جانوروں کی گردنوں میں ڈال دیتے تھے۔ ان میں سے اکثر و بیشتر تعویذوں پر چونکہ شرکیہ وکفریہ باتیں درج ہوتی تھیں اور پھر عام لوگ یہ اعتقاد بھی رکھتے تھے کہ یہ تعویذات بذات خود اتنی تاثیر رکھتے ہیں کہ ان کے ذریعے بیماریوں سے صحت ملتی ہے اور جسے تعویذ ڈال دیا جائے وہ نظر بد سے محفوظ ہو جاتا ہے تو ان دو چیزوں کے پیش نظر اللہ کے رسول ﷺ نے ایسے تمام تعویذوں کو شرکیہ قرار دیتے ہوئے ان سے اجتناب کا حکم فرمایا، اس سلسلہ میں آپ ﷺ کے چند ارشادات درج ذیل ہیں:

(۱) : ((مَنْ تَعَلَّقَ تَمِيمَةً فَلَا أَتَمَّ اللّٰهُ لَهُ وَمَنْ تَعَلَّقَ وَدعَةً فَلَا وَدَعَ اللّٰهُ لَهُ))

''جس شخص نے اپنے گلے میں کوئی تعویذ لٹکایا، اللہ اسے شفا نہ دے اور جس نے سیپی وغیرہ لٹکائی، اسے بھی اللہ آرام نہ دے''۔[۱]

یا تو یہ ایسے شخص کے لیے بددعا ہے یا پھر حقیقتِ واقعہ کی طرف اشارہ، کہ ایسا کرنا بے فائدہ ہے۔

(۲) : ابو معبد جہنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ تَعَلَّقَ شَيْئًا وُكِلَ إِلَيْهِ))

''جس شخص نے کوئی تعویذ لٹکایا، اسے اسی تعویذ کے سپرد کر دیا جاتا ہے''۔[۲]

یعنی وہ اللہ کی حفاظت وسپردگی میں نہیں رہتا، اس لیے کہ اس نے اللہ کی بجائے تعویذ کو

(۱) احمد، ج٤، ص١٥٤۔ حاکم، ج٤، ص١٢٦۔ مسند ابی یعلی، ح١٧٥٩۔ المعجم الکبیر، للطبرانی، ج١٧، ص٨٢٠۔ امام حاکمؒ، ذہبیؒ اور ہیثمیؒ نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔

(۲) المعجم الکبیر، للطبرانی، ح٩٦٠۔ مجمع الزوائد، ج٥ ص١٠٢۔

سہارا بنالیا ہے۔

(۳) : حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے نو (9) سے اسلام کی بیعت لے لی اور ایک سے نہ لی۔ ان لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ نے ہم نو سے بیعت لے لی اور اس ایک سے کیوں نہ لی؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس نے تعویذ (تمیمہ/منکوں کا ہار) لٹکا رکھا ہے۔ اس لیے میں نے اس سے بیعت نہیں لی۔ اس آدمی نے اپنا تعویذ کاٹ کر پھینک دیا تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بھی بیعت لے لی اور فرمایا: جس شخص نے تعویذ یا اس سے ملتی جلتی کوئی چیز یا ہار وغیرہ لٹکایا اس نے شرک کیا۔[۱]

اس عمل کو شرک اسی لیے کہا گیا کہ اسے باندھنے اور لٹکانے والا ان چیزوں کو شافی سمجھنا شروع کردیتا ہے یا اُسے شافی سمجھتا ہے جس نے اسے وہ تعویذ دیا ہے حالانکہ شافی تو اللہ وحدہ لاشریک ہے۔

(۴) : حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِنَّ الرُّقٰی وَالتَّمَائِمَ وَالتِّوَلَةَ شِرْكٌ))

''بے شک دم جھاڑ، تعویذ یا اس سے ملتی جلتی چیز یا ہار وغیرہ شرک سے تعلق رکھنے والی چیزیں ہیں''۔[۲]

اس حدیث میں دم جھاڑ کو بھی شرک شمار کیا گیا، لیکن اس سلسلہ کی دوسری اَحادیث بھی ساتھ ملانے سے واضح ہوتا ہے کہ دم جھاڑ کی وہ صورتیں شرک کی قبیل سے ہیں جن میں کفریہ و شرکیہ چیزیں ہوں، اگر کوئی دم منتر ایسی ہر غلط چیز سے پاک ہو تو اسے شرک نہیں کہا جائے گا کیونکہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دم کیا ہے۔

---

(۱) احمد، ج٤ ص١٥٦۔ مستدرك حاكم، ج٤ ص٢١٩۔ المعجم الكبير، ج١٧ ص٨٨٥۔

(۲) ابو داؤد، کتاب الطب، باب فی تعلیق التمائم، اگرچہ اس کی سند میں اعمش نامی مدلس راوی کی وجہ سے کلام ہے مگر مندرجہ بالا دیگر روایات سے یہی مفہوم ثابت ہے۔

(۵) : حضرت ابو بشیر انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی سفر میں تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قاصد کو روانہ کیا اور اسے حکم فرمایا:

((لَا تَبْقَيَنَّ فِيْ رَقَبَةِ بَعِيْرٍ قِلَادَةٌ مِّنْ وَتَرٍ اَوْ قِلَادَةٌ اِلَّا قُطِعَتْ))

''کسی اونٹ کی گردن میں تانت کا کوئی ہار دیکھو تو اسے کاٹ ڈالو''۔ (۱)

ہم پھر یہ واضح کر دیں کہ مذکورہ بالا روایات ان تعویذوں، ہاروں اور مالوں وغیرہ کے بارے میں ہیں جن میں شرکیہ دم ہوں یا جنہیں بذاتِ خود موثر یا شفا بخش سمجھا جاتا ہو لیکن اگر قرآن مجید کی آیات اور مسنون وظائف پر مشتمل تعویذ لکھ کر انہیں مریض کی گردن میں ڈالا جائے تو اس کے استعمال کی بعض اہل علم نے اجازت دی ہے اور بعض اسے بھی جائز نہیں سمجھتے ،تاہم وہ اسے شرک بھی نہیں کہتے کیونکہ اسے لٹکانے والا کلامِ الٰہی کی تاثیر کے عقیدہ سے انہیں لٹکاتا ہے اور یہ چیز شرک قرار نہیں دی جاسکتی ۔شرک تو دور کی بات ،محتاط علماء اسے ناپسند کرنے کے باوجود بدعت بھی نہیں کہتے ،کیونکہ اسے بدعت کہنا محل نظر ہے۔

دوم اس لیے کہ ایسے تعویذ کے جواز اور عدم جواز میں عہدِ صحابہ وتابعین ہی سے اختلاف چلا آتا ہے۔حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ،حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور بعض دیگر صحابہ وتابعین کے بارے میں روایات میں ہے کہ وہ اس کے جواز کے قائل نہیں تھے جبکہ بعض اور صحابہ مثلاً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ،حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اور بعض تابعین مثلاً حضرت سعید بن میسبؒ ،حضرت عطاؒ وغیرہ ،اور بعض ائمہ سلف مثلاً امام مالکؒ ، امام احمد بن حنبلؒ (ایک روایت کے مطابق)، امام ابن تیمیہؒ، امام ابن عبدالبرؒ وغیرہ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ چند شرائط کے ساتھ اس کے جواز کے قائل تھے مگر اسے ناجائز سمجھنے والوں میں سے کسی نے بھی ان پر بدعت یا کفر وشرک کا فتویٰ نہیں لگایا بلکہ زیادہ سے زیادہ یہی چیز تھی کہ وہ اسے مکروہ سمجھتے تھے۔

تعویذ باندھنے کو جائز قرار دینے والے اہل علم نے اس سلسلہ میں جن شرائط کا ذکر کیا ہے،

(۱) صحیح البخاری ،کتاب الجهاد، باب ما قیل فی الجرس، ح۳۰۰۵۔ مسلم ،ح۲۱۱۵۔

وہ یہ ہیں:

۱۔ مریض کی گردن میں تعویذ ڈالا جا سکتا ہے بشرطیکہ وہ تعویذ اللہ تعالیٰ کے اسماء صفات اور قرآن وسنت کے وظائف پر مشتمل ہو۔

۲۔ یہ تعویذ مریض کو ڈالا جائے جبکہ مرض سے پہلے یا نظر بد سے بچاؤ کے لیے پیشگی طور پر کسی کو نہ ڈالا جائے۔ (یہ دونوں شرطیں امام مالکؒ اور دیگر اہل علم سے منقول ہیں)

۳۔ کسی جانور کی گردن میں اسے ہرگز نہ ڈالا جائے۔ (امام قرطبیؒ اس کی وجہ یہ نقل فرماتے ہیں کہ یا تو جانور اس پاک تعویذ کو کسی گندی جگہ لے جائے گا یا وہ جانور خود ہی ناپاک ہوگا۔ اور ان دونوں صورتوں میں اس تعویذ کی بے ادبی ہوگی۔ اس لیے علماء نے جانوروں کی گردنوں میں قرآنی تعویذ ڈالنے سے منع کیا ہے)۔

۴۔ بیت الخلا میں جاتے وقت اسے اتار لیا جائے۔

۵۔ جماع کے وقت اسے اتار لیا جائے۔[1]

قرآنی تعویذ اور مبنی بر احتیاط موقف

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ آنحضرت ﷺ سے پوری زندگی میں ایک بھی ایسا واقعہ ثابت نہیں کہ آپ ﷺ نے کسی شخص کو قرآن وسنت کے وظائف پر مشتمل تعویذ لکھ کر یا لکھوا کر دیا ہو۔ ایک صحابی ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بعض روایات میں آتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے انہیں تعویذ لکھ کر دیا تھا مگر یہ روایت سخت کمزور ہے۔[2]

البتہ آپ ﷺ سے دم کرنا اور کروانا ثابت ہے اور آپ ﷺ اپنے نواسوں حضرت حسن رضی اللہ عنہ وحسین رضی اللہ عنہ کو بھی دم ہی کرتے تھے، کبھی کوئی تعویذ بنا کر آپؐ نے ان کے گلوں میں

---

(۱) یہ آخری دو شرائط امام ضحاک کے حوالے سے منقول ہیں، دیکھیے: قرطبی، ج ۱۰ ص ۲۸۰۔ بقیہ شرائط کے لیے دیکھیے: قرطبی، ایضاً۔ فتح المجید، ص ۹۶۔ تحفۃ الاحوذی، ج ۶ ص ۲۳۱۔

(۱) دیکھیے: الموضوعات، لابن جوزیؒ، ج ۳ ص ۱۶۸، ۱۶۹۔

نہیں لٹکایا۔اس لئے زیادہ تر اہل علم نے اسی موقف کو ترجیح دی ہے کہ کسی طرح کا بھی تعویذ استعمال نہ کیا جائے، خواہ وہ قرآنی ہو یا غیر قرآنی۔ ہمارے خیال میں یہی رائے محتاط اور دلائل کے اعتبار سے قوی ہے۔

علاوہ ازیں ان تعویذ گنڈوں کے ذریعے کمزور ایمان لوگوں کے گمراہ ہونے کا بھی خدشہ رہتا ہے کیونکہ وہ تعویذ ہی کو اپنا سب کچھ سمجھ بیٹھتے ہیں، حتی کہ کسی وقت اگر تعویذ پاس نہ ہو یا گم ہو جائے تو وہ اتنا گھبرا جاتے ہیں کہ کوئی اہم کام کرنے کی ہمت نہیں کر پاتے بلکہ ڈر اور دہشت سے بیمار ہو جاتے ہیں اور جب تعویذ مل جائے تو پھر اپنے آپ کو تندرست سمجھنے لگتے ہیں۔ یہ سب نفسیاتی اثرات ہوتے ہیں مگر ایسے لوگ انہیں نفسیاتی اثر سمجھنے کی بجائے تعویذ کا اثر سمجھتے ہیں، اس لیے روحانی معالج کو چاہیے کہ وہ مریضوں پر دم تو ضرور کریں مگر کسی قسم کا تعویذ وغیرہ لکھ کر نہ دیں اور اگر انہیں کوئی وظیفہ، ورد، ذکر، یا دعا وغیرہ لکھ کر دینا چاہتے ہوں تو ساتھ یہ تاکید بھی کر دیں کہ وہ اسے اپنی گردن میں نہ لٹکائیں بلکہ اسے یاد کر کے اس کے ساتھ اپنے اوپر دم کیا کریں۔

قرآنی تعویذ کے نام پر بعض عاملوں کی ایک توہین آمیز جسارت

جادوئی وشیطانی عملیات کرنے والے بہت سے عامل حضرات لوگوں کو دھوکا دینے کے لیے انہیں بعض ایسے تعویذ بنا کر دیتے ہیں، جن میں قرآنی الفاظ بھی نمایاں ہوتے ہیں اور اس سے ان کا مقصود صرف یہی ہوتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو قرآنی معالج ظاہر کر سکیں۔ پھر ان کا طریقۂ کار بھی نہایت توہین آمیز ہوتا ہے، وہ اس طرح کہ قرآن مجید کی کسی آیت کے الفاظ توڑ مروڑ کر، یا الٹے سیدھے کر کے، یا نقش اور خانے بنا کر ان میں قرآنی الفاظ کے ٹکڑے کر کے یا ایسی ہی کسی عجیب وغریب صورت میں ان الفاظ وکلمات کو لکھا جاتا ہے اور ساتھ ہی شیطانوں اور غیر اللہ سے مدد مانگنے سے متعلقہ جملے اور اشارے بھی موجود ہوتے ہیں۔ اور یہ سب شیاطین کو راضی کرنے کے لیے کیا جاتا ہے۔ ایسے عاملوں سے ہمیشہ بچ کر رہیے۔

قرآنی آیات پانی میں بھگو کر پلانے کا عمل

اس مسئلہ میں دو نقطہ نظر ہیں، ایک یہ کہ یہ جائز ہے اور دوسرا یہ کہ یہ جائز نہیں۔

پہلا نقطہ نظر

بعض ائمہ سلف سے منقول ہے کہ قرآنی آیات کو کسی برتن میں لکھ کر یا کاغذ پر لکھ کر اسے پانی میں بھگویا جائے اور پھر اس میں سے کچھ پانی مریض کو پلایا جائے اور کچھ اس کے جسم پر چھڑک دیا جائے تو اس سے اسے شفا ہوگی۔ اور اس کی دلیل کے طور پر یہ قرآنی آیت پیش کی جاتی ہے:

﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَاهُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ [سورة بنی اسرائیل:۸۲]

''یہ قرآن، جو ہم نازل کر رہے ہیں، مومنوں کے لیے تو سراسر شفا اور رحمت ہے۔''

اس مسئلہ میں امام ابن تیمیہؒ رقم طراز ہیں کہ

''قرآن مجید کی آیات کو مریض کے لیے پاک روشنائی سے لکھ کر دینا جائز ہے تاکہ وہ مریض اس پانی سے نہائے اور اسے پیئے جیسا کہ امام احمد بن حنبلؒ اور دیگر علمائے کرام نے بھی یہی فتویٰ دیا ہے۔ چنانچہ عبداللہ بن احمد فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد محترم کے سامنے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی سند سے حدیث بیان کی کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب کسی عورت کی ولادت مشکل ہو جائے تو معالج اس کے لیے یہ لکھے:

"بِسْمِ اللّٰهِ لَاإِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ﴿كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْا إِلَّا عَشِيَّةً أَوْ ضُحَاهَا﴾ ﴿كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ لَمْ يَلْبَثُوْا إِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ بَلٰغٌ فَهَلْ يُهْلَكُ إِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾"

(پھر عبداللہ بن احمد نے فرمایا کہ) میرے والد (یعنی امام احمد بن حنبلؒ) نے فرمایا: ہم کو اسود بن عامر نے اپنی سند سے اس معنی کی حدیث روایت کی اور یہ بھی کہا کہ مذکورہ بالا

بیان کردہ دم صاف برتن میں لکھا جائے پھر (اس میں پانی ڈال کر) اسے پیا جائے۔ میرے والد نے یہ بھی فرمایا کہ اس سند میں وکیع نے اس بات کا اضافہ کیا ہے کہ (وہ مریض) عورت اسے پیے اور اپنے بدن پر اس پانی کے چھینٹے بھی مارے۔ عبداللہ بن احمد فرماتے ہیں: میں نے اپنے والد محترم کو دیکھا ہے کہ آپ ایسی عورت کے لیے کسی پیالے یا صاف برتن میں یہ آیات (جو اوپر بیان ہوئی ہیں) لکھ دیتے تھے۔"(۱)

اس مسئلہ میں حافظ ابن قیمؒ رقم طراز ہیں کہ

"ائمہ سلف میں سے ایک جماعت کا یہ موقف ہے کہ قرآنی آیات لکھ کر (پھر انہیں بھگو کر) مریض کو پینے کے لیے دی جاسکتی ہیں۔ نیز مجاہدؒ فرماتے ہیں: اس بات میں کوئی حرج نہیں کہ قرآن لکھ کر اسے بھگو کر مریض کو پلایا جائے۔ اسی طرح کی بات ابو قلابہ سے بھی ثابت ہے۔"(۲)

دوسرا نقطہ نظر

قرآنی آیات لکھ کر پانی میں بھگونے اور پھر اس پانی کو پینے اور غسل کے لیے استعمال کرنے کے حوالے سے بعض اہل علم تردد کا اظہار کرتے ہیں۔ ان کے بقول اول تو وہ تمام روایات جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ائمہ سلف نے ایسا کیا ہے، سنداً محل نظر ہیں (یعنی ثابت نہیں) اور اگر بالفرض انہیں صحیح بھی مان لیا جائے تو تب بھی ایسا کرنا اس لیے جائز نہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ سے اس کے جواز کے سلسلہ میں کوئی حدیث منقول نہیں۔

ہماری رائے

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ نبی کریم ﷺ سے اس سلسلہ میں کوئی عمل منقول نہیں، اور نہ ہی آپ کی موجودگی میں کسی صحابی نے ایسا کوئی عمل کیا۔ البتہ قرآن مجید کے شفا اور بابرکت

---

(۱) مجموع الفتاویٰ، ج۱۹، ص۶۳۔

(۲) زادالمعاد، ج۴، ص۱۵۷۔

کتاب ہونے سے متعلقہ دلائل کی بنیاد پر سلف ہی سے بعض اہل علم نے اسے جائز سمجھا۔ یہ نہ تو کوئی شرکیہ عمل ہے اور نہ ہی اجروثواب کی نیت سے ایسا کیا جاتا ہے کہ اسے بدعت کہا جائے۔ البتہ اسے شفا کے حصول کا ایک ذریعہ سمجھا جاتا ہے مگر یہاں طبی نقطہ نظر سے یہ بات قابل غور ہے کہ جب الفاظ کی سیاہی اور اوراق کے اثرات بھی پانی میں شامل ہو جائیں گے تو اس سے مضر اثرات بھی پیدا ہو سکتے ہیں، بالخصوص آج کے دور میں روشنائی کی تیاری میں جس طرح کے کیمیکل استعمال کیے جاتے ہیں، انہیں پانی میں گھول کر پینے سے نقصان بھی ہوسکتا ہے۔ نیز قرآنی آیات وغیرہ کی بے اَدبی کا بھی اس میں احتمال ہے۔

اس لیے میرے خیال میں قرآنی آیات لکھ کر پانی میں بھگونے اور اسے مریض کو پلانے کی بجائے پاک اور صاف پانی پر دم کر دیا جائے۔ پھر اس دم شدہ صاف پانی کو مریض پیتا بھی رہے اور چاہے تو غسل کے لیے بھی استعمال کرلے اور یہی پہلو شرعی نقطہ نظر سے مبنی بر احتیاط بھیہے اور تجرباتی نقطہ نظر سے مجرب اور مفید بھی۔ نیز قرآنی آیات وغیرہ کی بے اَدبی کا وہ احتمال بھی اس میں باقی نہیں رہتا جو آیات لکھ کر انہیں پانی میں بھگونے کے عمل میں پایا جاتا ہے۔

۱۱)......دم جھاڑ کرنے کی شرعی حیثیت

بہت سی صحیح اَحادیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ دم کرنا اور کروانا جائز ہے، بشرطیکہ دم کفریہ وشرکیہ کلمات اور مجہول قسم کے الفاظ سے خالی ہو۔ خود آنحضرت ﷺ بھی دم کیا کرتے تھے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ اپنے اہل وعیال پر (دائیں ہاتھ سے) یہ دم کیا کرتے تھے:

((اَللّٰھُمَّ رَبَّ النَّاسِ اَذْھِبِ الْبَاسَ وَاشْفِهٖ وَاَنْتَ الشَّافِيُ لَا شِفَآءَ اِلَّا شِفَاءُكَ شِفَآءً لَّا يُغَادِرُ سَقَمًا))

اے اللہ! لوگوں کے رب! بیماری دور کردے، شفا عطا فرما دے، تو ہی شفا دینے والا

ہے، تیرے سوا کوئی شفا دینے والا نہیں ہے۔ تو ایسی شفا عطا فرما جو بیماری کو جڑ سے اکھاڑ پھینکے"۔ (۱)

علاوہ ازیں آنحضرت ﷺ خود اپنے اوپر بھی دم کروا لیا کرتے تھے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ جب بیمار ہوتے تو مجھے حکم فرماتے کہ میں آپ ﷺ پر معوذات کے ساتھ دم کروں۔ (۲)

لہٰذا دم کرنے یا دم کروانے میں کوئی حرج نہیں بلکہ یہ ایک مسنون عمل ہے۔ البتہ اس سلسلہ میں چند بنیادی شرائط مدنظر رہیں، ان میں سے تین شرائط تو وہ ہیں جنہیں تقریباً تمام اہل علم نے نقل کیا ہے۔ صحیح بخاری کی شہرہ آفاق شرح فتح الباری کے مؤلف حافظ ابن حجرؒ ان شرائط کے حوالے سے رقم طراز ہیں کہ

((وَقَدْ اَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلٰى جَوَازِ الرُّقٰى عِنْدَ اجْتِمَاعِ ثَلَاثَةِ شُرُوْطٍ؛ اَنْ يَّكُوْنَ بِكَلَامِ اللّٰهِ تَعَالٰى اَوْ بِاَسْمَائِهِ وَصِفَاتِهِ اَوْ بِا للِّسَانِ الْعَرَبِيِّ اَوْ بِمَا يُعْرَفُ مَعْنَاهُ مِنْ غَيْرِهِ وَاَنْ يَعْتَقِدَ اَنَّ الرُّقْيَةَ لَا تُؤَثِّرُ بِذَاتِهَا بَلْ بِذَاتِ اللّٰهِ تَعَالٰى)) (۳)

"علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ اگر دم میں تین شروط مدنظر رکھی جائیں، تو دم کرنا یا کروانا جائز ہے:

۱۔ دم کے الفاظ اللہ تعالیٰ کے کلام یعنی قرآن مجید یا اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنیٰ پر مشتمل ہو۔

۲۔ دم عربی زبان میں ہو یا اگر کسی دوسری زبان میں ہو تو اس کے الفاظ اور معنی و مفہوم بالکل واضح ہو۔ (٤)

---

(۱) بخاری، کتاب الطب، باب رقیة النبی ﷺ، ح۵۷٤۳۔ مسلم، کتاب السلام، ح۲۱۹۱۔

(۲) بخای، ایضاً، باب النفث فی الرقیة، ح ۵۷٤۷۔

(۳) فتح الباری، ج۱۰ ص۱۹۵۔

(٤) تاکہ دیکھا جا سکے کہ اس میں کوئی شرکیہ کلمہ تو نہیں۔ اسی لیے اہل علم نے کہا ہے کہ اگر دم کے الفاظ مجہول اور غیر معروف ہوں تو ان کے ساتھ دم ہرگز نہ کیا جائے۔ جس طرح یہ الفاظ ہیں: جھم جھم جھما...... گھم گھم گھما...... چھم چھم چھما...... ععععع ...... ححح۔

۳۔تیسری شرط یہ ہے کہ یہ اعتقاد نہ رکھا جائے کہ دم بذات خود کوئی مؤثر چیز ہے بلکہ مؤثر صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔''

دم کے وقت مذکورہ بالا ان تین شرائط کے علاوہ یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہیے کہ دم کے ساتھ کسی اور پہلو سے کوئی غیر مناسب چیز شامل نہ ہو مثلاً معالج جنابت اور ناپاکی کی حالت میں نہ ہو۔ کسی گندی جگہ مثلاً بیت الخلاء وغیرہ میں بیٹھ کر منتر نہ پڑھتا ہو یا کسی ایسی جگہ یا چیز کی طرف متوجہ نہ ہوتا ہو جس سے شرک یا جناتی تعلقات کا شبہ ہو مثلاً اگر وہ قبرستان میں بیٹھ کر یہ کام کرے، یا کسی ستارے یا مہینے یا دن کو خاص کر کے دم کرتا ہو تو ایسے شخص سے دم بھی نہیں کروانا چاہیے، اس لیے اس کا یہ طرزِ عمل نہایت مشکوک ہے۔

دم کروانا توکل کے منافی نہیں

اللہ کے رسول ﷺ چونکہ دم کرتے اور کرواتے تھے، اس لیے یہ ایک مسنون عمل ہے اور اسے توکل کے منافی بھی نہیں کہا جا سکتا، لیکن اگر دم کو جائز سمجھنے کے باوجود دم نہ کروایا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ بعض لوگ دم نہ کروانا افضل سمجھتے ہیں اور اس سلسلہ میں درج ذیل حدیث سے استدلال کرتے ہیں:

''حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ خواب میں مجھ پر تمام امتیں پیش کی گئیں، بعض نبی (میرے سامنے سے) گزرتے اور ان کے ساتھ (ان کی اتباع کرنے والا) صرف ایک ہی شخص ہوتا۔ اور بعض گزرتے تو ان کے ساتھ دو شخص ہوتے اور بعض کے ساتھ پوری جماعت ہوتی اور بعض کے ساتھ کوئی بھی نہ ہوتا۔ پھر میں نے ایک بڑی جماعت دیکھی جس سے آسمان کا کنارہ ڈھک گیا تھا، میں نے سمجھا یہ میری ہی امت ہو گی لیکن مجھ سے کہا گیا کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی امت کے لوگ ہیں۔

پھر مجھ سے کہا گیا کہ اِدھر دیکھو! اُدھر دیکھو! میں نے دیکھا کہ بہت سے لوگ ہیں

جنہوں نے تمام اُفق گھیر رکھا ہے۔مجھ سے کہا گیا کہ یہ تمہاری امت ہے اور اس میں ستر ہزار لوگ وہ ہوں گے، جو بغیر حساب جنت میں داخل کیے جائیں گے۔

پھر آپ ﷺ اٹھ کر چلے گئے اور آپ نے اس کی وضاحت نہیں کی کہ یہ ستر ہزار کون سے لوگ ہیں جو بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپس میں اس کے متعلق سوچ و بچار شروع کر دی، بعض نے کہا کہ ہماری پیدائش تو حالتِ شرک میں ہوئی تھی اور ہم بعد میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لائے ہیں (اس لیے یہ ستر ہزار ہم نہیں ہو سکتے) البتہ یہ ہماری اولاد میں سے ہوں گے جو پیدائشی طور پر ہی مسلمان ہیں۔ جب اللہ کے رسول ﷺ کو یہ بات پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ ستر ہزار وہ لوگ ہوں گے جو بد فالی نہیں لیں گے، نہ دم جھاڑ کروائیں گے اور نہ داغ لگوائیں گے بلکہ یہ اپنے رب پر بھروسہ کرنے والے ہوں گے۔ یہ سن کر حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا میں بھی ان میں سے ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! تم بھی ان میں سے ہو''۔ (۱)

اس حدیث میں ستر ہزار بغیر حساب کے جنت میں جانے والوں کی پہلی خوبی یعنی ''بد فالی نہیں لیں گے'' کا مطلب یہ ہے کہ توہم اور بدشگونی سے وہ پاک ہوں گے اور دوسری خوبی یعنی ''دم جھاڑ نہ کروائیں گے'' کا مطلب یا تو یہ ہے کہ وہ جائز طریقۂ دم سے بھی استفادہ نہیں کریں گے، یا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ غیر شرعی طور طریقوں پر مبنی دم جھاڑ نہیں کروائیں گے۔

اسی طرح اس حدیث میں تیسری خوبی یہ بیان کی گئی کہ وہ داغ نہ لگوائیں گے۔ داغ لگوا[نا] اہل عرب کے ہاں بعض جسمانی بیماریوں کے لیے ایک طریقہ علاج تھا مگر یہ داغ آگ [کے] ساتھ لگایا جاتا اور اس سے مریض کو سخت تکلیف ہوتی تھی، اس لیے بعض صحیح روایات [کے]

(۱) بخاری، کتاب الطب، باب من لم یرق، ۔۵۷۵۲۔

مطابق آپ ﷺ نے اس طریقہ علاج کو ضرورت کی وجہ سے جائز تو قرار دیا مگر اس کی اَذیت کے پیش نظر اسے پسند نہ کیا۔

دم جھاڑ کی بہت سے صورتیں جائز ہیں اور جائز ذرائع سے استفادہ کرنا توکل کے منافی نہیں ہے۔ اس لیے اگر اس حدیث کے اس جملے کہ ''وہ دم جھاڑ نہ کروائیں گے'' کا مطلب یہ لیا جائے کہ وہ جائز دم جھاڑ بھی نہیں کروائیں گے تو اس سے یہ مسئلہ اخذ کیا جائے گا کہ دم جھاڑ نہ کروانا افضل ہے اور یہ ان لوگوں کی اللہ پر غیر متزلزل یقین و ایمان کی ایک علامت ہوگی جو دم جھاڑ نہیں کروائیں گے۔

لیکن اگر دم جھاڑ نہ کروانے کا یہ مطلب لیا جائے کہ وہ غیر شرعی طور طریقوں پر مبنی دم جھاڑ نہیں کروائیں گے تو پھر جائز طور طریقوں سے دم کروانا یا نہ کروانا دونوں کی حیثیت مساوی ہو گی اور کسی ایک کو دوسرے پر افضل قرار نہیں دیا جائے گا۔ تاہم دونوں صورتوں میں اس حدیث کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ علاج معالجہ توکل کے منافی ہے اور اسے چھوڑ دینا چاہیے۔ اگر یہی بات ہوتی تو اللہ کے رسول ﷺ اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دوا کھانا اور دم کرنا کروانا بالکل چھوڑ دیتے مگر صحیح احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا نہیں کیا گیا بلکہ علاج معالجہ کی جسمانی و روحانی تمام تدابیر اختیار کی جاتی رہیں یعنی دوا بھی کھائی جاتی اور دم کرنے کروانے کا عمل بھی کیا جاتا۔

دم کر کے پھونک مارنا

دم کرنے کے بعد متعلقہ چیز (مثلاً پانی وغیرہ یا مریض کے جسم) پر پھونک بھی ماری جا سکتی ہے بلکہ تجربات سے معلوم ہوا ہے کہ دم کا اصل اثر اسی پھونک میں ہوتا ہے جس سے پہلے روحانی وظیفہ پڑھا گیا ہو۔ عملی تجربہ سے قطع نظر، رہی یہ بات کہ دم کے بعد پھونک مارنے کے عمل کی شرعی طور پر کیا دلیل ہے؟...... تو اس سلسلہ میں واضح رہے کہ دم کرنے اور دم کے بعد ہاتھوں میں پھونک مار کر انہیں جسم پر ملنے یا مریض پر دم کرنے کے بعد اس پر تھوک والی

پھونک مارنے سے متعلقہ کئی ایک صحیح اَحادیث موجود ہیں۔ان میں سے بعض احادیث ہم نے آگے ایک باب بعنوان: ''جادو، جنات سے پیشگی تحفظات کا بیان'' میں ذکر کی ہیں۔

بعض لوگ یہاں ایک بڑا عجیب اعتراض یہ اٹھا دیتے ہیں کہ ''اگر تھوک والی پھونک سے متعلقہ اَحادیث سے دلیل لینی ہے تو پھر دم والی چیز میں پھونک کی بجائے تھوک پھینکنا چاہیے''۔حالانکہ اگر کسی چیز میں تھوک پھینکنا جائز ہوسکتا ہے تو اس میں ہلکی تھوک والی پھونک مارنا تو بالاولیٰ جائز ہونا چاہیے......!

امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں ایک باب باندھا ہے: باب النفث فی الرقیة، ''دم میں پھونک مارنا''۔اور اس کے تحت انہوں نے تین حدیثیں نقل کی ہیں جن میں دو میں دم پڑھ کر پھونک مارنے (نَفث) کا اور ایک میں خالی نفث کا ذکر ہے،اس کی شرح میں حافظ ابن حجرؒ رقم طراز ہیں:

''امام بخاریؒ کا مقصود اس باب سے ان لوگوں کا ردّ کرنا ہے جو پھونک مارنے کو مطلقاً مکروہ قرار دیتے ہیں اور ان لوگوں کا بھی ردّ کرنا ہے جو خاص طور پر قراءتِ قرآن کے وقت پھونک مارنے کو برا سمجھتے ہیں''۔

مزیدؒ لکھتے ہیں: ''صحیح بات یہ ہے کہ إِنَّ فِیهِ رِیقًا خَفِیفًا، '' نفث میں تھوک کے باریک ذرّات ہوتے ہیں''۔آگے جا کر پھر لکھتے ہیں:

((وقد قدمت أن النفث دون التفل، و إذا جاز التفل جاز النفث بطریق الاولیٰ))

''میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ نَفث (یعنی پھونک) تَفل (یعنی تھوک) سے کم تر ہے اور جب (دم میں) تھوکنا جائز ہے،تو پھونک مارنا تو بطریقِ اولیٰ جائز ہوگا۔''[1]

......☆......

(۱) فتح الباری، ج ۱۰، ص ۲۰۸، ۲۰۹۔

باب ۲۳

جادو جنات سے بچاؤ کے لیے پیشگی تحفظات کا بیان

قرآن وسنت میں بہت سے ایسے دم اور اذکار بیان کیے گئے ہیں، جنہیں معمول بنا کر بلا ناغہ پڑھتے رہنے سے انسان جادو اور جنات وشیاطین وغیرہ سے محفوظ رہتا ہے۔ لہٰذا کوشش کرنی چاہیے کہ جادو جنات کا شکار ہونے سے پہلے ہی ان پر عمل شروع کر دیا جائے۔ ذیل میں ایسے وظائف واَوراد اور دعائیہ کلمات باحوالہ پیش کیے جا رہے ہیں:

۱)......تعوذ پڑھنا

تعوذ سے مراد یہ وظیفہ ہے:

((اَعُوْذُ بِا للّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ))

''میں شیطان مردود سے بچنے کے لئے اللہ کی پناہ پکڑتا ہوں''۔

لوگوں پر جادو کرنا چونکہ واضح طور پر شیطانی کام ہے اور بالعموم جنات کی مدد کے بغیر جادوگر کوئی عمل نہیں کرتا۔ اس لیے ان کا توڑ کرنے کے لئے تعوذ (یعنی اعوذ باللہ) بکثرت پڑھتے رہنا چاہیے کیونکہ اس دعا میں اللہ تعالیٰ سے براہ راست شیطان لعین سے بچاؤ کا سوال کیا جاتا ہے، چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

﴿ فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِا للّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴾ [سورة النحل:٩٨]

''اور جب قرآن پڑھنے لگو تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ طلب کر لیا کرو۔''

بعض مفسرین لکھتے ہیں کہ قرآن مجید کی حفاظت اللہ کے ذمے ہے اور اس میں کسی جھوٹ اور باطل کی ہرگز آمیزش نہیں ہو سکتی لیکن اس کے باوجود قرآن کی تلاوت سے پہلے تعوذ پڑھنے کا حکم دیا گیا، لہٰذا اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ تلاوت کے علاوہ دوسرے کاموں کے لیے تعوذ پڑھنا اور بھی زیادہ ضروری ہے''۔ (۱)

(۱) ملاحظہ ہو: تفسیر فتح القدیر، للشوکانی، ج۳ص ۲۳۱۔

قرآن کی ایک اور آیت میں شیطان سے بچنے کے لیے تعوذ پڑھنے کا اس طرح حکم دیا گیا:

﴿ وَاِمَّا یَنۡزَغَنَّكَ مِنَ الشَّیۡطٰنِ نَزۡغٌ فَاسۡتَعِذۡ بِاللّٰهِ ﴾ [سورۃ فصلت:٣٦]

''اگر شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ آئے تو اللہ سے پناہ مانگو (یعنی تعوذ پڑھا کرو)۔''

بہت سی روایات میں مذکور ہے کہ آنحضرت ﷺ شیطان سے اس طرح پناہ مانگتے تھے:

((اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُ بِكَ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ مِنۡ ھَمۡزِهٖ وَ نَفۡخِهٖ وَنَفۡثِهٖ))(۱)

بعض روایات میں تعوذ اس طرح مذکور ہے:

((اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ السَّمِیۡعِ الۡعَلِیۡمِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ مِنۡ ھَمۡزِهٖ وَنَفۡخِهٖ وَنَفۡثِهٖ))(۲)

لہٰذا عام تعوذ میں ان زائد الفاظ کا اضافہ بھی کیا جا سکتا ہے لیکن اگر یہ الفاظ یاد نہ ہوں تو سادہ تعوذ ہی پڑھ لینا چاہیے، جیسا کہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے دورانِ نماز تین مرتبہ کہا:

((اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنۡكَ اَلۡعَنُكَ بِلَعۡنَةِ اللّٰهِ))

''میں تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتا اور تجھ پر اللہ کی لعنت کرتا ہوں''

پھر آپ ﷺ نے آگے ہاتھ بڑھایا گویا کہ آپ کسی چیز کو پکڑ رہے ہیں۔ نماز کے بعد لوگوں کے پوچھنے پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ شیطان ابلیس آگ کا شعلہ لے کر مجھ پر حملہ آور ہوا تھا تو میں نے تین مرتبہ اعوذ باللہ پڑھ کر اس پر لعنت کی لیکن جب وہ دور نہ ہوا، تو میں نے اسے پکڑ لیا اور اگر میرے بھائی سلیمانؑ کی دعا نہ ہوتی تو صبح کے وقت شیطان کو باندھ دیتا اور مدینہ والوں کے بچے اس سے کھیلتے۔ (لیکن آپ ﷺ نے شیطان کو چھوڑ دیا)(۳)

(۱) ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ، باب الاستعاذہ فی الصلاۃ، ح٨٠٧، ح٨٠٨۔ ابوداؤد، کتاب الصلاۃ، ح٨٠٧۔ مسند احمد، ج٤ ص٨٠۔ صحیح ابن حبان، ح١٧٧٩۔ ابن خزیمہ، ح٤٦٩۔ حاکم، ج١، ص٢٣٥۔ حاکمؒ اور ذہبیؒ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

(۲) ابوداؤد، کتاب الصلاۃ، باب من رأی الاستفتاح سبحانك اللھم وبحمدك، ح٧٧٠۔

(۳) مسلم، کتاب المساجد، باب جواز لعن الشیطان، ح٥٤٢۔

قرآن مجید میں تعوذ کے لیے درج ذیل کلمات بھی مذکور ہیں:

﴿ رَبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ﴾

''اے میرے پروردگار! میں شیطان کے وسوسوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور اس بات سے بھی کہ وہ میرے پاس (مجھے تنگ کرنے) حاضر ہوں'' [سورۃ المؤمنون: ۹۷، ۹۸]

بعض روایات میں ہے کہ آنحضرتؐ نے اپنے ایک صحابی عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو پریشانی اور گھبراہٹ کے وقت اسی طرح کے دعائیہ کلمات پڑھنے کی نصیحت فرمائی تھی، اس کے الفاظ یہ ہیں:

((اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ غَضَبِهٖ وَشَرِّ عِبَادِهٖ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَاَنْ يَّحْضُرُوْنَ))(۱)

۲)......تسمیہ (یعنی بسم اللہ) پڑھنا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِذَا كَانَ جُنْحُ اللَّيْلِ فَكُفُّوْا صِبْيَانَكُمْ فَاِنَّ الشَّيْطَانَ تَنْتَشِرُ حِيْنَئِذٍ فَاِذَا ذَهَبَ سَاعَةٌ مِّنَ اللَّيْلِ فَخَلُّوْهُمْ وَاَغْلِقُوا الْاَبْوَابَ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ فَاِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَفْتَحُ بَابًا مُغْلَقًا))

''جب شام کا اندھیرا پھیلنے لگے تو اپنے بچوں کو گھروں میں روک کر رکھو کیونکہ اس وقت جنات پھیلتے ہیں۔ البتہ جب رات کا کچھ حصہ گزر جائے تو پھر انہیں چھوڑ سکتے ہو۔ اور اللہ کا نام لے کر (یعنی بسم اللہ پڑھ کر) دروازے بند کرلو کیونکہ جن کسی بند دروازے کو نہیں کھول سکتا''۔ (بشرطیکہ وہ اللہ کا نام لے کر بند کیا گیا ہو)(۲)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

(۱) ابو داؤد، کتاب الطب، باب کیف یرقی، ح۳۸۹۳۔ ترمذی، ح۳۵۲۸۔

(۲) صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة ابلیس، ح۳۳۰٤۔ صحیح مسلم، کتاب الاشربة، باب استحباب تخمیر الاناء وهو تغطیته......ح۲۰۱۲۔

''برتن ڈھک دو، مشک کا منہ باندھ دو، دروازہ بند کردو، چراغ بجھا دو کیونکہ شیطان نہ مشک کا منہ کھول سکتا ہے، نہ بند دروازہ کھول سکتا ہے اور نہ ہی ڈھکا ہوا برتن ننگا کرسکتا ہے۔ اور اگر کوئی اتنا ہی کرسکتا ہو کہ برتن پر لکڑی (شاخ) رکھ دے یا بسم اللہ پڑھ دے، تو اسے یہی کرلینا چاہیے''۔(۱)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جس کھانے پر بسم اللہ نہ پڑھی جائے، اس پر شیطان کو اختیار حاصل ہو جاتا ہے''۔(۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((سَتْرُمَا بَيْنَ أَعْيُنِ الْجِنِّ وَعَوْرَاتِ بَنِيْ آدَمَ إِذَا دَخَلَ أَحَدُهُمُ الْخَلَاءَ أَنْ يَقُوْلَ: بِسْمِ اللّٰهِ))(۳)

''انسانوں میں سے کوئی شخص اگر بیت الخلاء میں جاتے وقت بسم اللہ پڑھ لے تو اس کی برکت سے جنات کی آنکھوں اور انسانوں کی شرمگاہوں کے درمیان پردہ بن جاتا ہے۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب آدمی گھر سے نکلتے وقت یہ دعا پڑھ لے:

((بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ))

'اللہ کے نام کے ساتھ، میں اللہ ہی پر توکل کرتا ہوں، اللہ کی توفیق کے بغیر کچھ کرنا یا کسی (کے شر) سے بچنا ممکن نہیں'۔

تو اس کے حق میں (اللہ کی طرف سے فرشتے کی زبانی) یہ کہا جاتا ہے کہ 'اب تیری رہنمائی کر دی جائے گی، تیری کفایت کر دی جائے گی اور تجھے (شیاطین و جنات اور انسانی دشمنوں وغیرہ) سے محفوظ کر دیا جائے گا'۔ چنانچہ شیاطین یہ سن کر اس سے الگ

---

(۱) صحیح مسلم، ایضاً، ح۹۶،۲۰۱۲۔

(۲) ابوداؤد، کتاب الاطعمة، باب التسمية على الطعام۔

(۳) جامع ترمذی، کتاب الجمعة، باب ماذكر من التسمية عند دخول الخلاء، ح۶۰۶۔

ہو جاتے ہیں اور ایک شیطان دوسرے شیطان سے کہتا ہے: 'اب تم اس شخص پر کیسے مسلط ہو سکتے ہو جس کی رہنمائی کی گئی، کفایت کی گئی اور حفاظت کردی گئی ہے۔'"(۱)

لہٰذا گھر سے نکلتے، داخل ہوتے اور ہر اہم کام کرتے وقت بسم اللہ پڑھ لینی چاہیے تاکہ جنات وشیاطین سے حفاظت رہے۔

۳)......آیۃ الکرسی

آیۃ الکرسی سے مراد سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۲۵۵ ہے جو درج ذیل ہے:

﴿اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ لَا تَأْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗ اِلَّا بِاِذْنِهٖ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖ اِلَّا بِمَا شَآءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ﴾

"اللہ تعالیٰ ہی معبود برحق ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، جو زندہ اور سب کا تھامنے والا ہے، جسے نہ اونگھ آئے نہ نیند۔ اس کی ملکیت میں زمین وآسمان کی تمام چیزیں ہیں۔ کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے سامنے شفاعت کر سکے؟ وہ جانتا ہے جو ان کے سامنے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر جتنا وہ چاہے۔ اس کی کرسی کی وسعت نے زمین وآسمان کو گھیر رکھا ہے اور وہ (اللہ) ان کی حفاظت سے نہ تھکتا ہے اور نہ اکتاتا ہے۔ وہ تو بہت بلند اور سب سے بڑا ہے"۔

واضح رہے کہ اس ایک ہی آیت میں سولہ مرتبہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا گیا ہے اور صحیح احادیث میں اس آیت کو قرآن مجید کی سب سے افضل اور عظیم آیت قرار دیا گیا ہے۔(۲)

صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے صدقہ فطر کی حفاظت کے لیے مقرر کیا ہوا تھا۔ ایک دن ایک شخص آیا اور غلہ چوری کرنے لگا تو میں

---

(۱) ابو داؤد، کتاب الادب، باب ما یقول اذا خرج من بیته، ح ۵۰۹۵۔ ابوداؤد، للالبانی، ح ۴۲۴۹۔

(۲) مسلم، ح ۸۱۰۔ ابو داؤد، ح ۱۴۶۰۔ احمد، ج ۵، ص ۵۸۔

نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ میں تمہیں اللہ کے رسول ﷺ کی عدالت میں پیش کروں گا۔ اس نے منت سماجت کر کے اور بیوی بچوں کی غربت کا رونا رو کر مجھ سے جان چھڑا لی۔ صبح کے وقت آنحضرت ﷺ نے مجھ سے اس چور کے بارے میں دریافت کیا تو میں نے کہا یا رسول اللہ! اس نے بڑی منت سماجت کی تھی تو میں نے ترس کھا کر اسے چھوڑ دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس نے تیرے ساتھ جھوٹ بولا تھا لہٰذا وہ پھر آئے گا۔

(ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ) اگلے دن میں اسی وجہ سے ہوشیار ہو کر گھات لگا کر بیٹھ گیا۔ جب وہی چور دوبارہ آ کر غلہ اٹھانے لگا تو میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ میں تجھے اللہ کے رسولؐ کے پاس لے کر جاؤں گا لیکن اس مرتبہ پھر اس نے اپنے بیوی بچوں کے فقر اور تنگی کا ذکر کیا تو مجھے اس پر ترس آ ہی گیا اور میں نے اسے چھوڑ دیا۔ پھر صبح کے وقت آپ ﷺ نے اس چور کے متعلق دریافت کیا تو میں نے رات والی بات بتا دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ پھر جھوٹ بول کر تجھے دھوکا دے گیا ہے اور وہ پھر آئے گا۔

(ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ) تیسری مرتبہ (بھی) میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ اب میں تمہیں ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔ اس نے کہا: 'مجھے چھوڑ دو میں تمہیں اس کے بدلے ایسے کلمات سکھا دیتا ہوں کہ اگر تم انہیں پڑھ کر بستر پر سو جاؤ تو صبح تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم پر ایک پہرے دار مقرر کر دیا جائے گا اور کوئی شیطان صبح تک تمہارے پاس نہیں پھٹکے گا'۔ میں نے کہا کہ ہاں بتاؤ۔ تو اس نے مجھے آیۃ الکرسی والے کلمات بتائے اور میں نے اسے چھوڑ دیا۔ صبح کے وقت پھر اللہ کے رسول ﷺ نے اس چور کے بارے میں دریافت کیا تو میں نے رات والا سارا واقعہ کہہ سنایا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ وہ تھا تو جھوٹا مگر اب تجھے ایک سچی بات بتا گیا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا: جانتے ہو وہ کون تھا؟ تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے معلوم نہیں، تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے ابو ہریرہ! وہ شیطان تھا''۔ (1)

---

(1) بخاری، کتاب الوکالۃ، باب اذا وکل رجلا، ح ۲۳۱۱۔ دلائل النبوۃ، للبیہقی، ج ۷ ص ۱۰۷۔ عمل الیوم واللیلۃ، ص ۹۵۸۔ السنن الکبریٰ، للنسائی، ح ۱۰۷۹۵۔

اسی طرح کا ایک واقعہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ ان کی کھجوریں روزانہ کوئی کھا جایا کرتا تھا۔ ایک رات انہوں نے پہرہ دیا اور ایک جن پکڑ لیا اور اس جن نے اقرار کیا کہ ہم ہی آپ کی کھجوریں کھایا کرتے تھے۔ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا کہ یہ بتاؤ کہ ہم تم سے محفوظ کس طرح رہ سکتے ہیں؟ اس نے کہا کہ جو شخص آیۃ الکرسی صبح کے وقت پڑھے، وہ شام تک اور جو شام کو پڑھے، وہ صبح تک ہم سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ تو وہ صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ بات اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس خبیث شیطان نے سچی بات کہی ہے۔ (۱)

اسی طرح کا ایک واقعہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بھی مذکور ہے۔ (۲)

۴)......سورۃ البقرۃ

قرآن مجید کے آغاز میں سورت فاتحہ کے بعد پہلی اور قرآن کی سب سے بڑی سورت یہی سورۃ البقرہ ہے جس کی دو سو چھیاسی 286 آیات ہیں۔ اس سورت کی فضیلت میں بہت سی صحیح احادیث مروی ہیں جن میں اس طرح کے فضائل بھی بتائے گئے ہیں کہ اس سورت کی تلاوت کی برکت سے جنات و شیاطین دور بھاگتے ہیں، ایسی چنداً احادیث ملاحظہ فرمائیں:

۱)......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْفِرُ مِنَ الْبَيْتِ الَّذِي تُقْرَأُ فِيهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ))

''جس گھر میں سورۂ بقرہ پڑھی جائے، وہاں سے شیطان دور بھاگتا ہے''۔ (۳)

۲)......ایک اور حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِقْرَءُ وا سُورَةَ الْبَقَرَةِ فِي بُيُوتِكُمْ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَدْخُلُ بَيْتًا يُقْرَأُ فِيهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ))

---

(۱) عمل اليوم والليلة، للنسائي، ٩٦١، ٩٦٢۔ شرح السنة، ح١١٩٧۔ دلائل النبوة، للبيهقي ج٧ ص١٠٨۔ ابن حبان، ح٧٨٤۔

(۲) دیکھیے: مستدرك حاكم، ج٢ ح٢١٠٨۔

(۳) مسلم، ایضاً، باب ٢٩، ح٧٨٠۔ ترمذی، ح٢٨٧٧۔ السنن الكبرىٰ، للنسائي، ح١٠٨٠١۔

''اپنے گھروں میں سورۂ بقرہ پڑھا کرو کیونکہ جس گھر میں یہ سورہ پڑھی جاتی ہے، وہاں شیطان داخل نہیں ہوتا''۔ (۱)

۳)......حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ'' جس جگہ شیطان ہو، وہاں سورۃ البقرۃ پڑھنے سے شیطان بھاگ جاتا ہے''۔ (۲)

۴)......حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کا یہ ارشاد گرامی سنا کہ ''سورۂ بقرہ پڑھا کرو کیونکہ اسے پڑھنا باعثِ برکت ہے اور اسے چھوڑنا باعثِ حسرت ہے اور باطل پرست (یعنی جادوگر وغیرہ) اس کی استطاعت (یعنی توڑ) نہیں رکھتے''۔ (۳)

۵)......سورۃ البقرۃ کی آخری آیات

مذکورہ بالا روایات میں مکمل سورۂ بقرۃ پڑھنے کا ذکر ہے، البتہ بعض روایات میں سورۂ بقرہ کی آخری دو اور بعض میں آخری تین آیتوں کی بھی اس طرح کی فضیلت مذکور ہے جیسا کہ حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

''جو شخص سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں پڑھ لے تو وہ رات بھر اس کے لیے کافی ہو جائیں گی''۔ (٤)

بعض اہل علم کے بقول: ''یہ دو آیتیں کافی ہو جائیں گی'' کا مطلب ہے کہ یہ دو آیتیں تہجد کی نماز سے کفایت کر دیں گی اور بعض کے بقول اس کا مطلب ہے کہ یہ دو آیتیں جنوں اور شیطانوں سے محفوظ رکھنے کے لئے کافی ہو جائیں گی۔ اس دوسرے مفہوم کی تائید حضرت

---

(۱) مستدرک حاکم، ح۲۶۰۲۔ (۲) مسند دارمی، ج۲ ص۴٤۷۔

(۳) صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب فضل قرأۃ القرآن و سورۃ البقرۃ، ح۸۰٤۔ یعنی جادوگر اس کا توڑ نہیں کر سکتے۔

(٤) بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب فضل سورۃ البقرۃ، ح۵۰۰۹۔ مسلم، ح۸۰۷۔ ابو داؤد، ح۱۳۹۷۔ ترمذی، ح۲۸۸۱۔ ابن ماجہ، ح۱۳۶۸۔ احمد، ج٤ ص۱۱۸۔

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس گھر میں یہ (سورۃ البقرۃ کی آخری) دونوں آیتیں مسلسل تین رات تلاوت کی جائیں تو شیطان اس گھر کے نزدیک نہیں جائے گا۔''[۱]

اسی طرح حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں آخری تین آیات کا ذکر ہے[۲]۔

اور وہ تین آیات درج ذیل ہیں:

﴿ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ آمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ آمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَي الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَي الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴾ [سورة البقرة: ۲۸۴تا۲۸۶]

۲)......معوذتین (یعنی سورۃ الفلق اور سورۃ الناس) اور سورۃ الاخلاص

معوذتین سے مراد قرآن مجید کی آخری دو سورتیں ہیں یعنی سورۃ الفلق اور الناس۔ جادو جنات سے تحفظ اور روحانی امراض سے نجات کے لیے یہ بہترین وظیفہ ہیں۔ یہی چیز سورۃ الاخلاص کے بارے میں بھی مروی ہے، ذیل میں اس بارے چند احادیث ملاحظہ فرمائیں:

۱)......''حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں جحفہ اور اَبواء مقام کے درمیان چل رہا تھا کہ اچانک ہمیں سخت

(۱) جامع ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ماجاء فی آخر سورة البقرة، ح۲۸۸۲۔

(۲) ترمذی، ایضاً، ح۲۸۸۱۔ ابن حبان، ح ۷۸۲۔ دارمی، ج۲، ص۴۴۹۔ حاکم، ج۱، ص۵۶۲۔ المعجم الکبیر، للطبرانی، ح۷۱۴۶۔

آندھی نے گھیر لیا اور ہر طرف اندھیرا چھا گیا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ﴿ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ﴾ اور ﴿ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ﴾ سورتوں کو پڑھنا شروع کر دیا اور فرمایا: اے عقبہ! تم بھی ان دونوں سورتوں کے ساتھ پناہ طلب کرو، کسی پناہ طلب کرنے والے کے لیے ان دو سورتوں جیسی اور کوئی چیز نہیں ہے۔''(۱)

۲)...... ''حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ جنوں اور انسانوں کی نظر بد سے بچنے کے لیے تعوذ پڑھا کرتے تھے اور جب یہ دو سورتیں (یعنی معوذتین) نازل ہوئیں تو آپ ﷺ نے ان کا وظیفہ اپنا معمول بنا لیا اور اس کی جگہ دیگر دعائیں (جو پہلے پڑھتے تھے) چھوڑ دیں۔''(۲)

۳)...... ''حضرت ابو عابس جہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اے ابو عابس! کیا میں تمہیں پناہ مانگنے والوں کی بہترین دعا نہ بتاؤں؟ تو میں نے عرض کی ہاں اللہ کے رسول! ضرور، تو آپ ﷺ نے سورۃ الفلق اور سورۃ الناس کا نام لے کر فرمایا: وہ (بہترین دعا) یہ دو سورتیں ہیں''(۳)

۴)...... ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بیمار ہوتے تو ان دو سورتوں کے ساتھ اپنے اوپر دم کیا کرتے تھے اور جب مرض الموت میں آپ کی تکلیف بڑھ گئی تو میں ان سورتوں کو پڑھ کر برکت کی امید سے اپنے ہاتھوں کو آپ ﷺ کے جسم پر پھیرتی تھی۔''(۴)

۵)...... ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ جب سونے کے لیے بستر پر تشریف لاتے تو سورۃ اخلاص، فلق، اور ناس، پڑھ کر اپنے دونوں ہاتھوں میں پھونک مارتے اور پھر دونوں ہاتھوں کو اپنے سر سے شروع ہو کر سارے جسم پر پھیر لیتے اور آپ یہ عمل تین مرتبہ کیا کرتے تھے''۔(۵)

(۱) ابو داؤد، کتاب الوتر، باب فی المعوذتین، ح ۱۴۶۳۔ (۲) ترمذی، ح ۲۰۵۸۔
(۳) سنن نسائی، کتاب الاستعاذہ، باب ماجاء فی سورتی المعوذتین، ح ۵۴۳۴۔
(۴) بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب فضل المعوذات۔ (۵) ایضاً، ح ۵۰۱۷۔

٦)...... ''حضرت خبیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرتے ہوئے بارش اور سخت اندھیری رات میں باہر نکلے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آ کر ہمیں نماز پڑھائیں۔ چنانچہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پا لیا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا: پڑھو۔ میں خاموش رہا۔ آپ نے پھر فرمایا: پڑھو۔ میں نے عرض کیا: کیا پڑھوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم قل ھو اللہ احد اور معوذتین (آخری دو سورتیں) صبح و شام تین مرتبہ پڑھو، تو یہ تمہیں ہر چیز سے کفایت کر جائیں گی''۔[1]

یعنی تمام مصیبتوں، بیماریوں، پریشانیوں اور جادو جنات کے اثرات سے بچانے کے لیے کافی ہو جائیں گی۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہر رات سونے سے پہلے معوذتین اور سورۃ الاخلاص پڑھتے اور اپنی ہتھیلیوں کو اکٹھا کر کے ان میں پھونکتے اور پھر سارے جسم پر انہیں مل لیتے۔ (تاکہ جادو جنات وغیرہ کے اثرات سے محفوظ رہیں)[2]

بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کو بھی یہ نصیحت فرمایا کرتے تھے کہ وہ سوتے اور جاگتے وقت ان دونوں سورتوں کو پڑھا کریں۔[3]

سورۃ الفلق، سورۃ الناس اور سورۃ الاخلاص مع ترجمہ

﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ﴾

''(اے نبی!) آپ کہہ دیجیے کہ میں صبح کے رب کی پناہ میں آتا ہوں، ہر اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی ہے اور اندھیری رات کی تاریکی کے شر سے کہ جب اس کا اندھیرا پھیل جائے اور گرہ لگا کر ان میں پھونکنے والوں کے شر سے بھی اور حسد کرنے والے کی برائی سے بھی، کہ جب وہ حسد کرے''۔

﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ مَلِكِ النَّاسِ اِلٰهِ النَّاسِ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ الَّذِیْ

(۱) ترمذی، کتاب الدعوات، باب الدعاء عند النوم، ۳۵۷۵۔ ابو داؤد، کتاب الادب، ۵۰۸۳۔
(۲) صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن، باب فضل المعوذات، ح۵۰۱۷۔
(۳) نسائی، کتاب الاستعاذۃ، باب ماجاء فی سورتی المعوذتین، ح۵۴۳۹۔

يُوَسْوِسُ فِي صُدُوْرِ النَّاسِ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ﴾

''(اے نبیؐ!) آپ کہہ دیجیے کہ میں لوگوں کے پروردگار کی پناہ میں آتا ہوں، لوگوں کے مالک کی اور لوگوں کے معبود کی پناہ میں (آتا ہوں)۔ وسوسہ ڈالنے والے، پیچھے ہٹ جانے والے کے شر سے جو لوگوں کے سینوں میں وسوسہ ڈالتا ہے، خواہ وہ جنات میں سے ہو یا انسانوں میں سے۔''

﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ كُفُوًا اَحَدٌ﴾

''(اے نبیؐ!) آپ کہہ دیجیے کہ اللہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے، اس نے کسی کو جنم نہیں دیا اور نہ اسے کسی نے جنا ہے اور اس کا کوئی ہمسر نہیں ہے''۔

۷)......کلمہ توحید و تہلیل

کلمہ توحید و تہلیل سے مراد یہاں یہ وظیفہ ہے:

((لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ))

''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کے لیے بادشاہی اور حمد و ثنا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے''۔

اس وظیفہ کے بارے میں آنحضرت ﷺ سے بسند صحیح ثابت ہے کہ جو شخص روزانہ سو مرتبہ یہ وظیفہ پڑھے تو اسے درج ذیل فوائد حاصل ہوں گے:

(۱)......دس غلام آزاد کرنے کا ثواب حاصل ہوگا۔

(۲)......اس کے لیے سو (100) نیکیاں لکھ دی جائیں گی۔

(۳)......اس کے سو (100) گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

(۴)......اس دن شام تک وہ آدمی شیطان سے محفوظ رہے گا۔

(۵)......اس دن اللہ کے ہاں اس شخص کا ثواب سب سے زیادہ ہوگا۔ البتہ جو شخص اس وظیفہ کو اس سے زیادہ کرے تو وہ (سو مرتبہ پڑھنے والے سے بھی) افضل ہوگا۔''[۱]

(۱) مسلم، کتاب الذکر الدعاء، باب فضل التھلیل و التسبیح و الدعاء، ح ۲۶۹۱۔

اس روایت کے فائدہ نمبر چار کے پیش نظر انسان، جنوں اور شیطانوں کے شر سے سارا دن محفوظ رہتا ہے۔

۸)...... ذکر الٰہی کی پابندی

اس سے مراد وہ تمام مسنون اذکار، دعائیں اور وظائف ہیں جو آنحضرت ﷺ نے حالات کی مناسبت سے مختلف اوقات کے لیے اپنی امت کو سکھائے ہیں۔ ان میں صبح و شام کے مخصوص اذکار، عبادات سے متعلقہ اَوراد اور دیگر معاملات سے متعلقہ وظائف و اَذکار وغیرہ شامل ہیں۔ ہر مسلمان کو چاہیے کہ اَذکار پر مشتمل مستند کتابوں میں سے کوئی ایک کتاب ضرور اپنے پاس رکھے۔ اگر جیبی سائز کی کتاب ہو تو زیادہ مناسب ہے اور اس کی مدد سے آہستہ آہستہ ان تمام وظائف کو یاد کر کے حرزِ جاں بنا لینا چاہیے کیونکہ ذکر الٰہی شیطان سے بچاؤ کے لیے ہر مومن شخص کے لیے خدائی قلع ہے۔

۹)...... جادو، جنات سے بچاؤ کے لیے چند خاص مفید اَذکار و وظائف

ہم یہاں جادو، جنات سے بچاؤ کے لیے چند خاص مجرب و مفید اَذکار درج کر رہے ہیں:

۱)...... حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص (بغرضِ جماع) اپنی بیوی کے پاس جائے، تو یہ دعا پڑھ لے:

((بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطٰنَ وَجَنِّبِ الشَّيْطٰنَ مَا رَزَقْتَنَا))(۱)

''اللہ کے نام کے ساتھ۔ یا اللہ! ہمیں اور جو بچہ تو ہمیں عطا کرے، اسے شیطان سے محفوظ فرما'' تو (اس دعا کی برکت سے) شیطان اس بچے کو کبھی تکلیف نہیں دے گا''۔

۲)...... بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھ لیں، تو حدیثِ نبویؐ کے مطابق آپ شیطان سے محفوظ رہیں گے:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ))(۲)

(۱) بخاری، کتاب الوضوء، باب التسمیہ علی کل حال وعند الوقاع، ح۱٤۱۔

(۲) بخاری، ایضاً، ح۱٤۲۔

''یا اللہ! میں شریر جنوں اور جنیوں سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں''۔

۳)...... صحیح احادیث کی رو سے درج ذیل وظیفہ پڑھنے والا شخص جن و شیاطین، نظر بد اور موذی چیزوں سے محفوظ رہتا ہے:

((اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ)) (۱)

''میں اللہ تعالیٰ سے اس کے مکمل کلمات کے ساتھ ہر شیطان مردود سے، موذی جانور سے اور نظر بد سے پناہ مانگتا ہوں''۔

نوٹ: اگر کسی مرد کو دم کرنا ہو تو اَعُوْذُ کی جگہ اُعِيْذُكَ پڑھیں، عورت ہو تو پھر اُعِيْذُكِ پڑھیں یعنی 'ک' پر زیر کے ساتھ۔ باقی دعا اسی طرح پڑھیں جس طرح اوپر لکھی ہے۔

۴)...... حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص (دورانِ سفر) کسی جگہ پڑاؤ کرے اور یہ دعا پڑھے:

((اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ))

''میں اللہ تعالیٰ کے مکمل کلمات کے ساتھ اس کی پیدا کردہ ہر چیز سے پناہ مانگتا ہوں''

تو اسے اس وقت تک وہاں کوئی چیز تکلیف نہ پہنچا سکے گی جب تک کہ وہ وہاں سے کوچ نہ کر لے۔ (۲)

۵)...... ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر شکوہ کیا کہ مجھے بچھو نے کاٹ لیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم نے یہ دعا (جو نیچے مذکور ہے) شام کے وقت پڑھ لی ہوتی تو تمہیں بچھو نقصان نہ پہنچاتا۔ (۳) (وہ دعا یہ ہے:)

((اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ))

''میں اللہ تعالیٰ کے مکمل کلمات کے ساتھ اس کی پیدا کردہ ہر چیز سے پناہ مانگتا ہوں''۔

---

(۱) ایضاً، کتاب احادیث الانبیاء، باب ۱۰، حدیث، ۳۳۷۱۔ ابو داؤد، ح۴۷۳۷۔

(۲) مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فی التعوذ من سوء القضاء ودرك الشقا، ح۶۷۰۸۔ مؤطا، کتاب الأستئذان، ح۳۴۔ ترمذی، ح۳۴۳۷۔ ابن خزیمه، ج۴ ص۱۵۰۔ احمد، ج۶ ص۳۷۷۔ ابن ماجه، ح۳۵۴۷۔

(۳) مسلم، ح۶۷۰۹۔

۶)......ابان بن عثمان فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جو شخص ہر صبح اور شام تین مرتبہ یہ دعا پڑھے:

((بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ))

''اللہ کے نام کے ساتھ جس کے نام کے ساتھ آسمان و زمین کی کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی اور وہی سننے والا اور جاننے والا ہے۔''

تو اسے کوئی چیز تکلیف نہیں دے گی۔(ابو داؤد کی روایت میں ہے کہ وہ اچانک پن کی مصیبت سے محفوظ رہے گا)

خود اس روایت کے راوی ابان بن عثمان کو فالج ہو چکا تھا تو جب انہوں نے یہ حدیث بیان کی تو سننے والا حیرت کے ساتھ ابان کی طرف دیکھنے لگا۔(یعنی اگر اس دعا کی برکت سے کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی تو آپ کو فالج کیسے ہو گیا؟)ابان نے کہا کہ میری طرف حیرانی سے کیا دیکھتے ہو؟ حدیث بالکل اسی طرح ہے، البتہ جس دن اللہ کی تقدیر مجھ پر غالب آنی تھی، اس دن میں یہ دعا نہ پڑھ سکا تھا۔(اور مجھ پر فالج کا حملہ ہو گیا)[۱]

۷)......حضرت علی رضی اللہ عنہ نے (ایک مقروض آدمی سے) فرمایا: کیا میں تمہیں وہ کلمات نہ سکھا دوں جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سکھائے تھے اور فرمایا تھا کہ اگر تجھ پر پہاڑ برابر بھی قرض ہو گا تو اللہ تعالیٰ ان کلمات کی برکت سے اسے اتار دیں گے۔وہ کلمات یہ ہیں:

((اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ))

''یا اللہ! اپنے حلال کے ذریعے، حرام سے مجھے بچا لے اور اپنے فضل و کرم سے مجھے دوسروں (کے سامنے دست سوال پھیلانے) سے غنی فرما دے''۔[۲]

......☆......

(۱) ترمذی، کتاب الدعوات، باب ۱۳، ح ۳۳۸۸۔ابو داؤد، ح ۵۰۷۹۔ابن ماجہ، ح ۳۸۶۹۔
(۲) ترمذی، ایضا، باب۔۱۱۰، ح، ۳۵۷۴۔ احمد، ج ۱ ص ۱۵۳۔حاکم، ج ۱ ص ۵۳۸۔

باب ۲۴

جادو کے توڑ کا بیان

اگر انسان روز مرہ کے تمام اَذکار و وظائف کی پابندی کرتا رہے تو پھر اسے کسی جن، جادو، آسیب اور ٹونے ٹوٹکے کی بالعموم شکایت نہیں ہوتی۔ لیکن بعض اوقات غفلت، سستی، بھول چوک اور کارِ گناہ میں مبتلا ہو کر ایک انسان جادو جنات کے حملے کا شکار ہو بھی سکتا ہے۔ ایسی صورت میں یہ سمجھنا چاہیے کہ ایک طرف تو تقدیر کا فیصلہ ہی ایسے تھا کہ اس شخص نے اس مرض میں مبتلا ہونا تھا اور دوسری طرف تقدیر ہی کے فیصلے کی بنیاد پر اس کا ظاہری سبب یہ بن جاتا ہے کہ انسان اپنے اَذکار و وظائف سے کسی وقت غافل ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے اسے نقصان پہنچانے والے دشمن کامیاب ہو جاتے ہیں۔

یاد رہے کہ بعض لوگ جادو جنات وغیرہ سے انکار کرتے ہوئے یہ دلیل بھی پیش کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم چونکہ ان چیزوں کا شکار نہیں ہوتے تھے، اس لیے ان چیزوں کی کوئی حقیقت نہیں۔ حالانکہ بعض ایسے واقعات کتبِ احادیث میں ملتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں بھی جنات اور جادو کا اثر لوگوں پر ہوتا تھا۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی جادو ہوا جس کا توڑ حضرت جبریلؑ نے معوذتین کے دم کے ساتھ کیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی ایسے واقعات ملتے ہیں کہ انہوں نے جادو اور جنات سے متاثر لوگوں کا علاج کیا۔ ان میں سے کچھ واقعات گزشتہ صفحات میں گزر چکے ہیں اور کچھ آئندہ صفحات میں ذکر کیے جائیں گے۔

اگر چہ یہ واقعات شاذ و نادر ہیں لیکن ان کے شاذ و نادر ہونے کا یہ معنی نہیں کہ ان چیزوں کا کوئی ثبوت، حقیقت یا اثر نہیں بلکہ ان کی حقیقت اور تاثیر اپنی جگہ برحق ہے۔ البتہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بالعموم ان حوادث کا شکار اس لیے نہیں ہوتے تھے کہ وہ ذکر و اَذکار کے انتہائی پابند،

خوفِ خدا سے ہر وقت ترساں ولرزاں اور اللہ کی محبت سے ہمہ وقت سرشار رہتے تھے جس کی وجہ سے جادو جنات وغیرہ کا اثر ان پر ہونے ہی نہیں پاتا تھا اور آج بھی یہ تجربے و مشاہدے کی بات ہے کہ مسنون وظائف اور ذکر و اذکار سے اپنی زبانوں کو تر رکھنے والے لوگ جادو جنات، اور ٹونوں دونوں کا کم ہی شکار ہوتے ہیں۔

جادو کے توڑ کے لئے سب سے پہلے یہ اطمینان کرلیں کہ مطلوبہ مریض جادو میں مبتلا ہے یا کسی اور جسمانی بیماری میں۔ یہ جاننے کے لیے کچھ علامات ہیں۔ اگر تو مریض جسمانی مرض میں مبتلا ہے تو اس پر جسمانی مرض سے متعلقہ عام دم کردیں اور اسے کسی ڈاکٹر یا حکیم سے باقاعدہ علاج کروانے کا مشورہ دیں لیکن اگر یہ معلوم ہو جائے کہ اس مریض میں جادو کی علامات پائی جاتی ہیں تو پھر اس کے جادو کے توڑ کا روحانی علاج کیا جائے۔ لیکن ضروری نہیں کہ ہماری تجویز کردہ یہ علامات خالصتاً جادوئی اَثرات پر دلالت کریں کیونکہ علامت ہمیشہ حقیقت تک پہنچنے کا ایک قرینہ ہوتی ہے، اس لیے ان علامات کی بنیاد پر مریض کو طبی علاج معالجہ سے منع نہ کریں۔ بلکہ یہ بھی یاد رکھیں کہ بعض اوقات جادوئی اَثرات کی وجہ سے انسان جسمانی طور پر بھی کئی امراض کا شکار ہو جاتا ہے۔ اب چند ضروری علامات ملاحظہ کریں:

جادو سے متاثر مریض کی علامات

۱)......گھر والوں، دوست اَحباب اور رشتہ داروں سے تمام معاملات درست ہوں مگر اچانک کسی وجہ کے بغیر ہی معاملات خراب ہو جائیں۔

۲)...... بیوی بچوں اور گھر والوں کے ساتھ محبت و شفقت کا رویہ بغیر کسی ظاہری سبب کے اچانک نفرت میں بدل جائے۔

۳)......نماز، روزہ اور دیگر عبادات سے اچانک دل اکتا جائے۔

۴)......ہر وقت پریشانی، سستی، گھبراہٹ، خاموشی اور تنہائی کی عادت پیدا ہو جائے۔

۵)......جسم کے کسی حصہ میں درد ہو اور طبی معائنہ کے باوجود اس کی کوئی وجہ سمجھ نہ آئے۔

۶)......خواب اور بیداری میں چیخ و پکار کانوں سے ٹکرائے مگر کوئی چیز دکھائی نہ دے۔

۷)......شادی شدہ کو اپنے شریکِ حیات کے پاس جانے کی رغبت ختم ہو جائے۔

۸)......کسی جگہ پر مریض گھبراہٹ اور بے چینی محسوس کرتا ہو اور جونہی وہاں سے دور ہو تو افاقہ محسوس کرے۔

۹)......مریض کے لیے ذہنی انتشار کی کیفیت پیدا ہو جائے اور بتدریج بڑھتی چلی جائے۔

۱۰)......مریض کو مذکورہ بالا علامتوں کے علاوہ ڈراؤنے خواب بھی آتے ہوں۔

اس کے علاوہ بعض عامل ایک اور علامت بھی بتاتے ہیں، وہ یہ کہ سادہ پانی اور چینی لے کر اس پر آیۃ الکرسی، سورۂ فاتحہ اور معوذات وغیرہ کا دم کر کے پانی مریض کو پلائیں اور چینی کھلائیں، اگر مریض کو پانی یا چینی کا ذائقہ کڑوا معلوم ہو تو پھر سمجھیے کہ اس پر جادو کیا گیا ہے۔ ہمارے بعض عامل دوست اس سے استفادہ کرتے ہیں اور اسے مجرب مانتے ہیں۔ خود میں نے بھی بعض مریضوں پر اس کا تجربہ کیا ہے، کبھی تو یہ مفید ثابت ہوا لیکن کبھی بالکل بے فائدہ رہا۔

یاد رہے کہ بعض اوقات جادوئی اثرات سے پیدا ہونے والی علامات جناتی مریض پر پوری اترتی ہیں اور بعض اوقات اس کے برعکس ہوتا ہے۔ اس لیے جناتی مریض کی علامات بھی ذہن میں رہنی چاہییں۔ [یہ علامات اگلے باب میں ملاحظہ کریں]

جادو سے متاثر مریض کا علاج

جادو سے متاثر شخص کے علاج کی کئی صورتیں ہیں جنہیں ہم ذیل میں ذکر کر رہے ہیں، لہٰذا کسی جادوگر یا کفریہ اور غیر مسنون یا مشکوک عملیات کرنے والے کے پاس جانے کی بجائے خود ان صورتوں کو آزمائیے یا ایسے عامل کو تلاش کیجیے جو مسنون طریقۂ علاج کا ماہر ہو۔

۱)......جادو کے توڑ کی پہلی صورت، جادو کا اخراج

نبی کریم ﷺ پر جادو ہوا تو آپ اس وقت تک اس سے متاثر رہے جب تک وہ نکال کر ضائع نہیں کر دیا گیا۔ اس لیے سب سے پہلے یہ معلوم کرنے کی کوشش کریں کہ مریض پر

کیا جانے والا جادو کہاں چھپایا گیا ہے۔ اگر مریض پر جادو کے ساتھ جنات کا بھی اثر ہو تو جنات کے توڑ والا عمل، جو اگلے باب میں بیان کیا گیا ہے، کر کے جن کو حاضر کریں اور اس سے جادو کی جگہ کے بارے میں دریافت کریں۔

اگر اس طرح یا کسی اور طریقہ سے جادو والی چیز مل جائے تو اس پر آیۃ الکرسی، معوذات، سورۂ بقرۃ کی آخری آیات اور سورۂ فاتحہ پڑھ کر پھونکیں اور پھر کسی غیر آباد جگہ پر اسے دفنا دیں یا پانی میں بہا دیں یا جلا دیں یا پھر کسی اور طریقے سے اسے ضائع کر دیں۔ اگر آپ کو یہ وظیفہ یاد نہیں یا فوراً اسے پڑھ نہیں سکتے تو پھر اس پر صرف تعوذ پڑھ کر اس جادو شدہ چیز کو ضائع کر دیں۔

بعض اوقات جادو کسی ایسی چیز پر کر دیا جاتا ہے جو قابل استعمال ہوتی ہے۔ ایسی چیز پر مذکورہ وظیفہ پڑھنے کے بعد اسے زیر استعمال بھی لایا جا سکتا ہے کیونکہ اب اس سے جادو کا اثر زائل ہو چکا ہے لیکن اگر آپ اس چیز کو استعمال میں نہیں لانا چاہتے تو کوئی حرج نہیں۔

یاد رہے کہ اگر اللہ تعالیٰ سے خلوصِ دل سے دعا مانگی جائے تو الہام یا خواب کے ذریعے بھی جادو کے بارے میں اللہ کی طرف سے کوئی اشارہ اور رہنمائی مل سکتی ہے۔ میں یہ بات اس لیے کہہ رہا ہوں کہ نبی کریم ﷺ پر جادو ہوا تو اس کے اخراج کے لیے بذریعہ وحی آپ کی رہنمائی کی گئی، ہم میں سے کسی کے پاس وحی تو آ نہیں سکتی، اس لیے ہماری رہنمائی کے لیے الہام اور خواب ہی کے ذرائع باقی ہیں۔

جادو شدہ چیز کی تلاش کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ آپ مریض سے یہ پوچھیں کہ کس جگہ اٹھنے بیٹھنے یا آنے جانے سے زیادہ اثر محسوس ہوتا ہے۔ یقیناً وہ کوئی نہ کوئی جگہ ضرور بتائے گا کہ فلاں جگہ پر بیٹھنے یا داخل ہونے سے زیادہ جادوئی اثر محسوس ہوتا ہے۔ آپ بذات خود یا مریض کے ذریعے اس جگہ کی اچھی طرح تلاشی لیں ممکن ہے وہاں سے جادو شدہ چیز مل جائے۔ اور اگر کوئی ایسی مشکوک چیز دکھائی دے جس پر جادو کیے جانے کا شبہ ہو سکتا ہے تو اسے بھی مذکور بالا طریقے کے مطابق دفنا دیں یا ضائع کر دیں۔

۲)...... جادو کے توڑ کی دوسری صورت، یعنی شرعی دم

جادو کے توڑ کی دوسری صورت یہ ہے کہ آپ جادو سے متاثر مریض پر وہ تمام دم درود کریں جو شرعاً جائز ہیں، اس سلسلہ میں حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں:

''جادو کا سب سے بہتر اور مناسب علاج وہ ہے جو شرعی دم سے کیا جائے، کیونکہ جادو بدروحوں کے اثرات بد کی وجہ سے ہوتا ہے، لہٰذا ان کے بداثرات کا دفاع اور علاج اسی چیز سے کیا جاسکتا ہے جو ان کا مقابلہ کر سکے، اور وہ مسنون اذکار اور قرآنی آیات ہی ہیں جن کے ذریعے ان بدروحوں کے برے اثرات کا خاتمہ کیا جاسکتا ہے۔''(۱)

پرتاثیر، انتہائی مفید، مستند اور مجرب دم کے لئے درج ذیل روحانی وظائف اختیار کریں:

(۱) سورۃ الفاتحہ (مکمل)
(۲) آیۃ الکرسی
(۳) سورۃ الاخلاص (مکمل)
(۴) سورۃ الفلق (مکمل)
(۵) سورۃ الناس (مکمل)
(۶) البقرۃ کی آخری دو یا تین آیات
(۷) درود ابراہیمی (مکمل)
(۸) سورۃ البقرہ (آیت ۲)
(۹) سورۃ البقرۃ (آیات: ۱۶۳، ۱۶۴)
(۱۰) المؤمنون (آیات: ۱۱۵ تا ۱۱۸)
(۱۱) سورۃ الصّٰفّٰت (آیات: ۱ تا ۱۰)
(۱۲) الحشر (آیات: ۲۱ تا ۲۴)
(۱۳) سورۃ الاعراف (آیات: ۱۱۷، ۱۱۹)
(۱۴) یونس (آیات: ۷۹ تا ۸۲)
(۱۵) سورۃ طٰهٰ (آیات: ۶۵ تا ۶۹)۔ ☆

مذکورہ بالا پندرہ چیزیں جنہیں ہم نے جادو کے توڑ کے لیے شرعی دم کے طور پر بیان کیا ہے، ان میں سے بعض کے مستند ہونے کی دلیل پیچھے گزر چکی ہے (مثلاً معوذتین، آیۃ الکرسی، وغیرہ) جبکہ درود ابراہیمی کو ہم نے ان احادیث کی بنیاد پر شامل کیا ہے جن کی رو سے اسے

---

(۱) الطب النبوی، لابن قیمؒ، ص ۲۶۹۔

☆ ان تمام آیات اور وظائف کو کتاب کے آخر میں درج کر دیا گیا ہے۔ مریض خود بھی ان وظائف اور آیات کی تلاوت کرتا رہے، مگر اسی قدر جتنا آسانی سے اس کے لیے ممکن ہو۔

دعا میں شامل کرنا قبولیتِ دعا کا ایک ذریعہ ہے اور بقیہ کچھ وظائف کے حوالے آئندہ سطور میں آرہے ہیں۔

اس کے علاوہ دیگر آیات جن کے حوالے پیچھے یا آئندہ ذکر نہیں کیے گئے، کے بارے میں یہ یاد رہے کہ ان آیات میں سے چند آیات کے ساتھ علاج کرنا تو صحیح احادیث سے ثابت ہے، البتہ باقی آیات کا ثبوت عمومی دلائل پر مشتمل ہے جیسا کہ مجموعی طور پر قرآن مجید کے بارے میں کہا گیا ہے کہ

﴿ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ﴾ [بنی اسرائیل:۸۲]

''یہ قرآن جو ہم نازل کر رہے ہیں مومنوں کے لیے سراسر شفا اور رحمت کا باعث ہے''

اس آیت کی تفسیر میں بعض مفسرین نے کہا ہے کہ قرآن مجید میں روحانی و جسمانی دونوں طرح کے امراض کا علاج موجود ہے۔ امام بخاریؒ نے بھی ''باب الرقی باالقرآن'' کے عنوان سے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ علاوہ ازیں عمومی و مجموعی طور پر قرآن مجید کی مختلف آیات سے دم اور روحانی علاج کرنے کا ثبوت اس حدیث سے بھی ملتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک عورت تھی جو ان کا علاج معالجہ اور دم درود کر رہی تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا: ''عالجيها بكتاب الله؛ اللہ کی کتاب سے اس کا علاج کرو۔''[1]

اس سے بھی معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی مختلف آیات سے روحانی علاج کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اس سلسلہ میں کوئی ایسی صورت اور طریق کار اختیار نہ کیا جائے جس سے قرآن مجید کی بے حرمتی لازم آئے۔

معالج کو چاہیے کہ مریض پر ان وظائف کا دم کر کے پھونکے اور مریض کو بھی یہ دم پڑھنے کی ہدایت کرے۔ اللہ نے چاہا تو مریض سے جادو کا اثر زائل ہو جائے گا۔ اس سلسلہ میں یہ بات یاد رکھیں کہ اگر جادو کمزور ہو اور روحانی معالج کا تقویٰ اور دینداری کی کیفیت اچھی ہو

---

(۱) صحیح ابن حبان، ح٦[illegible]۔ السلسلة الصحيحة، ح۱۹۳۱۔

تو نہایت ہی مختصر دم سے مریض صحت یاب ہو جاتا ہے اور اگر جادو قوی ہو، یا بار بار جادوئی عملیات کیے جا رہے ہوں تو پھر زیادہ سے زیادہ دم کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور بعض اوقات تو مسلسل دم کرتے رہنے کی نوبت بھی آ جاتی ہے۔

جادو کے توڑ کے لیے سورۃ الفاتحہ کے ذریعے دم

حضرت خارجہ بن صلت رضی اللہ عنہ کے چچا سے روایت ہے کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنے کے بعد واپس آ رہے تھے کہ راستے میں ایک قبیلے سے ہمارا گزر ہوا، تو قبیلہ والوں نے کہا کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تم اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خیر و بھلائی کی باتیں سیکھ کر آ رہے ہو، تو کیا تمہارے پاس کوئی ایسا دم یا دوا وغیرہ ہے جس کے ذریعے تم ہمارے آسیب زدہ شخص کا علاج کر سکو؟ ہم نے کہا کہ ہاں بالکل ہے۔ پھر وہ ایک آدمی لے کر آئے جو رسیوں میں جکڑا ہوا (محسوس ہوتا) تھا۔

صحابی فرماتے ہیں کہ میں نے تین دن صبح و شام اس پر سورت فاتحہ کے ساتھ دم کیا اور جب میں دم کرتا تو اپنے منہ میں تھوک جمع کر کے اس پر تھوکر دیتا۔ بالآخر وہ تندرست ہو گیا اور ایسے معلوم ہوتا تھا کہ کسی نے اس کی رسیاں کھول دی ہیں۔ (۱)

اس سے معلوم ہوا کہ جادو کے مریض پر مسلسل صبح و شام سورت الفاتحہ کے ساتھ دم کیا جائے تو اسے شفا مل جاتی ہے۔

جادو کے توڑ کے لیے معوذتین (سورۃ الفلق اور الناس) کے ذریعے دم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر لبید بن اعصم یہودی نے جادو کر دیا تھا اور کچھ عرصہ بعد اللہ تعالیٰ نے وحی کی ذریعے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے مطلع کر دیا تو آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ فلاں کنویں میں جادو کی ہوئی چیز چھپائی گئی ہے۔ وہاں جا کر تلاشی لینے سے ایک غلاف برآمد ہوا جس میں کنگھی اور بالوں کے ساتھ ایک تانت کے اندر گیارہ گرہیں لگی ہوئی تھیں

(۱) ابوداؤد، کتاب الطب، باب کیف الرقی، ح۳۸۹۸۔

اور موم کا ایک پتلا تھا جس میں سوئیاں چبھوئی ہوئی تھیں۔ چنانچہ معوذتین سورتیں نازل ہوئیں جن کی گیارہ آیات ہیں اور ایک ایک آیت پڑھنے کے ساتھ ساتھ ایک ایک گرہ کھلتی گئی۔ اور سوئیاں بھی پتلے سے نکال دی گئیں اور آپ ﷺ جادو کے اثر سے بالکل تندرست ہو گئے۔ (اس کا حوالہ پیچھے جادو کے بیان میں گزر چکا ہے)

اس سے معلوم ہوا کہ سورۃ الفلق اور سورۃ الناس جادو کے توڑ کے لیے بڑی مؤثر ہیں۔

۳)......اگر جادو کی وجہ سے جسم کے کسی خاص حصے میں درد ہو تو اس کا علاج

بعض اوقات جادو کا اثر جسم کے کسی خاص حصہ پر ہوتا ہے جس کی وجہ سے مریض اس حصے میں درد محسوس کرتا ہے لیکن طبی طور پر اس کا کوئی سبب معلوم نہیں ہوتا۔ ایسی صورت میں علاج کی دو صورتیں ہیں:

پہلی صورت یعنی مخصوص دم کے ساتھ

پہلی صورت تو یہ کہ مریض کے اس حصہ پر درج ذیل دم کریں تو جادو کا اثر ان شاء اللہ زائل ہو جائے گا:

(۱) : ((اَللّٰھُمَّ رَبَّ النَّاسِ مُذْھِبَ الْبَاسِ اِشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَا شَافِیَ اِلَّا اَنْتَ، شِفَاءً لَّا یُغَادِرُ سَقَمًا))(۱)

”اے اللہ! لوگوں کے رب! تکلیف کو دور کرنے والے! شفا عطا فرما دے، تو ہی شفا دینے والا ہے۔ تیرے سوا کوئی شفا دینے والا نہیں ہے۔ تو ایسی شفا عطا فرما کہ مرض کا نام و نشان باقی نہ رہے۔“

(۲) : حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے عرض کیا کہ جب سے میں نے اسلام قبول کیا ہے تب سے جسم میں درد محسوس کر رہا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ متاثرہ حصے پر ہاتھ رکھ کر تین مرتبہ بسم اللہ پڑھو

(۱) بخاری، کتاب الطب، باب رقیۃ النبی، ح۵۷۴۲۔ مسلم، ح۲۱۹۱۔

اور سات مرتبہ یہ دعا پڑھ کر دم کرو:

((اَعُوْذُ بِاللّٰہِ وَ قُدْرَتِہٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ)) وفی بعض الروایات [اَعُوْذُ بِعِزَّۃِ اللّٰہِ]
''میں اللہ تعالیٰ کی جلال و عزت اور قدرت و قوت کے ساتھ اس کی پناہ میں آتا ہوں۔
اس تکلیف سے جو میں محسوس کر رہا ہوں یا جس سے میں ڈرتا ہوں''۔ (۱)

اس کے بعد یہ صحابی تندرست ہو گئے تھے، ان کا واقعہ پیچھے تفصیل سے گزر چکا ہے۔

لہٰذا اپنے مریض کو یہ دونوں دعائیں لکھ کر دے دیں تا کہ وہ متاثرہ حصے پر اپنا ہاتھ رکھ کر ان کے ساتھ دم کرے۔ ان شاء اللہ بہت جلد شفا ہو گی۔

دوسری صورت یعنی سینگی (پچھنے) کے ساتھ

جسم کے کسی حصہ میں جادو کے ذریعے مسلسل درد رہتا ہو تو اس کے علاج کی دوسری صورت یہ ہے کہ سینگی (پچھنا) لگوا کر فاسد خون وہاں سے نکال دیا جائے۔ تجربہ کار اہل علم نے اس صورت کا ذکر کیا ہے۔ علاوہ ازیں اس لیے بھی کہ بہت سی صحیح احادیث میں نبی کریم ﷺ نے سینگی لگوانے کے عمل کو انتہائی شفا بخش قرار دیا ہے اور جدید تحقیقات بھی سینگی لگوانے کو مفید قرار دے چکی ہیں۔ بلکہ بعض اہل علم مثلاً حافظ ابن قیمؒ وغیرہ کے نزدیک نبی کریم ﷺ پر جب جادو ہوا تو آپ ﷺ نے سینگی بھی لگوائی تھی۔ آج بھی سینگی لگانے کی مختلف شکلیں اَطباء کے ہاں معروف ہیں، اس لیے ان سے استفادہ کرنا چاہیے۔

۴)...... جادو کے توڑ کے لیے دم کیے گئے پانی سے غسل کروائیں

جادو کے توڑ کا ایک انتہائی مفید اور مجرب نسخہ یہ ہے کہ کسی برتن میں صاف پانی ڈال کر اس پر وہ دم جو پیچھے جادو کے توڑ کی دوسری صورت یعنی 'شرعی دم' کے تحت گزر چکا ہے، کریں اور پھر وہ پانی مریض کو پلائیں اور اس سے اسے غسل کروائیں۔ ایک سے لے کر سات مرتبہ تک مسلسل یہ عمل کریں، ان شاء اللہ کامیابی ہو گی۔ بصورت دیگر جادو ختم ہونے تک اسے جاری

(۱) مسلم، کتاب السلام، باب استحباب وضع یدہ موضع الالم، ۲۲۰۲۔ ابو داؤد، کتاب الطب، باب کیف الرقی، ۳۸۹۱۔ ترمذی، کتاب الطب، باب ما جا فی دواء ذات الجنب۔

رکھیں۔ بہت سے اہل علم اس عمل کے قائل ہیں، مثلاً مفسر قرطبیؒ نے وھب بن منبہ کے حوالے سے جادو کے توڑ کے لیے اسی طرح کا ایک مجرب نسخہ ذکر کیا ہے، آپ لکھتے ہیں:

''بیری کے سات سبز پتے لے کر انہیں باریک کوٹ کر پھر کسی برتن میں پانی لے کر اس میں ملا دیں اور اس پر آیت الکرسی پڑھ کر دم کریں۔ پھر اس دم والے پانی میں سے تین گھونٹ پی لئے جائیں اور باقی پانی سے غسل کر لیا جائے تو اس کے ساتھ ہر طرح کا جادو زائل ہو جائے گا، ان شاء اللہ۔ اگر جادو کی وہ قسم ہو جس میں جماع کی بندش کی جاتی ہے تو اس کے علاج کے لئے تو یہ نہایت کامیاب نسخہ ہے''۔ (۱)

عصر قریب کے مشہور مفتیِ عرب شیخ ابن بازؒ نے بھی دم شدہ پانی کے ساتھ غسل کو مفید قرار دیا ہے (۱)۔ خود راقم الحروف نے جادو کے کئی مریضوں کو یہ نسخہ بتایا اور انہوں نے اس پر عمل کیا تو انہیں بہت جلد جادوئی اثرات سے شفا نصیب ہوگئی۔

۵)......جادو کے توڑ کے چند طبی نسخے

۱)......کلونجی کے تیل پر دم کر کے مریض کے متاثرہ حصے پر کچھ دنوں تک مالش کروائیں، ان شاء اللہ شفا ہوگی، جیسا کہ حضرت خالد بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک سفر کے لئے روانہ ہوئے اور ہمارے ساتھ غالب بن ابجر بھی تھے۔ وہ راستے میں اچانک مریض ہوگئے اور جب ہم مدینہ پہنچے تب تک وہ اسی حالت میں رہے۔ ابن ابی عتیق ان کی بیمار پرسی کے لیے تشریف لائے تو انہیں دیکھنے کے بعد ہم سے کہنے لگے کہ لازمی طور پر کلونجی کے پانچ یا سات دانے لے کر پیس لو اور پھر اسے تیل میں ملا کر اس مریض کے ناک کے دونوں سوراخوں میں چند قطرے ٹپکاؤ کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ هٰذِهِ الْحَبَّةَ السَّوْدَآءَ شِفَآءٌ مِّنْ كُلِّ دَآءٍ إِلَّا مِنَ السَّامِ)) (۲)

''کلونجی میں موت کے سوا ہر بیماری کے لیے شفا موجود ہے''۔

---

(۱) دیکھیے: رسالة فی حکم السحر و الکهانة، از: شیخ ابن باز، ص ۹۰۷۔

(۲) بخاری، کتاب الطب، باب الحبة السوداء، ح ۵٦۸۷۔ مسلم، کتاب السلام، ح ۲۲۱۵۔

۲)......اگر معدے یا پیٹ میں مسلسل درد رہتی ہو تو روزانہ نہار منہ کلونجی کے پانچ یا سات دانے پانی کے ساتھ استعمال کریں لیکن حاملہ عورتیں حکیم اور ڈاکٹر کے مشورہ کے بغیر اسے استعمال نہ کریں۔

۳)......قرآن مجید میں شہد کے بارے میں کہا گیا: ﴿فِيهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ﴾

''اس میں لوگوں کے لیے شفا (رکھی گئی) ہے''۔ [سورۃ النحل:۶۹]

اس لیے روزانہ نہار منہ ایک چمچ شہد چاٹیے۔ اگر گرمی کا موسم ہو تو اسے پانی کے ساتھ استعمال کریں، ورنہ (موسمِ سرما میں) نیم گرم دودھ میں ملا کر استعمال کریں اور یہ یاد رکھیں کہ شہد خالص ہو اور حاملہ عورتیں طبیب کے مشورہ کے بغیر اسے استعمال نہ کریں۔

۴)......عجوہ کھجور اگر مل سکے تو اسے ضرور استعمال کریں کیونکہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

((مَنِ اصْطَبَحَ كُلَّ يَوْمٍ تَمَرَاتٍ عَجْوَةٍ لَمْ يَضُرَّهُ سَمٌّ وَلَا سِحْرٌ ذٰلِكَ الْيَوْمَ إِلَى اللَّيْلِ))

''جو شخص روزانہ صبح کے وقت چند عدد عجوہ کھجوریں کھالے تو اس دن اسے رات تک کوئی زہر اور جادو نقصان نہیں دے گا''۔[۱]

یاد رہے کہ بعض روایات میں سات عدد کھجوریں استعمال کرنے کا ذکر ہے۔[۲] اور بعض روایات میں ہے کہ نہار منہ عجوہ کھجور کھائی جائے تو وہ زہر اور جادو سے شفا بخشتی ہے۔[۳]

۵)......حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص صبح سویرے مدینہ کی سات کھجوریں (خواہ کسی قسم کی ہوں) کھائے تو اسے شام تک کسی قسم کا زہر تکلیف نہیں دے گا''۔[۴]

اس روایت سے بعض اہل علم نے یہ استدلال کیا ہے کہ اگر عجوہ کھجور نہ ملے تو مدینہ کی دیگر اقسام کی کھجوریں استعمال کرنی چاہییں کیونکہ وہ بھی شفا بخش ہیں۔ اور ایک رائے یہ بھی ہے کہ اگر یہ بھی دستیاب نہ ہوں، تو کوئی بھی دستیاب کھجور استعمال میں رکھنی چاہیے۔

---

(۱) بخاری، کتاب الطب، باب الدواء بالعجوۃ للسحر، ح۵۷۶۸۔ مسلم، ح۲۰۴۷۔

(۲) بخاری، ایضاً، ح۵۷۶۹۔ (۳) سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ، ج۴ ص۶۵۵۔

(۴) مسلم، کتاب الاشربہ، باب فضل تمر المدینہ، ح۲۰۴۷۔

باب ۲۵

جنات کے توڑ کا بیان

اس باب میں ہم جنات وشیاطین کا شکار ہونے والے لوگوں کے علاج کی مختلف صورتیں بیان کریں گے۔ اس سلسلہ میں قرآن وحدیث کے منافی کوئی بات نہیں کی گئی، بلکہ قرآن و حدیث کے دائرہ میں رہتے ہوئے روحانی علاج معالجہ کے مستند و مجرب نسخے تجویز کیے گئے ہیں اور جو طریقے غلط ہیں، ساتھ ساتھ ان کی نشاندہی بھی کر دی گئی ہے۔

جنات سے متاثر شخص کی علامات

سب سے پہلے تو یہ اطمینان کر لیا جائے کہ جس شخص کا آپ نے جن نکالنا ہے، وہ واقعی جنات کا شکار ہے بھی یا نہیں۔ اس چیز کی پہچان کے لیے مریض میں چند علامات تلاش کرنے کی کوشش کریں۔ کچھ علامات حالتِ بیداری سے تعلق رکھتی ہیں اور کچھ حالتِ نیند سے۔ یہ علامات مریض اور اس کے عزیز و اقارب سے سوالات کے ذریعے پوچھی جا سکتی ہیں لیکن ضروری نہیں کہ وہ آپ کو یہ علامات سو فیصد صحیح بتا دیں اور نہ ہی یہ ضروری ہے کہ یہ علامات خالصتاً جناتی اثرات پر دلالت کریں بلکہ علامت ہمیشہ حقیقت تک پہنچنے کا قرائنی ذریعہ ہوتی ہے، اس لیے ان علامات کی بنیاد پر مریض کو طبی علاج معالجہ سے منع نہ کریں۔ بلکہ یہ بھی یاد رکھیں کہ بعض اوقات جناتی اثرات کی وجہ سے انسان جسمانی طور پر بھی کئی امراض کا شکار ہو جاتا ہے۔

حالتِ بیداری کی علامات

۱)......مریض کو ایسے دورے پڑتے ہوں کہ وہ ہوش وحواس کھو بیٹھتا ہو، اور اس حالت میں بہکی بہکی باتیں کرتا ہو۔

۲)......اس میں عام آدمی کی طاقت کی بجائے کئی گنا زیادہ طاقت پیدا ہو جاتی ہو۔

۳)......طبی تحقیقات کے مطابق مریض پاگل پن کا شکار نہ ہو مگر اس کے باوجود پاگلوں کی سی حرکتیں کرتا ہو۔

۴)......بعض اوقات مریض چیخ و پکار کرتا اور عجیب و غریب قسم کی آوازیں نکالتا ہو۔

۵)......مریض اپنے پاس آنے والوں یا اپنے آپ کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا ہو۔

۶)......مریض کو دورے کے وقت مارا پیٹا جائے تو اسے اس وقت اور بعد میں بھی کوئی تکلیف محسوس نہ ہو۔

۷)......اذان یا قرآنی کلمات سن کر مریض تڑپتا، بے چین ہوتا اور دور بھاگتا ہو۔

۸)......ہوش و حواس برقرار ہونے کے بعد مریض اپنے بارے میں مذکورہ بالا علامتوں کا انکار کرتا ہو۔

۹)......مریض اجنبی زبان میں باتیں کرتا ہو یا جانوروں کی سی آوازیں نکالتا ہو۔

۱۰)......کبھی کبھار مریض، اگر مرد ہے تو عورت کے اور عورت ہے تو مرد کے لہجہ و اسلوب میں گفتگو کرتا ہو۔

۱۱)......بعض دفعہ مریض کی آنکھیں پتھرا جاتی ہوں اور انہیں بند کرنا مشکل ہو جاتا ہو۔

۱۲)...... یا بعض دفعہ آنکھیں بند ہو جاتی ہوں اور کھولنے کے باوجود نہ کھلتی ہوں۔

۱۳)......مریض کے جسم کے کسی حصہ میں مسلسل درد رہتا ہو اور اس کی کوئی طبی وجہ بھی نہ ہو۔

۱۴)......بسا اوقات مریض ذہنی طور پر انتشار کی کیفیت محسوس کرتا ہو۔

۱۵)......مریض ہوش و حواس کی حالت میں بھی صفائی اور پاکیزگی کو نظر انداز کرنے لگے۔

حالتِ نیند کی علامات

۱)......مریض کو تھکاوٹ اور نیند کی ضرورت کے باوجود گھنٹوں نیند نہ آتی ہو۔

۲)......گہری نیند کی بجائے غنودگی اور بے خوابی کی سی کیفیت رہتی ہو۔

۳)...... مریض کو عجیب وغریب اور ڈراؤنے خواب آتے ہوں۔

۴)...... مریض خواب میں بلندی سے گرتے یا موت سے دوچار ہوتے دیکھتا ہو۔

۵)...... خواب میں گندی چیزیں دکھائی دیتی ہوں۔

۶)...... خواب میں سانپ، کالے کتے، بلیاں اور اونٹ وغیرہ دکھائی دیتے ہوں۔

۷)...... سوتے وقت بار بار ڈر جانے کی کیفیت پیدا ہوتی ہو۔

۸)...... خواب میں عجیب وغریب قسم کے لوگ دکھائی دیتے ہوں۔

۹)...... خواب میں ہیولے، سائے وغیرہ نظر آتے ہوں۔

۱۰)...... بعض اوقات ایسا محسوس ہوتا ہو جیسے کوئی گلا دبانے کی کوشش کر رہا ہے۔

اذان، تلاوتِ قرآن اور مسنون اَذکار کے ذریعے تشخیص

اگر آپ مریض کے کان میں اذان کے کلمات پڑھیں یا قرآن مجید کی مختلف سورتوں اور آیات کی تلاوت کریں، یا مسنون اذکار کریں تو کچھ دیر بعد آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ یہ مریض جادو جنات سے متاثر ہے یا نہیں۔ اس لیے کہ اس عمل کے ساتھ جنات کو سخت تکلیف ہوتی ہے، اور مریض کی ظاہری حالت سے آپ کو خود ہی اس کا اندازہ ہو جائے گا۔ بلکہ بعض اوقات تو جن اس مریض کے منہ سے فوراً بول اٹھے گا اور آپ پہچان لیں گے کہ اسے جنات وشیاطین کی کسر ہے۔

معالج کے لیے ضروری ہدایات

اگر آپ معالج ہیں تو آپ کو چاہیے کہ مریض کی مذکورہ بالا علامات کی جانچ پڑتال کر لینے کے بعد ہی اس کا علاج شروع کریں اور دورانِ علاج ان باتوں کا خیال ضرور رکھیں:

۱)...... علاج سے پہلے آپ کا جسم، لباس اور مطلوبہ جگہ پاک صاف ہو اور اگر آپ باوضو ہوں تو زیادہ بہتر ہے، البتہ جنابت کی حالت میں علاج نہ کریں۔

۲)...... علاج سے پہلے خود اپنے جسم پر آیۃ الکرسی، معوذات (سورۃ الاخلاص، سورۃ الفلق اور

سورۃ الناس)، سورۃ البقرۃ کی آخری تین آیات اور درودِ ابراہیمی پڑھ کر پھونک لیں، ورنہ خدشہ ہے کہ جنات وشیاطین آپ پر بھی کسی صورت حملہ آور ہو جائیں۔

۳)......اپنے اوپر اعتماد رکھیں کہ آپ کے پاس ایسا ہتھیار ہے جس سے بڑے سے بڑا جن بھی ڈرتا ہے۔

۴)......اللہ تعالیٰ پر بھرپور توکل اور پورا بھروسہ رکھیں اور تقدیر پر ناقابل متزلزل ایمان ہونا چاہیے۔

۵)......اگر مریض کوئی غیر محرم عورت ہے تو پردے کا اہتمام کریں اور خلوت میں اس کا علاج نہ کریں۔

۶)......علاج کے وقت چند لوگ موجود ہوں جو ضرورت پڑنے پر مریض کے ہاتھ پاؤں مضبوطی سے پکڑ لیں کیونکہ ایسی حالت میں بعض اوقات جن بھی اپنی طاقت دکھانے کی کوشش کرتا ہے۔

۷)......کسی کھلے میدان میں علاج کرنے کی بجائے بند اور محفوظ جگہ پر علاج کریں۔

۸)......کوشش کریں کہ علاج اس وقت کیا جائے جب مریض میں جناتی مرض کی علامتیں پوری ہوں اور اس وقت اس کی حالت غیر ہو چکی ہو کیونکہ اس وقت جن حاضر ہوتا ہے اور اسے مغلوب کرنا بھی آسان ہوتا ہے۔

۹)......اگر مریض نارمل حالت میں ہو اور اس کے ہوش وحواس قائم ہوں تو پھر اس کے ہاتھ پاؤں پکڑنے اور اسے لٹانے کی کوئی ضرورت نہیں۔

۱۰)......دورانِ علاج کسی طرح کی غیر شرعی حرکت کا ارتکاب نہ کریں۔ اور یاد رکھیں کہ غیر شرعی عمل میں یہ بات بھی شامل ہے کہ آپ علاج معالجے میں مصروف ہو کر نماز ہی چھوڑ دیں، اس لئے اگر نماز کا وقت قریب ہو تو پہلے نماز پڑھ لیں پھر عمل شروع کریں۔

۱۱)...... انتہائی بے دردی سے مریض کو زدوکوب نہ کریں کیونکہ بعض دفعہ یہ تکلیف مریض کے اپنے جسم کو ہوتی ہے نا کہ اس میں موجود جن کو۔ اور بعض دفعہ یہ تکلیف جن کو ہوتی

ہے۔مہارت اور تجربے سے ان دونوں حالتوں کا بخوبی اندازہ لگالیا جاتا ہے۔اگرآپ کو یہ یقین ہوکہ آپ کے پاس آنے والامریض جنات کاشکار ہے تو علاج کے دوران جس وقت جن حاضر ہو جائے ،اس وقت اسے مارااور ڈرایا یادھمکایا جاسکتا ہے۔

۱۲)...... مریض کی جب حالت غیر ہو اور آپ کو یقین ہو جائے کہ جن سامنے آ چکا ہے تو مریض کی گردن کی دونوں جانب کی بڑی رگوں میں سے کسی ایک رگ کو دبا کر رکھیں مگر اسے اس طرح دبانے کی کوشش ہرگز نہ کریں کہ مریض جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔اور نہ ہی اسے زیادہ دیر تک دبائیں کیونکہ اس میں خون گردش کرتا ہے اور بندش خون سے انسانی جسم کو نقصان پہنچتا ہے۔البتہ اسی خون کی گردش کے ساتھ جن بھی گردش کرتا ہے۔جب خون کی اس نالی کو دبایا جاتا ہے تو جسم میں داخل ہونے والے جن کو بھی سخت تکلیف ہوتی ہے۔اسی طرح اس بات کا بھی خیال رہے کہ گردن کی دونوں نالیوں کو بیک وقت نہ دبایا جائے ورنہ مریض بے ہوش ہو جائے گا۔

جن نکالنے کا طریقہ

جن نکالنے کا آسان ترین حل یہ ہے کہ آپ اس مریض کے کان میں اذان کے کلمات دہرانا شروع کریں۔عموماً پہلی دو تین اذانوں ہی میں جن بھاگنے کی کوشش کرنے لگے گا اور اگر ایسے اثرات دکھائی نہ دیں تو نو اور گیارہ مرتبہ تک پوری اذان بار بار اونچی آواز سے مریض کے کان میں پڑھیں۔کان کے قریب منہ لگانے کی بجائے زیادہ بہتر اور قابل احتیاط طریقہ یہ ہے کہ کسی پائپ نما چیز کے ذریعے اس طرح اذان دیں کہ اس کا ایک سرا مریض کے کان پر ہو اور دوسرا سرا آپ کے منہ میں۔اگرچہ اذان کے ذریعے جن بھگانے کا یہ عمل تجرباتی ہے لیکن اس کی بنیاد صحیح البخاری وغیرہ کی درج ذیل حدیث پر ہے:

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب نماز کے لیے اذان دی جاتی ہے تو شیطان پاد مارتا ہوا دور بھاگتا ہے حتی کہ اذان کی آواز نہیں سنتا اور جب اذان ختم ہو جاتی ہے تو وہ پھر پلٹ آتا ہے اور جب اقامت کہی جاتی ہے

تو پھر بھاگ جاتا ہے''۔ [1]

واضح رہے کہ بعض روایات میں صراحت کے ساتھ بھی یہ لفظ مذکور ہیں کہ ''جب تمہیں جن بھوت پریشان کریں تو بلند آواز سے آواز دیا کرو''۔ [2]

ایک اور روایت میں ہے: ''جب جن بھوت مختلف صورتوں میں تمہارے سامنے آئے تو باآواز بلند اذان دو کیونکہ شیطان جب اذان سنتا ہے تو پاد مارتا ہوا بھاگ جاتا ہے'' [3]

گزشتہ مذکور روایات میں سے صحیح البخاری کی پہلی روایت کے علاوہ بقیہ روایات کی صحت پر بعض ائمہ محدثین نے کلام کیا ہے۔ تاہم صحیح البخاری کی مذکورہ روایت کی بنیاد پر اذان دینے کا عمل کیا جاسکتا ہے بلکہ میں اپنے تجربہ کی بنیاد پر یہ بھی کہوں گا کہ جنات کو بھگانے میں یہ بڑا آزمودہ نسخہ ہے۔

اس طریقے سے جن نکلنے کی علامت یہ ہے کہ مریض کے ہوش وحواس درست ہو جائیں گے اور وہ سنجیدہ انداز میں آپ سے پوچھے گا کہ میرے ساتھ کیا کیا جارہا ہے......؟ مجھے کیا ہوا ہے......؟ مجھے چھوڑ دو...... وغیرہ وغیرہ۔ اور اس حالت میں ممکن ہے کہ وہ رونا اور غم کرنا شروع کردے۔ اس لیے کامیاب معالج کی علامت یہ ہے کہ وہ مریض کو مختلف طریقوں سے مطمئن کرے اور یہ ظاہر نہ ہونے دے کہ اس پر کسی جن کا سایہ ہوگیا ہے۔ کیونکہ جن کا جسم میں داخل ہونا اور انسان کو تنگ کرنا عام آدی کے لیے بڑی وحشت ناک اور خوفناک بات ہے جس کی وجہ سے وہ نفسیاتی اَمراض کا بھی شکار ہوسکتا ہے۔

جن نکالنے کی ایک صورت یہ ہے کہ آپ اس مریض کا مستقل علاج کریں۔ اس کے لیے آپ کوشش کریں کہ مریض کے جسم سے جن کو حاضر کرکے اپنا عمل پورا کریں۔ جب جن انسان کے جسم میں داخل ہو جاتا ہے تو ضروری نہیں کہ وہ ہمہ وقت مریض میں حاضر رہے

---

(۱) بخاری، کتاب السھو، باب اذا لم یدر کم صلی، ح ۱۶۶۲۔ احمد، ج۲ ص ۵۰۳۔ ابوداؤد، ۵۸۔

(۲) ابن ابی شیبہ، ج۱ ص ۳۹۷۔ احمد، ج۳ ص ۳۰۵۔ سلسلۃ الضعیفۃ للالبانی، ج۳ ص ۲۷۷۔

(۳) دیکھیے: مجمع الزوائد، ج۱۰ ص ۱۳۴۔

بلکہ وہ چھپ کر بیٹھ رہتا ہے اور مختلف اوقات میں مریض کو تنگ کرتا ہے یا کبھی جسم سے نکل جاتا ہے اور کبھی لوٹ آتا ہے۔ جب وہ مریض پر حاوی ہو جاتا ہے اور مریض اپنے ہوش وحواس تقریباً کھو بیٹھتا ہے تو اسے عملیات کی دنیا میں جن کا حاضر ہونا کہا جاتا ہے۔ جن کو حاضر کرنے کے لیے اذان کے کلمات بھی انتہائی مؤثر ہیں اور اس کے علاوہ درج ذیل وظائف، حسبِ ضرورت طاق (یعنی ایک، تین، پانچ، سات وغیرہ) کی تعداد میں بار بار پڑھ کر مریض پر پھونکیں:

(۱) سورۃ الفاتحہ (مکمل) (۲) آیۃ الکرسی
(۳) سورۃ الاخلاص (مکمل) (۴) سورۃ الفلق (مکمل)
(۵) سورۃ الناس (مکمل) (۶) سورۃ البقرۃ (آخری دو یا تین آیات)
(۸) تعوذ (یعنی اعوذ باللہ) (۹) اَعُوْذُ بِا اللّٰهِ مِنْكَ
(۱۰) اَلْعَنُكَ بِلَعْنَةِ اللّٰهِ التَّامَّةِ (۱۱) درودِ ابراہیمی
(۱۲) سورۃ البقرۃ (آیات: ۱ تا ۵) (۱۳) سورۃ البقرۃ (آیت: ۱۰۲)
(۱۴) سورۃ البقرۃ (آیات: ۱۶۳، ۱۶۴) (۱۵) سورۃ الاعراف (آیات ۱۱۷، ۱۲۲)
(۱۶) سورۃ یونس (آیات: ۸۱، ۸۲) (۱۷) سورۃ طٰهٰ (آیات: ۶۵ تا ۷۳)
(۱۸) سورۃ المؤمنون (۱۱۵ تا ۱۱۸) (۱۹) سورۃ الصّٰفّٰت (آیات ۱ تا ۱۰
(۲۰) سورۃ الاحقاف (۲۹ تا ۳۳) (۲۱) سورۃ الرحمٰن (آیات: ۳۳ تا ۳۶)
(۲۲) سورۃ الحشر (آیات: ۲۱ تا ۲۴) (۲۳) سورۃ الجن (آیات: ۱ تا ۹)
(۲۴) سورۃ بنی اسرائیل (آیت: ۸۲) (۲۵) سورۃ طٰهٰ (آیت: ۱۱۱)☆

جب جن حاضر ہو جائے تو کیا کریں؟

یہاں ایک دلچسپ بات یاد آ گئی۔ میرے ایک شاگرد جنھوں نے مجھ سے روحانی علاج

☆ ان متعلقہ آیات اور وظائف کو کتاب کے آخر میں درج کر دیا گیا ہے۔ مریض خود بھی ان وظائف اور آیات کی تلاوت کرتا رہے، مگر اسی قدر جتنا آسانی سے اس کے لیے ممکن ہو۔

معالجہ سیکھا اور اب ایک اچھے عامل بن چکے ہیں، نے ایک مرتبہ مجھے فون کیا اور بڑی گھبرائی ہوئی آواز میں کہنے لگے: حافظ جی! جن حاضر ہو گیا ہے! ...... میں نے کہا: کیا مطلب؟ انہوں نے وضاحت کیے بغیر پھر گھبرائی ہوئی آواز میں کہا کہ جن حاضر ہو گیا ہے!...... میں نے مزاح سے کہا کہ جن حاضر ہو گیا ہے تو تم غائب ہو جاؤ۔وہ کہنے لگا: میں تے مریض چھڈ کے نجھ آیاواں۔[مریض چھوڑ کر بھاگ آیا ہوں]

ہوا یوں کہ یہ ان کا پہلا تجربہ تھا کہ انہوں نے آسیب زدہ شخص کا علاج شروع کیا اور جن حاضر ہو گیا اور جب جن کو ایک انسان کی زبان سے باتیں کرتا سنا تو وہ ڈر گئے اور مریض کا علاج کیا کرتے، اسے وہیں چھوڑ کر بھاگ گئے۔ یہ واقعہ آپ کو بتانے کا مقصد یہ ہے کہ آپ نے اس طرح نہیں کرنا، اس لیے کہ جن کے حاضر ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ مریض کو چھوڑ کر آپ کا گلا پکڑ لے گا۔ بلکہ یہ علاج کا پہلا مرحلہ ہے، اس سے آگے تو ابھی بہت کچھ باقی ہے۔ علاوہ ازیں بہتر ہے کہ اگر آپ آسیب زدگی کا علاج کرنا چاہتے ہیں تو پہلے کسی ایسے عامل کے پاس تھوڑا بہت وقت گزار کر یہ سمجھ لیں کہ جن کیسے حاضر ہوتا ہے اور جن کی حاضری کے بعد کیا کیا جاتا ہے۔ مشاہدے و تجربے کے بعد یہ چیز آپ کے لیے نئی نہیں رہے گی اور بغیر کسی خوف کے آپ روحانی علاج کر سکیں گے۔

جب آپ مریض پر یہ وظیفہ پڑھیں گے تو کچھ دیر کے عمل کے بعد مریض کا جن حاضر ہو جائے گا۔ اس کی علامت یہ ہوگی کہ مریض بولنے کی کوشش کرنا چاہے گا لیکن مریض اس وقت نارمل حالت میں ہر گز نہیں ہو گا یعنی وہ حالت غیر ہی میں بولنے کی کوشش کرے گا اور اس حالت میں مریض نہیں بلکہ اس میں چھپا ہوا جن بولتا ہے۔ لہٰذا جب آپ کو اندازہ ہو جائے کہ یہ بولنے کی کوشش میں ہے تو اسے بلوایئے اور اس سے اس کا نام وغیرہ پوچھیے۔وہ جن آپ کو اردو، ہندی، عربی، انگریزی یا کسی بھی مقامی زبان میں جسے مریض بھی سمجھتا ہے، اپنا نام بتائے گا اور وہ نام مریض کے نام کے علاوہ کوئی اور نام ہو گا۔ اس سے پہلے اگر آپ نے مریض کا نام پوچھ لیا ہو تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ مریض کا یہ نام نہیں جو اس کے

اندر چھپے جن نے بتایا ہے، تو اب آپ یقین کر لیں کہ جن حاضر ہو چکا ہے۔
اس کے بعد آپ اس جن سے یہ معلوم کیجئے کہ اس کا دین ومذہب کیا ہے۔اور یا د رکھیں کہ عام طور پر مسلمان جن اس طرح نقصان نہیں پہنچاتا۔اگر بالفرض وہ جن مسلمان ہو تو پھر ممکن ہے کہ اس مریض نے اسے پہلے تنگ کیا ہو۔(ایسا عموماً غیر شعوری طور پر ہوتا ہے مثلاً جنوں کی رہائش گاہ اگر کسی درخت پر ہو یا اس کے نیچے کسی بل اور سوراخ میں ہو تو وہاں اس مریض نے غلطی سے پیشاب کر دیا ہو جس کی وجہ سے وہ جن اس سے بدلا لینا چاہتا ہو۔یا اس کے علاوہ عشق ومحبت والا مسئلہ بھی ہوسکتا ہے۔)
لہٰذا ایسی صورت میں آپ اس جن سے یہ معلوم کرنے کی کوشش کریں کہ وہ اس مریض کو کیوں نقصان پہنچاتا ہے اور اگر جن کوئی معقول وجہ پیش کرے تو آپ مریض کی طرف سے معذرت پیش کریں اور قرآن وسنت کی روشنی میں اسے سمجھائیں کہ جس طرح اسلام جنوں کو تنگ کرنے اور ان سے کام لینے کی اجازت نہیں دیتا، اسی طرح اسلام کسی مسلمان جن کو بھی اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ کسی مسلمان انسان کو تنگ کرے، گویا اس طرح آپ کی وعظ ونصیحت اگر اس مسلمان جن پر اثر کر جائے تو وہ اس مریض کو چھوڑ دے گا۔
لیکن یہ بات یاد رہے کہ اکثر وبیشتر جن غیر مسلم ہوتے ہیں اور اگر کوئی جن اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرے اور آپ کے وعظ وتبلیغ کے باوجود اس مریض سے نکلنے کی حامی نہ بھرے تو زیادہ امکان یہ ہے کہ یہ مسلمان جن نہیں ہے بلکہ یہ جھوٹ بول رہا ہے اور جن جھوٹ بول کر اپنا دفاع بھی کر لیتا ہے اور ساتھ اپنا مقصد (یعنی مریض کو تکلیف پہنچانا) بھی پورا کر لیتا ہے، لہٰذا کامیاب معالج کے لیے ضروری ہے کہ وہ جنوں کے ان تمام حربوں سے آگاہ اور ہوشیار رہے۔

اگر تنگ کرنے والا جن غیر مسلم ہو؟

جب جن کے بارے میں یہ معلوم ہو جائے کہ یہ غیر مسلم ہے تو اسے سب سے پہلے مسلمان ہونے کی دعوت دیں۔اگر وہ راضی ہو جائے تو اسے کلمہ پڑھائیں اور اگر وہ خلوصِ

دل سے کلمہ پڑھ لے گا تو خود بخود اس مریض سے نکل جائے گا لیکن اگر اب بھی وہ اس مریض سے نہ نکلے تو آپ اس پر اپنا وہ وظیفہ دہرانا شروع کر دیں جو ہم نے یہاں ذکر کیا ہے اور یاد رکھیں کہ یہ قرآنی آیات اور مسنون اَذکار و وظائف کے کلمات جنوں پر تیر و تلوار سے بڑھ کر شدید ثابت ہوتے ہیں۔ اور ان کلمات کا اس قدر اثر ہوتا ہے کہ وہ جن آپ سے التجائیں اور فریادیں کرے گا کہ تم ان کلمات کو پڑھنا چھوڑ دو۔ ایسی صورت میں آپ اس سے وعدہ لیں کہ پہلے وہ اس مریض کو چھوڑے، ورنہ یہ وظائف کا عمل جاری رہے گا۔
اگر آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی توفیق شاملِ حال رہی تو آپ یقیناً کامیاب ہو جائیں گے اور وہ جن نکل کر بھاگ جائے گا۔ یاد رہے کہ اگر کسی شخص کو یہ سارے وظائف یاد نہ ہوں تو وہ صرف اللہ اکبر، اعوذ باللہ اور سورۃ الاخلاص وغیرہ جیسے مختصر کلمات اور سورتیں ہی مسلسل پڑھتا رہے تو تب بھی کامیابی اسے ہی حاصل ہوگی اور اللہ تعالیٰ کے نام کی تاثیر بھی واضح ہو جائے گی۔

اگر جن اور جادو دونوں کا اثر ہو؟

بعض اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ اس مریض پر جن کے علاوہ جادو بھی کیا گیا ہوتا ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ عام حالات میں بھی اس مریض کو جادوئی اَثرات معلوم ہوتے رہتے ہیں۔
اگر ایسا معاملہ ہو تو کوشش کریں کہ اس جن سے یہ معلومات بھی حاصل ہو جائیں کہ اس پر کس نے جادو کیا ہے اور وہ جادو کی ہوئی چیز کس جگہ دفن یا معلق ہے۔ اگر آپ روحانی عمل کے ذریعے جن کو مغلوب کر لیں گے تو وہ جن اَز خود آپ کو جادو کے متعلق بھی بتا دے گا۔
اس صورت میں وہ جن جھوٹ بھی بول سکتا ہے لیکن اطمینان کے لیے آپ بار بار عمل کریں اور اس سے اگلوائیں کہ جادو کہاں ہے۔ پھر اس کی بتائی ہوئی جگہ پر اپنے آدمی روانہ کر کے معلوم کریں کہ واقعی وہاں جادو کی ہوئی وہ چیز ہے جس کی علامات جن نے بتائی ہیں یا نہیں۔ اگر وہاں سے جادو شدہ چیز مل جائے تو اسے حاصل کر کے ضائع کر دیں۔
اگر مریض کو جن کے ساتھ جادو کی بھی شکایت ہو تو سمجھ لیں کہ کسی عامل نے سازش کے

ذریعے اس جن کو بھیجا ہے اور ایسی صورت میں اگر جن مغلوب ہو کر بھاگنا بھی چاہے تو وہ عامل/جادوگر اس پر دیگر جنات کی مدد سے اس سے طاقت ور جنات بطور محافظ مقرر کر دیتا ہے جو اسے مریض کے جسم سے نکلنے نہیں دیتے۔ ایسی صورت میں اگر جن مسلمان ہو چکا ہو یا مسلمان ہونے کی صورت میں تائب ہو چکا ہو تو اس کی مدد کریں اور اسے آیۃ الکرسی اور دیگر وظائف بتائیں اور سمجھائیں کہ ان کے پڑھنے سے اللہ اس کی حفاظت فرمائیں گے۔

جنات کی ہر بات پر اعتماد نہ کریں

اسی طرح یہ بھی یاد رکھیں کہ بعض اوقات شریر جن مریض کے خاندان اور دوست اَحباب وغیرہ میں پھوٹ ڈالنے کے لئے کذب بیانی کرے گا اور اس کے قریبی اَحباب کا نام لے کر کہے گا کہ فلاں نے اس پر جادو کیا ہے۔ لیکن اول تو اس کی ہر بات کو تسلیم نہ کریں کیونکہ یہ بہت زیادہ جھوٹ بولتے ہیں اور دوسرا یہ کہ جن لوگوں کا نام وہ آپ کو بتائے، زیادہ سے زیادہ ان سے محتاط رہیں لیکن اس وقت تک کسی کے بارے میں غلط خیالات دل میں پیدا نہ ہونے دیں جب تک کہ اس کے بارے یقینی طور پر یہ معلوم نہ ہو جائے کہ اسی نے جادو کیا یا کروایا ہے۔

اگر جن چالاک اور طاقتور ہو؟

بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جن بڑا طاقتور یا چالاک ثابت ہوتا ہے اور آپ بار بار عمل کر کے تھک جاتے ہیں مگر وہ نکلنے کا نام نہیں لیتا۔ ایسی صورت میں آپ درج ذیل دو طریقوں کو استعمال کر سکتے ہیں:

۱)...... جنات پر سخت ثابت ہونے والے اَذکار و کلمات اور قرآنی آیات وغیرہ کو کیسٹ میں پہلے سے تیار کر کے رکھیں اور کیسٹ مریض کے سرہانے لگا دیں۔ جب تک کامیابی نہیں ہوتی کیسٹ کا استعمال جاری رکھیں اور مریض کو ایسی کیسٹ مہیا کر دیں کہ جب وہ خود اَذکار و وظائف سے تھک جائے تو بقدرِ ضرورت اس کیسٹ کو سنتا رہے۔

۲)......بعض قرآنی آیات ایسی ہیں جو جنوں پر بڑی گراں گزرتی ہیں، اگر چہ مذکورہ بالا تجویز کردہ وظیفے میں زیادہ تر حصہ ایسے ہی مسنون اور سلف صالحین سے منقول کلمات پر مشتمل ہے۔ البتہ کچھ مزید آیات تجربے و مشاہدے کی وجہ سے انتہائی کارگر معلوم ہوئی ہیں، اس لیے انہیں بھی پڑھا جاسکتا ہے۔ اس میں زیادہ تر وہ آیات شامل ہیں جن میں جنوں کے معتوب ہونے، عذاب اور آگ کے شعلوں کا شکار ہونے اور کافروں، سرکشوں پر اللہ کے عذاب اور سزا وغیرہ کا ذکر ہے۔ ایسی تمام آیات سے جن ڈرتے اور خوف کھاتے ہیں۔ ان میں سے کچھ آیات ہم نے تجویز کر دی ہیں جو پیچھے گزریں، قرآن مجید کے مطالعہ سے آپ مزید ایسی آیات تلاش کر سکتے ہیں۔

جن نکالتے وقت تصوراتی عمل سے گریز کریں

دیکھنے اور سننے میں آیا کہ بعض عامل قرآن و سنت سے علاج کرنے کے ساتھ ساتھ تصوراتی عمل بھی اختیار کرتے ہیں۔ راقم کے اپنے ایک معروف عامل استاد جو باعمل، عالمِ دین بھی ہیں، تصوراتی طریقے کو بڑا استعمال کرتے ہیں مگر راقم کو اس طریقے سے کچھ ...اف ہے کیونکہ اس کی بنیاد سراسر تخیلات و تصورات پر مبنی ہے۔ اس تصوراتی عمل کا ...یقہ کچھ اس طرح ہے کہ

...ل صاحب مریض کی آنکھوں میں شہد یا کلونجی وغیرہ کا تیل ڈال کر اسے پورے عمل ...ے دوران آنکھیں بند رکھنے کا حکم دیتے ہیں۔ (یاد رہے کہ یہ دونوں چیزیں آنکھوں ...سخت چبھن اور تکلیف و اضطراب پیدا کر دیتی ہیں) اس کے بعد جس ماحول اور ...یت کا مرض ہوتا ہے، اسی کی مناسبت سے اس کا تصوراتی علاج شروع کیا جاتا ہے ...ا اگر مریض یہ کہتا ہے کہ مجھے اپنے کمرے میں خوف و ہراس اور وحشیانہ چیزوں کا ...س ہوتا ہے تو اسے کہا جاتا ہے کہ خیال کرو کہ اس وقت تم اپنے کمرے میں داخل ...گئے ہو۔ (اب ظاہر ہے کہ عامل کے پاس بیٹھے ہونے کے باوجود اس مریض کے خیال میں اس کا کمرہ اسی طرح دکھائی دے گا جس طرح وہ ہوش و حواس میں اسے دیکھتا

ہے) پھر مریض سے کہا جاتا ہے کہ سوچو تمہارے کمرے میں کیا کیا چیزیں موجود ہیں؟ ظاہر ہے مریض کوئی نہ کوئی چیز تو ضرور بتائے گا۔ پھر اسے کہا جاتا ہے کہ اس چیز کے گرد دائرہ لگا دو۔ اب وہ مریض اپنے تصور میں اس پر دائرہ لگا دیتا ہے اور آیۃ الکرسی یا درود یا کوئی اور آسان وظیفہ جو مریض پڑھ سکتا ہو، وہ پڑھنے کی تلقین کی جاتی ہے۔ پھر کہا جاتا ہے کہ اس چیز کو اب توڑ دو۔ چنانچہ مریض خیالات ہی میں اسے توڑ دیتا ہے۔ پھر کہا جاتا ہے کہ اس پر مٹی کا تیل چھڑک کر اسے آگ لگا دو۔ مریض اپنے خیالات ہی میں ایسا کر کے جواب دیتا ہے کہ آگ لگا دی ہے۔ اب مریض سے کہا جاتا ہے کہ اس کی خاک وغیرہ پر دائرہ لگا کر فلاں سورت یا دعا وغیرہ پڑھ کر پھونکو اور سمجھو کہ یہ ہوا میں اڑ کر ختم ہو رہا ہے۔ اور مریض خیال ہی خیال میں ایسا کرتا ہے۔ پھر اسے کہا جاتا ہے کہ تمہارا جن مار دیا گیا ہے اور اب تمہیں کوئی پریشانی نہیں ہو گی۔ اور اس سارے عمل میں آنکھ میں سخت لگنے والی دوائیں ڈال کر آنکھیں بند رکھوائی جاتی ہیں تا کہ تصوراتی عمل میں مریض کے خیالات زیادہ سے زیادہ گرفت میں رکھے جا سکیں۔

یاد رکھیے کہ اس طرح کے تصوراتی عمل سے نہ جن مرتا ہے اور نہ بھاگتا ہے، البتہ اس سے نفسیاتی طور پر آپ کسی مریض کو متاثر ضرور کر سکتے ہیں۔ اس لئے اگر مریض کو محض متاثر کرنا ہی مقصود ہو تو یہ الگ بات ہے۔

جن نکالنے کے بعد

اگر اللہ تعالیٰ آپ کے ہاتھوں مریض کو شفا عطا فرما دے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں اور فخر وتکبر کا اظہار کرنے کی بجائے عاجزی وانکساری اختیار کریں۔ نیز اس مریض کو نصیحت کریں کہ وہ قرآن وسنت پر سچے دل سے عمل پیرا ہو جائے۔ نماز باجماعت کی پابندی کرے۔ اَذکار و وظائف میں سستی ہرگز نہ کرے۔ اپنی رہائش گاہ کو تمام ایسی فحش اور گندی چیزوں سے پاک رکھے جن سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے اور رحمت کے فرشتے دور بھاگتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے مکمل طور پر اجتناب کرتے ہوئے سچے دل سے مسلمان بن جائے۔

کسی مکان (یا دُکان وغیرہ) سے جن بھگانے کا طریقہ

جنات و شیاطین عموماً غیر آباد جگہوں، صحراؤں اور جنگلوں وغیرہ میں رہتے ہیں مگر بعض اَوقات وہ انسانوں کی آبادیوں میں بھی کسی جگہ پر قبضہ جما لیتے ہیں اور ایسا اکثر و بیشتر اس جگہ پر ہوتا ہے جو عرصہ دراز سے بے آباد پڑی رہے یا گندگی کا ڈھیر بنی رہے مثلاً کوئی ایسا گھر جو ایک طویل عرصہ سے ویران رہا ہو، یا کسی گھر میں اللہ کا ذکر ہی نہ کیا جاتا ہو تو وہاں جن اپنی رہائش اختیار کر لیتے ہیں اور اگر خالی مکان ہونے کی وجہ سے لوگ وہاں گندگی بھی پھینکتے ہوں، تو پھر ضرور جن اس جگہ کا رخ کرتے ہیں کیونکہ گندگی تو ان کی خوراک ہے۔

بعض لوگوں کے ہاں یہ مشہور ہے کہ فلاں گھر میں کسی نیک بابے کا قبضہ ہے اور جو وہاں داخل ہو، اسے اس بابے سے تھپڑ لگتے ہیں حالانکہ یہ کوئی نیک بابے یا روحیں وغیرہ نہیں ہوتیں بلکہ اگر کچھ ہوتا ہے تو وہ کوئی نہ کوئی جن ہوتا ہے جو وہاں قبضہ جمائے ہوتا ہے اور وہاں آنے والوں کو تنگ کرتا ہے تاکہ وہ اس مکان کو چھوڑ جائیں۔

کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہاں کوئی جن، بھوت وغیرہ نہیں ہوتے لیکن کسی اور پُر اسرار وجہ سے لوگوں میں معروف ہو جاتا ہے کہ وہاں کوئی جن رہتا ہے۔ اس کی ایک دلچسپ مثال ملاحظہ فرمائیے:

ہمارے کچھ دوستوں نے بتایا کہ ہم میر پور کے کسی نواحی علاقے میں ایک تبلیغی دورے پر گئے اور وہاں رہائش کے لیے کوئی مناسب اور معقول جگہ کا بندوبست مشکل ہو گیا حتی کہ اسی دوران ایک بڑی عالیشان کوٹھی کے مالک نے ہمیں اپنی کوٹھی میں بغیر کرائے کے رہنے کی فرمائش کر دی جس پر ہم خوش ہی نہیں بلکہ حیران بھی ہوئے اور ہمارے اصرار پر مالک نے بتایا کہ اس کوٹھی پر جنوں کا قبضہ ہے۔ ہم نے پوچھا اس کی کیا دلیل ہے تو اس نے کہا کہ رات کے وقت اس کے فلاں فلاں کمروں کے روشندانوں سے عجیب و غریب آوازیں اور کھڑ کھڑاہٹ سنائی دیتی ہے لیکن کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی! ہم نے کہا کہ صرف انہی کمروں کی چابیاں ہمیں دے دیں۔ پھر ہم وہاں شفٹ ہو

گئے۔ پہلی رات تو ہم بھی ڈر گئے کہ واقعی جس کمرے میں ہم سوئے تھے، وہاں ساری رات کوئی جن روشن دانوں کو کھڑکھڑاتا رہا ہے۔ دوسرے اور تیسرے دن بھی ہمیں اسی طرح محسوس ہوا حتی کہ ہم نے ان کمروں کے روشن دانوں کا اچھی طرح جائزہ لے کر انہیں مضبوطی سے بند کر دیا اور اس کے بعد وہاں کوئی آواز یا کھڑکھڑاہٹ پھر ہمیں محسوس نہ ہوئی اور ہمیں یقین ہو گیا کہ یہ روشندان ہی کچھ اس انداز سے فٹ کئے گئے تھے کہ ہوا چلنے سے ان میں کھڑکھڑاہٹ ہوتی تھی اور رات کے وقت یہ آواز بڑی بھیانک محسوس ہوتی ہے جسے ان لوگوں نے جنوں کی آوازیں سمجھ کر مشہور کر دیا کہ یہاں جنوں کا قبضہ ہے جبکہ فی الواقع وہاں جنوں کا نام ونشان بھی نہیں تھا۔

لیکن اگر یقینی طور پر معلوم ہو جائے کہ کسی گھر میں جنوں کا قبضہ ہے اور یہ کوئی وہم وگمان یا خیال ہی نہ ہو بلکہ فی الحقیقت وہاں رہنے والوں کو جن تنگ کرتے ہوں تو وہاں سے جنوں کے نکالنے کے لیے درج ذیل طریقے اختیار کریں:

۱)......اگر جنات سانپوں کی شکل میں دکھائی دیتے ہوں تو سانپ دیکھ کر انہیں تین دن تک تین تین مرتبہ با آوازِ بلند اس طرح مخاطب کریں: "اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہوئے اس گھر سے نکل جاؤ"۔ اگر تین دن کے بعد بھی وہاں کوئی سانپ نظر آئے تو اسے قتل کر دیا جائے۔

۲)......اگر جنات سانپ کے علاوہ کسی اور جانور یا انسان وغیرہ کی شکل میں آکر ڈراتے اور اذیت پہنچانے کی کوشش کرتے ہوں تو انہیں بھی تین دن یہی کہیں کہ وہ یہ گھر چھوڑ کر چلے جائیں، ورنہ ان کے ساتھ سختی کی جائے گی۔

۳)......اس کے ساتھ اس گھر میں تین، پانچ یا سات دنوں تک مسلسل سورۃ البقرۃ کی تلاوت کریں یا اس سورت پر مشتمل کیسٹ اونچی آواز سے چلاتے رہیں کیونکہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ "جن اس گھر سے دور بھاگ جاتا ہے جہاں سورۃ البقرۃ کی تلاوت کی جاتی ہے"۔(۱)

۴)......نیز ایک روایت میں ہے کہ ''جس گھر میں تین دن تک مسلسل سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں پڑھی جائیں تو شیطان اس (گھر) کے قریب بھی نہیں آتا۔(۲)

۵)......سارے گھر کی اچھی طرح پانی سے صفائی کریں اور تمام غیر شرعی اور فضول چیزیں مثلاً تصاویر، ٹی وی، وی سی آر، گانوں کی کیسٹیں اور فلمیں وغیرہ نکال کر ضائع کر دیں۔ پھر کسی بڑے برتن میں صاف پانی لے کر اس میں خوشبو وعطریات ملائیں اور اس پر مکمل سورۂ بقرہ پڑھ کر گھر کے چاروں اطراف میں اس پانی کا چھڑکاؤ کر دیں۔ ان شاء اللہ جنات بھاگ جائیں گے۔ یہ تجرباتی اور آزمودہ نسخہ ہے۔

اس کے علاوہ اور بہت سے طریقے لوگوں نے اختیار کرر کھے ہیں لیکن ان میں سے زیادہ ترمحل نظر ہیں مثلاً کسی عامل سے نوکیلے کیلوں پر دم کروا کرانہیں گھر کے دروازوں پر ٹھونک دیا جاتا ہے۔ یا مختلف نقش بنا کر لٹکا دیئے جاتے ہیں۔ یا بعض چیزوں کے بارے میں فرض کر لیا جاتا ہے کہ یہ جنات بھگانے میں مددگار ہیں حالانکہ ان چیزوں میں ایسی کوئی تاثیر نہیں ہوتی۔ لہٰذا ایسی تمام چیزوں سے گریز کریں۔

رہائشی جگہ سے جنات بھگانے کے لیے پیشگی تحفظات

اس کے علاوہ کچھ مزید تحفظات بھی مدنظر رکھیے مثلاً:

۱)......جب کوئی نیا مکان خریدیں تو وہاں رہائش سے پہلے یا رہائش کے فوراً بعد سورۃ البقرۃ کی تین دن تک مسلسل تلاوت کرلیں۔

۲)......اگر کسی جگہ جنات کا قبضہ ہو بھی تو وہاں رہنے والے تمام افراد صبح وشام کے اذکار، جنات سے بچاؤ کے وظائف، بالخصوص آیۃ الکرسی وغیرہ کا ورد کرنے میں سستی نہ کریں۔

---

(۱) مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب ۲۹، حدیث ۸۰۔ ترمذی، ح۲۸۷۷۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے بھی مروی ہے کہ جہاں سورت بقرۃ پڑھی جائے وہاں سے شیاطین بھاگ جاتے ہیں۔ دیکھیے۔ دارمی، ج ٦ ص ٤٤٧۔

(۲) حاکم، ج٤ ص ٢٤٠۔ امام حاکمؒ اور حافظ ذہبیؒ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

۳)......مذکورہ بالا نسخہ پر عمل کرنے سے بڑے سے بڑا جن بھی بھاگ جاتا ہے لیکن ایسی جگہ رہائش رکھنے میں اگر نفسیاتی طور پر پریشانی اور طبیعت میں ناگواری ہو تو اس جگہ کو تبدیل کر لینا چاہیے۔

سوتے میں ڈرنے والے کا علاج

بعض اوقات آدمی سوتے ہوئے اچانک ڈر جاتا ہے اور پھر جاگنے کے بعد اس پر عجیب و غریب وحشت طاری ہو جاتی ہے۔ دل گھبرا رہا ہوتا ہے اور جسم سے بسا اوقات پسینے چھوٹ رہے ہوتے ہیں۔ اس طرح کی کیفیت عموماً تین وجوہات کی بنا پر ہوتی ہے:

۱۔ بعض اوقات انسان کوئی ڈراؤنا اور شیطانی خواب دیکھتا ہے جس کی وجہ سے اس پر اس قدر وحشت اور خوف طاری ہو جاتا ہے کہ وہ چیخیں مارتا ہوا اٹھ بیٹھتا ہے، حالانکہ یہ صرف شیطانی خواب ہوتا ہے جس کی خواب سے بڑھ کر کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ کیونکہ احادیث کے مطابق خواب تین طرح کے ہوتے ہیں:

(۱) سچے خواب (۲) شیطانی خواب (۳) اور پراگندہ خیالات پر مشتمل خواب۔(۱)

اگر شیطانی خواب آئے تو تین مرتبہ بائیں جانب تھوکئے اور تین مرتبہ تعوذ پڑھیے اور پہلو بدل کر لیٹ جائیے۔ اللہ کی توفیق سے وہ خواب کوئی نقصان نہیں دے گا، جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے۔(۲)

اور اگر باوضو ہو کر دو نفل ادا کر لیے جائیں تو بہت ہی اچھا ہے، جیسا کہ بعض احادیث میں مذکور ہے۔(۳)

۲۔ بعض اوقات انسان کو کوئی جسمانی تکلیف لاحق ہوتی ہے اور سوتے وقت اس تکلیف کا اثر بڑھ جاتا ہے مثلاً سانس اور دل کی تکلیف میں عموماً اس طرح ہوتا ہے کہ سوتے ہوئے عمل تنفس میں رکاوٹ پیدا ہونے لگتی ہے یا اپنا ہی ہاتھ دل پر آ جاتا ہے یا پہلو

---

(۱) بخاری، کتاب التعبیر، باب القید فی المنام، ح۷۰۱۷۔ مسلم، ح۲۲۶۳۔

(۲) مسلم، کتاب الرؤیا، ح۲۲۶۱۔ ابو داؤد، ح۵۰۲۲۔ ابن ماجہ، ح۳۹۰۸۔

(۳) بخاری، ح ۱۱۵٤۔

تبدیل کرنے کی وجہ سے دل پر دباؤ بڑھ جاتا ہے، تو ایسی تمام صورتوں میں جب گھٹن بڑھتی ہے تو انسان تکلیف کی وجہ سے گھبرا کر اچانک اٹھ جاتا ہے۔ اگر کوئی ایسا معاملہ ہو تو پھر ایسی صورت میں ڈاکٹر سے علاج کے لئے رجوع کرنا چاہیے۔

۳۔ بعض اوقات جن انسان کو ڈراتا ہے اور حالتِ نیند میں اس پر حملہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس لیے ایسی صورت میں اول تو سوتے وقت کے مسنون اعمال ہرگز نہ بھولیے۔ یعنی بستر پر لیٹنے سے پہلے اسے جھاڑ لیں کہ کوئی زہریلی چیز نہ ہو۔ پھر تین مرتبہ یہ عمل کریں کہ سورۃ الاخلاص، سورۃ الفلق اور سورۃ الناس پڑھ کر ہاتھوں میں پھونک مار کر سارے جسم پر مل لیں۔ اس کے علاوہ آیۃ الکرسی اور سونے کی دیگر دعائیں پڑھیے مثلاً:

"اَللّٰھُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَاَحْیٰى" (یا اللہ! میں تیرے ہی نام کے ساتھ سوتا اور تیرے ہی نام کے ساتھ بیدار ہوتا ہوں)[1]

پھر مطمئن ہو کر سو جائیں۔ بعض اوقات آدمی لیٹ کر یہ اذکار کرتا ہے اور نیند کے غلبہ کی وجہ سے اذکار پورے ہونے سے پہلے ہی نیند غالب آجاتی ہے اور اس کوتاہی سے شیطان فائدہ اٹھا لیتا ہے۔ اس لیے کوشش کریں کہ سونے سے پہلے بیٹھ کر اذکار پڑھ لیں، پھر دائیں کروٹ ہو کر سو جائیں۔ اس کے باوجود اگر کبھی شیطانی حملہ ہو یا گھبراہٹ طاری ہو تو آیۃ الکرسی اور یہ دعا پڑھ لیں:

"اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِهٖ وَعِقَابِهٖ وَشَرِّ عِبَادِهٖ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَاَنْ يَّحْضُرُوْنِ"

"میں اللہ تعالیٰ سے اس کے مکمل کلمات کے ساتھ اس کے غصے، عذاب، اس کے بندوں کے شر، شیطانوں کے حملے اور ان کے (تکلیف پہنچانے کے لیے) حاضر ہونے سے پناہ مانگتا ہوں"۔

(۱) بخاری، ح ۶۳۱۲۔ واضح رہے کہ آنحضرتؐ نے نیند میں گھبراہٹ اور وحشت طاری کا یہی (مذکورہ بالا) علاج بیان کیا ہے، دیکھیے: احمد، ۵۷/٤۔ ابو داؤد، ح ۳۸۹۳۔ حاکم، ۵٤۸/۱۔

باب ۲۶

نظر بد کی حقیقت اور اس کے روحانی علاج کا بیان

بعض اوقات ایک انسان کو دوسرے انسان کی بری نظر لگ جاتی ہے جس کی وجہ سے نظر بد کا شکار شخص متاثر (مریض) ہو جاتا ہے۔ اگر یہ نظر بد اس کے بدن کو لگی ہو تو وہ جسمانی طور پر مرض کا شکار ہوتا ہے اور اگر یہ نظر اس کے کاروبار کو لگی ہے، تو کاروبار میں نقصان ہونے لگتا ہے۔ جسم اور کاروبار ہی نہیں بلکہ انسان کی کسی بھی اچھی چیز کو حاسد شخص کی نظر بد لگ سکتی ہے، اور حاسد شخص ہی نہیں بلکہ محب کی بھی نظر لگ سکتی ہے۔

نظر بد اور قرآن مجید

قرآن مجید کی درج ذیل آیات سے اہل علم نے نظر بد کے بارے میں استدلال کیا ہے:

(۱) : ﴿ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ۚ وَمَآ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۚ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴾ [سورة يوسف: ٦٧]

''[حضرت یعقوبؑ نے اپنے بیٹوں سے جب وہ مصر جا رہے تھے، کہا] میرے بیٹو! ایک ہی دروازے سے داخل نہ ہونا بلکہ مختلف دروازوں سے داخل ہونا اور میں اللہ کے مقابلے میں کسی چیز میں بھی تمہاری کفایت نہیں کر سکتا، حکم تو بس اللہ ہی کا چلتا ہے، اسی پر میں میرا بھروسہ ہے اور اسی پر بھروسہ کرنے والوں کو بھروسہ کرنا چاہیے''۔

حافظ ابن کثیرؒ ''سورۂ یوسف'' کی ان آیات (۶۷، ۶۸) کی تفسیر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ

''اللہ تعالیٰ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارے میں فرماتے ہیں کہ جب انہوں نے

بنیامین اور باقی بیٹوں کو مصر جانے کی اجازت دی تو انہیں تلقین کی کہ سب کے سب ایک ہی دروازے سے داخل نہ ہونا بلکہ مختلف دروازوں سے داخل ہونا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، محمد بن کعب رضی اللہ عنہ، مجاہد رحمۃ اللہ علیہ، قتادہ رحمۃ اللہ علیہ اور سدی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے بقول اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت یعقوب علیہ السلام اس بات سے خائف تھے کہ کہیں ان کے بیٹے نظر بد کا شکار نہ ہو جائیں کیونکہ نظر لگنا ثابت ہے حتی کہ نظر بد کی وجہ سے گھڑ سوار گھوڑے سے گر جاتا ہے"۔ (۱)

(۲) : ﴿ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ ﴾ [سورة الفلق:۵]

"(اے پیغمبر! کہہ دیجیے کہ میں پناہ مانگتا ہوں) حسد کرنے والے کی برائی سے، جب وہ حسد کرے۔"

اس آیت سے بھی بعض اہل علم نے یہ مراد لیا ہے کہ حسد کرنے والے سے دوسرے شخص کو غیر محسوس شکل میں جو نقصان پہنچتا ہے، وہ نظر بد ہی کا نتیجہ ہے۔

نظر بد اور اَحادیث

نظر بد کے ثبوت کے لیے آئندہ سطور میں چند صحیح اَحادیث درج کی جا رہی ہیں:

۱)...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلْعَيْنُ حَقٌّ ......)) "نظر بد لگ جانا برحق ہے"۔ (۲)

۲)...... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

"نظر بد برحق ہے۔ اگر تقدیر سے کوئی چیز سبقت لے جا سکتی ہے تو وہ نظر بد ہے اور جب تم میں سے کسی شخص سے غسل کرنے کا مطالبہ کیا جائے (تاکہ اس کے غسل کا پانی اس شخص پر ڈالا جائے جسے اس کی نظر لگی ہے) تو وہ غسل کرے"۔ (۳) [یہ غسل نظر بد کے

(۱) تفسیر ابن کثیر، ج۲ ص ۷۴۹۔

(۲) بخاری، کتاب الطب، باب العین حق، ح ۵۷۴۰۔

(۳) مسلم، کتاب السلام، باب الطب والمرض والرقی، ح۲۱۸۸۔

توڑ کا ایک طریقہ علاج ہے، اس کی تفصیل آگے آ رہی ہے]

۳)......ایک حدیث میں ہے کہ "نظر بد سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگا کرو کیونکہ نظر بد اثر کر جاتی ہے"۔ (۱)

۴)......ایک اور حدیث میں ہے کہ "نظر بد انسانوں پر اثر انداز ہوتی ہے حتیٰ کہ اگر کوئی اونچی جگہ (پہاڑ یا چھت وغیرہ) پر کھڑا ہو تو نظر بد کی وجہ سے نیچے گر سکتا ہے"۔ (۲)

۵)......حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ہاں ایک لڑکی دیکھی جس کے چہرے پر کالا (یا زرد) نشان تھا۔ تو آپ نے فرمایا کہ یہ نظر بد کا شکار ہوئی ہے، اس پر دم کرو"۔ (۳)

نظر بد کا انکار ممکن نہیں!

بعض لوگوں نے نظر بد کی بری تاثیر کا اس لیے انکار کیا ہے کہ اس کی کوئی سائنٹفک یا عقلی توجیہ ان کی سمجھ میں نہیں آ سکی۔ یہ رویہ درست نہیں، اس لیے کہ اگر کوئی بات قرآن وحدیث سے ثابت ہو جائے تو اس کا محض اس بنیاد پر انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس کے اَسباب ووجوہات اور عقلی وسائنسی توجیہات ہماری سمجھ سے باہر ہیں۔ ہو سکتا ہے اس کے یہ مادی اَسباب بھی کسی وقت ظاہر ہو ہی جائیں اور ان کی تحقیقات کی ضرورت واہمیت سے بھی انکار نہیں، لیکن یہ واضح رہے کہ قرآن وحدیث کی باتیں ان تحقیقات کی محتاج نہیں اور نہ ہی قرآن وحدیث پر ہمارا ایمان ان چیزوں کے ساتھ معلق رہنا چاہیے۔

نیک اور محبت کرنے والے کی نظر بھی لگ سکتی ہے

یہ بات بھی یاد رکھیں کہ کسی نیک اور محبت کرنے والے شخص کی بھی نظر بد لگ سکتی ہے خواہ اس کے ذہن میں دوسرے شخص کے بارے میں کوئی غلط یا قابل حسد خیال پیدا نہ ہوا ہو۔

(۱) السلسلة الصحيحة، للألباني، ح۷۳۷۔ ابن ماجه، ح۳۵۰۸۔ صحيح الجامع الصغير، للألباني، ح۹۳۸۔ (۲) السلسلة الصحيحة، ح۸۸۹۔

(۳) بخاری، کتاب الطب، باب رقية العين، ح۵۷۳۹۔ مسلم، کتاب السلام، ح۲۱۹۷۔

حتی کہ بچے کو خود اپنے ماں باپ کی نظر بھی لگ جاتی ہے۔اسی طرح کسی خوبصورت چیز کو دیکھ کر اس کی خوبصورتی پر عش عش کر اٹھنے پر بھی نظر بد لگ جاتی ہے۔ اس لیے آنحضرت ﷺ کی عمومی تعلیمات سے یہ بات ثابت ہے کہ جب کسی شخص میں کوئی اچھی چیز نظر آئے تو اسے دیکھ کر برکت کی دعا کی جائے مثلاً یہ کلمات کہے جائیں:

(۱) مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِا اللّٰه

(۲) لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِا اللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم

(۳) بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ

(٤) اَللّٰهُ زِدْ فَزِدْ

(۵) مُبرُوکا......وغیرہ وغیرہ۔

علاوہ ازیں اردو یا پنجابی یا کسی بھی مادری و مقامی زبان میں برکت کی دعا کی جاسکتی ہے۔

نظر بد سے بچاؤ کے طریقے

جس طرح نظر بد مختلف طریقوں سے اثر انداز ہوتی ہے، اس طرح اس کا توڑ بھی مختلف طریقوں سے کیا جاتا ہے۔آئندہ سطور میں نظر بد سے حفاظت اور اس کے علاج کے مختلف طریقے درج کیے جاتے ہیں:

(ا)......نظر بد سے بچاؤ کے لیے پیشگی تحفظ

نظر بد سے بچاؤ کے لیے ضروری نہیں کہ آپ ہی دوسروں کی نظر سے بچنے کا اہتمام کریں، بلکہ آپ کو یہ اہتمام بھی کرنا چاہیے کہ کوئی آپ کی نظر کا شکار بھی نہ ہو۔اس لیے اس سلسلہ میں دو صورتیں پیش نظر رہیں:

۱)......آپ کی نظر دوسروں کو نہ لگے

پہلی صورت یہ ہے کہ کوئی بھی مسلمان شخص جب دوسرے مسلمان بھائی کی کوئی اچھی چیز یا

حسن و جمال وغیرہ دیکھے تو اس کے لیے برکت کی دعا کرے اور حاسدانہ رویے سے اجتناب کرے۔ قرآن مجید کی سورۂ کہف میں دو آدمیوں کا ایک قصہ مذکور ہے جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ ان دونوں میں سے ایک کے پاس دو عمدہ اور پھلدار باغ تھے مگر وہ ظالم، متکبر اور اللہ تعالیٰ کے انعامات پر شکر کی بجائے کفر کرنے والا تھا جب کہ دوسرا آدمی جو صاحب ایمان تھا، اسے کہا کرتا تھا کہ اپنے باغ دیکھ کر فخر و غرور کی بجائے مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه پڑھا کرو مگر اس نے ان دعائیہ کلمات کی بجائے اپنی معاندانہ روش کو جاری رکھا جس کی وجہ سے بالآخر اللہ تعالیٰ نے آسمانی عذاب کے ذریعے اس کے دونوں باغوں کو جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا ڈالا۔[1]

اس واقعہ کی تفسیر میں حافظ ابن کثیرؒ رقمطراز ہیں کہ

((وَلِهٰذَا قَالَ بَعْضُ السَّلَفِ مَنْ اَعْجَبَهُ شَیْءٌ مِّنْ حَالِهٖ اَوْ مَالِهٖ اَوْ وَلَدِهٖ فَلْيَقُلْ مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَهٰذَا مَاْخُوْذٌ مِّنْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ الْكَرِيْمَةِ))

''اس واقعہ سے استدلال کرتے ہوئے بعض ائمہ سلف نے بیان کیا ہے کہ جب کسی شخص کو اپنی صورت حال، مال و دولت یا اولاد وغیرہ کو دیکھ کر خوشی محسوس ہو تو اس وقت اسے مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه (جو اللہ چاہے وہی ہوتا ہے، اللہ کی قوت و طاقت کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا) پڑھنا چاہیے۔ اور یہ دعا اسی آیت سے ماخوذ ہے۔''[2]

اسی طرح بعض روایات میں ہے کہ جب حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کا جسم دیکھ کر ان کی تعریف کی تو حضرت سہل کو ان کی نظر لگ گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر ہوئی تو آپؐ نے عامر کو ڈانٹتے ہوئے کہا: اَلَا بَرَّكْتَ؟ ''تو نے اس کا جسم دیکھ کر برکت کی دعا کیوں نہیں کی؟ تجھے علم نہیں کہ نظر بد حق ہے!''؟[3]

---

(۱) دیکھیے: سورۃ الکھف، آیات ۳۲ تا ٤٤۔

(۲) تفسیر ابن کثیر، ج۳ ص۱۳۷۔

(۳) شرح السنہ، کتاب الطب، ح۳۲٤٥۔ صحیح الجامع الصغیر، ح۲۰ ٤۰۔

اس سے معلوم ہوا کہ کسی اچھی چیز کو دیکھ کر برکت کی دعا کرنی چاہیے تا کہ نظر بد کا اثر ہی نہ ہو سکے۔ اور یہ برکت کی دعا اس طرح کرنی چاہیے: بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ یا اردو میں یہ کہنا چاہیے: ''اللہ تعالیٰ تجھے اور زیادہ برکت دے''۔ یا کسی بھی زبان میں برکت کی دعا کی جاسکتی ہے۔ اس کی مزید تفصیل آگے آ رہی ہے۔

۲)......دوسروں کی نظر آپ کو نہ لگے

دوسری صورت یہ ہے کہ جس شخص کو اپنی کسی اچھی چیز (خوبصورتی) مال و دولت کی کثرت، کاروبار کی ترقی اور وسعت، اولاد کی کثرت و برکت وغیرہ کے بارے میں نظر بد کا خدشہ ہو تو اسے درج ذیل وظائف بکثرت پڑھتے رہنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کے انعامات کا شکر کرنا چاہیے:

(۱) : مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ

''جو اللہ چاہے، اللہ کے حکم کے بغیر کچھ نہیں کیا جاسکتا''۔

(۲) : لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ

''اللہ بلند و عظمت والے کے حکم کے بغیر نہ کچھ کیا جاسکتا ہے اور نہ کسی (شر) سے بچا جا سکتا ہے''۔

(۳) : اَللّٰهُ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَزِدْنَا مِنْهُ (۱)

''یا اللہ! ہمیں اس چیز میں برکت دے اور اسے اور بڑھا دے''۔

(٤) : اَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَ هَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ (۲)

''میں اللہ تعالیٰ کے مکمل کلمات کے ساتھ (اس کی) پناہ طلب کرتا ہوں ہر شیطان، موذی چیز اور نقصان پہنچانے والی بری نظر سے''۔

(۵) : اپنے اوپر مذکورہ بالا دم (یعنی دم نمبر۴) کریں۔ اگر کسی پر دم کرنا ہو تو اس دم کا

---

(۱) یاد رہے کہ یہ تینوں دعائیں قرآن و سنت کے مجموعی و عمومی دلائل سے ثابت ہیں۔

(۲) بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قوله تعالیٰ: واتخذ الله ابراهیم خليلا، ح ۳۳۷۱۔

پہلا لفظ اس طرح پڑھیں: أُعِيذُكَ باقی دم اسی طرح ہے، البتہ مونث کے لیے 'ک' پر زبر نہیں بلکہ زیر پڑھی جائے گی یعنی: أُعِيذُكِ۔(۱)

(٦) : ((بِسْمِ اللّٰهِ)) تین مرتبہ، (پڑھیں پھر) اس کے بعد سات مرتبہ یہ دعا پڑھیں:

((اَعُوذُ بِاللّٰهِ وَقُدْرَتِهِ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَ اُحَاذِرُ))

''میں اللہ تعالیٰ کی عزت وقدرت کے ساتھ ان تمام چیزوں کے شر سے (اللہ کی) پناہ طلب کرتا ہوں جنھیں میں محسوس کرتا ہوں اور جن سے میں ڈرتا ہوں''۔(۲)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دم اپنے ایک صحابی حضرت عثمان بن ابی العاص کو سکھایا تھا کیونکہ اسلام قبول کرنے کے بعد ان کے جسم میں شدید درد ہوا کرتی تھی۔ سنن ابی داؤد کی حدیث (۳۸۹۱) میں یہ بھی ہے کہ یہ صحابی (یعنی حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ ''اس دم سے میری درد بالکل ختم ہوگئی''۔

(۷) اگر آپ کو کسی کے بارے میں معلوم ہو جائے کہ یہ آپ سے حسد رکھتا ہے تو ایسی صورت میں اسے وعظ نصیحت کریں، اسے تحفے تحائف وغیرہ دے کر اپنے سے خوش رکھنے کی کوشش کریں لیکن اگر اس کی حاسدانہ روش میں تبدیلی نہ آئے تو اس سے پریشان ہرگز نہ ہوں بلکہ اللہ پر توکل کرتے ہوئے اسے سمجھانے کی کوشش کرتے رہیں، اگر پھر بھی وہ نہ سمجھے تو اس کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیں۔ بعض اہل علم ایسے شخص کو قید میں ڈالنے یا لوگوں سے الگ تھلگ رکھنے کا مشورہ دیتے ہیں، تاوقتیکہ اس کے حاسدانہ جذبات ختم ہو جائیں اور لوگوں کو اس سے نقصان نہ پہنچے۔(۳)

(۸) کوشش کریں کہ اپنے محاسن، خوبیاں اور اہم معاملات لوگوں سے مخفی رکھیں، بالخصوص اگر کوئی بڑا اور اہم کام کر رہے ہوں تو دوسروں کو اس سے مطلع کرنے سے گریز

---

(۱) بخاری، ایضاً۔

(۲) مسلم، کتاب السلام، باب استحباب وضع یدہ موضع الالم، ح۲۲۰۲۔

(۳) زادالمعاد، ج٤ ص١٦٨۔

کریں، حتی کہ آپ اس میں کامیاب ہو جائیں۔ اس لیے کہ آپ کے جاننے والوں میں ہر طرح کے لوگ موجود ہوتے ہیں، محبت رکھنے والے بھی اور حسد کرنے والے بھی۔

(۹) وقتاً فوقتاً صدقہ وخیرات بھی کرتے رہیں۔ (۱)

نظر بد سے بچاؤ کے غیر اسلامی طریقے

بعض لوگ نظر بد سے بچاؤ کے لیے مکان کی دیواریں کالی کر لیتے ہیں یا چھت پر ہنڈیاں رکھ دیتے ہیں یا جانوروں کے گلے میں جوتیاں لٹکا دیتے ہیں یا بچوں کو سیاہ دھاگے اور ڈورے یا کڑے اور چھلے وغیرہ ڈال دیتے ہیں۔ بعض لوگ اپنی سواری (کار، بس، وغیرہ) کے ساتھ جوتا یا سیاہ کپڑا وغیرہ باندھ لیتے ہیں حالانکہ یہ تمام صورتیں خود ساختہ اور فضول ہیں۔ لہٰذا ان صورتوں کو پیشگی تحفظات کے لیے مدنظر رکھنے کی بجائے گزشتہ بالا ذکر کی گئی ان آٹھ صورتوں پر عمل کریں جو اسلامی دائرے میں داخل ہیں۔

(۲)......نظر لگ جانے کے بعد علاج کے مختلف طریقے

پہلا طریقہ

بعض اوقات واضح طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ فلاں شخص کی نظر لگی ہے۔ ایسی صورت میں اس شخص سے کسی برتن میں وضو یا غسل اس طرح کروایا جائے کہ اس کا استعمال شدہ پانی اسی برتن میں دوبارہ جمع ہو جائے یا دو برتن لے کر ایک سے پانی انڈیلا جائے اور دوسرے برتن میں وہ استعمال شدہ پانی جمع کر لیا جائے اور پھر اس جمع شدہ پانی کو لے کر مریض پر چھڑک دیں یا مریض کی پشت پر بہا دیں یا مریض کو اسی پانی سے غسل کروا دیں۔

درج بالا طریقے کی دلیل یہ ہے کہ ایک مرتبہ ایک صحابی حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ نے غسل کے لیے اپنے جسم سے قمیص اتاری تو دوسرے صحابی حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے

---

(۱) اس طرح کی بعض صورتیں ابن قیمؒ نے بدائع الفوائد، ج ۲ ص ۲۳۸ تا ۲۴۵ میں ذکر کی ہیں۔

ان کا جسم دیکھتے ہوئے کہا کہ بخدا میں نے آج تک اتنی خوبصورت جلد کسی کنواری لڑکی کی بھی نہیں دیکھی ۔(ان کا یہ کہنا تھا کہ)حضرت سہل رضی اللہ عنہ کو دورا پڑا اور وہ زمین پر جا گرے۔ دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس واقعہ کی اطلاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچائی اور آپ سے کہا کہ سہل رضی اللہ عنہ کی تو یہ حالت ہوگئی ہے کہ وہ اپنا سر بھی اوپر نہیں اٹھا سکتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ تمہیں اس بارے میں کسی کی نظر بد کا شک تو نہیں ؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا کہ ہمیں عامر ہی پر شک ہے کہ انہی کی بات سے سہل رضی اللہ عنہ کی یہ حالت ہوئی ہے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عامر کو بلوایا اور انہیں ڈانٹتے ہوئے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کو قتل کرنے کے درپے کیوں ہو جاتا ہے؟ تم نے اس کی خوبصورتی دیکھ کر برکت کی دعا کیوں نہ پڑھی ؟ چلو اس کے لیے غسل کرو۔ چنانچہ حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے اپنا چہرہ، ہاتھ، کہنیاں، گھٹنے، پاؤں، اِزار بند کے اندرونی حصے ،ایک ٹب میں دھوئے پھر اس جمع شدہ پانی کو حضرت سہل رضی اللہ عنہ کے اوپر بہا دیا گیا۔ اور اس کے بعد حضرت سہل رضی اللہ عنہ اس طرح شفایاب ہو گئے کہ گویا انہیں کوئی تکلیف ہی نہ تھی ۔[(۱)]

ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عامر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

((اِنَّ الْعَيْنَ حَقٌّ تَوَضَّأْ لَهُ))[(۲)]

''نظر بد، برحق ہے لہٰذا سہل رضی اللہ عنہ کے لیے وضو کرو''۔(پھر اس وضو کا جمع شدہ پانی حضرت سہل رضی اللہ عنہ پر بہا دیا گیا)

ایک روایت میں ہے کہ ''جس شخص کی نظر بد لگی ہو اور اس سے غسل کا مطالبہ کیا جائے تو وہ غسل کرے۔ (تا کہ اس غسل سے حاصل ہونے والے پانی سے مریض کو غسل یا وضو کرایا جا سکے)[(۳)]

---

(۱) شرح السنه ،كتاب الطب و الرقى ،باب ما رخصى فيه من الرقى، ح۳۲۴۵۔۱۲۔۱۶۴۔

(۲) مؤطأ، كتاب العين ، باب الوضوء من العين، ۱۔۲۔

(۳) مسلم ،كتاب السلام ، باب الطب و المرض والرقى، ح۲۱۸۸۔

امام محمد بن شہاب زہریؒ نے اپنے دور کے علماءِ تابعینؒ کے حوالے سے نظر بد کے علاج کے لیے غسل مسنون کا ذکر کیا ہے۔اور کہا ہے کہ پھر اس پانی کو مریض شخص کے سر کے پچھلی جانب سے اس پر بہا دیا جائے تو وہ مریض تندرست ہو جائے گا۔(۱)

مذکورہ بالا تمام روایات کا حاصل یہ ہے کہ نظر بد کے علاج کے لئے اس شخص سے کہ جس کی نظر لگی ہے، وضو یا غسل یا بیک وقت غسل اور وضو دونوں کروا کر اس کا پانی ضائع ہونے سے بچا لیا جائے اور اسی پانی کو اللہ کا نام لے کر نظر بد سے متاثر مریض پر بہا دیں یا مریض کو اس پانی سے وضو یا غسل کروا دیں یا بعض اَوقات صرف چند چھینٹے ہی مار دیئے جائیں تو ان تمام صورتوں کی ان روایات ہی سے گنجائش نکلتی ہے اور اس طریقہ علاج سے نظر بد کا شکار مریض اللہ کی توفیق سے شفایاب ہو جائے گا۔ان شاء اللہ!

دوسرا طریقہ

اللہ کے رسول ﷺ نے نظر بد کے مریض کا علاج کرنے کے لیے اس پر دم کرنے کا حکم دیا ہے(۲)۔اس لیے اگر کوئی ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ جس شخص کی نظر لگی ہے، اس کے بارے میں علم نہ ہو تو پھر اس مریض پر دم کریں اور یاد رہے کہ کوئی شرکیہ دم ہرگز نہ کریں بلکہ قرآن وسنت سے ثابت شدہ دم کا اہتمام کریں۔لیکن اگر کوئی ایسا دم جو من وعن قرآن و سنت میں مذکور نہ ہو اور نہ ہی اس میں کفر و شرک کا شائبہ ہو تو وہ دم بھی کیا جا سکتا ہے جیسا کہ ایک مرتبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ ہم دورِ جاہلیت میں مختلف قسم کے دم کیا کرتے تھے، آپ ﷺ ان کے بارے میں کیا حکم فرماتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((اَعْرِضُوا عَلَيَّ رُقَاكُمْ لَا بَأْسَ بِالرُّقٰى مَا لَمْ يَكُنْ فِيهِ شِرْكٌ))(۳)

---

(۱) السنن الکبریٰ، للبیهقی، ج۹ ص ۲۵۲۔

(۲) بخاری، کتاب الطب، باب رقیه العین، ح ۵۷۳۹۔مسلم، کتاب السلام، ح ۲۱۹۵/۹۷۔

(۳) مسلم، کتاب السلام، باب استحباب الرقیة من العین، ح ۲۲۰۰۔

’’تم اپنے دم پیش کرو جو کوئی ان میں سے شرک سے پاک ہے، اس کے کرنے میں کوئی حرج نہیں‘‘۔

تیسرا طریقہ

حافظ ابن قیمؒ نے اپنی کتاب ’زاد المعاد‘ کی جلد چہارم میں نظر بد کے حوالے سے بڑی عمدہ اور تفصیلی بحث سپرد قلم فرمائی ہے۔ علاوہ ازیں انہوں نے اپنے تجربات پر مشتمل کچھ ایسے وظائف بھی بیان کیے ہیں جن کی مدد سے نظر بد کا توڑ کیا جا سکتا ہے، لیکن یہ وظائف، نظر بد کا مریض خود پڑھے۔ ان مجرب وظائف سے استفادہ کے لیے انہیں ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے:

(۱) ((اَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ))

(۲) ((اَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ كُلِّ شَيطَانٍ وَهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ))

(۳) ((اَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ الَّتِيْ لَا يُجَاوِزُهُنَّ بِرٌّ وَلَا فَاجِرٌ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَذَرَأَ وَبَرَأَ وَمِنْ شَرِّ مَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمِنْ شَرِّ مَا يَعْرُجُ فِيهَا وَمِنْ شَرِّ مَا ذَرَأَ فِي الْاَرْضِ وَمِنْ شَرِّ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمِنْ شَرِّ فِتَنِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمِنْ شَرِّ طَوَارِقِ اللَّيْلِ اِلَّا طَارِقاً يَطْرُقُ بِخَيْرٍ يَا رَحْمٰنُ))

(٤) ((اَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ مِنْ غَضَبِهٖ وَعِقَابِهٖ وَمِنْ شَرِّ عِبَادِهٖ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيٰطِيْنِ وَاَنْ يَحْضُرُوْنِ))

(٥) ((اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَعُوذُ بِوَجْهِكَ الْكَرِيْمِ وَكَلِمَاتِكَ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا اَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهٖ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ تَكْشِفُ الْمَاْثَمَ وَالْمَغْرَمَ اَللّٰهُمَّ اِنَّهٗ لَا يُهْزَمُ جُنْدُكَ وَلَا يُخْلَفُ وَعْدُكَ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ))

(٦) ((اَعُوذُ بِوَجْهِ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ الَّذِي لَا شَيْءَ اَعْظَمُ مِنْهُ وَبِكَلِمَاتِهِ التَّامَّاتِ الَّتِيْ لَا يُجَاوِزُهُنَّ بِرٌّ وَلَا فَاجِرٌ وَاَسْمَآءِ اللّٰهِ الْحُسْنٰى مَا عَلِمْتُ مِنْهَا وَمَالَمْ اَعْلَمْ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَذَرَاَ وَبَرَاَ وَمِنْ كُلِّ ذِي شَرٍّ لَا اُطِيْقُ شَرَّهٗ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ ذِي شَرٍّ

أَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهِ إِنَّ رَبِّي عَلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ))

(٧) ((اَللّٰهُمَّ أَنْتَ رَبِّي لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ عَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ مَا شَاءَ اللّٰهُ كَانَ وَمَا لَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ أَعْلَمُ أَنَّ اللّٰهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَأَنَّ اللّٰهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا وَأَحْصَى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِي وَشَرِّ الشَّيْطَانِ وَشِرْكِهِ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ دَابَّةٍ أَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا إِنَّ رَبِّي عَلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ))

(٨) ((تَحَصَّنْتُ بِاللّٰهِ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ إِلٰهِي وَإِلٰهُ كُلِّ شَيْءٍ وَاعْتَصَمْتُ بِرَبِّي وَرَبِّ كُلِّ شَيْءٍ وَتَوَكَّلْتُ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ وَاسْتَدْفَعْتُ الشَّرَّ بِلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ حَسْبِيَ الرَّبُّ مِنَ الْعِبَادِ حَسْبِيَ الْخَالِقُ مِنَ الْمَخْلُوقِ حَسْبِيَ الرَّزَّاقُ مِنَ الْمَرْزُوقِ حَسْبِيَ اللّٰهُ هُوَ حَسْبِي، حَسْبِيَ الَّذِي بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ يُجِيرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ، حَسْبِيَ اللّٰهُ وَكَفَى، سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ دَعَا، لَيْسَ وَرَاءَ اللّٰهِ مَرْمِيٌّ ، حَسْبِيَ اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ))[1]

یادرہے کہ مذکورہ بالا وظائف میں نظر بد وغیرہ سے بچاؤ اور توڑ کے لیے اللہ ہی سے پناہ اور مدد طلب کی گئی ہے۔ان وظائف میں کوئی ایسی بات نہیں جو قرآن وسنت اور عقیدہ توحید کے منافی ہو،اس لیے ان کے ترجمے کی ہم ضرورت محسوس نہیں کرتے۔دم کے لیے انہیں عربی ہی میں پڑھا جائے۔

چوتھا طریقہ

آنحضرت ﷺ نظر بد اور دیگر امراض کے لیے چند مخصوص دم کیا کرتے تھے اور سچی بات ہے کہ ان میں بے انتہا تاثیر مخفی ہے، لہٰذا انہیں یاد کر کے ایسے مریضوں پر ضرور آزمائیں جنہیں جلد شفا نہ ہو رہی ہو۔ یہ دم با حوالہ ذیل میں درج کیے جا رہے ہیں:

(١) زادالمعاد، ج٤ص١٥٥۔

(۱) : ((اَللّٰھُمَّ رَبَّ النَّاسِ مُذْھِبَ الْبَاْسِ اِشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَا شَافِیَ اِلَّا اَنْتَ لَا یُغَادِرُ سَقَمًا))(۱)

''یا اللہ! لوگوں کے رب! بیماری دور کرنے والے! تو شفا عطا فرما دے، تو ہی شفا دینے والا ہے، تیرے سوا کوئی شافی نہیں، تو ایسی شفا عطا فرما جو بیماری کا نام ونشان تک نہ چھوڑے''۔

(۲) : ((اَللّٰھُمَّ رَبَّ النَّاسِ اَذْھِبِ الْبَاْسَ وَاشْفِہٖ وَاَنْتَ الشَّافِیْ لَا شِفَآءَ اِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَآءً لَّا یُغَادِرُ سَقَمًا))(۲)

''اے اللہ! لوگوں کے رب! بیماری دور کردے اور شفا عطا فرما دے، تو ہی شفا دینے والا ہے، تیرے سوا کوئی شافی نہیں، تو ایسی شفا عطا فرما جو بیماری کا نام ونشان تک نہ چھوڑے''۔

(۳) : ((اَمْسِحِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ بِیَدِكَ الشِّفَآءَ لَا كَاشِفَ لَهُ اِلَّا اَنْتَ))(۳)

''لوگوں کے رب! بیماری دور فرما دے! تیرے ہی ہاتھ میں شفا ہے، تیرے سوا کوئی بیماری دور کرنے والا نہیں''۔

(٤) : ((بِسْمِ اللّٰهِ)) تین مرتبہ، (پڑھیں پھر) اس کے بعد سات مرتبہ یہ دعا پڑھیں:

((اَعُوذُ بِاللّٰهِ وَقُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ))(٤)

''میں اللہ تعالیٰ کی عزت وقدرت کے ساتھ ان تمام چیزوں کے شر سے (اللہ کی) پناہ طلب کرتا ہوں جنہیں میں محسوس کرتا اور جن سے میں ڈرتا ہوں''۔

یہ دم مریض کو سکھا دیں کہ وہ خود ہی اپنے متاثرہ حصے پر ہاتھ رکھ کر یہ دم کرلیا کرے۔

(٥) : ((بِسْمِ اللّٰهِ تُرْبَةُ اَرْضِنَا بِرِیْقَةِ بَعْضِنَا یُشْفٰی سَقِیْمُنَا بِاِذْنِ رَبِّنَا))

---

(۱) بخاری، کتاب الطب، باب رقیة النبی، ح۵۷٤۲۔ مسلم، کتاب السلام، ح۲۱۹۱۔

(۲) صحیح البخاری، ایضاً، ح۵۷٤۳۔

(۳) بخاری، ایضاً، ح۵۷٤٤۔ مسلم، ح۲۱۹۱۔٤۹۔

(٤) مسلم، ح۲۲۰۲۔

''اللہ کے نام کے ساتھ، ہماری زمین کی مٹی ہے، ہم میں سے بعض کے تھوک کے ساتھ، کہ ہمارے مریض کو اللہ کے حکم سے شفامل جائے''۔ (۱)

اس دم کو اور آگے چھ نمبر دم کو کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ انگلی پر تھوک کر اسے مٹی پر پھیریں، پھر اس مٹی لگی انگلی کو درد، یا زخم والی جگہ رکھ کر یہ دم کریں۔ مریض خود بھی یہ عمل کر سکتا ہے۔

(٦) : ((بِسْمِ اللّٰهِ تُرْبَةُ اَرْضِنَا بِرِيْقَةِ بَعْضِنَا يُشْفٰى سَقِيْمُنَا))

''اللہ کے نام کے ساتھ، ہماری زمین کی مٹی ہے، ہم میں سے بعض کے تھوک کے ساتھ، کہ ہمارے مریض کو (اللہ کے حکم سے) شفامل جائے''۔ (۲)

(۷) : سورۃ الاخلاص، سورۃ الفلق، سورۃ الناس، سورۃ الفاتحہ، آیۃ الکرسی، طاق عدد یعنی ایک یا تین یا پانچ یا سات یا نو یا گیارہ مرتبہ پڑھ کر دم کریں۔

(۸) : ((اُعِيْذُكَ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ))

''میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے مکمل کلمات کے ساتھ (اللہ کی) پناہ میں دیتا ہوں ہر شیطان سے، ہر موذی چیز سے اور ہر بد نظر سے (بچاؤ کے لیے)''۔ (۳)

(۹) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب بیمار ہوتے تو حضرت جبریل علیہ السلام، حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ دم کیا کرتے تھے:

((بِسْمِ اللّٰهِ يُبْرِيْكَ وَمِنْ كُلِّ دَآءٍ يَشْفِيْكَ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ وَشَرِّ كُلِّ ذِیْ عَيْنٍ))

''اللہ کے نام کے ساتھ، وہ تمہیں صحت دے گا، اور ہر بیماری سے وہ تمہیں شفا دے گا، اور حسد کرنے والا جب حسد کرے تو اس کے حسد سے اور ہر نظر بد کے شر سے بھی

---

(۱) بخاری، ح ۵۷۴۵۔ مسلم، ح ۲۱۹٤۔

(۲) بخاری، ح ۵۷۴۵۔

(۳) بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب ۱۰، حدیث ۳۳۷۱۔ مریض عورت کے لئے اُعِیْذُکَ کی بجائے اُعِیْذُکِ ۔۔۔ یعنی 'ک' کے نیچے زیر کے ساتھ ۔۔۔ پڑھیں۔

تمہیں بچائے گا"۔ (۱)

(۱۰) : ((بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيْكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ اَوْ عَيْنٍ حَاسِدٍ اَللّٰهُ يَشْفِيْكَ بِاسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ)) (۲)

''اللہ کے نام کے ساتھ میں آپ پر دم کرتا ہوں، ہر اس چیز کے مقابلے میں جو آپ کو اذیت پہنچائے، ہر نفس کے شر سے اور حسد کرنے والے کی نظر بد سے اللہ آپ کو شفا دے گا، اللہ کے نام کے ساتھ میں آپ کو دم کرتا ہوں''۔

(۱۱) : سنن ابن ماجہ میں یہ دم ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے :

((بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيْكَ مِنْ حَسَدِ حَاسِدٍ وَمِنْ عَيْنٍ اَللّٰهُ يَشْفِيْكَ)) (۳)

''اللہ کے نام کے ساتھ میں آپ پر دم کرتا ہوں، ہر اس چیز کے مقابلے میں جو آپ کو اذیت پہنچائے، ہر حسد کرنے والے کے حسد سے اور نظر بد سے اللہ آپ کو شفا دے''۔

(۱۲) : حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عیادت کے لیے گیا تو آپ کو اتنی سخت تکلیف تھی کہ اس کی شدت اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ پھر شام کے وقت میں دوبارہ آپ کی عیادت کے لیے گیا تو آپ کو آرام تھا۔ میں نے کہا: اللہ کے رسول ! صبح کے وقت جب میں آیا تھا تو آپ کو سخت تکلیف تھی اور اب میں آیا ہوں تو آپ کو بالکل آرام ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اے ابن صامت! مجھے جبریل نے دم کیا ہے جس کے ساتھ میں تندرست ہو گیا ہوں......کیا میں تمہیں وہ دم سکھا دوں؟ میں نے کہا: جی ہاں ضرور سکھا دیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ دم (جو اوپر ۱۰، اور ۱۱نمبر میں مذکور ہے) سکھا دیا۔ (٤)

---

(۱) مسلم، کتاب السلام، باب الطب والمرض والرقی، ح ۲۱۸۵۔
(۲) مسلم، ایضاً، ح ۲۱۸۶۔
(۳) ابن ماجہ، کتاب الطب، باب ما یعوذ بہ من الحمی، ح ۳۵۲۷۔ حسنہ البوصیری۔
(٤) صحیح مسلم، ح ۲۱۸۶۔ الفتح الربانی، از: احمد عبدالرحمن البنا، ج ۱۷ ص ۱۷۹۔

پانچواں طریقہ

اگر کوئی جانور یا سواری وغیرہ نظر بد کا شکار ہو تو درج ذیل وظیفہ پڑھیں:

((بِسْمِ اللّٰهِ حَبْسٌ حَابِسٌ وَحَجَرٌ يَابِسٌ وَشِهَابٌ قَابِسٌ رَدَدْتُ عَيْنَ الْعَائِنِ عَلَيْهِ وَعَلٰى أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيْهِ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ إِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ))

یہ وظیفہ بھی حافظ ابن قیمؒ نے اپنی کتاب 'زاد المعاد' میں نقل کیا ہے اور اس کے فوائد میں ایک دلچسپ واقعہ ذکر کیا ہے، لکھتے ہیں:

" ابوعبداللہ ساجی نامی ایک شخص، حج یا جہاد کے لیے اپنی بہترین اونٹنی پر سوار ہو کر نکلا، ان کے قافلے میں ایک ایسا شخص تھا جس کی نظر پُر تاثیر تھی حتی کہ اگر وہ کسی چیز کی طرف دیکھتا تو وہ چیز تباہ و برباد ہو کر رہ جاتی۔ ابوعبداللہ سے لوگوں نے کہا کہ آپ اس شخص سے اپنی اونٹنی کو محفوظ رکھیں۔ ابوعبداللہ فرمانے لگے کہ یہ میری اونٹنی کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اس بدنظر شخص کو کسی نے یہ بات پہنچا دی تو وہ موقع تلاش کرنے لگا اور جب اسے موقع ملا کہ ابوعبداللہ کی سواری کے پاس کوئی نہیں تو وہ شخص آیا اور اونٹنی کو بری نگاہ سے گھورنے لگا۔ حتی کہ اونٹنی تڑپتے تڑپتے زمین پر گر گئی۔ جب ابوعبداللہ آئے تو لوگوں نے بتایا کہ فلاں بدنظر شخص آیا اور اس کے دیکھنے سے اونٹنی کی یہ حالت ہو گئی۔ ابوعبد اللہ نے کہا کہ مجھے بتاؤ وہ کہاں ہے۔ لوگوں نے جگہ بتائی اور آپ نے وہاں جا کر مذکورہ بالا دعا پڑھی جس کے نتیجہ میں بدنظر آدمی کی آنکھیں خراب ہو گئیں اور دوسری طرف اونٹنی بالکل تندرست ہو گئی۔"[1]

......☆......

(۱) زاد المعاد، ج٤ ص ١٦٠۔

باب ۲۷

جسمانی بیماریوں کے روحانی علاج کا بیان

اس باب میں ہم جسمانی بیماریوں کے روحانی علاج سے متعلقہ وہ مسنون اَذکار و وظائف پیش کررہے ہیں جو صحیح اَحادیث سے ثابت ہیں۔ مارکیٹ میں روحانی علاج سے متعلقہ بہت سی ایسی کتب دستیاب ہیں، جن میں روحانی علاج معالجہ کے وظائف تو ضرور جمع کر کے پیش کردیے جاتے ہیں مگران میں صحت وضعف کا کوئی فرق نہیں کیا جاتا۔ اور بعض ایسی کتابیں بھی راقم الحروف کی نظر سے گزری ہیں جن میں قرآنی آیات لکھ کران کے بارے میں اَز خود ہی اس طرح کے دعوے کردیے گئے ہیں کہ یہ آیت اتنی مرتبہ پڑھی جائے تو فلاں مرض سے شفا ہوگی اور فلاں آیت اتنی مرتبہ پڑھی جائے تو فلاں بیماری سے نجات ملے گی۔ یہی دعوے اسمائے حسنیٰ اور مختلف قرآنی سورتوں کے حوالے سے بھی کیے جاتے ہیں حالانکہ ایسے دعوے کرنے والوں سے اگر یہ پوچھا جائے کہ ان کے پاس ان دعووں کا قرآن وحدیث سے کیا ثبوت ہے کہ اس طرح کرنے سے ہمیشہ ایسا ہی ہوگا، تو ان کے پاس اس کا کوئی معقول جواب نہیں ہوتا......؟!

بعض لوگ جواب کے طور پر یہ کہتے ہیں کہ یہ ہمارا یا ہمارے فلاں بزرگ کا مجرب شدہ عمل ہے۔ حالانکہ کوئی شخص اپنے مجرب شدہ عمل کے بارے میں بھی یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ وہ ہر کسی کے لیے اسی طرح مفید ہوگا جس طرح میرے لیے مفید ثابت ہوا۔ پھر یہ بھی یاد رہے کہ ہندو جوگیوں، پنڈتوں، جادوگروں اور غیر اسلامی مذاہب کے روحانی عملیات کرنے والوں کی دیکھا دیکھی ہمارے ہاں بعض مسلمان بھی عامل بننے کے لیے ایسے ایسے وظیفے اور عمل کرتے ہیں کہ جن سے کفر وشرک کی بو آتی ہے، حتی کہ ان وظائف اور عملیات کے نام

سے قرآن مجید کی آیات کا بھی حلیہ بگاڑنے کی کوشش کی جاتی ہے، نعوذ باللہ من ذٰلك!
آئندہ سطور میں ہم صحیح احادیث کے حوالہ جات کے ساتھ صرف انہی وظائف کا انتخاب پیش کر رہے ہیں جن کے بارے میں نبی کریم ﷺ کا کوئی نہ کوئی واضح ارشاد موجود ہے کہ اس وظیفے سے کیا فائدہ ہوگا اور اس کے کرنے کا کیا طریقہ ہے۔ لیکن ان میں سے کوئی وظیفہ ایسا نہیں جس کے لیے کسی مخصوص چلہ کشی کی ضرورت ہو بلکہ چلہ کشی کا ایسا کوئی تصور اسلام میں نہیں ہے جس کی پابندی بعض عاملوں کے ہاں شدومد سے پائی جاتی ہے۔ اس سلسلہ میں بعض لوگ نبی کریم ﷺ کے غارِ حرا میں خلوت کی مثال بطور دلیل پیش کرتے ہیں، حالانکہ موجودہ چلہ کشی کی صورتیں (جن میں جنات و شیاطین سے مدد بھی مانگی جاتی ہے) اور غارِ حرا میں حضور نبی کریم ﷺ کا عبادت کے لیے خلوت اختیار کرنا دونوں میں بہت فرق ہے تاہم اس کے باوجود یہ بات واضح رہے کہ نبوت ملنے سے پہلے تو آنحضرت ﷺ عبادت کے لیے خلوت نشینی اختیار کیا کرتے تھے مگر نبوت کے بعد بقیہ تئیس (۲۳) سالوں میں آپؐ نے عبادت کے لیے ایسی کوئی خلوت بھی اختیار نہ کی۔ بلکہ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے اس چیز کو دوسروں کے لیے بھی پسند نہیں کیا۔[1]

یہ بھی یاد ہے کہ اگر چلہ کشی کی کوئی صورت اسلام میں ہو سکتی ہے تو وہ اعتکاف ہے جو ماہِ رمضان میں کچھ دنوں کے لیے مسجد میں کیا جاتا ہے اور اس کے احکام بالکل واضح ہیں۔

جسمانی بیماریوں کے روحانی علاج کے حوالے سے ایک یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہیے کہ روحانی طریقۂ علاج یعنی دم منتر وغیرہ کا یہ مطلب نہیں کہ آپ ان کا طبی علاج چھوڑ بیٹھیں بلکہ طبی علاج کے لیے بھی جس حد تک ممکن ہو ڈاکٹروں حکیموں سے علاج جاری رکھیں۔ روحانی علاج بنیادی طور پر دعا کی قبیل سے ہے یعنی یہ ایک لحاظ سے دعا کی صورت ہوتی ہے کہ دم کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے بیمار کی صحت کے لیے شفا مانگی جاتی ہے جیسا کہ مختلف بیماریوں سے متعلقہ دم وغیرہ کے کلمات کے ترجمے سے بھی یہ پہلو واضح ہوتا ہے،

---

(۱) دیکھیے: شرح السیر الکبیر، از: امام سرخسی، ج۳، ص ۷۔

لہٰذا جس طرح دعا کی موجودگی میں جسمانی علاج بند نہیں کر دیا جاتا، اسی طرح روحانی علاج کے ساتھ طبی علاج بھی ترک نہیں کرنا چاہیے۔

سانپ، بچھو اور دیگر زہریلی چیزوں کے زہر کا روحانی تریاق

زہریلی چیزوں کے کاٹے پر دم کرنا مسنون ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے زہریلے جانور کے کاٹنے پر دم کرنے کے بارے میں دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اجازت فرمائی۔ (۱)

آئندہ سطور میں اس سلسلہ کی اہم احادیث پیش کی جاتی ہیں۔

۱)..... زہریلی چیزوں سے پیشگی تحفظ کے لیے درج ذیل دعا پڑھتے رہا کریں:

((اَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ))

''میں تمام مخلوقات کے شر سے بچاؤ کے لیے اللہ تعالیٰ کے کامل تاثیر والے کلمات کی پناہ پکڑتا ہوں''۔ (۲)

اس حدیث کا پس منظر یہ ہے کہ ایک صحابی کو بچھو نے ڈس لیا اور اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر فرمایا کہ ''اگر یہ شخص یہ دعا (مذکورہ بالا) پڑھ لیتا تو بچھو وغیرہ سے محفوظ رہتا''۔

۲)..... حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن نماز پڑھا رہے تھے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا تو بچھو نے آپ کی انگلی مبارک کو ڈس لیا۔ آپؐ نے اس بچھو کو وہیں مار ڈالا اور نماز ختم کرنے کے بعد فرمایا کہ اللہ اس بچھو پر لعنت کرے، نہ یہ نمازی کو چھوڑتا ہے اور نہ ہی غیر نمازی کو اور نہ ہی نبی کو چھوڑتا ہے اور نہ غیر نبی کو۔ پھر آپؐ نے پانی اور نمک منگوایا اور ایک برتن میں اسے ملا کر انگلی مبارک اس نمک والے پانی میں رکھ دی اور سورت اخلاص اور معوذتین

---

(۱) بخاری، کتاب الطب، باب رقیة الحیة والعقرب، ح۵۷٤۱۔ مسلم، ح۲۲۰۱۔

(۲) مسلم، کتاب الذکر و الدعاء، باب فی التعوذ من سوء القضاء......، ح۲۷۰۹۔

سورتیں پڑھنا شروع کر دیں حتی کہ آپ ﷺ کو آرام آ گیا۔ (۱)

۳)..... حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کے چند صحابہ ایک مرتبہ کسی سفر پر روانہ ہوئے تو راستے میں انہوں نے ایک عرب قبیلہ میں پڑاؤ کیا اور چاہا کہ قبیلہ والے ان کی مہمان نوازی کریں مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ پھر کیا ہوا کہ اس قبیلہ کے سردار کو کسی زہریلی چیز نے کاٹ لیا اور انہوں نے بڑا علاج کیا مگر کوئی افاقہ نہ ہوا۔ پھر انہی میں سے کسی شخص نے مشورہ دیا کہ یہ مسافر لوگ جنہوں نے قریب ہی پڑاؤ کیا ہے، ان کے پاس جاؤ، ممکن ہے کہ ان میں سے کسی کے پاس کوئی مؤثر منتر ہو۔

چنانچہ وہ صحابہ کرامؓ کے پاس آئے اور کہنے لگے: اے مسافرو! ہمارے سردار کو کسی زہریلی چیز (بعض روایات میں بچھو کا ذکر ہے) نے کاٹ لیا ہے اور ہم نے علاج معالجے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، لیکن کامیابی نہ ہونے پر تمہارے پاس آئے ہیں تو کیا تمہارے پاس اس کے علاج کے لیے کوئی نسخہ ہے؟ ایک صحابی (خود ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ ہاں! اللہ کی قسم میں دم جھاڑ جانتا ہوں۔ لیکن ہم نے تم سے کہا تھا کہ تم ہماری مہمان نوازی کرو لیکن تم نے نہیں کی، اس لیے میں بھی اس وقت تک علاج نہیں کروں گا جب تک کہ تم کوئی اجرت مقرر نہ کرو۔ چنانچہ ان لوگوں نے کچھ بکریاں (بعض روایات کے مطابق تقریباً تیس عدد بکریاں) دینے کا وعدہ کیا۔ پھر یہ صحابی رضی اللہ عنہ گئے اور سورت فاتحہ پڑھ کر اس مریض پر ہلکے ہلکے تھوک والی پھونکیں مارتے رہے حتی کہ اس دم کی برکت سے وہ اس طرح ہو گیا جیسے اس کی رسی کھل گئی ہے اور وہ اٹھ کر اس طرح چلنے لگا جیسے اسے کوئی تکلیف آئی ہی نہیں۔

اب اس قبیلہ والوں نے حسبِ وعدہ اس صحابی کو بکریاں دے دیں۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ بکریاں تقسیم کر لی جائیں لیکن دم کرنے والے صحابی نے کہا کہ ابھی ایسا نہ کرو،

(۱) المعجم الصغیر، ج۲ ص ۸۳۰۔ مجمع الزوائد، ج۵ ص ۱۱۱۔ حسنه الهیثمی سنده۔

بلکہ پہلے اللہ کے رسول ﷺ کے پاس جا کر ہم سارا واقعہ پیش کریں گے اور دیکھیں گے کہ آپ کیا فرماتے ہیں؟ پھر وہ اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آئے اور سارا ماجرا بیان کیا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ اس (سورۂ فاتحہ) کے ساتھ دم کیا جا سکتا ہے (گویا آپؐ حیران ہوئے اور ان کی دل جوئی اور تائید کے لیے فرمایا کہ) میرا بھی اس کے ساتھ ایک حصہ نکالنا۔ (۱)

بعض روایات میں ہے کہ جب یہ صحابی اس سردار کا روحانی علاج کر کے واپس تشریف لائے تو دوسرے صحابہؓ نے ان سے پوچھا: اَكُنْتَ تُحْسِنُ رُقْيَةً اَوْ كُنْتَ تَرْقِي؟ ''کیا آپ روحانی علاج میں ماہر اور تجربہ کار ہیں؟...... تو اس صحابی نے جواب دیا: نہیں، میں ماہر تو نہیں ہوں البتہ میں نے صرف سورۂ فاتحہ کے ساتھ علاج کیا ہے۔ (۲)

اس سے معلوم ہوا کہ صرف سورۂ فاتحہ کے ساتھ بھی موذی جانوروں کے کاٹے کا علاج کیا جا سکتا ہے۔

۴)...... بعض روایات میں ہے کہ ایک مرتبہ کسی صحابی کو سانپ نے کاٹ لیا تو اللہ کے رسول ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ تم میں سے کوئی اس پر دم کرنے والا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آلِ حزم (قبیلہ والے) سانپ کے کاٹے پر دم کیا کرتے تھے اور جب سے آپ ﷺ نے (شرکیہ و کفریہ) دم سے منع فرمایا، تو انہوں نے اس کے بعد دم کرنا بالکل چھوڑ رکھا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ عمارہ بن حزم (اس قبیلے کا روحانی معالج) کو بلاؤ۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسے بلا لائے۔

آپؐ نے اس سے فرمایا کہ اپنا دم پیش کرو۔ اس نے آپؐ کے سامنے اپنا دم پیش کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ اس دم میں کوئی غلط چیز نہیں۔ لہٰذا آپؐ نے اسے حکم دیا کہ اس مریض پر دم کرو، تو اس نے اس مریض صحابی پر دم کر دیا (اور وہ صحت یاب ہو گیا)۔ (۳)

---

(۱) بخاری، کتاب الطب، باب النفث فی الرقیة، ح۵۷۴۹۔ مسلم، ح۲۲۰۱۔
(۲) ایضاً، کتاب فضائل القرآن، باب فضل فاتحة لکتاب، ح۵۰۰۷۔
(۳) الاصابة فی تمییز الصحابة، ج۴ ص۲۷۵۔

اس صحابی نے کون سا دم کیا، اس کی اس حدیث میں کوئی صراحت نہیں، البتہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دم کے لیے رائج کوئی بھی منتر پڑھ کر دم کیا جاسکتا ہے بشرطیکہ اس میں کوئی غیر اسلامی بات نہ ہو۔

۵)......اس سے ملتی جلتی ایک روایت صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے کہ ''اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے شرکیہ دم جھاڑ سے منع کیا تو بنو عمر بن حزم رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم بطورِ خاص بچھو وغیرہ کے ڈسے ہوئے پر دم کیا کرتے تھے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دم کرنے سے منع کر دیا ہے (اب کیا حکم ہے؟)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنا وہ دم مجھے سناؤ، تو انہوں نے وہ دم آپؐ کے سامنے پیش کیا۔ آپؐ نے اسے سن کر فرمایا کہ اس دم میں کوئی قباحت نہیں لہٰذا اگر تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کو کسی طرح فائدہ پہنچا سکتا ہے، تو وہ ضرور اسے فائدہ پہنچائے''۔[1]

زخموں اور پھوڑوں پھنسیوں کا علاج

۱)......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب کسی شخص کو کوئی زخم وغیرہ ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انگلی زمین کی مٹی پر پھیرتے پھر اسے اٹھا کر یہ دم کرتے:

((بِسْمِ اللّٰهِ تُرْبَةُ أَرْضِنَا بِرِيقَةِ بَعْضِنَا يُشْفٰى سَقِيْمُنَا بِإِذْنِ رَبِّنَا))

''اللہ کے نام کے ساتھ۔ ہماری زمین کی مٹی سے، ہمارے بعض کے تھوک سے، تاکہ ہمارا مریض اللہ کے حکم سے شفا پائے''۔[2]

حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ دم کرنے والا اپنی تھوک اپنی انگشت شہادت پر پھینکے، پھر اس انگلی کو مٹی پر رکھے تاکہ کچھ مٹی اس کے ساتھ مل جائے اور پھر اس انگلی کو زخم والی جگہ پر رکھ کر یہ دم کرے۔[3]

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب السلام، باب استحباب الرقیة من العین والنملة، ح۲۱۹۹۔
(۲) ایضاً، باب رقیة لمریض بالمعوذات والنفث، ح۲۱۹۴۔ نیز دیکھیے: بخاری، ح۵۷۴۶۔ ابو داؤد، ح۳۸۶۱۔
(۳) زاد المعاد، ج۴ ص۱۷۱۔

۲)......جسم پر کوئی پھوڑا پھنسی وغیرہ ہو تو یہ دم بھی کیا جاسکتا ہے:

((اَللّٰھُمَّ مُطْفِئَ الْکَبِیْرِ وَمُکَبِّرَ الصَّغِیْرِ اَطْفِئْھَا عَنِّیْ))

''یا اللہ! بڑے کو چھوٹا کرنے والے اور چھوٹے کو بڑا کرنے والے، اس پھنسی کو مجھ سے دور فرمادے۔''(۱)

۳)......ابوبکر بن سلیمان سے مروی ہے کہ ایک انصاری صحابی کو دانے نکل آئے تو لوگوں نے کہا کہ شفا بنت عبداللہ نامی ایک عورت ایسے پھوڑے پھنسیوں پر (کامیاب) دم کرتی ہے، چنانچہ وہ صحابی اس عورت کے پاس چلا گیا اور اس سے دم کرنے کی درخواست کی۔ اس نے کہا: اللہ کی قسم جب سے میں مسلمان ہوئی ہوں، تب سے میں نے کبھی دم نہیں کیا۔ تو وہ انصاری اس عورت کا جواب سن کر اللہ کے رسول پاس پہنچ گیا اور اس عورت کے بارے میں بتایا (کہ اس نے دم سے انکار کردیا ہے) تو اللہ کے رسول ﷺ نے اس عورت کو بلوایا اور کہا: اپنا دم پیش کرو۔ اس نے آپ ﷺ کے سامنے اپنا دم پیش کیا تو آپ نے اسے کہا کہ اس مریض پر یہ دم کردو اور یہ دم حفصہ رضی اللہ عنہا (جو آپ ﷺ کی زوجہ مطہرہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں) کو بھی اسی طرح سکھادو جس طرح تم نے اسے لکھنا سکھایا ہے۔(۲)

اس عورت کا یہ مخصوص دم بعض روایات میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

((بِسْمِ اللّٰہِ ضَلَّتْ حَتّٰی تَعُوْدَ مِنْ اَفْوَاھِھَا وَلَا تَضُرُّ اَحَدًا اَللّٰھُمَّ اکْشِفِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ))

---

(۱) مسند احمد، ح۳۷۰۵۔ حاکم، ح۲۰۷۔ عمل الیوم ولیلۃ، ح۱۰۳۱۔

(۲) حاکم، ج۴ ص۵٦۔ حاکم اور ذہبی نے اس کی سند کو صحیح کہا۔ نیز شیخ البانی نے بھی اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، دیکھیے: السلسلۃ الصحیحۃ للالبانی، ح۱۷۸۔ علاوہ ازیں یہ روایت مختلف الفاظ کے ساتھ ان کتابوں میں بھی موجود ہے: احمد، ج٦ ص۳۷۲۔ ابو داؤد، کتاب الطب، ح۳۸۸۷۔ شرح معانی الآثار للطحاوی، ج۲ ص۳۸۸۔

حافظ ابن قیمؒ اس دم کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ

''وہ عورت اس دم کو سات مرتبہ عود کی لکڑی پر پڑھتی پھر کسی پاک صاف جگہ پر اس لکڑی کو پتھر پر رکھ کر کوٹتی اور اس کے ساتھ تیز سرکہ ملا دیتی اور پھر اس مرکب کے ساتھ متاثرہ حصے پر لیپ کر دیتی''۔[۱]

دیوانے، مجنوں، پاگل اور ذہنی اَمراض میں مبتلا شخص کا علاج

حضرت خارجہ بن صلت رضی اللہ عنہ کے چچا روایت کرتے ہیں کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیارت سے بامشرف ہو کر واپس جا رہے تھے کہ راستے میں ہمارا گزر ایک قبیلے سے ہوا تو قبیلے والوں نے کہا: ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آپ لوگ اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے خیر و بھلائی کی باتیں سیکھ کر آرہے ہیں، تو کیا آپ کے پاس کوئی ایسی دوا یا دم وغیرہ ہے جس کے ساتھ آپ ہمارے ایک پاگل آدمی کا علاج کرسکو؟ ہم نے کہا: ہاں، ہے! پھر وہ ایک آدمی کو لے کر آئے جسے انہوں نے بیڑیوں میں جکڑ رکھا تھا۔

خارجہ بن صلت رضی اللہ عنہ کے چچا فرماتے ہیں کہ میں نے تین روز مسلسل صبح و شام اس پر سورت فاتحہ پڑھ کر دم کیا تو وہ شفایاب ہو گا۔ (اور میں دم اس طرح کرتا تھا کہ) جب میں سورت فاتحہ پڑھ لیتا تو اپنا تھوک منہ میں جمع کر کے اس پر ہلکی بوچھاڑ کے ساتھ تھوتھو کرتا۔ بالآخر وہ تندرست ہو گیا اور ایسے معلوم ہوتا تھا کہ کسی نے اس کی رسیاں کھول دی ہیں۔[۲]

سر درد اور دیگر دردوں کا علاج

۱)......حضرت عثمان بن ابی العاصؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ جب سے میں مسلمان ہوا ہوں، تب سے میرے جسم میں شدید درد رہتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ جسم کے جس حصہ پر درد ہوتی ہے، وہاں اپنا ہاتھ رکھ کر یہ دم کیا کرو:

---

(۱) زادالمعاد، ج٤ ص ١٧٠۔

(۲) ابو داؤد، کتاب الطب، باب کیف الرقی ---، ح٣٨٩٨۔

((بِسْمِ اللّٰهِ)) تین مرتبہ پڑھو، پھر اس کے بعد سات مرتبہ یہ دعا پڑھو:

((اَعُوذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهِ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ))

''میں اللہ تعالیٰ کی عزت وقدرت کے ساتھ ان تمام چیزوں کے شر سے (اللہ کی) پناہ طلب کرتا ہوں جنہیں میں محسوس کرتا ہوں اور جن سے میں ڈرتا ہوں''۔ (۱)

ابوداود کی حدیث (۳۸۹۱) میں یہ بھی ہے کہ یہ صحابی (یعنی حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ ''اس دم سے میری درد بالکل ختم ہوگئی''۔

۲)......گذشتہ دم مریض خود کرے، البتہ درج ذیل دم مریض اور معالج دونوں کرسکتے ہیں:

((اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ اَذْهِبِ الْبَأْسَ وَاشْفِهِ وَاَنْتَ الشَّافِيْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً الَّا يُغَادِرُ سَقَمًا))

''اے اللہ! لوگوں کے رب! بیماری دور کرنے والے! تو شفا عطا فرما دے، تو ہی شفا دینے والا ہے، تیرے سوا کوئی شافی نہیں، تو ایسی شفا عطا فرما جو بیماری کا نام ونشان تک نہ چھوڑے''۔ (۲)

جسمانی تھکاوٹ دور کرنے کا وظیفہ

۱)......حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جنگی قیدی آئے ہیں تو وہ اس غرض سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خدمت میں گئیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ شکوہ کریں کہ چکی پیس پیس کر میرے ہاتھوں میں تکلیف ہونے لگی ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات نہ ہوئی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اپنی تکلیف بیان کرکے واپس چلی آئیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا خیال تھا کہ ہمیں بھی کوئی غلام مل جائے گا اور اس طرح کام کاج میں سہولت ہو جائے گی۔ حضرت عائشہؓ نے آنحضرت کو حضرت فاطمہؓ کے تشریف لانے کی اطلاع دی۔

(۱) مسلم، کتاب السلام، باب استحباب وضع یدہ موضعہ الالم، ح۲۲۰۲۔

(۲) بخاری، کتاب الطب، باب رقیۃ النبی، ح۵۷۴۳۔ مسلم، کتاب السلام، ح۲۱۹۱۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود ہمارے گھر تشریف لے آئے جبکہ ہم سونے کی لیے لیٹے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان بیٹھ گئے اور فرمانے لگے کہ میں تمہیں ایسی خیر کی بات نہ بتاؤں جو تمہارے لیے غلام سے بہتر ہو؟ تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ جب سونے لگو تو تینتیس (33) مرتبہ سبحان اللہ، تینتیس (33) مرتبہ الحمد للہ اور چونتیس (34) مرتبہ اللہ اکبر پڑھ لیا کرو"۔ (یعنی اس سے تمہاری تھکاوٹ ختم ہو جائے گی)(۱)

۲)......بعض روایات میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ کنوئیں سے پانی کھینچ کھینچ کر میرے سینے میں تکلیف ہونا شروع ہو گئی ہے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اللہ کی قسم! چکی پیستے پیستے میرے ہاتھ گھس گئے ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو قیدی عطا کئے ہیں لہٰذا آپ ہمیں بھی ایک خادم عطا کر دیجئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری نسبت اصحابِ صفہ ان کے زیادہ حقدار ہیں، اس لیے میں ان قیدیوں کو بیچ کر ان کی قیمت اصحابِ صفہ پر خرچ کروں گا۔ یہ جواب سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا واپس آگئے، بعد میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور مذکورہ وظیفہ سکھانے کے بعد کہا کہ یہ تمہارے لیے خادم سے بہتر ہے۔(۲)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اگر سونے سے پہلے یہ وظیفہ کر لیا جائے تو سارے دن کی جسمانی تھکاوٹ دور ہو جاتی ہے اور یہ خود حضور کا تجویز کردہ نسخہ ہے جبکہ ان کلمات کا اجر و ثواب اس کے علاوہ ہے......!

غم، پریشانی، اِضطراب اور ذہنی انتشار وغیرہ کا علاج

ذہنی انتشار کی کئی صورتیں ہیں جن میں غم، خوف، پریشانی اور شیطانی خیالات وغیرہ سبھی

(۱) بخاری، کتاب النفقات، باب عمل المرأة فی بیت زوجها، ح۵۳۶۱۔
(۲) اس واقعہ کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: کتاب الطبقات الکبیر، لابن سعد، ج۸ ص ۲۵۔ مسند احمد، ج۱ ص ۲۰۵۔ مصنف ابن ابی شیبہ، ج۱۰ ص ۲۳۲۔ مسند بزار، ح۷۵۷۔

شامل ہیں۔ان سب سے نجات کے لیے درج ذیل باتیں یاد رکھیں اور اپنے مریضوں کو بھی انہی چیزوں کی تلقین کریں:

۱)...... یہ بات اچھی طرح ذہن میں بٹھالیں کہ اللہ تعالی نے تقدیر میں جو کچھ لکھ دیا ہے، وہ ہو کر رہے گا ،الا یہ کہ آپ اپنے لیے خیر و بھلائی کی دعائیں ہمیشہ کرتے رہیں اور ان دعاؤں میں سے کوئی دعا قبول ہو جائے جس کی وجہ سے آپ کسی آنے والی مصیبت سے محفوظ ہو جائیں،لہٰذا بلا وجہ کسی ذہنی پریشانی، Depression وغیرہ کا شکار نہ ہوں بلکہ ہر حال میں صبر وشکر والا رویہ اپنائیں اور یہ دعا پڑھا کریں: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ (یعنی ہر حال میں اللہ کا شکر ہے) لیکن اس دعا کا یہ مطلب بھی نہیں کہ آپ سے کوئی حال چال پوچھے اور آپ سخت پریشان یا بیمار ہونے کے باوجود کہیں: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ ۔اور اپنی اصل صورت حال بتانا غلط سمجھیں، بلکہ اپنی صورت حال اس انداز میں بیان کر دینی چاہیے کہ آپ کا جواب جھوٹ کی ملاوٹ سے بچ جائے، نیز اس میں بے صبری اور نا امیدی کا رویہ بھی نہ آئے۔کسی کو اپنی صورت حال بتانے سے دو فائدے ہو سکتے ہیں ایک تو یہ کہ اس سے آپ کا بوجھ ہلکا ہوگا، دوسرا یہ کہ ہو سکتا ہے وہ شخص آپ کے کسی کام آسکے۔اگر کچھ بھی نہیں تو کم از کم وہ آپ کے لیے شاید خیر و برکت کی دعا ہی کر دے گا۔

۲)...... بعض اوقات مریض اپنی بیماری سے بڑا پریشان ہوتا ہے اور وہ بیماری بھی دُور ہونے کا نام نہیں لیتی۔ایسی صورت میں پریشانی ایک فطری عمل ہے، لہٰذا ایسے مریض کی اس فطری پریشانی کو دور کرنے کے لیے اسے سمجھایئے کہ حدیثِ نبویؐ کے مطابق یہ بیماریاں انسان کو گناہوں سے پاک کرنے کا ذریعہ ہیں جیسا کہ آنحضرت ﷺ کا معمول تھا کہ جب کسی مریض کی عیادت کے لئے تشریف لے جاتے تو فرماتے:

((لَا بَأْسَ طَهُورٌ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ!))

''کوئی بات نہیں، یہ بیماری تمہارے گناہوں کو دھو ڈالے گی۔ ان شاء اللہ!''۔[1]

۳)...... بیماری کے علاج کے باوجود شفا اسی وقت حاصل ہوتی ہے جب اللہ کا حکم ہو، لہٰذا اگر علاج معالجہ کے باوجود شفا نہ مل رہی ہو یا جن حالات کی وجہ سے پریشانی پیدا ہوئی، وہ حالات سنورتے دکھائی نہ دے رہے ہوں تو پھر بھی صبر کریں، اور اللہ سے بہتری اور ایمان پر ثابت قدمی کی دعا کرتے رہیں۔ آنحضرت ﷺ کے دور میں ایک عورت کو بڑے سخت دورے پڑا کرتے تھے۔ وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی کہ میرے لیے شفا کی دعا کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم صبر کرو، تو تمہارے لیے جنت کی ضمانت ہے۔ اس نے کہا کہ ٹھیک ہے میں صبر کروں گی۔[2]

بعض احادیث کے مطابق صبر کرنے والوں کو بغیر حساب کتاب جنت میں داخلے کی ضمانت دی گئی ہے۔

۴)...... اگر مریض کو روز مرہ کے حالات کے مطابق عمومی طور پر، پریشانی اور غم لاحق رہتا ہو تو اسے درج ذیل دعائیں لکھ کر دیں کہ وہ ہر نماز کے بعد بالخصوص، اور دیگر اوقات میں بالعموم ان کا ورد کرتا رہے، ان شاء اللہ ان کے ورد سے اس کی تمام پریشانیاں بالآخر دور ہو جائیں گی:

(۱) : ((اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحَزَنِ وَالْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَضَلَعِ الدَّيْنِ وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ))[3]

''یا اللہ! میں تجھ سے غم والم، عاجزی وسستی، کنجوسی وبخیلی، قرض کے بوجھ اور لوگوں کے غالب آجانے سے پناہ مانگتا ہوں۔''

(۲) : حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ سخت غم اور

---

(۱) بخاری، کتاب المرض، باب عیادۃ الاعراب، ح ۵٦۵٦۔

(۲) بخاری، کتاب المرضی، باب فضل من یصرع من الریح۔۔۔، ح ۵٦۵۲۔

(۳) بخاری، کتاب الدعوات، باب الاستعاذہ۔۔۔، ح ٦٣٦٩۔

مصیبت کی حالت میں یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

((لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْعَظِيْمُ الْحَلِيْمُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَرَبُّ الْاَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ))(۱)

''اللہ تعالیٰ جو صاحبِ عظمت اور بردبار ہے، اس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ اللہ، عرش عظیم کا رب ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہی اللہ آسمانوں، زمین اور عرشِ کریم کا رب ہے، اس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں۔''

(۳): حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت مصیبت یا پریشانی کے وقت مجھے یہ دعا پڑھنے کا مشورہ دیا:

((لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْكَرِيْمُ الْحَلِيْمُ سُبْحَانَهٗ تَبَارَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ))(۲)

''اللہ تعالیٰ جو صاحبِ تکریم اور بردبار ہے، اس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ پاک ہے۔ وہ اللہ بابرکت ہے۔ وہ اللہ، عرش عظیم کا رب ہے۔ ہر قسم کی تعریف اس اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔''

(۴): حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بے چینی اور حالت اضطرار کے وقت درج ذیل وظیفہ پڑھنے کی تلقین کی ہے:

((اَللّٰهُ اَللّٰهُ رَبِّیْ! لَا اُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا))(۳)

''اللہ! اللہ! میرے رب! میں تیرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتی''۔ (مرد کے لیے مذکر پڑھنا ہے یعنی: ٹھہراتا)

بعض اوقات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ وظیفہ پڑھا کرتے تھے:

(۵): ((اَللّٰهُمَّ رَحْمَتَكَ اَرْجُوْا فَلَا تَكِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَةَ عَيْنٍ وَاَصْلِحْ لِیْ

(۱) بخاری، کتاب الدعوات، باب الدعا عند الکرب، ح ٦٣٤٦۔ مسلم، ح ٢٧٣٠۔
(۲) احمد، ١/٩٤۔ موارد الظمان، ح ٢٣٧١۔ (۳) ابو داؤد، ح ١٥٢٥۔ ابن ماجہ، ح ٣٨٨٢۔

شَأْنِيْ كُلَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ))

''یا اللہ! میں تیری رحمت کا سوال کرتا ہوں، لہٰذا تو مجھے ایک لمحے کے لیے بھی میرے نفس کے سپرد نہ کر، اور تو میرے ہر کام کی اصلاح فرما دے، تیرے سوا کوئی سچا معبود نہیں۔''(۱)

(۶) : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جو شخص یہ درج ذیل دعا پڑھے گا، اس کے تمام غم اور پریشانیاں دور ہو جائیں گی:

((اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ عَبْدُكَ ابْنُ عَبْدِكَ ابْنُ أَمَتِكَ نَاصِيَتِيْ بِيَدِكَ مَاضٍ فِيَّ حُكْمُكَ عَدْلٌ فِيَّ قَضَاؤُكَ أَسْأَلُكَ بِكُلِّ اسْمٍ هُوَ لَكَ سَمَّيْتَ بِهٖ نَفْسَكَ أَوْ أَنْزَلْتَهُ فِيْ كِتَابِكَ أَوْ عَلَّمْتَهُ أَحَدًا مِنْ خَلْقِكَ أَوِ اسْتَأْثَرْتَ بِهٖ فِيْ عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ أَنْ تَجْعَلَ الْقُرْآنَ رَبِيْعَ قَلْبِيْ وَنُوْرَ صَدْرِيْ وَجِلَاءَ حُزْنِيْ وَذِهَابَ هَمِّيْ))

''یا اللہ! میں تیرا بندہ ہوں، تیرے بندے اور تیری بندی کا بیٹا ہوں۔ میری پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے۔ مجھ پر تیرا حکم ہی چلتا ہے۔ تیرا فیصلہ میرے لیے عدل ہی عدل ہے۔ میں تجھ سے تیرے ہر اس نام کے ساتھ سوال کرتا ہوں جو تو نے خود اپنے لیے تجویز کیا ہے، یا اپنی کتاب میں نازل کیا ہے، یا اپنی مخلوق میں سے کسی کو سکھایا ہے، یا اپنے غیبی علم میں محفوظ کر رکھا ہے۔ (میں تجھ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ) تو قرآن مجید کو میرے دل کے لیے بہار بنا دے، میرے سینے کے لیے نور بنا دے، میری پریشانی کا مداوا اور میرے غم کا علاج کرنے والا بنا دے''۔(۲)

شیطانی وسواس دور کرنے کا وظیفہ

شیطانی وسواس دور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ وظیفہ سکھایا ہے:

﴿ وَإِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ﴾ [سورة فصلت:۳۶]

''اگر شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ آئے تو اللہ سے پناہ طلب کرو (تعوذ پڑھا کرو)''

پناہ مانگنے کا طریقہ یہ ہے کہ تعوذ کے کلمات پڑھے جائیں اور اس کے لیے سب سے

(۱) ابوداؤد، ح ۵۰۹۰؛ موارد الظمان، ح ۲۳۷۰۔ (۲) احمد، ج ۱ ص ۳۹۱۔

بہتر الفاظ یہ ہیں: ((اَعُوْذُ بِا اللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ))

''میں شیطان مردود سے بچنے کے لئے اللہ کی پناہ پکڑتا ہوں''۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب شیطان تم میں سے کسی کے پاس آ کر کہے کہ اِسے کس نے پیدا کیا ہے؟ اُسے کس نے پیدا کیا ہے؟ حتیٰ کہ جب وہ یہاں تک کہنا شروع کر دے کہ تیرے رب کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو وہاں رک جاؤ اور (شیطانی وسوسوں سے بچنے کے لیے) اعوذ باللہ پڑھو''۔ (۱)

لہٰذا جب شیطان کی طرف سے ایسے خیالات پیدا ہونا شروع ہو جائیں کہ ایمان خطرے میں پڑھ جائے، تو ایسی حالت میں مریض کو تعوذ کا بکثرت وظیفہ کروائیں اور اس کے علاوہ درج ذیل وظائف بھی کروائیں:

(۱) : ﴿ رَبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيٰطِيْنِ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنَ ﴾

[سورة المومنون: ۹۷، ۹۸]

''اے میرے پروردگار! میں شیطان کے وسوسوں سے (بچنے کے لیے) تیری پناہ مانگتا ہوں اور اس بات سے بھی کہ وہ میرے پاس (مجھے تنگ کرنے کے لیے) حاضر ہوں''

(۲): ((اٰمَنْتُ بِا اللّٰهِ)) ''میں اللہ پر ایمان لاتا ہوں''۔ (۲)

(۳) : ﴿ هُوَالْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴾ (۳)

''وہی اول ہے وہی آخر، وہی ظاہر ہے وہی باطن۔ اور وہی ہر چیز کا جاننے والا ہے۔''

(۴) : سورۃ الاخلاص پڑھ کر تین مرتبہ بائیں جانب ہلکی تھوک پھینکیں یعنی تین مرتبہ تھو، تھو، تھو کریں اور اعوذ با اللہ من الشیطان الرجیم پڑھ لیں۔ (۴)

---

(۱) بخاری، ح۳۲۷٦۔ مسلم، ح۱۳٤۔ (۲) مسلم، ح۱۳٤۔ ابوداؤد، ح٤٧٠٨۔

(۳) ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی رد الوسوسة، ح٥١٠١۔

(٤) ابوداؤد، کتاب السنة، باب فی الجهمیة، ح٤٧٠٩۔ السلسلة الصحیحة، ح١١٦۔

(۵) : ((اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ مِنْ نَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ وَهَمْزِهٖ)) (۱)

ڈرنے والے شخص کا علاج

جس طرح دنیا میں بہادر اور دلیر لوگ ہوتے ہیں، اسی طرح بہت سے بزدل اور کمزور دل لوگ بھی ہوتے ہیں۔ اسلام نے بہادر اور دلیر لوگوں کو پسند کیا ہے جیسا کہ آنحضرت ﷺ کی ایک حدیث ہے:

((اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِیُّ خَیْرٌ وَّاَحَبُّ اِلَی اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِیْفِ وَفِیْ کُلٍّ خَیْرٌ)) (۲)

''طاقتور مومن اللہ تعالیٰ کے نزدیک کمزور مومن سے بہتر ہے اور دونوں مومنوں کے لیے بھلائی ہے''۔

بزدلی کی بنیادی وجہ نفسیاتی مرعوبیت ہے۔ اس لیے اگر اس نفسیاتی کیفیت کو دور کر دیا جائے تو انسان بلاشبہ بہادر ہو جاتا ہے۔ اس لیے آنحضرتؐ نے بعض ایسے وظائف سکھائے ہیں جنہیں معمول کے ساتھ پڑھتے رہنے سے ایک طرف اس نفسیاتی کمزوری کا بھی علاج ہو جاتا ہے اور دوسری طرف فی الواقع ان کلمات کی تاثیر بھی محسوس ہوتی ہے۔ اس لیے ایسے شخص کے علاج کے لیے ہم درج ذیل مسنون وظائف تجویز کرتے ہیں:

(۱) : ہر نماز کے بعد آیۃ الکرسی کا ورد۔

(۲): سونے سے پہلے آیۃ الکرسی اور معوذات (الاخلاص، الفلق، الناس) کا ورد۔

(۳) : ((اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِهٖ وَعِقَابِهٖ وَشَرِّ عِبَادِهٖ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّیَاطِیْنِ وَاَنْ یَّحْضُرُوْنَ)) (۳)

''میں اللہ تعالیٰ کے مکمل کلمات کے ساتھ (اس کی) پناہ طلب کرتا ہوں اس کے غضب سے، اس کی سزا سے اور اس کے بندوں کے شر سے اور شیطان کے وسوسوں سے (بچنے

---

(۱) ابن ماجه، کتاب الصلاة، باب الاستعاذه فی الصلاة، ح۸۰۷، ح۸۰۸ ۔ابو دؤد، ح۸۰۷۔ احمد، ج۴ ص ۸۰۔ ابن حبان۔ ح۱۷۷۹۔ ابن خزیمه، ح۴۶۹۔ حاکم، ج۱ ص۲۳۵۔

(۲) مسلم، کتاب القدر، باب الایمان باالقدر والاذعان له، ح۲۶۶۴۔

(۳) مسند احمد، ج۴ ص۵۷۔ ابو داؤد، ح۳۸۹۳۔ الموطأ، ح۷۲۴۔

کے لیے) اور اس بات سے بھی کہ وہ (شیطان مجھے تنگ کرنے کے لیے) حاضر ہوں"

(٤) : ((اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحَزَنِ وَالْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَضَلَعِ الدَّيْنِ وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ))(١)

"یا اللہ! میں تجھ سے غم والم، عاجزی وسستی، کنجوسی وبخیلی، قرض کے بوجھ اور لوگوں کے غالب آجانے سے پناہ مانگتا ہوں۔"

(٥) : اگر دشمن وغیرہ کا خوف ہو تو حفاظتی تدابیر کے علاوہ یہ وظیفہ بھی کریں:

((اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِی نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ))(٢)

"یا اللہ! ہم تجھے ہی ان (دشمنوں) کے مقابلے میں پیش کرتے ہیں اور ان کے شر سے تیری ہی پناہ طلب کرتے ہیں۔"

ڈر اور خوف کا شکار ہونے والے مریض کو یہ تمام وظائف لکھ دیں اور اسے ان کا وظیفہ کرنے کی تلقین کریں۔ اگر وہ آپ کے پاس علاج کے لیے آئے تو اس پر آیۃ الکرسی وغیرہ کے ساتھ جادو کے توڑ والا روحانی عمل کریں تاکہ اگر اسے جادو کی شکایت ہو تو اس کا بھی ازالہ ہو جائے۔

مشکلات سے نجات کا وظیفہ

اس کے لیے درج ذیل وظیفہ یاد کرلیں اور مریضوں کو بھی پڑھنے کے لیے لکھ دیں:

((اَللّٰهُمَّ لَا سَهْلَ اِلَّا مَا جَعَلْتَهُ سَهْلًا وَاَنْتَ تَجْعَلُ الْحُزْنَ اِذَا شِئْتَ سَهْلًا))(٣)

"یا اللہ! کوئی کام آسان نہیں مگر جسے تو آسان کردے اور فکر وغم کو بھی جب تو چاہے آسان بنا دیتا ہے۔"

بخار کا علاج

١)...... حضرت عبد العزیز تابعیؒ فرماتے ہیں کہ میں اور ثابت، حضرت انسؓ کے پاس

(١) بخاری، کتاب الدعوات، باب الاستعاذة، ح٦٣٦٩۔ (٢) ابو داؤد، ح١٥٣٧۔

(٣) ابن السنی، ٣٥١۔ موارد لظمان، ٢٣٧٣۔

آئے، تو ثابتؒ نے حضرت انسؓ سے کہا: اے ابوحمزہ! (یہ حضرت انس کی کنیت تھی) مجھے بخار ہے۔ حضرت انسؓ نے فرمایا: 'کیا میں تمہیں آنحضرت ﷺ کا سکھایا ہوا دم نہ کردوں؟' انہوں نے کہا ضرور کردیں، تو حضرت انسؓ نے ان پر یہ دم کیا:

((اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ مُذْهِبَ الْبَاْسِ اِشْفِ اَنْتَ الشَّافِيْ لَا شَافِيَ اِلَّا اَنْتَ [شِفَاءً] لَا يُغَادِرُ سَقَمًا))

''اے اللہ! لوگوں کے رب! بیماری دور کرنے والے! تو شفا عطا فرما دے، تو ہی شفا دینے والا ہے، تیرے سوا کوئی شافی نہیں، ایسی شفا عطا فرما جو بیماری کا نام ونشان تک نہ چھوڑے''۔ (۱)

۲)...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ سورت اخلاص اور معوذتین (یعنی سورۃ الفلق اور سورۃ الناس) کا دم کیا کرتے تھے اور جب آپ ﷺ بیمار ہوئے تو آپؐ نے مجھے فرمایا کہ میں معوذات کے ساتھ آپ ﷺ پر دم کروں۔ (۲)

۳)...... حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: جب کوئی مسلمان شخص کسی ایسے مریض کی عیادت کے لیے جائے جس کی موت کا وقت ابھی نہ آیا ہو اور وہ اس کے پاس سات مرتبہ یہ دعا پڑھے: ((اَسْاَلُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَنْ يَّشْفِيَكَ)) ''میں اللہ تعالیٰ سے جو کہ عظمت والا اور عرش عظیم کا رب ہے سوال کرتا ہوں کہ اللہ تجھے شفا عطا فرمائے''۔ تو (اس دعا کی برکت سے) اللہ تعالیٰ اسے ضرور شفا عطا فرما دیتے ہیں۔ (۳)

بعض روایات میں یہ دعا اس طرح بھی مروی ہے کہ

((اَللّٰهُمَّ اشْفِ عَبْدَكَ يَنْكَأُ لَكَ عَدُوًّا اَوْ يَمْشِيْ لَكَ اِلٰى جَنَازَةٍ))

---

(۱) بخاری، کتاب الطب، باب رقیۃ النبی، ح۵۷۴۲۔ مسلم، کتاب السلام، ح۲۱۹۱۔

(۲) بخاری، ایضاً، باب النفث فی الرقیۃ، ح۵۷۴۷۔

(۳) ابوداؤد، کتاب الجنائز، باب الدعاء للمریض عند العیادۃ، ح۳۱۰۴۔

''یا اللہ! اپنے اس بندے کو شفا دے تا کہ یہ تیرے دشمن کو زخمی کرے اور تیرے لیے کسی کی نمازِ جنازہ میں جا کر شرکت کرے۔''(۱)

۴)..... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کوئی مریض دم کے لیے آتا تو آپ اپنی انگلی پر تھوک لگا کر مٹی پر ملتے، پھر مریض کے جسم پر رکھ کر یہ دعا پڑھتے:

((بِسْمِ اللّٰهِ تُرْبَةُ اَرْضِنَا بِرِيْقَةِ بَعْضِنَا يُشْفٰى سَقِيْمُنَا بِاِذْنِ رَبِّنَا))

''اللہ کے نام کے ساتھ۔ ہماری زمین کی مٹی سے، ہمارے بعض کے تھوک سے، تا کہ ہمارا مریض اللہ کے حکم سے شفا پائے''۔(۲)

حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ دم کرنے والا اپنی تھوک اپنی انگشت شہادت پر پھینکے، پھر اس انگلی کو مٹی پر رکھے تا کہ کچھ مٹی اس کے ساتھ مل جائے اور پھر اس انگلی کو زخم والی جگہ پر رکھ کر یہ دم کرے۔(۳)

۵)..... حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عیادت کے لیے گیا تو آپ کو اتنی سخت تکلیف تھی کہ اس کی شدت اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ پھر شام کے وقت میں دوبارہ آپ کی عیادت کے لیے گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آرام تھا۔ میں نے کہا: اللہ کے رسول! صبح کے وقت جب میں آیا تھا تو آپ کو سخت تکلیف تھی اور اب میں آیا ہوں تو آپ کو بالکل آرام ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابن صامت! مجھے جبریل نے دم کیا ہے جس کے ساتھ میں تندرست ہو گیا ہوں۔ کیا میں تمہیں وہ دم سکھا دوں؟ میں نے کہا: اللہ کے رسول! ضرور سکھا دیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ دم سکھایا:

---

(۱) ابو داؤد، ایضاً، ح٣١٠٥۔ السلسلة الصحيحة، ح١٠٤٣۔ حاکم، ج١ ص٣٤٤، ٥٤٩۔ بعض روایات میں ہے کہ 'نماز کے لیے جا سکے''۔

(۲) مسلم، کتاب السلام، باب رقية المريض بالمعوذات والنفث، ح٢١٤٤۔ نیز دیکھیے: بخاری، ح٥٧٤٦۔ ابو داؤد، ح٣٨٦١۔ (۳) زاد المعاد، ج٤ ص١٧١۔

((بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيْكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ اَوْ عَيْنِ حَاسِدٍ اَللّٰهُ يَشْفِيْكَ بِاسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ))(۱)

''اللہ کے نام کے ساتھ میں آپ پردم کرتا ہوں، ہراس چیز کے مقابلے میں جو آپ کو اذیت پہنچائے، ہرنفس کے شر سے اور حسد کرنے والے کی نظر بد سے اللہ آپ کو شفا دے گا، اللہ کے نام کے ساتھ میں آپ کو دم کرتا ہوں''۔

قرض سے بچاؤ کا وظیفہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے پاس ایک مکاتب غلام آکر کہنے لگا کہ میں اپنے مالک کے ساتھ مکاتبت (یعنی مال دے کر آزادی حاصل کرنے) کے معاہدے کو پورا کرنے سے عاجز ہوں، لہٰذا آپ میرا کچھ (مالی) تعاون کریں۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں تمہیں وہ کلمات نہ سکھا دوں جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سکھائے تھے اور فرمایا تھا کہ اگر تجھ پر پہاڑ برابر بھی قرض ہوگا تو اللہ تعالیٰ ان کلمات کی برکت سے اسے اتار دیں گے۔وہ کلمات جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سکھائے، یہ ہیں:

((اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ))

''یا اللہ! اپنے حلال کے ذریعے، حرام سے مجھے بچا لے اور اپنے فضل وکرم سے مجھے دوسروں (کے سامنے دست سوال پھیلانے) سے غنی فرما دے۔''(۲)

.......☆.......

(۱) مسلم، کتاب السلام، باب الطب... ، ح۲۱۸۶۔ابن ماجہ، کتاب الطب، ح۳۵۲۷۔

(۲) ترمذی، ابواب الدعوات، باب ۱۱۰، ح۳۵۷۴۔مسند احمد، ج۱ص۱۵۳۔ حاکم، ج۱ص۵۳۸۔

جادو جنات کے توڑ کے لیے منتخب قرآنی آیات

سورة الفاتحة

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴾ [آمِيْن]

سورة البقرة

﴿ الٓمّٓ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ [آيات: ۱ تا ۵]

آية الكرسی

﴿ اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗ اِلَّا بِاِذْنِهٖ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖ اِلَّا بِمَا شَآءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ﴾ [سورة البقرة: ۲۵۵]

سورة البقرة

۱ ...... ﴿ لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴾ [البقرة: ۲۵۶]

۲ ...... ﴿ وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمَانَ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ

الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَا اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَا اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰهُ مَالَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖ اَنْفُسَهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [آیت:۱۰۲]

سورة البقرة

﴿ اِنَّ فِىْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِىْ تَجْرِىْ فِى الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ ﴾ [آيات: ۱۶۳، ۱۶٤]

سورة البقرة کی آخری تین آیات

﴿ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِىْ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ

مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴾ [آيات:٢٨٤ تا ٢٨٦]

سورة الاعراف

﴿ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِى الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا وَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍ بِاَمْرِهٖ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ وَلَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّ طَمَعًا اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ [آيات: ٥٤ تا ٥٦]

سورة الاعراف

﴿ وَاَوْحَيْنَا اِلٰى مُوْسٰى اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ فَاِذَا هِىَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ وَاُلْقِىَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ قَالُوْا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴾ [آيات: ١١٧ تا ١٢٢]

سورة يونس

﴿ فَلَمَّا اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰى مَا جِئْتُمْ بِهِ السِّحْرُ اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ﴾ [آيات:٨١،٨٢]

سورة بنی اسرائیل/الاسراء

﴿وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِىْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِىْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّىْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَاهُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا﴾[٨٠ تا ٨٢]

سورۃ طٰہٰ

﴿ قَالُوْا يٰمُوْسٰى اِمَّا اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّا اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى قَالَ بَلْ اَلْقُوْا فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى وَاَلْقِ مَا فِيْ يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ اَتٰى فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوْا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰى قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ وَلَتَعْلَمُنَّ اَيُّنَا اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبْقٰى قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالَّذِيْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَا اَنْتَ قَاضٍ اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا اِنَّا اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا وَمَا اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴾ [آیات: ٦٥ تا ٧٣]

سورۃ طٰہٰ

﴿ وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا ﴾ [آیت: ١١١]

سورۃ المؤمنون [آیات: ۱۱۵ تا ۱۱۸]

﴿ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴾

سورۃ الصّافّات [آیات: ۱ تا ۱۰]

﴿ وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ الْكَوَاكِبِ

وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ﴾

سورۃ الاحقاف

﴿وَاِذْ صَرَفْنَا اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْآنَ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْا اَنْصِتُوْا فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ قَالُوْا يٰقَوْمَنَا اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ يٰقَوْمَنَا اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖ اَوْلِيَآءُ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰى اَنْ يُّحْيِيَ الْمَوْتٰى بَلٰى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ [آیات: ۲۹ تا ۳۳]

سورۃ الرحمٰن

﴿يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ فَبِاَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ فَبِاَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ [آیات: ۳۳ تا ۳۶]

سورۃ الحشر

﴿لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْآنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴾ [آیات: ٢١ تا ٢٤]

سورة الجن

﴿ قُلْ أُوْحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا يَهْدِيْ إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَا أَحَدًا وَأَنَّهُ تَعَالَى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّ لَا وَلَدًا وَأَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا وَأَنَّا ظَنَنَّا أَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا وَأَنَّهُ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْإِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا وَأَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ أَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ أَحَدًا وَأَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّ شُهُبًا وَأَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْآنَ يَجِدْ لَه شِهَابًا رَّصَدًا ﴾ [آیات: ١ تا ٩]

سورة الاخلاص

﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ ○ اَللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ ﴾

سورة الفلق

﴿ قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ ﴾

سورة الناس

﴿ قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ مَلِكِ النَّاسِ إِلٰهِ النَّاسِ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ﴾

......☆......

مطبوعات مبشر اکیڈمی لاہور پاکستان

نمبر شمار	نام کتاب	قیمت
1	قیامت کی نشانیاں	200
2	پیش گوئیوں کی حقیقت (اور عصر حاضر میں ان کی تعبیر کا منہج)	200
3	عاملوں، جادوگروں اور جنات کا پوسٹمارٹم (مع روحانی علاج معالجہ)	--
4	جادو، جنات اور نظر بد کا توڑ (از ابن تیمیہؒ)	72
5	اسلام میں تصور جہاد	160
6	جہاد اور دہشت گردی	160
7	اللہ اور انسان	90
8	انسان اور رہبر انسانیتؐ	90
9	انسان اور قرآن	90
10	انسان اور فرشتے	90
11	انسان اور شیطان	90
12	انسان اور جادو، جنات	--
13	انسان اور کالے پیلے علوم	--
14	هدية العروس (ازدواجی وخانگی احکام ومسائل)	330
15	هدية الوالدين (اولاد اور والدین کے باہمی مسائل)	230
16	هدية النساء (خواتین کی اخلاقی تربیت اور احکام ومسائل)	330
17	جہیز کی تباہ کاریاں	60
18	کیا موسیقی حرام نہیں؟	130
19	جدید فقہی مسائل	210
20	خوش گوار گھریلو زندگی	--

صاحبِ تصنیف ......ایک نظر میں

نام :	مبشر حسین
تاریخ پیدائش:	21-01-1978 [لاہور]
دینی تعلیم:	[دیوبندی، بریلوی اور اہلحدیث تینوں مکاتبِ فکر سے استفادہ]
1989-90	حفظ القرآن
1991-92	تجوید و قرأت، ترجمہ قرآن، عربی گرائمر
1992-99	درس نظامی + وفاق المدارس [الشهادة العالمية]

عصری تعلیم:	
1996	میٹرک [فرسٹ ڈویژن]
1999	ایف ۔ اے [فرسٹ ڈویژن]
2001	بی ۔ اے [اے گریڈ، پنجاب یونیورسٹی]
2004	ایم ۔ اے [اسلامیات، اے گریڈ ۔ پنجاب یونیورسٹی]
2004	پی ایچ ڈی [زیر تکمیل]

تدریسی و تحقیقی ذمہ داریاں:

1999-2000	مدرس، جامعة الدعوة الاسلامية مریدکے، لاہور
2000	مدرس، جامعة الدراسات الاسلامية، کراچی
2001-2004	ریسرچ سکالر/ نائب مدیر ماہنامہ 'محدث' لاہور
2004-2005	لیکچرر، پریسٹن یونیورسٹی، لاہور کیمپس
2006- تا حال	لیکچرر (IRI)، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

تصنیف و تالیف:

1- کئی تحقیقی مضامین [فکر و نظر، محدث، ترجمان القرآن، وغیرہ میں] شائع ہو چکے ہیں۔
2- 20 سے زائد کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔
3- نیز مختلف کتابوں کے تراجم و حواشی، تخریج و تحقیق وغیرہ۔
4- مختلف دینی رسائل و جرائد سے قلمی تعاون، علمی و اداراتی مشاورت ۔ وللہ الحمد!

ہماری دیگر مطبوعات

قرآن حدیث اور فکر سلف کی ترجمان

مبشر اکیڈمی